جنوری [illegible]

نمبر ایک



پی کے محکمۂ گاؤں سدھار کا خاص رسالہ

چیف اڈیٹر

گاؤں سدھار افسر، یو-پی

لکھنؤ

پبلشر

گاؤں سدھار افسر یو-پی

لکھنؤ

ہل

جلد ۸-نمبر ۱ | با تصویر ماہوار رسالہ | جنوری سنہ ۱۹۳۹ء

فہرست مضامین



صوبہ متحدہ کی سرکار کے محکمہ گاؤں سدھار کا جاری کیا ہوا

بالتصویر ماہوار رسالہ

جلد ۹ | جنوری ۱۹۴۶ء | نمبر ۱

آؤ بھارت میں نئے گاؤں بسائیں پیارے

(رئیس امروہوی)

آؤ بھارت میں نئے گاؤں بسائیں پیارے!

ہوگیا راکھ لڑائی میں پرانا سنسار
اب اسی خاک سے پیدا ہو سہانا سنسار
پھر نئے ڈھنگ سے بھارت کو سجائیں پیارے
آؤ بھارت میں نئے گاؤں بسائیں پیارے

لہلہاتے ہوئے کھیتوں سے بھرے ہوں دیہات
دھیان ستھرائی کا ہر کام میں رکھیں دن رات
اسی سنسار کو ہم سورگ بنائیں پیارے
آؤ بھارت میں نئے گاؤں بسائیں پیارے

کھیتی باڑی کے نئے ڈھنگ نیا ہو بیوپار
ہوں کہیں پریم سبھائیں تو کہیں گاؤں سدھار
اونچ اور نیچ کے جھگڑوں کو مٹائیں پیارے
آؤ بھارت میں نئے گاؤں بسائیں پیارے

پاٹھ شالے بھی ہوں مسجد بھی دھرم شالے بھی
گھر بھی ستھرائی کا آدرش ہوں گھر والے بھی
اس اندھیرے میں نیا دیپ جلائیں پیارے
آؤ بھارت میں نئے گاؤں بسائیں پیارے

میل ملت کے ہوں آپس میں طریقے ایسے
گاؤں کے روپ میں ہو ایک گھرانہ جیسے
اُجڑے بھارت میں نئے پھول کھلائیں پیارے
آؤ بھارت میں نئے گاؤں بسائیں پیارے

کھیل کود اور کسرت

از جناب پی۔این ماتھر

تندرستی کا خیال رکھنا ہر بشر کا فرض ہے عام طور پر گاؤں والوں کی تندرستی اچھی ہوتی ہے کیونکہ انھیں کھلی ہوا اور روشنی میں کام کرنیکے زیادہ موقع ملتے ہیں لیکن انکی چلت پھرت اور چال ڈھال بے ڈھنگی ہوتی ہے انکو اپنی تندرستی اور چال ڈھال اچھی بنانیکے لئے دلچسپی پیدا کی جانی چاہیے۔

کھیل کود اور کسرت دیہات والوں کے لئے بھی اتنی ہی ضروری ہے جتنی شہر والوں کے لیے۔ عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دیہات والوں کی زندگی شہر والوں کے مقابلہ میں اچھی اور قدرتی ہوتی ہے۔ وہ شہر والوں سے زیادہ تندرست ہوتے ہیں۔ لیکن سب جگہ ایسا نہیں ہے۔ ایسا صرف وہیں ہو سکتا ہے، جہاں گھروں کی حالت اچھی ہو، لوگ خوش حال ہوں۔ گھر کے بڑے بوڑھوں اور ذمہ دار لوگوں کے تندرست رہنے کے طریقوں کا علم ہو، اور اس کے ساتھ ان طریقوں کے برتنے کا وہ برابر خیال بھی رکھتے ہوں۔ لیکن ظاہر ہے کہ دیہات میں پیسوں کی بہت کمی ہے، زیادہ تر لوگ غریب ہوتے ہیں جس سے وہ اس طرح کی زندگی بسر نہیں کر پاتے۔ لہذا دیہات سدھار کو ان کی زندگی سدھارنے کے لیے جہاں تک ممکن ہو سکے کوشش کرنا ضروری ہے۔ کھلی ہوا اور دھوپ سے فائدہ اٹھانے کے لیے سہولتیں پیدا کرنا دیہات سدھار کا کام ہونا چاہیے۔ یوں تو گاؤں والوں کو کھلی ہوا اور دھوپ سے فائدہ اٹھانے کے لیے اکثر موقع ملتے ہیں، لیکن ضرورت ہے اس بات کی کہ ان کو ان موقعوں اور سہولتوں سے فائدہ اٹھانا سکھایا جائے۔ ان میں اپنی تندرستی سے دلچسپی اور سدھارنے کا شوق پیدا کیا جائے۔ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ گاؤں والوں کی چال ڈھال بے ڈھنگی اور اٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے کے طریقے بھونڈے ہوتے ہیں۔ انھیں اپنی چال ڈھال کو اچھی بنانے کا شوق نہیں ہوتا۔ بلکہ برخلاف اس کے اپنی تندرستی کی طرف سے وہ بے پروا ہوتے ہیں۔ اس لیے وہ کسرت یا دوسری طرح کی تفریحات کی طرف بہت کم توجہ دیتے ہیں۔ لہذا ضروری ہے کہ ان کو تفریح اور کسرت کے فائدوں سے آگاہ کیا جائے۔ لیکن ساتھ ہی کھیل کود اور کسرتیں اس طرح کی منتخب کی جائیں جو انھیں پسند آسکیں۔ جس سے ان کے لیے ان میں شوق پیدا ہو۔ پروگرام ایسا ہونا چاہیے جس سے ان کے بدن میں صرف چستی اور پھرتی ہی نہ پیدا ہو بلکہ دل میں خوشی اور جوش بھی پیدا ہو۔

ایسے پروگرام کی کامیابی، دیہات کا آرگنائزر، یا سکھلانے والے پر ہے۔ اس کو دو باتیں اپنی سامنے رکھنی چاہئیں جو ایک دوسرے سے بالکل الگ نہیں بلکہ ایک دوسرے کے سہارے ہیں۔

لوگوں میں شوق اور لگن

پروگرام کے ہر کام میں ایک جوش، شوق اور لگن ہونی چاہیے۔ کھیل کود میں ایسے موقعے نہ آنے دینا چاہیے جن سے کھلاڑی خالی بیٹھیں یا کھیل سے ان کی دلچسپی کم ہو جائے۔ ایسا بھی نہ ہونا چاہیے کہ ایک ہی آدمی کھیلے یا کرتب دکھلائے اور بقیہ سب محض دیکھنے والوں میں ہوں۔ جہاں تک ممکن ہو ایسا نہ ہونے دینا چاہیے۔ پروگرام میں ایسے کھیل رکھے جانے چاہئیں جن میں زیادہ سے زیادہ لوگ حصّہ لے سکیں۔ ساتھ ہی ان میں دن بہ دن اچھا کھیلنے کا شوق بھی پیدا ہو سکے۔ سکھلانے والے کو چاہیے کہ وہ ہر کھلاڑی کی ہمّت بڑھاتا رہے اور ان میں اتنا شوق پیدا کر دے کہ وہ کھیل میں پوری دلچسپی لے سکیں۔ کھیلنے والوں میں قاعدے اور میل جول کے ساتھ کام کرنے کی لگن پیدا کرنی چاہیے۔ اس سے تفریح تو ہوتی ہے۔ ساتھ ہی "ڈسپلن" بھی آتی ہے۔

پروگرام کیسا ہو، اور اس میں کیا کیا شامل ہو؟

پروگرام کا انتظام کرتے وقت اس جگہ کی حالت اور باتوں کو خیال میں رکھنا چاہیے۔ عام طور پر ہر جگہ کی حالت میں کچھ نہ کچھ فرق ہوتا ہے۔ ہر جگہ کچھ چیزوں کی کمی اور کچھ نہ کچھ پریشانیاں رہتی ہیں۔ لہٰذا پروگرام کا انتظام کرتے وقت ان کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔ اصل میں سکھلانے والے کی سمجھ اور سوجھ بوجھ کی یہ ایک کسوٹی ہے۔ پروگرام میں تفریح کا حصّہ ایسا ہونا چاہیے جو اس جگہ کے کھلاڑیوں کی عمر

اور عادتوں کے موافق ہو۔ یہ ضروری ہے کہ سکھانے والے کے سامنے ایک مقصد ہو۔ اسی مقصد کے مطابق پروگرام بنایا جانا چاہیے۔ پروگرام بناتے وقت بہت سوجھ بوجھ سے کام لینا چاہیے۔ اور ہر چیز کو اچھی طرح خیال میں رکھنا ضروری ہے۔

کھیل سے تعلیم

کھیلوں سے کسی مضمون کی تعلیم بہت آسانی سے دی جا سکتی ہے۔ اس کے لیے تعلیم کے خاص خاص اُصولوں کو خیال میں رکھنا چاہیے۔ کھیلنے والوں میں اس مضمون کے بارے میں دلچسپی پیدا کرنا اور اس دلچسپی کو برابر بنائے رکھنا ضروری ہے۔ کھیلنے والوں کو فطری جسمانی اور ذہنی قابلیت اور دلچسپی کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے۔ یہ ایک فطری بات ہے کہ خواہ کوئی چیز کتنی ہی دلچسپ کیوں نہ ہو بار بار اسے کرنے سے اس میں دلچسپی کم ہو جاتی ہے۔ اس لیے اگر کوئی کھیل تعلیم کے لیے سکھلایا جائے تو یہ ضروری ہے کہ اس پروگرام کو کم سے کم وقت میں ختم کر دیا جائے۔ یا پھر برابر اس میں ایسا اُلٹ پھیر ہوتا رہے کہ سیکھنے والوں کی دلچسپی کم نہ ہو۔ لیکن محض دلچسپی کا ہی خیال رکھنا ضروری نہیں ہے۔ سکھلانے والوں کو چاہیے کہ وہ کھیلنے والوں میں کھیل کی طرف اس قدر دلچسپی پیدا کر دے کہ "ٹروپ پریڈ" کے علاوہ گھر پر بھی وہ اس کے لیے کچھ وقت صرف کریں۔ اس طرح اس مضمون کا انھیں زیادہ علم ہو سکے گا۔

پروگرام

اب ہم یہاں پر ان سب چیزوں کو دیکھیں گے جو پروگرام میں رکھی جا سکتی ہیں۔ سارا وقت دلچسپی کے ساتھ گزرنے اور پروگرام کا

ہیں"

کامیابی کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ کسی طرح کی بے لطفی نہ ہونے پائے۔ ہر پروگرام میں کسرت ڈرل اور کھیل ہونے چاہیئں۔ اس کے علاوہ ٹولیوں والے کھیل، جن میں بہت سے آدمی حصہ لے سکیں۔ کمرے میں کھیلے جانے والے کھیل اور دوڑیں وغیرہ بھی ہونی چاہیئں۔ گاؤں کے آپس میں میچ، مقابلے دوڑیں، کود، پھاند کے میچ، تیراکی، کشتی، دنگل دیہاتی ناچ گانے، ناٹک، کھیل، بچاؤ کے کرتب جیسے گدکا، پھری، لکڑی، بنوٹ وغیرہ بھی پروگرام میں رکھے جانے چاہیئں۔

کسرت اور ڈرل

ایسی ہونی چاہیے، جس سے چال ڈھال اور چلت پھرت سدھرے اور تندرستی اچھی ہو جائے۔ اور بدن کی بناوٹ سڈول ہو۔ اسکاؤٹنگ سے اپنی مدد آپ کرنا، دوسروں کی مدد کرنا اور کھلی ہوا میں کام کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ آپس کے مقابلوں سے آس پاس کے گاؤں میں محبت، پڑوسی کا خیال رکھنے اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی عادت آتی ہے۔ اس سے ہر آدمی اپنے گاؤں کے لیے نام حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے ساتھ ہی اس سے "اسپورٹس مین شپ" آتی ہے کھیل دوڑ اور مقابلوں سے میل، ملاپ، ٹولی کا خیال اور سب کے ساتھ برابری کا برتاؤ کرنا آتا ہے۔ کھیلوں کے قاعدے آسان ہونے چاہیئں۔ ہر کھلاڑی کو اپنے کام میں خوبی اور صفائی لانے کے لیے تیار کرنا چاہیے۔ تیراکی اور غوطہ خوری سے بدن مضبوط ہوتا ہے۔ دل اور پھیپھڑوں کو اس سے طاقت پہنچتی ہے۔ مگر گندے اور چھوٹے تالابوں اور اوگھٹ گھاٹ میں نہ نہانا چاہیے۔ کشتی اور کسرتیں جیسے لکڑی، بنوٹ وغیرہ بہت زمانے سے چلی آرہی ہے۔ ہر سال مقابلوں اور کشتی وغیرہ کا چلن اور ان کی طرف لوگوں کی دلچسپی پیدا کرنے کے لیے دنگل کئے جانا ضروری ہے۔

گھر کے اندر رہی کسرت کا موقع ملنے کے لیے دیہاتی ناچ اور گانے بہت کام کے ہیں۔ مگر اکثر گھر چھوٹے اور کم ہوادار ہونے سے وہاں صحت بخش ہوا نہیں ملتی۔ اس لیے یہ زیادہ اچھا ہے کہ ان ناچ گانوں کی مشق کھلی ہوا میں کی جائے ناچ میں تال کے ساتھ بدن کی حرکت اور دماغ کے سکون سے بدن کو بہت فائدہ پہنچتا ہے۔ ہمارے صوبہ میں اس طرح کے بہت سے ناچوں کا چلن ہے۔ جیسے سلطان پور کا اہیروں کا ناچ اور پہاڑی علاقہ کا جھوڑا ناچ۔

دیہاتی گانوں سے بھی بہت اچھی کسرت ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ان میں زور سے سانس لینی پڑتی ہے۔ جس سے پیٹ کی رگوں اور پٹھوں کو طاقت حاصل ہوتی ہے۔ گانے ایسے ہونے چاہیں جن میں گاؤں کے زیادہ سے زیادہ لوگ حصہ لے سکیں۔

زیادہ عمر کے لوگوں کو زیادہ جوش دکھانے کی دھن میں زیادہ محنت والی کسرتوں میں حصہ نہ لینا چاہیے، کیونکہ اس سے خون کی نالیوں اور دل پر اثر پڑنے کا ڈر رہتا ہے۔

امداد باہمی۔ دیہات کی اصلاح کا سہارا

[از:۔ جناب آر۔ دی گپتا صاحب انسپکٹر کوآپریٹو سوسائٹیز۔ مراد آباد]

گو کہ امداد باہمی طرز کا معاشی نظام سماج کے کل طبقوں کے لیے یکساں موزوں ہے پھر بھی ہندوستان میں مخصوص حالات کی وجہ سے سب سے پہلے ہماری توجہ امداد باہمی کے اس رُخ کی طرف ہوتی ہے جو ہمارے دیہات کے مسئلوں کا کوئی حل پیش کر سکے۔

ہندوستان میں سات لاکھ گاؤں ہیں جن میں اس کی آبادی سے تین چوتھائی سے زائد لوگ بستے ہیں۔ اس لحاظ سے ہندوستان کے دیہی مسائل سب سے زیادہ اہم اور سب سے زیادہ ضروری ہیں۔ شہروں کے شور و غل اور دھوئیں میں رہتے ہوئے ہم اس سب سے برتر امر واقعہ کو فراموش نہیں کر سکتے۔

مسئلہ کی دشواری ہمارے دیہی مسئلہ کی دشواری یہ ہے کہ گذشتہ دو سو سال کے اندر ہمارے گاؤں ایک بڑی بند گندی نالی بن کر رہ گئے ہیں۔ جن میں ترقی کرنے کی تحریک بالکل ختم ہو گئی ہے۔ ہمارے گاؤں میں اب زندگی نہیں رہ گئی ہے۔ وہ صرف ایک بے کیف زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ مغربی تہذیب کی ٹکر نے ان کی اجتماعی زندگی کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے ہیں اور انفرادی رجحانات کی ہمت افزائی کی ہے۔ ان حالات کے ماتحت سب سے پہلے ہمیں اپنے گاؤں میں زندگی پیدا کرنا ہے ان میں ترقی کا احساس پیدا کرنا ہے اور ان کو ترقی پسند بنانا ہے۔ معطل خیال اور عمل کی نحس غفلت کو دور کرنا چاہیے۔ جب تک ہم یہ نہ کریں گے دیہات کی اصلاح، دیہات کی تعمیر اور دیہات سدھار کے لیے ہماری تمام کوششیں ناکامیاب رہیں گی۔ جب تک زندگی کی خواہش موجود نہ ہو خارجی تدبیریں اور طبی امداد مریض کو زندہ نہیں رکھ سکتیں۔ ہمارے گاؤں میں زندہ رہنے کی اس خواہش کو پھر سے پیدا کرنا ہے۔

امداد باہمی زندہ رہنے کی اس خواہش کو پیدا کرتی ہے۔ امداد باہمی اپنے پیرو کاروں میں ہوشمندی اور ترقی پسندی پیدا کرتی ہے۔ کیونکہ یہ ان کو اپنی مدد آپ کرنا سکھاتی ہے۔ کوئی جمہوری انجمن کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اگر اس کے ممبران خود سوچنے کی اہلیت نہیں رکھتے اور اپنی قوت فیصلہ استعمال نہیں کر سکتے۔ چونکہ امداد باہمی کا دستور بالکل عوامی ہوتا ہے اس لیے اس کے ممبروں کو اپنے آپ سوچنا اور اپنے آپ عمل کرنا چاہیے۔ اس سے ہمارے عوام کے روایتی جمود کو توڑنے میں مدد ملتی ہے اور ان کا دائرہ نظر وسیع ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ سب کا مل کر کام کرنے کے لیے موقع بہم پہنچانے کی وجہ سے ہمارے گاؤں میں جماعتی زندگی ایک بار

پھر شروع ہو جاتی ہے اور ان میں شہری حساس پیدا کر دیتی ہے۔

بسیار مقصد کی سوسائٹی

اب تک ہندوستان میں امداد باہمی کی تحریک کو اتنی زیادہ کامیابی نہیں ہوئی جتنی کہ ہونا چاہیے تھی۔ اس کے بہت سے اسباب ہیں لیکن میرے خیال میں خاص سبب یہ ہے کہ ہندوستانی گاؤں کے لیے اس وقت تک امداد باہمی نظام کی کوئی مناسب صورت دریافت نہیں ہو سکی۔ سنہ ۱۹۰۴ء میں امداد باہمی کی تحریک شروع ہونے کے وقت سے اب تک ہم ساری توجہ دیہاتی قرضوں پر کرتے رہے اور گاؤں کی زندگی کے دوسرے پہلوؤں پر بہت کم توجہ دی ہے۔ ہم کو بہت گراں تجربہ کے بعد یہ سیکھنا پڑا کہ زندگی ایک وحدانیت ہے اور اس کو ٹکڑوں ٹکڑوں میں درست کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ سنہ ۱۹۳۹ء میں اتنی دیر میں جا کر بسیار مقصد قسم کی امداد باہمی سوسائٹی کو عملی جامہ پہنایا جا سکا۔ اس زمانہ میں جنگ چھڑ گئی اور ہنگامی حالات کے زور نے معمولی سرگرمیوں کے لیے کوئی گنجائش ہی باقی نہیں رکھی۔ اب جبکہ جنگ ختم ہو چکی ہے ہم کو بہتر نتائج کی امید رکھنا چاہیے۔

امداد باہمی قرضہ

بسیار مقصد کی امداد باہمی سوسائٹی گاؤں کی زندگی کے کل پہلوؤں سے تعلق رکھتی ہے۔ سب سے پہلے ایسی سوسائٹی کاشتکار کو سستا قرضہ دیتی ہے اور اس کو سود خور ساہوکار کی ظالمانہ گرفت سے نجات دلاتی ہے۔ پہلے کاشتکار آبائی قرضہ اور اونچی شرح سود سے پریشان رہا کرتا تھا امداد باہمی قرضہ اس کو اس سے خلاصی دلاتا ہے۔ پنجاب کے قریب قریب آدھے گاؤں میں اب خود ان کی امداد باہمی سوسائٹیاں ہیں۔ جہاں سے ساہوکار کو بالکل نکال دیا گیا ہے اور گاؤں خود اپنے ساہوکار ہیں۔

اچھی کھیتی باڑی

سستے قرضے کا انتظام ہو جانے سے پورا مسئلہ حل نہیں ہو جاتا کیونکہ یہ اس کی صرف ایک قدر ہے۔ دیہات کی اصلاح کا اصلی اور انتہائی کام زراعتی پیداوار کی ترقی یا بہتر کاشت ہی سے شروع کیا جا سکتا ہے۔ اچھی کاشتکاری کے لیے اچھے بیج کھاد اور آلات اور آب پاشی کی کافی سہولتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ بسیار مقصد کی امداد باہمی سوسائٹی ان چیزوں کو بھی فراہم کرنے کا انتظام کرتی ہے۔ فائدہ بخش جوتوں کی موجودگی اور اچھے انتظام کے بغیر زائد سے زائد پیداوار یقینی نہیں ہو سکتی۔ امداد باہمی سوسائٹی جوتوں کی یک جائی اور امداد باہمی کھیتی باڑی کے ذریعہ سے ان باتوں کا بھی انتظام کرتی ہے۔

بازار

اچھی کھیتی باڑی اور اچھے بازار ایک دوسرے سے بہت قریبی تعلق رکھتے ہیں۔ جب تک کاشتکار اپنی پیداوار کے منافع کے ساتھ بکنے کا انتظام نہیں کرے گا اس کو کھیتی پہ محنت کرنے کا پورا پورا معاوضہ نہ مل سکے گا۔ ٹھیک ٹھیک خرید و فروخت کرنے کے لیے بازار کے اصولوں اور نظام کو جاننے میں مہارت ضروری ہے جو اوسط کاشتکار کی پہنچ سے باہر ہے۔ اس مقصد کے لیے الگ الگ گاؤں کی ابتدائی امداد باہمی سوسائٹیاں اپنے کو ضلع یا حلقہ کی بازاری یونین

سے مہیا کر سکتی ہیں۔ جو ان کو انتظام وغیرہ میں مفید مشورہ دے سکتی ہیں۔ بازاری یونینیں آپس میں مل کر ایک صوبائی جماعت بنا سکتی ہیں۔ اور یہ صوبائی جماعت چلے ہندوستان کی جماعت میں شامل ہو سکتی ہے۔ اس طرح سے کاشتکار کو غلہ کی بازار میں سرمایہ دارانہ سٹہ بازی اور نفع بازی سے نجات مل جائے گی اور صرف اسی وقت اس کو اس کی محنت کا پھل مل سکے گا۔

گھریلو صنعتیں اب اچھی کھیتی باڑی اور اچھی خرید و فروخت ہمارے دیہات کے مسئلہ کے دو پہلوؤں کو حل کرتے ہیں لیکن یہ اہم پہلوؤں میں سے ایک کو یوں ہی چھوڑ دیتے ہیں۔ ہمارے دیہات کے معاشی نظام میں کام کاج کی کمی ہے اور ہم کو کاشتکار اور زراعتی مزدور کو اپنے بے کار گھنٹوں میں کام کاج کرنے کے لیے کام تلاش کرنے کے لیے مختلف تدبیریں کرنا پڑتی ہیں۔ اس کے لیے گھریلو صنعتیں بڑا کام کر سکتی ہیں۔ میں یہاں اس نزاعی مسئلہ پر بحث کرنا نہیں چاہتا کہ گاؤں کو اپنی کل ضروریات خود ہی پورا کرنا چاہیے یا نہیں۔ لیکن بغیر شک و شبہ کے یہ کہا جا سکتا ہے کہ کہ گھریلو صنعتوں کو ترقی دے کر ہندوستان کو زیادہ خوش اور خوش حال بنایا جا سکتا ہے۔ لبیاد مقصد امداد باہمی سوسائٹی گھریلو صنعتوں کو بھی ترقی دینا چاہتی ہے۔ گاؤں کے کاریگروں کے لیے کچا سامان فراہم کرنے اور ان کی بنائی ہوئی چیزوں کو بازار میں پہنچنے کا انتظام کر کے امداد باہمی سوسائٹی گھریلو صنعتوں کی بہت خدمت کر سکتی ہے اس کے علاوہ امداد باہمی سوسائٹیوں کے انتظام کے ترقی

یافتہ اور مرکزی ہو جانے کے بعد وہ ٹیکنیکل مشورے اور مناسب مشینوں کا بھی انتظام کر سکیں گی۔

تعلیم اور کلچر امداد باہمی سوسائٹی کی یہ سب سرگرمیاں ہمارے دیہات کے مسئلہ کے کاروباری پہلو سے تعلق رکھتی ہیں۔ ہمارے دیہاتی نظام معاشرت کے گھریلو اور ثقافتی پہلوؤں کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا گاؤں کے رہنے والوں کے لیے صحت کے اصولوں پر بنے ہوئے مکان صحت بخش کھیل و تفریح اور علم و ہنر کی تعلیم کا انتظام کرنا بھی ضروری ہے یہ باتیں صرف اسی وقت حاصل ہو سکتی ہیں جب خود گاؤں کا رہنے والا ان میں دلچسپی لے صاف ستھرا رہنے کی کوشش کرے اور باہری دنیا کے ساتھ مل کر رہنا سیکھے۔ ان کاموں کو وہ اپنی امداد باہمی سوسائٹی کے ذریعہ سے نہایت عمدگی کے ساتھ کر سکتا ہے امداد باہمی سوسائٹی اس کے لیے صحت بخش مکان، کتاب گھر، ورزش، ناٹک، کلب اور طبی امداد وغیرہ سب باتوں کا انتظام کر سکتی ہے۔

ہندوستانی گاؤں میں نئی زندگی پیدا کرنے کے لیے اکثر سرکاری امداد ضروری خیال کی جاتی ہے اس میں شبہ نہیں کہ سرکاری مدد بہت کچھ کر سکتی ہے۔ لیکن دیہات کی از سر نو تنظیم کی پوری اسکیم کو چلانے کے لیے اتنے زیادہ روپے کی ضرورت ہوگی کہ فی الحال سرکاری بجٹ میں اس کے لیے گنجائش نکالنے کی امید مشکل ہے۔ اس لیے ہمارے گاؤں کے لیے سب سے اچھی بات تو یہ ہے کہ وہ خود اپنے پیروں پر کھڑے ہوں۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے امداد باہمی نظام بہت مفید

چیز ہے - کیونکہ یہ ان کو اپنے آپ پر بھروسہ کرنے والا اور ترقی پسند بنا سکتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ ان کی معاشی ضروریات کو بھی پورا کر سکتا ہے - زندگی کی طرح امداد باہمی کی بنیادیں بہت وسیع ہیں اور بسیار مقصد امداد باہمی سوسائٹی کی صورت میں وہ ایک اچھا آلہ ہے جو ہمارے دیہاتی زندگی کی چھوٹی سی چھوٹی ضرورت کو محسوس کر سکتا ہے اور اس زندگی کو زیادہ سے زائد نفع پہنچا سکتا ہے۔

ربیع کے غلہ کو کیڑوں سے بچانے کی احتیاط

[از:- مسٹر وحید حسن صاحب زیدی انٹومولوجیکل اسسٹنٹ (کانپور)]

انسان اور کیڑوں کے درمیان لڑائی موجودہ تہذیب سے کہیں پہلے شروع ہوئی اور اب تک جاری ہے - یہ لڑائی اس لیے ہے کہ انسان اور بہت سے کیڑوں کو ایک ہی چیزوں کی ایک وقت میں ضرورت ہوتی ہے - یہی وجہ ہے کہ اناج اور مختلف کھانے کی چیزوں کو کیڑوں سے بہت نقصان پہنچتا ہے - پرانے زمانے میں بھی سمندری سفر کرنے والوں کو ان سے بہت خطرہ رہتا تھا - گذشتہ جنگ عظیم میں آسٹریلیا میں ہزاروں ٹن گیہوں کیڑوں نے برباد کر دیا - حالانکہ ان کیڑوں کو مٹانے کی کوشش اب تک جاری ہے - لیکن ابھی تک پورے طور پر ان سے چھٹکارا نہیں مل سکا - ہمارے ملک میں جہاں ہر کاشتکار اپنی سال بھر کی ضرورت کے لیے غلہ رکھتا ہے یہ مسئلہ اور بھی مشکل ہے۔

ربیع کے غلہ یعنی گیہوں - جو - چنا اور مٹر وغیرہ میں جو کیڑے لگتے ہیں ان میں پائی - گھن - آٹے والی سرسری - سونڈ والی سرسری اور ڈھورا خاص طور سے قابل ذکر ہیں - یہ کیڑے اور ان کی سونڈیاں اناج کے دانوں کو تھوڑا تھوڑا کاٹ کر بے کار کر دیتے ہیں اور کبھی کبھی جب یہ کیڑے زیادہ تعداد میں ہو جاتے ہیں تو غلہ کا بالکل آٹا بنا دیتے ہیں۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ کیڑے اناج کے دانوں یا گرد و غبار سے پیدا ہوتے ہیں اس لیے ان کا روکنا انسان کی طاقت سے باہر ہے - یہ بالکل غلط ہے - یہ کیڑے بھی اور کیڑوں کی طرح اپنی زندگی انڈوں سے شروع کرتے ہیں، ان انڈوں میں سے بچے نکلتے ہیں جو اناج کے دانے کھا کر پرورش پاتے ہیں۔

ان کیڑوں کا حملہ عام طور پر کھلیان سے شروع ہوتا ہے - یہ کیڑے کبھی کبھی اڑ کر کھیتوں میں پہنچ جاتے ہیں اور دھان - گیہوں - جو کی بالیوں اور مٹر کی پھلیوں پر انڈے دیتے ہیں - یہ انڈے کٹائی اور کھلیان کی مصیبتوں کو برداشت کر کے گوداموں میں

جاتے ہیں۔ وہاں ان سے بچے نکلتے ہیں جو اناج کو خراب کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ کیڑے مندرجہ ذیل طریقوں سے بھی پھیلتے ہیں۔

(۱) گودام میں یہ کیڑے یا ان کے انڈے بچے پہلے سے موجود ہوتے ہیں اور گودام کے کونوں دیواروں اور فرش کی دراڑوں میں چھپے رہتے ہیں اناج آتے ہی اسے کھانا شروع کر دیتے ہیں۔

(۲) یہ کیڑے چونکہ چل پھر سکتے ہیں اور بعض ذرا اُڑ بھی لیتے ہیں۔ اس لیے ایک گودام سے دوسرے گودام میں چلے جاتے ہیں۔

(۳) اکثر یہ بھی ہوتا ہے کہ جن بوروں میں غلہ ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جایا جاتا ہے ان میں یہ کیڑے یا ان کے بچے چھپے ہوتے ہیں اس طرح ایسے گوداموں میں پہنچ جاتے ہیں جہاں پہلے یہ کیڑے موجود نہ تھے۔

(۴) بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ اناج سکھانے کے لیے دھوپ میں ڈالا جاتا ہے اور جو کیڑے اس اناج میں ہوتے ہیں وہ دھوپ سے بچ کر کہیں سایہ میں پناہ لینے کی کوشش کرتے ہیں اس کوشش میں وہ اکثر اپنے گودام میں پہنچ جاتے ہیں یا کسی دوسری جگہ کا راستہ لیتے ہیں۔

اس موقع پر ان طریقوں پر بھی ایک سرسری نظر ڈال دی جائے جو غلہ رکھنے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں تاکہ ان کی اچھائیاں یا برائیاں معلوم ہو سکیں ہمارے صوبہ میں [illegible] عام طور سے غلہ [illegible] کی کوٹھیوں [illegible] [illegible] [illegible] ایک قسم نہیں ہو سکتیں بلکہ [illegible]

تھوڑا تھوڑا حصہ بنایا جاتا ہے، جس کی وجہ سے یہ چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ یہ کوٹھیاں کیڑوں سے محفوظ نہیں رہ سکتیں۔

آج کل دیہاتوں۔ قصبوں اور شہروں میں بوروں کا عام رواج ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان میں غلہ ایک جگہ سے دوسری جگہ بہ آسانی لے جایا جا سکتا ہے۔ ان کا استعمال بھی قابل اطمینان نہیں ہے چونکہ بوروں کے باریک سوراخ بھی ان کیڑوں کے اندر جانے کے لیے کافی ہوتے ہیں۔

بعض مقامات پر جہاں پانی کی سطح گہرائی پر ہے زمین دوز کھتوں کا رواج ہے۔ یہ کھتیاں عام طور پر کچی ہوتی ہیں، لیکن کہیں کہیں سیمنٹ سے بھی بنائی جاتی ہیں۔ ان کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ غلہ زمین کی نمی کو جذب کر لیتا ہے اور بعض دانے سیاہ پڑ جانے کے علاوہ اس قدر بدبودار ہو جاتا ہے کہ اس کا استعمال مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔

جن طریقوں کا اوپر ذکر کیا گیا ہے ان میں کچھ نہ کچھ نقص ضرور ملتا ہے لیکن اگر نیچے دی ہوئی تجویزوں پر اچھی طرح سے عمل کیا جاوے تو ایک بڑی حد تک غلہ کو کیڑوں سے بچایا جا سکتا ہے۔

(۱) غلہ گودام میں رکھنے سے پہلے یہ دیکھ لینا چاہیے کہ کیڑے پہلے سے موجود نہ ہوں۔ غلہ اگر [illegible] تو پکے گوداموں یا ایسے ہی کوٹھوں میں رکھا جائے۔ گودام کی کرسی اتنی اونچی ہو کہ برسات کے دنوں میں بھی نمی کا اثر نہ ہو سکے۔ ہوا اور روشنی کا بھی معقول انتظام ہو۔ جہاں تک ممکن ہو اناج کھتوں میں نہ رکھا جائے کیونکہ ان میں ہوا اور روشنی کا اچھا انتظام نہیں ہو سکتا جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے۔

(۲) اگر گودام میں اناج کھلا رکھنا ہو تو اس کی مقدار زیادہ ہونی چاہیے، کیونکہ اس میں نقصان کی گنجائش کم ہو جاتی ہے۔ تھوڑا غلہ اس طرح نہیں رکھنا چاہیے۔

(۳) اگر غلہ میں کیڑوں کا شبہ ہو تو اسے کبھی ہوادار جگہ میں رکھنا چاہیے (سوائے برسات کی موسم کے) جب تک کہ ان کیڑوں کے مارنے کا انتظام نہ کر دیا جائے۔

(۴) جہاں تک ممکن ہو غلہ کھلیان سے سیدھا گودام میں لایا جائے اور کھلیان گودام سے کافی فاصلہ پر واقع ہو۔

(۵) غلہ صاف کرنے پر جو کوڑا کباڑ اس میں سے نکلے وہ فوراً جلا دینا چاہیے۔

(۶) ہر حالت میں گودام کی دیواروں چھت اور فرش پر پلاسٹر ہونا چاہیے تاکہ ان میں درازیں نہ رہ جائیں۔ سیمنٹ کے علاوہ مٹی اور گوبر کا پلاسٹر بھی کیا جا سکتا ہے۔

(۷) کٹائی کے بعد فوراً گودام صاف کر دیے جائیں اور ان میں سفیدی یا مٹی اور گوبر کا پلاسٹر کر کے غلہ رکھنے کے لیے تیار رکھیں۔ اگر دیواروں میں سوراخ یا درازیں ہوں اور یہ بھی شبہہ ہو کہ ان میں کیڑے یا ان کے انڈے بچے پہلے سے موجود ہیں تو گودام کو کوئلہ سے گرم کر دیا جائے۔ گرم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ۲ سیر کوئلہ فی ایک ہزار مربع فٹ کسی انگیٹھی یا اینٹوں کا عارضی چولھا بنا کر اس میں جلا دیں تاکہ کمرہ خوب گرم ہو جائے۔ اس کے بعد کمرے کے دروازے بند کر دیے جائیں اور ۲۴ گھنٹہ کے بعد کھولے جائیں۔ اگر ایک چھٹانک فی ہر سیر کوئلہ کے حساب سے گندھک جلتی ہوئی انگیٹھی میں ڈال دیں تو اور بھی بہتر ہے۔

(۸) اگر دیمک کا خطرہ ہو تو دیواروں پر کم از کم پانچ فٹ تک تارکول کر دیا جائے۔

(۹) غلہ گودام میں رکھنے سے پہلے ۶ گھنٹے کے قریب تیز دھوپ میں سکھایا جائے۔ دھوپ لگاتے وقت اس بات کا خیال رکھا جائے کہ کیڑوں کو دھوپ سے بچ کر سایہ کی طرف جانے کا موقع نہ ملے۔ جہاں اناج سکھایا جا رہا ہو اس کے چاروں طرف ایک چھچھلی نالی کھود دی جائے اور جو کیڑے اس میں آئیں انھیں مار دیا جائے۔

(۱۰) گودام میں غلہ لے جانے کے لیے جو بورے استعمال کیے جائیں وہ بالکل صاف ہوں، زیادہ پرانے بوروں کا استعمال اچھا نہیں، اگر ایسے بوروں میں کیڑے یا ان کے بچوں کا خطرہ ہو تو ایسا بند کمرہ گرم کرتے وقت اس میں رکھ دیے جائیں یا پانچ چھ گھنٹے تک انھیں الٹ کر دھوپ میں ڈال دیا جائے یا ان کو دس پندرہ منٹ تک کھولتے ہوئے پانی میں ڈال دیا جائے اور خوب اچھی طرح سوکھ جانے پر استعمال کیے جائیں۔

(۱۱) غلہ کے چاروں طرف ایک فٹ بھوسہ یا سوکھا ریت ڈال دینا ضروری ہے۔

(۱۲) اگر ایک تولہ فی من کے حساب سے پارہ ۲-۲ انچ × ۲-۲ انچ کی لٹھے کی تھیلیوں میں رکھ دیا جائے تو کیڑوں کا نقصان کم ہو جاتا ہے کیونکہ پارہ کے ابخارات زہریلے ہونے کی وجہ سے ان کے انڈوں کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ پارہ گودام میں رکھنے کے بعد گودام کو بالکل بند کر دینا چاہیے۔

[illegible] وقت [illegible] تھیلیوں میں بھیجے گا وہ کسی [illegible] میں نکال دیا جائے تاکہ آئندہ سال کام آسکے۔

(۱۳) وقتاً فوقتاً گودام کو کھول کر دیکھ لینا چاہیے تاکہ اگر کیڑوں کا اثر ہو تو اُن کے روکنے کا انتظام کیا جاسکے۔

(۱۴) برسات کے موسم میں گودام کو زیادہ کھولنا مناسب نہیں۔ صرف تیز دھوپ کے دن غلہ میں سے تھوڑا تھوڑا نمونہ نکال کر دیکھ لیا جائے تاکہ ان کیڑوں کی موجودگی یا غیر موجودگی معلوم ہو جائے۔

(۱۵) گودام خالی کرنے کے بعد اس کو اچھا صاف ہی نہیں بلکہ پانی سے دھلوا دینا چاہیے اور جو کباڑ اس میں سے نکلے اُسے بجائے پھینکنے کے جلا دینا اچھا ہے۔

کاشت گندم کیلئے کھیتوں کی تیاری

گیہوں انسان کی خوراک کا ایک خاص جزو ہے۔ خوردنی اشیاء میں اس کی مانگ اور کھپت بہت زیادہ ہے۔ جوں جوں تعلیم اور تہذیب میں ترقی ہوتی جا رہی ہے اور معیارِ رہن سہن اونچا ہوتا جا رہا ہے۔ تیوں تیوں خوردنی اجناس میں گیہوں کی مانگ اور نرخ زیادہ بڑھتا جا رہا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ گیہوں کی مانگ بہ نسبت پیداوار کے زیادہ ہے۔ اسی لیے نرخ گندم دوسرے اجناس کے مقابلے میں گراں رہتا ہے۔ گیہوں اپنے صوبہ متحدہ کی خاص پیداوار ہے اور فصل ربیع کی کامیابی کا دارومدار زیادہ تر گیہوں کی اچھی پیداوار پر ہے خاص طریقے سے دورانِ جنگ اور آج کل کی بڑھتی ہوئی آبادی کے سبب گیہوں کی مانگ بہت زیادہ ہے اور نرخ بھی کافی گراں ہے۔ اس لیے اس کی اچھی پیداوار کسانوں کے لیے نہایت خوش حالی کا باعث ہے۔

چونکہ گیہوں کی بوائی کا وقت قریب آ رہا ہے اس لیے کاشتکاروں کی آگاہی کے لیے مندرجہ ذیل باتیں گیہوں کی بوائی و کھیتوں کی طیاری کے متعلق درج کی جاتی ہیں۔

(۱) گیہوں کے واسطے زمین کو تیار کرنے کے لیے سب سے ضروری بات یہ ہے کہ زمین کی خوب جتائی کی جاوے جتنی گہری اور زیادہ جتائی ہوگی اتنی ہی پیداوار اچھی ہوگی۔

(۲) موسم برسات میں مٹی پلٹنے والے ہل سے جتائی کرنا بہت زیادہ مفید ہے۔ اگر مسٹن یا گورکھ ہل سے اساڑھ ساون میں چار جتائی بھی کر دی جاویں تو کھیت میں گھاس پوس کے سرسبز رہنے کا امکان نہیں رہتا۔ بلکہ یہ بار بار مٹی کے الٹ پلٹ ہونے سے زمین میں گل سڑ جاتا ہے [illegible] مفید

کھاد کا کام دیتا ہے۔

(۳) موسم برسات کے بعد دیسی ہل سے کم از کم چھ جوتائی کرنا چاہیے اور پاٹا یا سہاگہ پھیر کر مٹی باریک کر دینی چاہیے۔ پاٹا پھیرنے سے مٹی باریک ہو جاتی ہے۔ دوئم زمین میں نمی قائم ہی نہیں رہتی بلکہ نیچے کی نمی (Capillary Tubes) کیپلری ٹیوب کے ذریعے جن کا کہ سلسلہ پاٹا پھیرنے سے قائم ہو جاتا ہے اوپر آ جاتی ہے۔

(۴) فصل گیہوں کی کاشت کے لیے زمین کی عمدہ تیاری نہایت ضروری ہے اور تخم ریزی کے وقت مٹی میں کافی نمی کا ہونا بھی بہت ضروری ہے اور انہیں باتوں پر کاشتکاروں کو کافی دھیان رکھنا چاہیے۔ مٹی جتنی باریک اور ملائم ہو گی پودے کی جڑیں پھیلیں گی اور غذا حاصل کرنے میں اتنی ہی سہولت ہو گی اور فصل اچھی ہو گی۔ کھاد ڈالنا ضروری ہے کہ محض مٹی باریک اور ملائم کر دینے ہی سے فصل کے زیادہ [illegible] پیداوار کا امکان نہیں ہے۔ بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ مٹی میں پودوں کے لیے کافی خوراک موجود ہو۔ فصل گندم کو کافی خوراک بہم پہنچانے کے لیے گوبر و کوڑا کرکٹ کی کھاد بشرطیکہ اچھی طرح گلی سڑی ہو ساون بھادوں کے مہینوں میں تقریباً سو ڈیڑھ سو من فی بیگہ کافی ہے۔

بیج

اچھی جوتائی اور کھاد کے علاوہ عمدہ اور تندرست بیج بھی ہونا نہایت ضروری ہے۔ ناقص اور کمزور بیج سے کسان کی تمام محنت اور لاگت ضائع ہو جاتی ہے۔ فصل بونے سے قبل بیج کا انتخاب اور اچھی طرح آزمائش کر لینا چاہیے۔ محکمہ زراعت کے سرکاری غلہ گوداموں سے فصل گندم کے لیے عمدہ بیج آسانی سے سوائے پر لیا جا سکتا ہے۔

ایک خاص بات جس پر کاشتکاروں کو زیادہ دھیان دینے کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ وہ صرف اتنا رقبہ زیر کاشت گندم رکھیں جتنے رقبے کی وہ عمدہ طریقے پر تیاری کر سکیں اور کافی کھاد ڈال سکیں اور نیز وقت پر آبپاشی کا معقول انتظام کر سکیں۔ اگر ان [illegible] کا پورا انتظام ممکن نہ ہو تو زیادہ رقبہ زیر کاشت گندم رکھنے سے گندم کی پیداوار زیادہ نہیں ہو سکتی۔

(ماخوذ از [illegible] المزارعین)

شہر کے کوڑے کرکٹ سے کمپوسٹ کھاد

[از مسٹر [illegible] ایم۔ ایس۔ سی = پی۔ ایچ۔ ڈی (لندن) پراونشل مارکیٹنگ کمپوسٹ [illegible] زرعی تحقیق]

ہندوستان ایک مشہور زراعتی ملک ہے اس کے باشندوں کی فلاح زراعت کی ترقی ہی پر منحصر ہے لیکن افسوس کہ یہاں کی پیداوار دیگر ممالک کی نسبت محض آدھی یا ایک تہائی ہی ہے اس کا خاص سبب کھیتوں میں کھاد اور پانی کی کمی ہے سالہا سال کے متواتر استعمال سے زمین کی قوت روئیدگی کم ہو گئی ہے۔ اور اس کو بڑھانے کے لیے کھاد بہت ہی ضروری ہے۔ زراعت کے متعلق [illegible]

کی اصلیت یہ ہے کہ یہاں کی زمین کی قوت زرخیزی
اس قدر کم ہو گئی ہے کہ اس سے زیادہ اب کمی
یہ ضروری ہے کہ ہندوستان کی بڑھتی ہوئی آبادی
کی پرورش اسی وقت ہو سکتی ہے جبکہ یہاں کی
پیداوار میں بھی اضافہ ہو۔ موجودہ زراعتی لٹریچر
کے لیے آج کل یہ ایک بڑا مسئلہ ہے۔

زمانۂ قدیم سے کسان گوبر کی کھاد اپنے
کھیتوں میں استعمال کرتے آئے ہیں۔ یہاں کی
زمین کے لیے یہ بہت ہی مفید ثابت ہوئی ہے۔
لیکن ایندھن کی کمی کے باعث گوبر زیادہ تر جلانے
کے ہی کام میں لایا جاتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ گوبر کے
جلانے کے ساتھ ہی ساتھ زمین کی قوت زرخیزی بھی
جلا دی جاتی ہے ایسا اندازہ کیا جاتا ہے کہ اگر ممالک
متحدہ کے تمام مویشیوں کا گوبر اکٹھا کیا جائے تو اس سے
تقریباً ۴۰۰ لاکھ ٹن کھاد یا ۴ لاکھ ٹن نائٹروجن ہر سال مل سکتی ہے
جو (۱۶۰) لاکھ ایکڑ زمین میں استعمال کیا جا سکتا ہے
اور جس سے (۲۷۰) لاکھ من زیادہ غلہ ہر سال پیدا
ہو سکتا ہے لیکن شاید اس کا ایک تہائی یا ایک
چوتھائی ہی حصہ کھاد کے کام میں آتا ہو اس لئے اس
کمی کو پورا کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ایسی کھاد
تیار کی جائے جو شکل صورت اور وصف میں بھی مثل
گوبر کی کھاد کے ہی ہو۔ اس میں جز اسیم جاندار اجزا کافی
مقدار میں ہونا چاہئے۔ کیونکہ ہم لوگوں کی زمین میں
جاندار اجزا کی بہت ضرورت ہے اس سے زمین
کی قوت زرخیزی قائم رہتی ہے۔ اور پیدا شدہ غلہ
بھی علاوہ مفید ہوتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ کھاد
ارزاں بھی ہونی چاہئے جسے کسان آسانی سے
خرید سکیں۔ ایسی ہی کھاد گھاس پھوس پیڑ پودوں
کے ڈنٹھل ترکاریوں کے چھلکے، سبز اور
خشک پتیاں گھر کے کوڑے کرکٹ وغیرہ سے سائنٹفک
طریقے سے سڑا کر بنائی جاتی ہے جسے کمپوسٹ کھاد
کہتے ہیں۔ دیگر اقسام کی کیمیاوی کھادیں بھی استعمال
کی جاتی ہیں جیسے امونیم سلفیٹ، سپر فاسفیٹ وغیرہ
لیکن انھیں مکمل کھاد نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ ان میں
پودوں کے لئے ایک قسم کی کھادیں محض ایک ہی
چیز پائی جاتی ہے۔ جانچ اور تجربے کے ذریعہ یہ بھی
معلوم ہوا ہے کہ ایسی کھادوں سے پورا پورا فائدہ اٹھانے
کے لئے زمین میں جاندار اجزا جز اسیم کا ہونا بہت ضروری
ہے جو گوبر کی کھاد یا کمپوسٹ کھادیں ہی صرف پایا جاتا ہے
علاوہ اس کے یہ کیمیاوی کھادیں اتنی گراں ہوتی ہیں کہ
کسان کے لئے ہر ایک قسم سے ناکافی ہی ہیں۔ ساتھ ہی
ساتھ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ ان کھادوں سے زمین کے
لئے مستقل فائدہ نہیں ہوتا ہندوستان کی زمین کے
لئے جہاں زیادہ گرمی کے سبب جاندار (جز اسیم کی جلد ہی)
تباہی ہو جاتی ہے گوبر کی کھاد یا کمپوسٹ کھاد کا ہونا
بہت ضروری ہے۔

زمین کی پیداوار بڑھانے کا ایک اور طریقہ ہے
کھیت کو پلہر (چومس) چھوڑ دینا۔ لیکن بڑھتی ہوئی آبادی
کے مقابلے زیادہ عرصہ تک پلہرا چھوڑنا کسان
کے لئے ممکن نہیں ہے زیادہ سے زیادہ غلہ پیدا کرنے
کے لئے اور اپنی ضروریات کو پوری کرنے کے لئے
کسان کسی بھی فصل کو چھوڑنا پسند نہیں کرتا۔ ایسی
حالت میں کھیت کو پلہر چھوڑ دینا اس کے لئے مشکل ہے

کمپوسٹ کھاد بنانے کیلئے مندرجہ ذیل چیزوں کی ضرورت ہے

۱۔ گھروں اور گلیوں کا کوڑا کرکٹ ترکاریوں کے
چھلکے، کھر تپوار۔ آدمی اور جانوروں سے بچا ہوا جھوٹا کھانا

دانہ، پودوں کے ڈنٹھل، پتیاں اور کوئی بھی ایسی چیز جس میں جاندار اجزا ہوں۔

۲۔ گوبر، جانور کا پیشاب، شہر کا میلا، قصائیوں کے گھر کا کوڑا، پرنالے کا پانی یا کیمیاوی اجزا جیسے امونیم سلفیٹ، کیلشیم سینامائڈ۔ جو نمبر ایک کے سڑنے میں مدد دے (۳) نمبر ایک کے ۵۰ فیصدی کے قریب پانی۔ کیونکہ پانی کی مدد سے سڑاؤ کا عمل آسانی سے ہوتا ہے۔ اور (۴) ہوا خاص کر سڑاؤ کے شروع میں۔ اس طرح ایک بیکار چیز سے جس کو ہم کوڑا کرکٹ سمجھ کر پھینک دیتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بیماریاں پھیلتی ہیں ایک بیش قیمت کھاد طیار ہو جاتی ہے کھیتی باڑی کے کوڑا کرکٹ اور گوبر سے بنے ہوئے کمپوسٹ کو "فارم کمپوسٹ" کہتے ہیں اور شہر کے کوڑا کرکٹ پاخانہ پیشاب پرنالے کا پانی قصائی کے گھر کے کوڑا وغیرہ سے بنے ہوئے کمپوسٹ کو "ٹاؤن کمپوسٹ" یا "شہر کا کمپوسٹ" کہتے ہیں۔

کمپوسٹ بنانے کا رواج

فارم کمپوسٹ چین اور جاپان میں بہت عرصہ سے مشہور ہے اس کے استعمال سے ان ممالک میں ہزاروں سال کے بعد بھی زمین کی قوت زرخیزی بے شک ابھی تک اچھی حالت میں قائم ہے کوئی بھی چیز ان ممالک میں بے کار نہیں پھینکی جاتی۔ ان کا فوراً ہی کسی نہ کسی صورت میں استعمال کر لیا جاتا ہے اس رواج پر پہلے پہل سائنٹفک ریسرچ راتھمسٹیڈ ہچنسن اور رچارڈس کے ذریعہ کیا گیا۔ جس کے بعد سنہ ۱۹۲۰ء "ایڈکو" رواج کی پیدائش ہوئی۔ ہندوستان میں بھی اس کے بارے میں کافی کام ہوا ہے۔ جس کے نتیجے میں سر البرٹ ہاورڈ نے "اندور رواج"، ڈاکٹر فاؤلر نے "ایکٹیویٹیڈ سلج" اور ڈاکٹر آچاریہ نے بنگلور کے طریقہ کو نکالا۔

مسٹر یادو ڈائرکٹر محکمۂ زراعت صوبہ ممالک متحدہ نے فارم کمپوسٹ بنانے کی ایک ترکیب سنہ ۱۹۳۴ء میں نکالی تھی جو صوبۂ ہذا کے کاشتکاروں اور باغ والوں میں مروج ہے۔ ابھی حال ہی میں انھوں نے ایک اور بہت ضروری ایجاد کیا ہے جس سے یہ پتہ لگا ہے کہ اگر کمپوسٹ بنانے والے گڑھے میں خاص طور سے ہوا دی جائے تو کھاد میں نائٹروجن کی مقدار بڑھ جاتی ہے۔ یہ تقریباً ۵ر۲ فی صدی تک ہو جاتا ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہوا سے نائٹروجن کھاد میں مل جاتا ہے جسے انگریزی میں "فکسیشن" کہتے ہیں۔ یہ ایک بہت ہی خاص بات ہے۔ اس طریقے سے بنے ہوئے کھاد سے زراعت کو بہت فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ اس کا پورا بیان محکمۂ زراعت یو۔پی کے "زیادہ غلہ پیدا کرو" لیف لیٹ نمبر ۲ میں نکلا ہے۔ اس رواج سے کھاد بھی تین ہی مہینے میں تیار ہو جاتی ہے۔

قریب قریب ان سبھی طریقوں میں کھاد کو کئی مرتبہ مناسب وقت پر الٹ پلٹ کرنے اور ساتھ ہی ساتھ پانی بھی دینے کی ضرورت پڑتی ہے کچھ حالتوں میں تو ایسا بھی پایا گیا ہے کہ الٹ پلٹ کرنے سے نائٹروجن ہوا میں اڑ جاتا ہے اور آخر میں کھاد کم مفید رہ جاتی ہے۔ اس میں خرچ بھی کچھ زیادہ بڑھ جاتا ہے۔

بنگلور طریقے میں کھاد کو الٹ پلٹ کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی ہے۔ گڈھے میں کوڑا کرکٹ اور گوبر بھر دینے کے ایک ہفتہ کے بعد مٹی سے گڈھے کو ڈھک

[illegible] اور ۶ مہینے کے بعد کھاد تیار ہو جاتی
ہے [illegible] سے صرف [illegible] باقی رہ جاتی ہے اور ساتھ
ہی [illegible] نائٹروجن کا ہوا میں اڑ جانا بھی رک جاتا ہے۔

شہر کا کمپوسٹ

شہر کے کوڑے کرکٹ، پاخانہ
پیشاب، قصائیوں کے گھر کا
کوڑا کرکٹ وغیرہ میں پودوں کے لیے کافی خوراک کا
سامان پایا جاتا ہے۔ لیکن ناواقفیت کے باعث انھیں
یا تو شہروں کے آس پاس پھینک دیا جاتا ہے جس سے
بیماریاں پھیلتی ہیں یا انھیں جلا دیا جاتا ہے۔ دونوں
ہی حالتوں میں زراعت کے لیے قیمتی چیزوں کے ضائع
ہو جانے سے کھیتی کی بربادی ہوتی ہے۔ یہی سبب ہے
کہ ہمارے ہاں کی زمین کی قوت زرخیزی دن بدن کم ہوتی
جاتی ہے۔ خصوصاً جب ملک میں خوراک کی اس قدر
زیادہ کمی ہو رہی ہے اور ہر ایک ملک والے اپنی اپنی
زراعت کے سدھار میں لگے ہوئے ہیں۔ ایسی حالت
میں ایک قیمتی چیز کا ناواقفیت سے ضائع ہو جانا ضرور
ہی افسوس کے قابل ہے۔ ان کا مناسب استعمال
کرنے سے کھاد کی کمی کافی مقدار میں پوری ہو سکتی
ہے اور زراعت کی یقینی بڑی ترقی ہو سکتی ہے۔

اگرچہ شہر کے کوڑے کرکٹ میں پودوں کے
لیے کافی خوراک کا سامان پایا جاتا ہے۔ پھر بھی ان
[illegible] اسی حالت میں کھیت میں ڈالنا مناسب نہیں ہے
[illegible]ن سے بہت سی برائیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ کچے کوڑے
[illegible]یں سے پودے رس نہیں لے سکتے۔ یہ جب سڑ
[illegible]کر اپنی صورت بدل دیتا ہے۔ تب ہی پودے اس
[illegible] سے اپنے لیے خوراک پا سکتے ہیں۔ کوڑے کو
[illegible]نے میں کچھ وقت لگتا ہی ہے۔ اس لیے کوڑا ڈالنے
کے بعد فوراً ہی فصل کو فائدہ نہیں پہنچتا۔ اس کے خلاف

یہ بات پائی گئی ہے کہ کھیتوں میں کچا کوڑا ڈالنے
کے بعد پہلی فصل میں فائدے کے بجائے کبھی کبھی
نقصان بھی ہوتا ہے۔ اس کا خاص سبب یہ ہے
کہ سڑنے کے لیے کوڑے کو نائٹروجن کی ضرورت
ہوتی ہے اور جب سڑنے والا عمل کھیت میں
ہی ہونے لگتا ہے جیسا کہ کچے کوڑے کے ڈالنے
سے ہوتا ہے۔ تب یہ کوڑا کھیت میں سے ہی
نائٹروجن لینے لگتا ہے۔ جس سے پودوں کے لیے
کچھ نائٹروجن کی کمی ہو جاتی ہے اور پودے
خراب ہونے لگتے ہیں۔ اس لیے یہی مناسب ہے
کہ کوڑے کو کھیت کے باہر ہی سڑا گلا کر یعنی
پودوں کے لیے خوراک الگ سے پکا کر تب انھیں
کھیت میں دیا جائے۔ ایسا کرنے سے پودے
آسانی سے اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اس
کام میں کامیابی کمپوسٹ کے ذریعہ ہی ہوتی ہے
اس کے علاوہ نیا کچا کوڑا ڈالنے سے کھیتوں میں
دیمک لگنے کا بھی اندیشہ رہتا ہے۔ شہر کے میلے
یا قصائیوں کے گھر کے کوڑے کو کچی حالت میں کھیت
میں استعمال کرنا بہت زیادہ خطرناک ہے۔ اس
سے مکھیاں پیدا ہوتی ہیں۔ بدبو پھیلتی ہے اور
خطرناک وبائی بیماریاں پیدا ہو سکتی ہیں۔ چین
اور جاپان کے ممالک میں کچے میلے کو کھیت میں
ڈالنے کی رواج بہت پرانی ہے۔ یہ ضرور ہے
کہ اس رواج سے وہاں کی زمین کی قوت زرخیزی
اچھی بنی ہوئی ہے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ اس سے
ایک بہت بڑی خرابی بھی پیدا ہو گئی ہے۔ بہت
سی بیماریاں جیسے کالرا۔ ٹائیفائیڈ۔ ڈیسنٹری
ہکورم وغیرہ کی بیماریاں پیدا ہو گئی ہیں جو چین میں

کسی بھی بڑے ملک کی بہ نسبت زیادہ ہیں۔
ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ یہ بیماریاں پاخانہ کے
ذریعے ہی پیدا ہوتی ہیں۔ اس لیے کچے میلے کو مثل
کھاد کے استعمال کرنا بہت ہی نقصان دہ اور
خطرہ ہے۔ لیکن اگر دونوں چیزوں کو جیسے کوڑے
اور میلے کو ایک ساتھ سڑایا جائے تو ایک بہت
ہی اچھی کھاد طیار ہو سکتی ہے۔ اس عمل میں گرمی
اتنی بڑھ جاتی ہے کہ سبھی نقصان دہ کیڑے
مر جاتے ہیں۔ اور مکھیاں نہیں پیدا ہوتیں۔ اس لیے
اس کے استعمال سے بیماری ہونے کا کوئی امکان
نہیں رہ جاتا۔ یہ کھاد شکل و صورت میں گوبر کی کھاد
کی طرح ہوتی ہے لیکن اوصاف میں اس سے دونی
یا تگنی مفید ہوتی ہے۔ ایسا اندازہ کیا جاتا ہے
کہ شہر کے کوڑے کرکٹ اور میلے سے ممالک
متحدہ میں چھ لاکھ ٹن کھاد ہر سال بنائی جا سکتی
ہے جو ۲۴۰۰۰۰- ایکڑ۔ (دو لاکھ چالیس ہزار)
زمین میں استعمال کی جا سکتی ہے اور جس سے
۲ ۱/۲ لاکھ من زیادہ غلہ ہر سال پیدا ہو سکتا ہے۔
اس عمل (کمپوسٹ بنانے) سے زراعت
کے ساتھ ساتھ محکمۂ حفظان صحت کو بھی کافی فائدہ
ہے۔ ادھر ادھر کوڑے یا میلے کو پھینک دینے
سے بیماریاں پیدا ہونے کا اندیشہ کمپوسٹ بنانے
سے کم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ان سبھی چیزوں کو ایک
جگہ اکٹھا کر کے بلحاظ اصول تندرستی کے مطابق سڑایا
جاتا ہے اور ایسا کرنے سے ان گندی اور بیماری
پھیلانے والی چیزوں کو شہر میں پڑے رہنے کا موقعہ
ہی نہیں ملتا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک ایسی اچھی کھاد
طیار ہو جاتی ہے جس کی ملک میں زراعت کے لیے
بہت مانگ ہے۔ تجربے کے ذریعہ زراعت کے لیے
یہ کھاد بہت مفید ثابت ہوئی ہے۔ ابھی تک ان
چیزوں کو شہروں میں ادھر ادھر پھینک ہی دیا جاتا
تھا یا دفن کر دیا جاتا تھا۔ لیکن اب کچھ میونسپلٹیوں
میں ایسی کھاد بننی شروع ہو گئی ہے۔

شہر کے کوڑے اور میلے سے کمپوسٹ
بنانے کی ترکیبیں بھی کئی ہیں۔ جیسے میسور کا طریقہ
اندور کا طریقہ، فاؤلر کی ترکیب اور آچاریہ کی
ترکیب، جس کو بنگلور کی ترکیب بھی کہتے ہیں۔ کچھ
ترکیبوں میں میلے کو پانی میں گھولنے کی اور وقتی الٹ
پلٹ کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس وجہ سے بہت
گندگی پھیلتی ہے۔ لیکن بنگلور ترکیب میں نہ میلے کو
پانی میں گھولنے کی اور نہ الٹ پلٹ کرنے کی ہی ضرورت
ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ گڈھے میں کوڑے وغیرہ کو
بھر دینے کے بعد مٹی سے ڈھک کر چھوڑ دیا جاتا
ہے۔ اس لیے یہ بہت ہی صاف ستھرا اور
کم خرچ والی ترکیب ہے۔ کھاد بھی اور ترکیبوں کی
بہ نسبت اس میں اچھی بنتی ہے۔

مختصراً بنگلور ترکیب اس طرح ہے۔ ایک
گڈھا مناسب پیمانے کا جیسے ۲۵۔ فٹ لمبا، ۷۔
فٹ چوڑا، اور ۳۔ فٹ گہرا پہلے طیار کیا جاتا ہے
جس میں شہر کا ایک دن کا کوڑا کرکٹ اور میلا آ جائے
اگر یہ چیزیں ایک گڈھے سے زیادہ ہوں تو انھیں
کے مطابق ۲۔۳۔ گڈھے تک روزانہ بھر سکتے ہیں۔
گڈھے میں پہلے کوڑا پھر میلا باری باری سے ایک
تہہ کے بعد دوسری تہہ پھیلایا جاتا ہے جب تک
کہ گڈھا بھر نہ جائے ان کی تہیں پتلی ہونی چاہیے۔
کوڑے کی تہہ تقریباً ۶۔ انچ موٹی ہونی چاہیے۔

اور میلے کی تہہ تقریباً دو اِنچ۔ سب سے اوپر والی تہہ
کوڑے کی ۹-۱۰ اِنچ موٹی ہونی چاہیے۔ پھر اس
کے اوپر ۳-۴ اِنچ مٹی پھیلا دینی چاہیے جس سے
بدبو نہیں پھیلنے پاتی۔ مکھیاں نہیں پیدا ہونے پاتیں
اور کھاد بھی اچھی بنتی ہے۔ اگر میلا خود بہہ کر کوڑے
کی تہہ پر نہیں پھیل جاتا ہے تو اس کو پنج دنتا سے
مہتروں کے ذریعہ پھیلا دینا چاہیے۔ دو تین دن
میں ہی درجۂ حرارت گڈھے میں ۶۰-۶۵
ڈگری سینٹی گریڈ کے قریب بڑھ جاتا ہے جس سے
مکھیوں کے انڈے اور بیماری کے کیڑے ضائع
ہو جاتے ہیں۔ ۵-۶ مہینے کے بعد کھاد خود ہی
طیار ہو کر کھیتوں میں ڈالنے کے لائق طیار ہو جاتی
ہے۔

برسات میں جب گڈھوں میں اکثر پانی بھر جاتا
ہے تو کمپوسٹ زمین کے اوپر ہی بنائی جاتی ہے۔
کوڑے کا ایک دس فٹ قطر کا دائرہ بنا کر جس
کی دیوار ۹-۱۰ اِنچ موٹی ہو اس میں میلا ڈال
دیا جاتا ہے۔ اسے پھر کوڑے سے ڈھک کر
مٹی سے لیپ دیا جاتا ہے۔

یہ کھاد اس صوبہ کی میونسپلٹیوں میں
بننے لگی ہے۔ اس کی قیمت تقریباً ایک روپیہ
سے ایک روپیہ چار آنہ فی گاڑی ہے۔ یہ کھاد
دیکھنے میں گوبر کی کھاد کی طرح ہوتی ہے۔ لیکن
اوصاف میں اُس سے زیادہ فائدہ مند۔ اس میں
نہ تو کسی قسم کی بدبو ہی ہوتی ہے اور نہ کسی قسم کی
نقصان دہ چیزیں۔ اس میں ۱ء۰ سے ۱ء۵ فی صدی
نائٹروجن (گوبر کی کھاد میں محض ۰ء۵ فی صدی)
۱ء۰ فی صدی فاسفورک ایسڈ (گوبر کی کھاد میں محض
۰ء۴ فی صدی) اور ۱۶-۲۰ فی صدی کیڑے ہوتے
ہیں۔ ایک ٹن (۲۸ من) کمپوسٹ کھاد میں ۱۵-۲۰
پونڈ نائٹروجن، ۱۲-۱۵ پونڈ فاسفورک ایسڈ
اور ۳۰۰-۴۰۰ پونڈ جو آنش ہوتا ہے۔

کمپوسٹ کھاد ہر فصل کے لیے مفید ہے
جیسے گیہوں۔ دھان۔ مکا۔ گنّا۔ آلو۔ گوبھی۔ پھول
پھل وغیرہ جہاں پانی کا بندوبست ہو وہاں ۸-
۱۰ گاڑی (۱۵۰ من) فی ایکڑ اور جہاں آبپاشی
کے ذریعے کم ہوں وہاں ۵-۶ گاڑی (۷۰ من)
کے قریب یہ کھاد ڈالنی چاہیے۔ اس کے استعمال
سے قریب قریب ڈیڑھ گنا زیادہ غلہ پیدا
ہو سکتا ہے۔ ایک ٹن شہر کا کمپوسٹ ڈالنے سے
تقریباً ایک من غلہ زیادہ پیدا ہوتا ہے۔ ایک
سال استعمال کرنے سے اُس کا اثر کھیتوں
میں دو تین سال تک قائم رہتا ہے۔

ہندوستان میں بطخ بانی

بطخوں کے چارے کا انتظام جس آسانی کے ساتھ کیا جا سکتا ہے۔ اور ان کو پالنے سے گاؤں کے کسانوں کو جس قدر مالی فائدہ حاصل ہو سکتا ہے اس کو دیکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ کسانوں کے لیے یہ ایک اچھا اور فائدہ مند پیشہ ہے جس کو کہ وہ کھیتی کے ساتھ ہی ساتھ کر سکتے ہیں۔ اس پیشہ سے صرف اتنا ہی فائدہ نہیں ہے بلکہ اس سے ملک کے لیے خوراک کا مسئلہ بھی ایک حد تک حل ہو جائے گا۔

اکثر لوگوں کا یہ خیال ہے کہ بطخ پالنے کے لیے بڑے بڑے تالابوں کی ضرورت ہوتی ہے لیکن حقیقت یہ نہیں ہے بلکہ بطخ تھوڑے پانی سے بھی مطمئن رہتی ہے۔ پیٹرول کے ٹین وغیرہ سے بھی بہت کم خرچ میں بطخ پالنے کے لیے تالاب بنائے جا سکتے ہیں۔

بطخ عادتاً ایسی ہوتی ہے کہ بہت سی بیماریوں کا سامنا وہ بہت آسانی کے ساتھ کر لیتی ہے اس لیے اس کو اچھے دربہ وغیرہ کی بھی ضرورت نہیں پڑتی۔ پھر بھی کافی ہوادار دربے جن میں بلیاں نہ پہنچ سکیں بطخوں کے لیے ضروری ہیں۔

ہندوستانی بطخیں انگریزی بطخوں کی طرح تو زیادہ انڈے نہیں دیتی۔ لیکن پھر بھی مرغیوں کی بہ نسبت زیادہ انڈے دیتی ہیں۔ انگریزی خاکی کیمپبل یا رنر کے ذریعہ دیسی بطخ سے سال میں قریب ۲۰۰ انڈے تک حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ اس طریقہ سے صرف انڈوں کی تعداد ہی نہیں بڑھ جاتی بلکہ قسم بھی اچھی ہو جاتی ہے اور بطخ کی ذات بھی اونچی ہو جاتی ہے۔

اگر بطخوں کو زیادہ تعداد میں پالنا ہو تو اس کے بارے میں زیادہ معلومات رکھنے والے لوگوں سے مشورہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ بطخوں کا انتخاب اور ان کے درجہ بنانا ضروری ہوتا ہے۔

بطخوں کا انتخاب کرتے وقت ایسی بطخوں کو منتخب کرنا چاہیے جن کی آنکھیں چمکدار اور اچھی ہوں۔ جو بطخ سست ہو اور دوسری بطخوں کے ساتھ چلنے میں پچھڑ جاتی ہو اس کو نہ لینا چاہیے۔

اگر انڈوں سے بطخ پالنا شروع کرنا ہو تو ایسے انڈے نہ منتخب کرنا چاہیے جو کھردرے ہوں اور سڈول نہ ہوں۔ انڈوں کا وزن ڈھائی سے تین آونس تک ہونا چاہیے۔ کھانے کے لیے بطخوں کو تین مہینے کی ہونے پر ہی کھانا چاہیے۔ کیونکہ اس وقت ان میں نسبتاً گوشت زائد ہوتا ہے۔

بطخوں کو کھانے کے لیے باورچی خانے اور جوٹھن کو کام میں لایا جانا چاہیے کیونکہ یہ ان کے لیے بہترین خوراک ہے۔ اس طرح کی چھ آؤنس

خوراک ایک بالغ کو دن بھر کے لیے کافی ہوتی ہے اور اگر اناج دینا ہو تو دو حصّہ اناج اور ایک حصّہ دال ملا کر دینا چاہیے۔ اس طرح کی خوراک کا پانچ آؤنس ایک بالغ کو دن بھر کے لیے کافی ہوتا ہے۔ اگر شام کو کچھ چارا بچ گیا ہو تو اس حساب سے خوراک کے وزن میں کمی کر دی جانی چاہیے کیونکہ برتن کے بچے ہوئے کھانے کی لالچ میں کیڑے مکوڑے آویں گے۔

بطخوں کو دو بار کھلانا چاہیے۔ پہلی بار سویرے آٹھ بجے اور شام کو دھند لکا ہونے پر۔ آٹھ بجے کے پہلے نہ کھلانا چاہیے۔ کیونکہ وہ سویرے ہی انڈے دیتی ہیں۔

[بمبئی انفارمیشن سے]

افسانہ

سُدھارک

[از مسٹر شانتی سروپ راجونشی۔ انسپکٹر۔ چکبندی۔ میرٹھ]

سُدھارک نامی کہانی میں لیکھک نے چکبندی جیسے نیرس بسیے میں وہ جان ڈال دی ہے کہ پڑھتے بنتا ہے۔ کہانی بھاؤں کی درشٹ سے بہت ہی اُتم ہے اور اس کے لیکھک کو اپنے پر ایس میں کافی سپھلتا ملی ہے۔

گاؤں کی ایک سادھارن سی گھٹنا نے شیامو کے من میں اُتھل پتھل مچا ڈالی تھی۔ وہ گرشیم رت کی لمبی راتوں میں گھر کے آنگن میں پڑی ہوئی کھاٹ پر لیٹا لیٹا کچھ سوچا کرتا۔ کھیتوں میں کام کرتے وہ کچھ کھویا کھویا سا رہتا۔ مگر اس گاؤں میں۔ اس دیہاتی سماج میں کون تھا جو اس کی چنتا کا کارن پوچھتا؟ کس کو پڑی تھی جو اس سے سُہان بھوت درکھتا؟ ہاں! آج شیامو اگر اس دیہاتی سماج میں نہ ہو کر ناگرک سماج میں ہوا ہوتا تو وہ کبھی کا اپنے من کی بات اپنے مِتروں سے کہہ کر اپنی انترآتما کا بوجھ ہلکا کر دیتا۔ وہ جانتا تھا کہ ایسے سماج میں جہاں نہ سہان بھوت ہے نہ گیان ہے اور نہ آگے بڑھنے کی اچھا ہی ہے۔ اس کی بات کون سُنے گا اور اگر کسی نے سنی بھی تو اس کا پھل سوائے اس کے کیا ہوگا کہ اس کو ناسمجھ، پاگل یا شرارتی بتایا جائے۔

شیامو کے پتا کو چھوڑ کر اس گاؤں میں دوسرا کوئی ٹوہر دے نہ تھا۔ ماں اس کی اسے سمے جب وہ گاؤں کے اسکول میں پڑھتا تھا۔ اس کو چھوڑ کر اس سنسار سے چلی گئی تھی۔ اس کے پتا کے پاس بیس پچیس بیگھے زمین تھی اور اس کو جوت بو کر دونوں پڑاتی آنند سے اپنا جیون بتیت کر رہے تھے۔ وہ

اتنا پڑھ لیا تھا کہ آسانی سے اخبار پڑھ سکتا اور اپنی پتری لکھ سکتا تھا۔ کسان کے بیٹے کے لیے اور چاہیے کیا؟ اتنا ہی کافی تھا۔ پڑھا تو وہ کچھ زیادہ نہ تھا۔ مگر اس کی بدھ بڑی تیز تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ کچھ اور پڑھتا مگر بھگوان کو یہ منظور نہ تھا کہ ایک بھارتی کسان کا بیٹا زیادہ پڑھ کر کچھ اُنت کر سکے۔ خیر جتنا بھی وہ پڑھ سکا تھا اسی میں اس کی گہن نراسا میں رکشا کا چھڑ پر کاش پھیلا دیا تھا۔ اور وہ اپنے جیون کو کچھ اُنت بنانا چاہتا تھا، اس کی آنکھوں میں دوسرے دیشوں کی کھیتی باڑی کے کالپنک چتر گھوما کرتے تھے اور وہ یہ چاہتا تھا کہ کاش وہ بھی بن سکے مگر یہاں کی جہالت۔ یہاں کا سماج۔ یہاں کی لکیر کی فقیری۔ اس کو ایسا کب کرنے دیتی تھی۔ وہ یہاں کے جیون سے ادب سا گیا تھا اور چاہتا تھا کہ کہیں آکشیتر چلا جائے مگر جب کبھی وہ ایسا سوچتا کوئی آگیات شکت اُس کو ایسا کرنے سے روک دیتی۔ وہ کون تھی۔ کون جانے؟ شاید...

...... شاید پھلیا.......! وہ سوچنے لگا پھلیا میری کون ہے؟ کوئی بھی نہیں۔ کہاں وہ گاؤں کے نمبردار کی لڑکی۔ اور کہاں میں چھوٹے سے کسان کا لڑکا۔ ہمارا کوئی سمبندھ بھی تو نہیں ہے۔ مگر...... مگر کیا؟ یہی نہ کہ وہ میرے پڑوس میں رہتی ہے۔ بچپن سے ایک دوسرے کے ساتھ کھیلے ہیں۔ یہی سب سوچتے سوچتے اس کی آنکھوں کے سامنے بھوت کالینی جیون کی سب گھٹنائیں ایک ایک کر کے چترپٹ کی بھانت آنے جانے لگیں اس دن جب اس نے دیکھا تھا کہ میں روکھی روٹی

کھا رہا ہوں تو وہ دوڑ کر اپنے گھر سے ایک لوٹا چھاچھ اور کچھ اچار لے آئی تھی اور میرے سامنے رکھ کر ایک دم بھاگ گئی تھی اُس سمے میں اس کی طرف دیکھتا ہی رہ گیا تھا۔ ایک دن اور جب وہ تو اسے لے کر آگ لینے کو آئی تھی تو میں بیٹھا لکڑیوں میں ڈھول دھوں کر رہا تھا۔ مگر آگ جلنے کا نام تک نہ لیتی تھی۔ میری آنکھوں سے پانی بہہ رہا تھا۔ اُس نے کہا تھا۔ "ہٹ شیامو! میں جلا دوں۔" اور پھر...... پھر میں نے آنکھیں مل کر جو کھولیں تو دیکھا کہ آگ بھک بھک جل رہی تھی وہ گربھ سے اُٹھی اور رجھان کے تھام پکڑ کر کھڑی ہوئی ہنسنے لگی۔ اس نے کہا تھا "دیکھا شیامو! اگر آدمی سب کام کر لیا کریں تو پھر ہمیں کون پوچھے۔" یہ کہہ کر وہ کچھ شرماسی گئی تھی۔ وہ سوچتا یہ سب کیوں ہے؟ پڑوس میں ہونے کے کارن؟ بچپن کے ساتھ ساتھ کھیلنے کے کارن؟ اور بھی نہ معلوم وہ کیا سوچتا رہتا کہ سہسا اس کی بچار دھارا اس کے چاچا کی آواز میں بیچ ہی میں بھنگ کر دی۔

(۲)

"شیامو! ایک بات پوچھوں۔" پھلیا نے گھاس چھیلتے ہوئے پوچھا۔ "اسے تو آداش سا کیوں رہتا ہے؟"

شیامو کچھ نہ بولا۔ نہ اُس طرف دیکھا۔ جیسے کچھ سنا ہی نہ ہو۔ نیچی گردن گھاس چھیلتا رہا۔ مگر اُس کے من میں ایک اُتھل پتھل سی مچ گئی اسے پھلیا نے اپنے من کی گدہ آئی۔ اس نے پوچھا آخر یہ میرا اتنا خیال کیوں رکھتی ہے؟ میں اس کا کون ہوں؟ کوئی بھی نہیں؟ تو پھر یہ کیا بات۔ گاؤں میں اور بھی تو کتنے لڑکے لڑکیاں ہیں، سیدھا سادھا بچارہ گاؤں

کا لڑکا ۔ کیا جانے پریم......... اور اس کا
آکرشن ۔

اور پھلیا وہ...... وہ تو نری گوار
الودھ بالکا ۔ سوکھش واد منڈل میں پلی ہوئی ایک
لتا ۔ شہری ہوا سے بہت دور ۔ جس نے پریم جیسا
شبد شاید کبھی شوپن میں بھی نہ سنا ہو ۔

پھلیا کچھ دیر تک اتر کی پرتیکشا میں شیامو
کی اور دیکھتی رہی ۔ لیکن جب اس نے دیکھا کہ شیامو
اپنے کام میں تن من سے ہے اور اس نے کوئی اتر نہیں
دیا ہے ۔ تو اس نے پھر پوچھا ۔

"کیوں شیامو کیا میری بات سنی نہیں؟"

"سنی تو ہے مگر سوچ رہا ہوں کیا اتر دوں۔"
شیامو نے گردن اوپر اٹھا کر کہا ۔

"کیا اتر دوں؟" یہ بھی بھلا سوچنے کی بات ہے۔

"میں نہ جانے کیا کیا سوچ رہا تھا ۔ پھلیا یہی
بات میں اکثر سوچتا رہتا ہوں ۔ مگر سمجھ میں نہیں آتا ۔"

"کیا بات؟" بیچ میں پھلیا بول اٹھی ۔ "یہی
...... یہی ...... کہ ......"

"کیوں چپ کیوں ہو گیا؟ یہی کیا؟"

"کچھ نہیں" شیامو نے بات کو ٹالتے ہوئے
کہا ۔ "ہاں تو تو میری اداسی کا کارن پوچھ رہی تھی؟"

"ہاں" پھلیا نے نیچی گردن کیے ہوئے
اتر دیا ۔

"تمھیں یاد ہو گی وہ گھٹنا ۔ پھلیا ابھی چھ ہی
مہینے تو ہوئے ہیں ۔ اس دن ناکو رام دھن کے
کھیت پر جو فوجداری ہوئی تھی ۔ معمولی سی بات تھی ۔
کیوں تجھے تو معلوم ہے نہ ۔ کیا بات تھی؟"

"معلوم کیوں نہیں ۔ اسے تو گاؤں کا بچہ بچہ
جانتا ہے ۔" پھلیا نے لاپروائی سے اتر دیا ۔

"بھلا کوئی بڑی بات بھی تھی ۔ وہ چھمن کاکا
نے کوئی دو کھور ناؤ کے کھیت میں کو چڑھا دیے
ہوں گے ۔ بس اسی بات پر لٹھ چلنے لگا ۔ پیتم چاچا مارا
گیا ۔ وہ چار کا سر پھوٹا اور گاؤں پر آفت آئی سو
الگ ۔"

"ارے تو کوئی کیا کرے یہاں تو روز ہی ایسی
ایسی باتوں پر لڑائی ہوتی رہتی ہے لیکن بھلا ان باتوں
کا یہاں مطلب کیا تھا؟"

"واہ کوئی مطلب نہیں ۔ رات دن ہمارے
یہاں ان ذرا ذرا سی باتوں پر سر پھٹول ہوئے اور
ہمیں کوئی مطلب نہیں ۔ اس دن ہریا کے کھیت
پر پانی کے اوپر جھگڑا ہوتے ہوتے بچ گیا ۔ کچھ دیر
ملکی کے کھیت سے ایک گنا توڑ لینے پر وہ لٹھ پڑا
جنم بھر یاد رکھے گا ۔"

"تو اس سے کیا؟ جو جیسا کرے گا ویسا بھرے گا ۔
تینے کیا ٹھیکا لے رکھا ہے سارے گاؤں کے جھگڑے
کا ۔ ارے پوچھی تھی کیا بات اور تو گانے لگا گاؤں
کے جھگڑوں کا آلھا ۔" یہ کہہ کر پھلیا زور سے ہنس پڑی ۔

"یہ ہنسنے کی بات نہیں پھلیا ۔ یہی تو گھن
ہے جو مجھے اندر ہی اندر کھائے ڈالتا ہے ۔"
پھلیا نے اسی طرح ہنستے ہنستے کہا ۔ "سدھار
سنبھے ہو شدھارک!"

"تو تو ہے نری پاگل ۔" شیامو چڑھاتا ہوا سا

بولا۔" اری میں یہی تو سوچتا ہوں کہ یہ دن آج دوسروں پر ہے تو کل ہم پر بھی ہو تو ہو سکتا ہے۔ دیکھ ایک آدمی جان لے گیا۔ سیکڑوں روپیہ پولیس چاٹ گئی ہزاروں پر مقدمہ میں پانی پھر گیا اور پھر بھی نتیجہ کیا ہوا؟ تین نراپرادھ آدمی سات سات برس کو جیل چلے گئے۔ کتنے گھر برباد ہوئے کیا یہ سوچ کی بات نہیں کہ ہمارے گاڑھے پسینے کی کمائی اس طرح برباد ہو جائے۔ ذرا ذرا سی بات پر گھر اُجڑ جائیں اور ہم پھر بھی لمبی تانیں سوتے رہیں۔

پھلیا کچھ گمبھیر ہو چلی تھی اس نے شیامو کی طرف سر دھابے دیکھتے ہوئے پوچھا"تو پھر اس کا علاج ہی کیا ہے؟" جیسے شیامو نے کچھ سنا ہی نہ ہو وہ کہتا ہی گیا۔" ہم لوگ جیٹھ، بیساکھ کی چلچلاتی دھوپ میں، ساون بھادوں کی موسلا دھار برساتیں اور ماہ پوس کی کڑکڑاتی راتوں اپنے کھون پسینے کو ایک کر جو تھوڑا بہت دھن کمائیں وہ دکیلوں۔ تھانے داروں اور ساہوکاروں کی جیب چلا جائے۔ اور ہم، ہمارے بال بچے روٹی کے ٹکڑے ٹکڑے کو ترسیں۔ کیوں؟ کون کہتا ہے یہ ہمارے بھاگ کا دوش ہے! یہ دوش تو ہمارے کرموں کا ہے اگر ہم آپس میں لڑیں جھگڑیں نہیں تو کیوں ہمارے دھن کا اس طرح اپیتے ہو۔ اور جھگڑا کس بات کا؟ بس یہی زمین پانی فصل کی چوری۔ کھیتوں کی راستے پر۔ کیوں پھلیا ہے نہ یہی بات۔"

پھلیا شیامو کے بھاشن سے کچھ ایسی پربھاوت ہوئی کہ وہ ایک ٹک اس کی اور دیکھتی رہی۔ یکر

ہلا کر اس نے کہا۔" ہاں شیامو ہے تو یہی بات۔ تو سچ کہتا ہے۔ دیکھ میرے چاچا نے دیکھ لے اس سال کافی روپیہ پیدا کیا تھا۔ کم نہیں بارہ سو روپیہ پورے بارہ سو۔ مگر آج گھر میں ایک پیسہ بھی نہیں ہے۔ جانتا ہے کہاں لگا وہ سب بدلو والے مقدمہ کی بھینٹ چڑھ گیا۔

شیامو اپنی گھاس کی گٹھیا باندھ کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ چلتے چلتے بولا میں سوچوں گا۔ پھلیا ضرور سوچوں گا۔ پھلیا اُس بیماری کی دوا۔ پھلیا سر ہلائے اس کی اور تاکتی رہ گئی۔

(۳)

"ایک بات کہوں چاچا۔" شیامو نے اپنے پتا کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا۔ رامو چودھری آنگن میں نیم کے پیڑ کے نیچے بیٹھا اپنا حقہ گڑگڑا رہا تھا بیٹے کی بات سن کر اس نے سر اُٹھایا اور ناک میں سے دھواں چھوڑتے ہوئے بولا۔" کیا ہے شیامو؟"

"ایک بات کہنی ہے۔ سنو تو۔"

"ہاں ہاں وہ کہتا کیوں نہیں۔" حقے میں کش لگاتے ہوئے رامو بولا" دھیان سے سنو تو کہوں۔"

شیامو نے پتا کی طرف غور سے دیکھ کر کہا" سنوں گا کیوں نہیں تو بتا تو صحیح کیا بات ہے۔" رامو نے آشچرج سے اپنے بیٹے کی اور تاکتے ہوئے کہا۔

"دیکھو چاچا ہمارے پاس تھوڑی سی تو زمین ہے اور وہ بھی ستر جگہ۔"

"ہاں ہاں وہ تو ہے ہی۔ تو اس سے کیا؟ اب بڑھ تھوڑے ہی سکتی ہے۔"

"بڑھ تو نہیں سکتی مگر اچھی تو ہو ہی سکتی ہے۔"

"ہمارا کھیت خراب ہی کون سا ہے۔ بس وہ ایک آنچ جوہڑی والوں کو چھوڑ کر۔"

"یہ تو ٹھیک ہے مگر چاچا کھیت ہیں تو چھوٹے چھوٹے، ایک سے دوسرا الگ دور۔ کوئی ایسا کہ ہل بھی ٹھیک طرح سے نہیں گھوم سکتا۔" تم اگر ولایت کی بات سنو تو بس کہہ دو کہ کھیتی تو یہ ہے۔"

"ارے بھئی ان کی ایسی کون کر سکتا ہے۔ ان کے پاس پیسہ ہے پیسہ۔ وہ سب کچھ کر سکتے ہیں۔"

"یہ پیسہ کی بات نہیں چاچا۔ کہاں ایک آدمی کی ساری زمین ایک جگہ ہوتی ہے۔ وہیں اس کا گھر ہوتا ہے۔ وہیں کنواں وہیں مویشی اور وہیں سب کام۔ کیوں چاچا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہمارے بھی سب کھیت ایک جگہ ہو جائیں۔"

رامو لڑکے کی بات سن کر ہنس پڑا۔ "بڑا پاگل ہے تو۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ یہاں تو برسوں سے ایسا ہی چلا آتا ہے۔"

"کیوں چاچا ہو کیوں نہیں سکتا۔ ہو تو سکتا ہے اگر تم چاہو تو۔"

"بھلا کیسے؟" رامو نے اچنبھے سے پوچھا۔

شیامو دھیرج سے بولا۔ "دیکھو چاچا ہمارے پاس کوئی پچاس۔ ساٹھ کھیت ہوں گے۔"

"ہاں! ہاں! اس سے بھی کیا کم۔"

"ہاں! تو دیکھو چاچا۔ گاؤں کے چاروں اور یہ کھیت بکھرے پڑے ہیں۔ کوئی پورب۔ کوئی پچھم۔ کوئی اتر۔ کوئی دکھن۔"

"ہاں! سو تو ہے ہی۔"

"تو میرا یہ مطلب ہے کہ کسی ایک ہی جگہ اپنے یہ سب کھیت اکٹھے ہو جائیں۔"

"میں یہی تو پوچھتا ہوں۔ بھیا۔ کہ ہو کیسے جائیں؟" رامو نے زور دے کر پوچھا۔

"اپنے کھیت تم دوسروں کو دے دو اور دوسروں کے تم لے لو۔ تبادلہ کر لو۔"

شیامو نے سنبھلتے ہوئے کہا۔ "تو بھی رہا نرا گنوار شیامو۔"

"کیوں چاچا؟"

"ارے بھلا کون تبادلہ کرے گا۔ بھڈوں کی چاہی سے۔ باڑے کا خاکی سے۔ ڈاکر کا مٹیار۔ کیا میرے وہ نیدرہ۔ بس بھوڑ والے کھیت لے کر کوئی مجھے دیوتا والے جنگل میں دے دے گا۔"

"دیوتا والے تو نہیں دے گا۔ مگر دیوتا والے لے کر بڈھوں میں تو دے دے گا۔"

چودھری نے اپنے کرم ٹھوک لیے اور لال لال آنکھیں شیامو کی طرف کو نکال کر بولا۔ "بس بس رہنے دے اپنی گیان گدڑیا جب تک میں جیتا ہوں مجھ کو چلنے دے ایسے ہی۔ جب مر جاؤں تب جو جی میں آوے سو کرنا۔ آیا بڑا ہوشیار بن کر۔ ماتا والے چھوڑ کر بڈھوں میں لے لوں۔ بس شیامو معلوم ہو گیا تو میرے بعد گھر کا ستیاناش ہی کروائیگا۔"

ایک لمبی سانس لے کر چودھری نے حقہ کی نے اپنے ہونٹوں پر رکھ لی۔

"چاچا سنو تو۔ دیکھو جب ہمارے سب کھیت ایک جگہ ہو جائیں گے تو ہم وہیں ایک کنواں بنا لیں گے پھر تو جو بھوڑ ہے وہ بھی چاہی

ہو جائیں گی۔ بتاؤ تو ایک ایک کھیت کے لیے
کہاں کہاں کنواں بنوالیں؟"
"ارے چاچا کوئی کنوئیں سے ہوتی ہے۔
کھیت کھیت کی تو بات ہے اور پھر یہی یہ بات
کیوں جھنجھٹ مول لوں۔ یہ سب بیٹھے بٹھائے۔"
شیامو نے بات کا رنگ بدلتے ہوئے
دیکھ کر سوچا یہ تو بنا بنایا کھیل بگڑا چاہتا ہے۔ اتنی
سر پچی کے بعد جو سندر کا لینک قلعہ تینے بنایا
تھا وہ اسکے ایک ہی جھونکے سے گرا چاہتا ہے
چاچا کھیتوں کے موہ سے اندھے ہو رہے ہیں وہ
موہ ان کو آگے کی بات نہیں سوچنے دیتا۔ ماتا والے
کھیت ان کو اتنے پیارے ہیں کہ وہ ان کو کبھی نہ
چھوڑیں گے۔ اس لیے کچھ سوچ کر ایک انتم پرتیتن
اور کیا "اچھا چاچا ایک جگہ نہیں تو دو جگہ سہی۔
ٹکڑوں کا ٹکڑوں میں اکٹھا کر لو اور چاہی کا چاہی میں
یہ تو ٹھیک ہے نہ، پچاس جگہ سے دو ہی جگہ سہی۔"
"نہ نہ۔ میں کچھ نہیں کرتا۔ ایسا ہی اچھا
ہوں۔ آخر ہمارے بڑے بھی انھیں کھیتوں میں
کھیتی کرتے آئے ہیں۔ ہماری بھی اتنی عمر آگئی کبھی
یہ خیال دل میں نہ آیا۔ آخر تجھے کیا ہوا جو یہ نئی بات
نکالی۔ پچاس جگہ اگر ہیں تو پچاس جگہ ہی سہی۔ ہمارا
اس سے بگڑتا کیا ہے؟"
"بگڑتا تو بہت چاچا" شیامو نے
گمبھیرتا سے کہا۔ "مگر تم نے کبھی سوچنے کا
کشٹ نہیں کیا۔ پچاس جگہ جانے میں کتنا سمے
نشٹ ہو جاتا ہے۔ جوتائی۔ بوائی۔ نیرائی اور کھیتی
کے سب کاموں میں کتنا سمے اور کتنا پیسہ زیادہ خرچ
ہوتا ہے۔ پچاس جگہ دیکھ بھال اتنی اچھی طرح ہو سکتی
جتنی ایک جگہ یا دو جگہ۔ اور پھر دن رات دیکھتے ہو
کہ فصلوں کی پوروں۔ پانی پر۔ ڈول پر۔ کھیت
بڑھانے پر آپس میں جھگڑے ہوتے رہتے ہیں، گاؤں
کی سکھ و شانتی نشٹ ہو جاتی ہے۔ دل بندیاں بن
جاتی ہیں اور مقدمہ بازی چلتی ہے۔ ہماری وہ گاڑھے
پسینے کی کمائی وکیلوں اور مختاروں کی جیبوں میں پہنچ
جاتی ہے۔ کیا چاچا وہ بتیم چاچا والا مقدمہ بھول گئے؟
کیا بات تھی؟ یہی تو تھی۔ کیا اب بھی کہو گے چاچا کہ ہمارا
کیا بگڑتا ہے؟ اور کیا بگڑے گا؟ آدمی جان سے گیا۔
مقدمہ لڑا۔ روپیہ پانی کی طرح بہا اور پھر بھی تین آدمی
جیل چلے گئے۔ چار گھر تو برباد ہو گئے اور کیا بگڑتا
چاچا۔ سوچو اور بتاؤ کہ میں کیا تمہاری برائی کی بات
کہہ رہا ہوں؟"
رامو منہ پھاڑے بیٹے کی طرف دیکھ رہا
تھا۔ شیامو کا چہرہ لال ہو چلا تھا۔
چودھری اب سب کچھ سمجھ چکا تھا۔ اُسے
شیامو کی باتوں سے اس کی یوگیتا اور اونچ بچاروں کا
آبھاس مل گیا تھا۔ اُس نے اب سمجھا کہ اُس کا پُتر
سامانیہ پُرش نہیں ہے۔ اس نے اپنے کو ایسا پُتر
رتن پا کر دھن سمجھا اور گد گد سُر میں بولا۔ "ٹھیک
کہتے ہو بیٹا۔ پرنتو مجھے جھنجھٹوں میں پڑنے کی کیا
ضرورت ہے۔ تو سیانا ہو گیا جس میں تو اپنا اور
دوسروں کا بھلا سمجھے وہ کر۔ مجھے اب جینا ہی کتنے
دن ہے؟"

شیامو حقہ پر سے چلم اتار کر بھرنے چل دیا
آج وہ خوشی کے مارے پھولا نہ سماتا تھا۔

(۴)

شیامو چولھے کے پاس بیٹھا ہوا روٹی
سینکھ رہا تھا کیونکہ رات سے ہی اس کا باپ
پانی پر ہے۔ کہیں دس بجے اوسرا ختم ہوگا۔ روٹی
لے کر شیامو کو کھیت پر ہی جانا تھا۔ اس لیے
صبح ہی صبح اس نے چولہا جلا دیا تھا۔ آج وہ
بہت پرسن تھا۔ من۔ من کچھ گنگناتا جا رہا تھا وہ
اپنے کام میں ایسا تنمیہ تھا کہ اُسے پتہ بھی نہ ہوا
کہ پھلیا کب کی آئی اور کب اُس کے پیچھے کھڑی
ہو گئی۔

"آج تو بہت خوش دکھتا ہے شیامو"
پھلیا نے ہنستے ہوئے کہا۔

شیامو نے چونک کر گردن پیچھے کی طرف
موڑی۔ دیکھا کہ پھلیا ایک ہاتھ میں چھاچھ کا لوٹا
اور ایک ہاتھ میں آگ لینے کے لیے کلچھا لیے کھڑی
ہے۔ اُسے دیکھ کر وہ سہم سا گیا۔

پھلیا ہاتھ کا لوٹا شیامو کو دیتی ہوئی بولی
"کیا سو رہا تھا شیامو؟ ارے! آج تو بڑا کھل
سا رہا ہے۔"

"خوش ہونے کی بات ہے" شیامو پرسنتا
سے بولا۔

"کیا بات ہے۔ تو بتا تو سہی۔"

"وہی اس روز والی بات۔ میں نے ٹھیک
ٹھاک کر لیا ہے۔ یہ کہہ کر اس نے کل کی اپنی
اور اپنے باپ کی باتیں پھلیا سے کہہ سنائیں۔"

سب سن کر پھلیا بسمت سی ہو گئی اور
شیامو کی بدھ سراہنا من ہی من کرنے لگی
تنک سوچ بولی۔ یہ تو ٹھیک ہوا شیامو! مگر
یہ تو اپنی ہی ڈھاڑی کی آگ بجھانے والی بات
ہوئی اور دوسرے تو ویسے ہی رہے یہ تو نرا
سوارتھ ہی ہوا۔ شیامو! تم جیسے پڑھے لکھے
کا یہ کام نہیں۔ تمہیں تو سارے گاؤں کے درد
کی دوا سوچنی چاہیے۔ یہ بیماری تو سارے
گاؤں۔ سارے دیش میں پھیل رہی ہے۔ اُسی
کو دور کرنے کی بات سوچو۔ اپنا اپنا بھلا تو دنیا
میں سب کوئی کرتے ہی ہیں۔

شیامو آشچریہ سے پھلیا کی طرف دیکھنے
لگا "تم کیا کر رہی ہو پھلیا" اس نے گھبراتے
ہوئے پوچھا۔

"میں جو کہہ رہی ہوں ٹھیک ہی کہہ
رہی ہوں۔ یہ تو نرا سوارتھ ہی ہے۔"

شیامو کے من میں ایک ہل چل سی
مچ گئی۔ یہ میرا نرا سوارتھ ہے۔ ٹھیک تو
کہتی ہے پھلیا! سارا گاؤں جس بیماری میں پھنسا
ہوا ہے اس میں سے اگر ایک میں اپنے آپ کو
وہاں سے بھاگ کر یا کسی آن پرکار اپنی جان
بچا ہی لی تو یہ سوارتھ نہیں تو کیا ہوا۔ دوسرے
بھائی تو اس میں مر۔ مر کر جان دے ہی دیں گے۔
ٹھیک ہے پھلیا نے کیسی اُچیت بات کہی ہے
کتنی سمجھ داری کی۔ یہ تو بالکل وہی ہوا جیسے ننوا

میں سے ایک امیر بن بیٹھے اور ننانوے اس
غریبی کی بھٹی میں جلتے رہے۔ چھن ماتر میں اس
کے مستک میں یہ بچار گھوم گئے اور اس کے
مکھ سے انایاس ہی نکل پڑا۔ "نہیں! یہ نہیں
ہوسکتا! کبھی نہیں ہوسکتا۔"
"کیا نہیں ہوسکتا؟ شیامو۔"
"یہی جو میں نے سوچا تھا۔"
"پھر؟"
"پھر کیا؟ اگر کل گاؤں کو اس آفت سے
بچا سکا تو بچاؤں گا نہیں تو میں بھی اس سکھ
کو ٹھوکر مار دوں گا۔"
"مجھے یہی آشا تھی شیامو۔"
"نہیں چھلیا! یہ سرٹے تو تجھے ہی ہے۔
تینے ہی میرے سوئے ہوئے بچاروں کو ٹھوکر
مار کر جگایا ہے۔ تمہیں نے مجھے میرا کرتبیہ پتھ
دکھایا ہے۔ دھن ہے چھلیا! تو دھن ہے!!"
"بس رہنے دو ان پڑھی لکھی باتوں کو۔ لا
آگ دے۔ بہت دیر ہو گئی۔ میں جا رہی ہوں۔
ہاں! وہ گانا کیا گا رہا تھا؟ تھا تو اچھا کیا تھا؟"
"گانا۔" چھلیا آج ایک بات کہنی ہے۔"
"کیا؟"
"تو برا تو مانے گی؟"
"میں برا کیوں ماننے لگی؟"
"دیکھ چھلیا میرے اس چھوٹے من میں
بڑی بڑی آشائیں ہیں۔ رام جانے وہ پوری بھی
ہوگی یا نہیں؟"

"کیوں نہیں ہوگی۔ پر یتن کرنے سے
اسمبھو بھی سمبھو ہو جاتا ہے۔"
"ہاں یہ تو ٹھیک ہے۔" ایک لمبی
سانس کھینچتے ہوئے شیامو بولا۔
"مگر............"
"مگر کیا؟"
"میں چاہتا ہوں میری سب زمین ایک جگہ ہو
وہیں کنواں ہو۔ اور ہو ایک چھوٹا سا گھر بھی
وہیں چک میں۔ اس کے سامنے ہو چھوٹی سی
پھلواڑی۔ دوار پر بھینس بندھی ہوں۔ پاس
ہی شاک۔ بھاجی کی کیاریاں ہوں اور جب میں
دن بھر کڑی محنت کرنے کے بعد گھر واپس
آؤں تو............"
"تو کیا؟ کٹورا بھرا دودھ مل جائے پیٹ
بھر روٹی اور سونے کو کھاٹ مل جائے بس اور
اس سے ادھک کیا چاہیے؟"
چھلیا بیچ ہی میں بول اٹھی۔
"ٹھیک ہے۔ مگر ان سب سے زیادہ
ضروری ایک چیز اور............"
"وہ کیا؟"
"وہ............ وہ ہنستا ہوا۔ شرماتا سا
تمہارے جیسا چہرہ۔"
چھلیا لجا گئی۔ اس نے بات کو ان سنی
سے کر کے کہا "لا آگ دے دے۔ دیر بہت
ہو گئی۔ ماں غصہ کرے گی۔"
شیامو نے جیسے یہ شبد سنا ہی نہ ہو

بولا پھلیا! "کیا تو......."
پھلیا زمین میں گڑی جا رہی تھی۔ پاؤں کے انگوٹھے سے زمین کریدتے ہوئے اس نے کپھا شیامو کی طرف کو بڑھا دیا۔
بولی کچھ بھی نہیں۔ بول ہی نہ سکی۔
شیامو نے دیکھا پھلیا کا چہرہ لال ہو گیا تھا۔ وہ کچھے پر آگ رکھتے ہوئے گا رہا تھا۔ "ایک بنگلہ بنے گا نیارا۔"
پھلیا نے اس کی طرف دیکھا اور ایک مدھر مسکان لے اس کے سر دے کی بات پر گھٹ کر دی اور آگ لے کر وہ وہاں سے بھاگ گئی۔

(۵)

آج چار دن ہو گئے تھے شیامو کو گنگا کے میلے سے واپس آئے۔ کنتو پھلیا اسے دکھائی نہ دی۔ وہ اس سے ملنا چاہتا تھا مگر نہ جانے کیوں پھلیا کے دروازے تک پہنچتا اور اس کا من ڈگمگا اٹھتا اور پیر آگے بڑھتے بڑھتے رک جاتے تھے۔ یہ پریرتن کیوں؟ وہ سویم نہیں سمجھ سکا۔
مگر وہ پھلیا کے لیے بے چین تھا۔ ہوتا بھی کیوں نا؟ وہ گنگا کے میلے سے اس کے کس چاؤ سے ایک چوٹی۔ ایک جوڑا جڑاؤ کنگن اور ایک چھوٹی سی ڈبیا جس کے ڈھکن پہ ایک چھوٹا سا آئینہ لگا تھا۔ لایا تھا وہ کتنی امنگوں سے اس نے پھلیا کے لیے یہ اُپہار لیے تھے۔ اس کے اتریکت ایک بات اور تھی۔ جس کو وہ پھلیا کو بتانا چاہتا تھا اس نے میلے کی سیر کی تھی۔ گرام سدھار کیمپ میں گیا تھا۔ وہاں لکچر سنے تھے اور اس نے وہاں دیکھی تھی وہ چیز جس کی وہ تلاش میں تھا۔ چک بندی کا نمونہ۔ اس کا من میور ناچ اٹھا تھا اور پرچہ بھی وہ پھلیا کو سنانے کے لیے لایا تھا۔ چک بندی کے افسروں سے وہ ملا تھا اور اس نے بڑے آگرہ سے ان سے اپنے گاؤں میں آنے کے لیے کہا تھا۔ یہی سب باتیں تھیں جو پھلیا کو سنانا چاہتا تھا۔ وہ اس سے ملنے کے لیے بیرگ ہو اٹھا۔
دوسرے دن وہ تڑکے اٹھا اور جنگل کو چل دیا۔ پھلیا کے اُپہار اس کی جیب میں تھے آج اس نے طے کیا تھا کہ وہ پھلیا سے ضرور ملے گا۔ وہ من ہی من کچھ رچوا ہے کی ٹیڑی ٹیڑی سوچتا چلا جا رہا تھا کہ سہسا اپنا نام سن کر اس نے گردن موڑی۔ دیکھا کہ پھلیا چنے کے کھیت سے ساگ توڑ رہی ہے۔ وہ قدم بڑھا کر اس کے پاس جا پہنچا۔ اور بڑی ادھیرتا سے بولا "پھلیا آج کل تو دکھائی کیوں نہیں دیتی؟ پانچ دن ہو گئے مجھے میلے سے لوٹے اور تو دکھائی بھی نہ دی۔"
"کیا کروں شیامو۔" پھلیا نے اداسی بھرے سور میں کہا۔ "ماں نے کہیں آنے جانے سے منہائی کر دی تھی۔" کہتی تھی "اب تو بڑی ہو گئی ہے اب کہیں مت جایا کر۔ شیامو

"سکے گھر بھی نہیں۔" یہ کہہ کر وہ چپ ہو گئی
اور دین درشٹ سے شیامو کی اور دیکھنے
لگی۔

شیامو نے ایک لمبی سانس کھینچ کر کہا۔
"اچھا۔"

"تو کیا جانے شیامو؟ میں کتنا تجھ سے
ملنا چاہ رہی تھی۔ مگر فوراً ہی سکپکا کر بولی "میلے
کا حال جاننا چاہتی تھی۔ کہو اچھا رہا نہ میلا
اس سال۔"

"ہاں! اچھا رہا!"............ پھر کچھ رک کر
وہ بولا۔ پھلیا بہت سی باتیں کہنی ہیں تجھ سے
میرا پیٹ بھرا پڑا ہے۔"

"کہو جلدی سے کہو۔ مجھے دیر ہو جائے گی
ماں ناراض ہو گی۔"

"تو پھر کیا کہوں۔ جلدی کی تو بات نہیں ہے
وہ۔ تیرے پاس۔ سمے نہیں۔ پھلیا۔ میں چاہتا
تھا کہ کچھ دیر تیرے پاس بیٹھ کر اپنے من کی باتیں
کہوں خیر جانے دے۔ وہ کام ہو گیا سارے
گاؤں کی چک بندی ہو گی۔ میں چک بندی کے
افسروں سے کہہ آیا ہوں۔" "بڑا اچھا کیا تو نے"
یہ کہہ کر پھلیا جانے کے لیے کھڑی ہو گئی۔ شیامو
نے اپنے اُپھار اس کے آنچل میں رکھ دیے۔
پھلیا نے اس کو دیکھا اور پھر شیامو کی اور۔
پھر دھیرے دھیرے گھر کی طرف کو چل دی۔
شیامو بھی وہیں کھڑا کھڑا اس کی اور
ایک ٹک منہارتا رہا۔

(۶)

رام پور گرام میں آج چک بندی جلسہ
ہے۔ شیامو بڑی بیگرتا سے کام میں جٹا ہوا ہے
ہر ایک کو بلاتا پھرتا ہے۔ بڑے کاکا چلو۔
چھوٹے کاکا چلو۔ چاچا چلتے نہیں۔ اس کا من
آج ناچ رہا ہے۔ مانو اس کو کسی سہودر کا
بیاہ ہو۔

جلسہ ہوا۔ چک بندی کے افسروں نے
چک بندی کے لابھ بتائے۔ اس کا طریقہ
سمجھایا اور سوسائٹی بنائی گئی۔ اور بھومت سے
یہ طے ہوا کہ اس گاؤں کی چک بندی کی جائے
لیکن پھلیا کے پتا لکھپت نمبردار اور ان کے دو
چار ساتھیوں کو یہ بات نہ رُچی اور وہ وہاں سے
اُٹھ کر چلے گئے۔

نمبردار کی چوپال میں پنچوں کی بیٹھک جڑی
اور حقے کے دھوئیں کے ساتھ ساتھ آج کے
جلسہ کی سمالوچنائیں چلنے لگیں۔ "کیوں بھائی
یہ بکھیڑا بدیا کس نے؟" نمبردار ناک میں سے
دھواں نکالتے ہوئے بولے۔

"ارے! اور کون ہوتا؟ وہی رام سنگھ کا
بیٹیا۔ ان لچھنوں (لچھنوں) کا ہے۔ دو چار اچھر کیا
پڑھ گیا ہے۔ اپنی برابر کسی کو سمجھتا ہی نہیں۔"
"یہ گاؤں کا ناش کرا دے گا۔ ناش۔"
ہری سنگھ ایک ہی سانس میں یہ کہہ گیا۔ "اچھا
یہ اس کی کرتوت ہے۔" بگھیرتا سے گردن ہلاتے
ہوئے نمبردار بولے۔ "اجی یہ کیا اور جانے کیا کیا

کل کھلاوے گا وہ گاؤں میں۔" درجن نے دوسروں کی طرف کن انکھیوں سے دیکھتے ہوئے نمبردار سے کہا:-

نمبردار لکھپت سنگھ نے حقہ میں کش لگاتے ہوئے کیول "ہوں" کر دیا۔ اور کسی گہرے سوچ میں پڑ گئے۔

ہری سنگھ بولا "ارے! بھائی درجن سنگھ کیا پوچھتے ہو۔ آج کل کے لونڈوں کا یہی حال ہے؟"

"کیا حال ہے؟" نمبردار چونکتے سے بولا۔

"کچھ نہیں جی۔ یہی کہ...... کہ بڑوں کو کچھ سمجھتے ہی نہیں۔"

"ہوں۔ مگر یہ تو اس میں ایک نئی آفت کھڑی کر دی۔ اس کا کیا علاج ہو۔"

"علاج کیا ہو نمبردار؟ ایسے لڑکوں کو تو بس........."

"اچھا تو دیکھو......... ارے چلو اندر دو کڑیئے میں۔ بیٹھے وہاں بات کریں گے۔"

اس کے بعد سب لوگ اندر چلے گئے اور آپس میں بہت دیر تک کچھ گپت پر امرشش ہوتا رہا۔

(۷)

دوسرے دن تیسرے پہر کے قریب گاؤں میں بڑا ہوں ہلا مچا۔ سکھیا بامنی کے گھر میں آگ لگ گئی تھی۔ سارا گاؤں پلا پڑ رہا تھا۔ آگ بجھانے کا پریتن کیا جا رہا تھا۔ جوں توں کر کے آگ بجھائی گئی۔

خدابخش چوکیدار۔ مکھیا کی چوپال پر آیا اور بولا۔ "چودھری! اس کی رپٹ تھانہ میں کرانی ہوگی۔ ایک پرچہ لکھ دو اور بتاؤ کیا رپٹ لکھوا آؤں؟"

لکھپت چودھری کھاٹ پر پڑے حقہ گڑگڑا رہے تھے۔ "ذرا سیدھے ہو کر بولو۔ ہاں! ہاں! رپٹ تو کرانی ہی ہوگی۔ مگر یہ تو پتا چلے کہ آگ لگی کیسی؟ ہاں! ذرا اس بامنی کو تو بلا لاؤ۔ بے چاری کا بڑا نقصان ہو گیا ہوگا۔"

سکھیا آئی۔ مکھیا نے اس سے پوچھا "آگ کیسے لگی مہرانی؟"

"میں کیا جانوں چودھری؟"

"ارے! تو نہیں جانتی تو اور کون جانے گا۔ کیول بھٹی۔" یہ کہہ کر اس نے وہاں بیٹھے سب آدمیوں کی طرف ایک پرشنواتمک درسٹ ڈالی۔ پھر سکھیا کا لکھ کر کے بولے "روٹی بناتے بناتے ہوئے کوئی تنکا وتنکا جا پڑا تھا کیا اڑ کر؟"

"اجی چودھری! روٹی کا یہ وقت کہاں تھا؟"

"تب کیا کسی سے تیری دشمنی تھی جو اس نے آگ لگا دی؟"

"رام کا نام لو نمبردار میں غریبنی کسی کا کیا بگاڑتی ہوں جو مجھ سے کسی کی دشمنی ہو گی؟"

"تو پھر آگ اپنے آپ لگ گئی؟"

"اسے کیا پتہ نمبردار۔ اگر کہو تو میں بتاؤں؟" ہری سنگھ نے بھیڑ میں سے آگے بڑھ کر کہا۔

"ہاں! ہاں! بتاؤ۔ بتاتے کیوں نہیں؟" مکھیا نے سیدھے بیٹھتے ہوئے کہا۔ "بنا بتائے کام کیسے چلے گا؟ تھانہ میں رپٹ درج کرانی ہے بھئی۔"

تو سنو ہری سنگھ نے گلا صاف کرتے ہوئے

کہا ۔" جب میں رہیٹ پر سے آرہا تھا تو میں نے دور سے دیکھا کہ وہ رام سنگھ کا لونڈا شیامو بیڑی پی رہا تھا اور میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا کہ اس نے وہ ادھ جلی بیڑی اس کی چھان پر پھینکی تھی میں نے تو سمجھا تھا کہ بجھا کر پھینکی ہوگی مگر اب معلوم ہوا کہ وہ جلی ہوئی تھی ۔"

"کون ؟ کون ؟ شیامو ۔ ہاں ٹھیک اس نے میرے کھیت پر ہی تو مجھ سے چلم مانگ کر وہ بیڑی سلگائی تھی ۔ ارے رام رام ۔ اس نے ایسا کیا غریب بامنی کا گھر جلا دیا ۔" درجن ایک سانس میں ہی سب کہہ گیا ۔

" مگر اس بامنی سے اس کی کیا دشمنی تھی آخر جو اس نے ایسا کیا ؟ کیوں ری مسرانی ؟" نمبردار نے گمبھیرتا سے کہا ۔

سکھیا تھوڑی دیر کے لیے لستھ سی ہو گئی پھر ایک سوا نس چھوڑ کر بولی ۔" ضرور ایسا ہی ہوا ہوگا مکھیا ۔"

" کیوں تجھ سے اس کی کیا دشمنی تھی ۔ بھلا جو وہ تیرا گھر جلاتا ۔" مکھیا نے ذرا تیور چڑھا کر کہا ۔

" ہو گئی تھی چودھری ! ایک دن ایسی ہی بات ۔ وہ تم سے کہنے کی بات نہیں ۔" ہے بھگوان ! ایسا زمانہ آ گیا ۔ کسے بھلے کی نہ رہے گی ۔ ذرا سی بات پر اس نے یہ بدلا لیا ۔ بھگوان سمجھے اسے ۔" سکھیا بڑبڑاتی رہی ۔

" اچھا تو چوکیدار جاؤ تھانہ میں رپٹ کرا آؤ اور لکھوا دینا کہ شیامو نے آگ لگائی سمجھے ـــــ اور ہاں سنو .... سب ٹھیک کرانا ۔"

اگر کوئی دیکھنے والا ہوتا تو وہ صاف دیکھ سکتا تھا کہ نمبردار کی آنکھوں میں اس سمے ایک آنند چھلک رہا تھا ۔ بالکل ویسی ہی جیسے کسی شکاری کی آنکھوں میں چھلکتا ہے جب وہ دیکھتا ہے کہ اس کا چھوڑا ہوا تیر ٹھیک اس کے اکھیتھ کی چھاتی میں گھس گیا ہے ۔

(۸)

گاؤں میں ایک کہرام سا مچا ہوا تھا ۔ بچے بڑے ۔ عورت ۔ مرد ۔ جوان ۔ بوڑھے جس کو دیکھو سب ٹولیاں بنا بنا کر رامو چودھری کے مکان پر آ آ کر اکٹھے ہو رہے تھے ۔ دو پولیس کے سپاہی شیامو کو پکڑے کھڑے اور شیامو اپنے روتے ہوئے باپ کو سمجھا رہا تھا ۔ آدمیوں میں کانا پھوسی ہو رہی تھی ۔ عورتیں گھونگھٹ کاڑھے ایک طرف کھڑی تھیں ۔ کچھ شیامو کی سہان بھوتی میں تھے اور کچھ کہہ رہے تھے ۔" ٹھیک ہوا ایسے آدمی کا یہی علاج ہونا چاہیے ۔"

" سپاہی بولے ۔" چل بھئی بہت دیر ہو گئی ۔"

شیامو ہنستا آگے کو بڑھ چلا ۔ اس کے مکھ پر پرسنتا کی آبھا جھلک رہی تھی یہ کیوں وہ رام ہی جانے ۔ سارا گاؤں اس کے پیچھے پیچھے تھا نمبردار کا گھر آیا وہ رکا ۔ اور اس نے سپاہیوں سے کہا ۔ اگر آ گیا ہو تو میں اپنے نمبردار اور دوسرے گاؤں کے بھائیوں سے بدلے لوں اور کچھ کہہ دوں ۔

سپاہی رک گئے ۔ کیونکہ وہ بھی شیامو کے بیوہار سے کافی پربھاوت ہو چکے تھے ۔

وہ رکا اور سب گاؤں والوں کو سمبودت

کر کے اس نے کہنا شروع کر دیا۔

"بھائیوں! میں آج جس اپرادھ کے لیے بندی کیا گیا ہوں اس کو آپ سب لوگ جانتے ہی ہیں۔ میں اس کے لیے کوئی صفائی بھی نہیں دینا چاہتا۔ مگر میں جانتا ہوں اور آپ میں سے بھی بہت سے جانتے ہوں گے کہ میں بڑا اپرادھی ہوں۔ مجھے اس کا بلیشی ماتر بھی افسوس نہیں ہے کہ مجھ کو جیل جانا پڑے گا۔ کیونکہ جن لوگوں نے مجھ پر یہ دوش لگایا ہے انھوں نے میرے خلاف میں عدالت میں پیش کرنے کے لیے کافی سامگری جٹا رکھی ہو گی اور پھر میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ گاؤں سے کوئی آدمی میری صفائی کے لیے عدالت میں آئے۔ اس لیے مجھے سزا تو ضرور ہو گی اور یہ میں پہلے سے ہی جانتا تھا۔ کسی بھی دیس جات کا سدھار بنا تیاگ کے نہیں ہو سکتا اس کے لیے کچھ قربانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں نے بھی سوچا تھا کہ گاؤں کو سوتی نیند سے جگاؤں اور آپ لوگوں کا دھن جو آپس کے جھگڑوں اور مقدمہ بازی میں بے کار جاتا ہے۔ بچاؤں۔ اس کے لیے میں بیج ڈال چلا ہوں اور اب یہ آپ کا کام ہے کہ اس کو بھگنے دیں اور پانی دیتے رہیں۔ ایسا نہ ہو کہ میرے یہاں نہ رہنے سے وہ لتا مرجھا جائے۔ میں آشا کرتا ہوں کہ جب میں لوٹ کر آؤں تو اس کو پھلی پھولی دیکھوں۔ یہی بھکشا ہے جو میں بدا ہوتے ہوئے آپ سے مانگتا ہوں

اگر میں اپنا ہی سوارتھ سدھ کرنا چاہتا تو یہ دن آج کبھی بھی نہ دیکھتا، مگر مجھ کو کسی نے ٹھوکر مار کر سوارتھ نندرا سے بچایا اور پھر میں نے سوچا کچھ بھی ہو میں ارتھی نہیں کہلاؤں گا۔ اس کے پھل سروپ میں آپ کے یہاں چک بندی والوں کو لایا اور آپ کے یہاں کام شروع ہو گیا یہ چیز بھوسے ہے آج آپ کو بری لگتی ہو۔ مگر جب آپ اس کا پھل دیکھیں گے تو سویم جان لیں گے کہ یہ کسان کے لیے امرت ہے۔ اس سے بڑھیا دوا اس مریض کے لیے دوسری نہیں۔ دوا کڑوی ضرور ہے۔ مگر آپ جانتے ہیں کہ کڑوی دوا ہی فائدہ کرتی ہے۔ اس لیے میری یہ پرارتھنا ہے کہ اس کام کو سب لوگ دلچسپی سے کرائیں۔ اگر آپ نے یہ کرپا کی تو میں سمجھوں گا کہ آپ نے مجھ کو جیل سے چھڑانے میں بڑی مدد کی۔ اچھا! اب بدا۔ رام رام۔" یہ کہہ کر وہ آگے کو بڑھ چلا۔

شیامو کے بھاشن کا کچھ ایسا پربھاو پڑا کہ عورتیں تو سسک سسک کر رونے لگیں۔ پرش ایک سور میں چلا اٹھے "چک بندی ضرور ہو گی تم بے فکر رہنا بھیا۔"

شیامو گمر بھرے اونچی گردن کیے چلا جا رہا تھا۔ جب وہ بچلیا کے گھر کے سامنے سے گذرا تو اس نے سنا "گھبرانہ جانا کہیں یہ پر تھم پر کچھا ہے۔"

(۹)

بنالیہ میں شیامو کا مقدمہ چلا۔ ابھیوگ سدھ ہوا کیونکہ شیامو نے تنک بھی جٹنا نہ کی کہ وہ صفائی پیش کر کے رہائی پا جاوے۔ چھ مہینے کی قید کا حکم ہو گیا۔

ادھر شیامو کا تیاگ رنگ لایا۔ سارا گاؤں نمبردار سے ودروہ کر اٹھا۔ کیونکہ اصل بات ظاہر ہونے میں کچھ بھی دیر نہ لگی۔ جب سب کو معلوم ہو گیا کہ یہ سب نمبردار اور ارجن سنگھ کا کھڈ یتر تھا۔ گاؤں کی پنچایت ہوئی اور اس میں یہ طے ہوا کہ چونکہ شیامو

بڑھ گیا ہے وہ ادھر پہنچنا چاہیے۔ جس نے ہم سب کے لیے اتنا بڑا یگ کیا ہے کیا ہم اتنے اکرتگیہ ہو جائیں کہ اس کی آشاؤں پر کٹھار گھات ہونے دیں؟ اس کام میں اگر نمبردار یا ان کوئی روڑا اٹکاتا ہے تو ہم سب کو ان سے اسمبھوگ کرنا ہوگا۔

نمبردار لکھپت سنگھ گاؤں والوں کی ان باتوں کو تو شاید گیدڑ بھبکی ہی کہہ کر ٹال دیتا مگر اس کو اپنے ہی گھر کا اسمبھوگ اسمبھ ہو گیا۔ پھلیا نے زور لگایا اپنے بھائی کو سمجھایا اور پتا پر پورا زور ڈلوا کر مجبور کر دیا کہ وہ شیامو کی اس اشالتا کی جڑ نہ کھودنے پاوے۔ نمبردار کے سیدھے ہوتے ہی اور سب تو ان کے پیچھے پیچھے ہو لیے۔ رام پور چک بندی سپھلتا تو ابتک ہو گئی۔ سچ ہے بنا یگ بنا کوئی سدھار نہیں ہو سکتا۔

(۱۰)

آج شیامو کی تپسیا کے چھ مہینے پورے ہو گئے تھے۔ وہ سمادھی سے باہر آیا۔ شہر کی طرف چل پڑا۔ اس کے من میں امنگوں کی بھیڑ تھی اور دل گھر جانے کے لیے چھٹپٹا رہا تھا وہ اتسک تھا اس پودے کو دیکھنے کو جس کا بیج وہ بو آیا تھا۔ وہ سن بھی چکا تھا کہ گاؤں میں چک بندی ہو چکی ہے وہ پھولا نہ سماتا تھا اپنی سپھلتا پر۔ وہ نجانے کیا کیا سوچ رہا تھا اور پیر اس کے آپ ہی آپ بڑھتے چلے جا رہے تھے ایک اتسکو۔ پھر پھلیا اس کو سو لوٹی نہیں کہہ سکتی۔ کبھی نہیں۔ اس نے اپنے سکھ کو ٹھوکر ری تھی۔ چھ مہینے جیل میں رہا تھا۔ کس کے کارن۔ اپنے گاؤں۔ اپنی ماترِبھوم کی بھلائی کے لیے۔ پھر اس نے سوچا میں بہت دنوں کے بعد گھر جا رہا ہوں خالی ہاتھ کو جانا ٹھیک نہیں۔ پھلیا میری پرتیکھا کر رہی ہوگی۔

یہی سوچ کر اس نے اس دن قلی گیری کر کے کچھ پیسے جوٹائے۔ رات کو دو پیسے کے چنے چبا کر رات میں ٹکا اور دوسرے دن پھلیا کے لیے ایک چوٹی۔ کنگھی اور سیندور کی ڈبیہ اور اپنے چاچا کے لیے دو چلم اور تھوڑا تمباکو لیا اور گاؤں کی طرف چل دیا۔ اس کے قدم برابر آگے بڑھ رہے تھے اور دل دھڑک رہا تھا۔ جب گاؤں کے پاس پہنچا تو اس نے دیکھا بڑی ڈھول اڑ رہی ہے۔ گاؤں کے ڈگرے پر ایک چرواہے سے پوچھا "یہ کیا ہے بھیا"

چرواہے نے اس کی طرف غور سے دیکھا۔

"کیا تم یہاں نہیں رہتے؟" اشچرج سے پوچھا۔ "رہتا تو نہیں ہوں۔ مگر بہت دنوں سے یہاں تھا نہیں۔" شیامو نے اتر دیا۔

اس وقت تک اپنی اسمرت کو جٹا کر یہ سوچ چکا تھا کہ شیامو ہے جو جیل گیا تھا۔ اس نے گدگد پر سے کہا "تم ہو شیامو۔ تم آ گئے۔"

"یہ پھلیا ———"

یہ سنتے ہی شیامو کا دل دھک دھک کرنے لگا۔ "کیوں کیا بات ہوئی؟" وہ سہما ہوا سا بولا۔

"یہ پھلیا کی بارات ہے۔ جو ابھی بدا ہوئی جا رہی ہے۔"

"اچھا۔" کہنے کو تو شیامو کہہ گیا۔ مگر اس کا سر چکرانے لگا۔ پیروں تلے سے زمین کھسکتی ہوئی پرتیت ہونے لگی۔ اور یہ گرا ہی چاہتا تھا کہ سہسا اسے کچھ خیال آیا اور کچھ ساہس بٹور کر اور تیزی سے آگے بڑھا۔

بارات کے پاس پہونچ کر اس نے دولہن کا رتھ رکوایا۔ اور باہر ہی سے آواز دی۔ "پھلیا بہن؟" رتھ کا پردہ ایک دم کھلا۔ ساتھ ہی یہ شبد اس کے کانوں میں آئے۔ "کون! شیامو بھیا تم آگئے۔" شیامو کچھ نہ کہہ سکا۔ پھلیا نے روندھے کنٹھ سے پھر کہا۔ "بھیا جیون سے ہتاش نہ ہو جانا۔ ان چھوٹی چھوٹی گھٹناؤں سے کہیں تم اپنے کرتب مارگ سے بچلت نہ ہو جانا۔ تم نے جو بیڑا اٹھایا ہے اسے سپھل کرنا۔ اس دلیش۔ اس سماج۔ اس ذات کو ایسے ہی لوگوں کی ضرورت ہے۔ ہاں! ایک بات اور ہے۔"

روندھے کنٹھ سے پھلیا بولی۔ "شیامو اپنی پھلیا اس پھلیا کو بھول جانا اور آج کی اس بہن پھلیا کی یاد رکھنا۔"

شیامو کی آنکھیں چھلچھلا آئیں اور سردھا سے اس کا سر جھک گیا۔ آنسو پونچھتا ہوا وہ بولا۔ "بہن تمہارا آشیرباد رہا تو یہ تمہارا بھائی کبھی اپنے نشچیت مارگ سے بچلت نہیں ہوگا۔ اچھا اب اگیان۔" یہ کہہ کر وہ فوراً وہاں سے چل پڑا۔

شیامو کے پاس آج بھی وہ چوٹی کنگھا اور سیندور کی ڈبیہ اسی طرح رکھی ہوئی ہے جو اس نے ایک پرکار سیوا اور سدھار کی بھاؤنائیں بھرتی رہتی ہیں۔

باغبانی کی کچھ باتیں

"دکشوری" مسٹر ایچ۔ این سنگھ۔ بی۔ ایس۔ سی (اے۔ جی) گورنمنٹ گارڈن لکھنؤ)

بھائیو! آپ کو اس بات کی شکایت ہے کہ آپ کے باغات پھلتے کیوں نہیں ہیں، اور اگر پھلتے بھی ہیں تو تھوڑی تعداد میں؟ گاؤں کے جو باغات میں نے دیکھے ہیں۔ ان میں سب سے پہلی بات مجھے یہ دکھائی دی کہ پیڑوں کے بیچ کا فاصلہ ضرورت سے کم ہے۔ جن کے باعث پیڑ لمبے بلند اور سڈول سے نظر آرہے ہیں۔ آپ لوگوں میں اکثر اصحاب نے چین کے لوگوں کو دیکھا ہوگا۔ جن کے پیر بے حد چھوٹے ہوتے ہیں۔ اس کا سبب بھی آپ جانتے ہیں کہ بچوں کو لڑکپن سے لوہے کے جوتے پہنائے جاتے ہیں جن سے پیروں کی باڑھ رک جاتی ہے۔ یہی بات ہمارے باغ کے پیڑوں سے بھی تعلق رکھتی ہے اچھے پیڑ وہ کہلاتے ہیں جن کا پھیلاؤ چھتری کی مانند ہوتا ہے۔ لیکن آپ کے باغوں کے پیڑ لمبے اور اونچے ہیں۔ اس لیے کہ انھیں پھیلنے کو کافی جگہ نہیں ملی۔ جڑیں اور شاخیں اپنی خوراک لینے کے لیے بڑھیں تو انھیں پھیلنے میں رکاوٹ پہنچی۔ بلا ضرورت ہی اوپر اور نیچے کی طرف کھسکیں۔ پھیلاؤ کے رکنے سے پیڑوں میں شاخیں کم نکلیں۔ جو شاخیں نکلی بھی تو ان کے نچلے

حصے میں پھل آتے ہی نہیں اس لیے کہ روشنی کی پہنچ سے دور ہو جاتی ہیں۔ جہاں تک روشنی سیدھی پہنچتی ہے صرف وہیں پھل آتے ہیں۔ جڑ اور شاخوں کا پھیلاؤ ہمیشہ برابر رہتا ہے۔ اگر شاخوں میں پھیلاؤ کم ہے تو یہ لازمی ہے کہ جڑیں بھی وکسی ہی ہوں گی یہ جڑیں اپنی خوراک کی تلاش میں جب نیچے داخل ہونے لگتی ہیں، تو اپنی خوراک سے دور ہونے لگتی ہیں کسی بھی پیڑ کا تندرست رہنا اس کی خوراک پر منحصر ہوتا ہے۔ جب ہمارے پیڑوں کو پوری غذا نہیں ملتی تو بھلا ہم اُن سے کیسے یہ امید رکھیں کہ ہمیں وہ زیادہ پھل دیں گے۔ پھلوں کے توڑنے میں بھی آپ کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس لئے کہ وہ اونچے اور شاخوں پر ہی ہوتے ہیں۔ اگر کوئی بیماری پھلوں میں لگ گئی تو اس روکنا بھی مشکل سا کام ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ آپ اتنی بلندی تک زمین پر کھڑے ہو کر دوا نہیں پہونچا پاتے ہیں۔ آئے ہوئے کچھ تھوڑے سے پھل بھی بیماریوں کے شکار ہو جاتے ہیں پھر آپ اپنی باغ سے کیا امید رکھ سکتے ہیں۔ پھر پھل کہاں آپ کو کھانے کے لیے اور آپ کی مالی حالت سدھارنے کے لیے کافی ہو سکتے ہیں۔ پیڑوں کے گنجان ہونے سے جب سورج کی روشنی زمین تک نہیں پہنچنے پاتی تو باغ میں ہمیشہ نمی قائم رہتی ہے۔ جس میں کئی قسم کے کیڑے مکوڑے پناہ پاتے ہیں اور بیماریاں اپنا گھر بناتی رہتی ہیں۔ انھیں کی زیادتی سے پیڑوں اور پھلوں کی بربادی ہوتی رہتی ہے پیڑوں کے لمبا ہونے کی وجہ سے اور ان کے سہارے کے لئے جڑوں کا پورا پھیلاؤ نہ ہونے سے طوفان آنے پر یہی پیڑ گر کر برباد ہو جاتے ہیں جو ہر روز دیکھنے میں آتا ہے۔ اس سے آپ خود سمجھیں کہ اپنے باغ سے آپ کیا امید کر سکتے ہیں۔

دوسری بات جو مجھے بتلانا ہے وہ یہ کہ شاید ہی کوئی دیہاتی بھائی اپنے باغ میں جوتائی گوڑائی کرتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ شاید ہی ہم کبھی پھل پاتے ہیں۔ باغوں میں جوتائی، گوڑائی کرنے سے فائدہ یہ ہوتا ہے کہ باغ کی زمین کھل جاتی ہے۔ ہوا اور روشنی کی پہونچ جڑوں تک آسانی سے ہو جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے جڑیں اپنی بہت بڑی طاقت کو پاتی ہیں اور شاخوں میں یہ خون بھرتی رہتی ہیں۔ جو پھلوں کے آنے اور ان کی بالیدگی میں معاون ثابت ہوتی ہیں گھاس جو باغ کے اندر پیدا ہو کر زمین کی طاقت ذائل کرتی جاتی ہے۔ گری ہوئی پیڑوں کی پتیاں بیماریوں کو پھیلانے اور کیڑے مکوڑوں کو جو ہمیشہ سے پناہ دیتی آرہی ہیں وہی باغ کے جُتت جانے پر اُن میں پھاوڑے سے گوڑائی کر دینے پر کھاد کی شکل میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ جو پیڑوں میں نئی طاقت پیدا کر دیتی ہیں۔ یہی پھر، پیڑوں کے پھلنے کا باعث ہو جاتی ہیں۔ انھیں کو کھاد کی صورت میں استعمال نہ کرنا۔ پیڑوں کی طاقت کا ضائع اور پھلوں کی تعداد میں کمی ہونے کا باعث ہے۔ باغات کی جوتائی، گوڑائی، برساتی پانی کو اپنے اندر آنے کے لیے مجبور کرتی ہے جو جڑوں تک پہنچتا ہے اور گرمی میں بھی باغ میں نمی رکھتی ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ گاؤں میں آب پاشی

کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ جہاں کہیں کنویں یا تالاب وغیرہ ہیں بھی وہاں مناسب وقت پر سینچائی نہیں کرنے سے اس کا کچھ بھی فائدہ نہیں ہوتا۔ بہت سے لوگ پیڑوں میں پھول آنے پر سینچائی کر دیتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پھول گر جاتے ہیں۔ پھر پھل کہاں سے آسکتے ہیں۔

چوتھی بات جو سمجھانے کی ہے وہ یہ کہ پیڑ لگانے کے پہلے زمین اور وہاں کی آب و ہوا کا حال پورا سمجھ لیں اور انھیں پیڑوں کو لگا دیں جو وہاں کے موافق ہوں۔ دوسرے قسم کے پیڑ کبھی بھی ایسی حالت میں پھل نہیں دے سکتے۔

ایک اور خاص بات جو دیکھنے میں آئی ہے کہ گاؤں کے باغ چاروں طرف سے کھلے رہتے ہیں۔ یہ باغات اگر پھلتے بھی ہیں تو ہوا کے تیز جھونکے سے سبھی پھل اپنی کم عمر میں ہی گر جاتے ہیں جو زیادہ تر بیچنے کا رہی جاتی ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ گاؤں کے بھائی کچے، گرے پھلوں کو بھی جب وہ کچھ بڑے ہوتے ہیں تو کسی نہ کسی استعمال میں لاتے ہی ہیں۔ لیکن یہ بات سب قسم کے پھلوں میں ہونا ممکن بھی نہیں ہے۔ اس لیے باغ کی حفاظت کے لیے باہر کی طرف خاص طور سے مغرب کی طرف دوسری جھاڑیں لگائیں جو ہوا کو روک سکے۔

یہ مضمون بہت بڑا ہے۔ تمام باتیں ایک ہی ساتھ بتانے سے ممکن ہے کہ آپ بہت سی باتیں بھول جائیں۔ اس لیے مضمون ہذا کو یہیں ختم کرتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ کیوں آپ کے باغ پھلتے نہیں ہیں اور اگر پھلتے بھی ہیں تو تھوڑی تعداد میں۔ میری ان چند باتوں سے مجھے یقین ہے کہ آپ فائدہ اٹھائیں گے۔ مشکلات کے وقت ہماری یا ہمارے محکمے کی مدد آپ لینے کے لیے آزاد ہیں۔ بس نہیں اب میں آپ لوگوں سے رخصت چاہتا ہوں۔

محکمہ زراعت ممالک متحدہ کی سہ ماہی رپورٹ کا خلاصہ

(از اسسٹنٹ پبلسٹی افیسر۔ محکمہ زراعت یو۔پی)

جولائی سنہ ۴۵ء سے ۳۰ ستمبر سنہ ۴۵ء تک زراعتی کارروائیوں کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے:۔

کاشتکاروں کے واسطے یہ زمانہ بہت زیادہ مصروفیت کا تھا۔ اس مرتبہ بارش معمول سے زیادہ دیر میں شروع ہوئی اور جولائی کی بارش کے بعد کچھ دن تک خشکی رہی جس کی وجہ سے فصلوں کا نقصان ہوا۔ ستمبر کے مہینے میں بہت سمت بارش ہوئی چیرگاؤں ضلع جھانسی میں ستمبر کے مہینے میں ۲۴ گھنٹہ میں پانچ انچ بارش ہوئی۔ جس کی وجہ سے کچھ رقبے میں درجینیا تمباکو کی بیاوڑ کو بہت نقصان پہنچا۔

بارش کی زیادتی کی وجہ سے ربیع کی بوائی پچھڑ گئی اور بعض جگہ بوائی میں ایک مہینے تک کی دیر ہو گئی نشیبی علاقوں میں جہاں پر پانی زیادہ عرصہ تک کھڑا رہا۔ ربیع کی بوائی وقت پر نہ ہو سکی۔

"زیادہ غلہ پیدا کرو" کی تحریک کے سلسلے میں محکمۂ زراعت نے اپریل سنہ ۱۹۴۳ء سے ۳۰ ستمبر سنہ ۱۹۴۵ء تک ۱۳۶۶۰۰۰ من ترقی دادہ گیہوں، ۱۹۳۰۰۰ من ترقی دادہ دھان کا بیج اور ۲۱۵۰۰۰ من دیگر ترقی دادہ غلے کا بیج تقسیم کیا۔ محکمۂ زراعت کی کوآپریٹو کمپوسٹنگ اور ڈول بندی اسکیم کے تحت ۱۳۲۸۹۷ ایکڑ زمین کی ڈول بندی کی گئی اور ۳۰ء۲۶ لاکھ من کمپوسٹ طیار کیا گیا۔ گورنمنٹ نے ڈول بندی کی ترغیب دینے کے لیے کاشتکاروں کو ایک روپیہ چار آنہ فی ایکڑ کی مالی امداد منظور کی۔ گذشتہ سال دو روپیہ آٹھ آنہ فی ایکڑ کے حساب سے مالی امداد دی گئی تھی۔ پانچ سو روپیہ کا انعام ہر پانچ ہزار من کمپوسٹ بنانے والے گاؤں کو اس شرط پر جاری رکھا گیا کہ انعام تین سال میں تین قسطوں میں دیا جائے گا اور کاشتکار انعام کی قسط اُس حالت میں پائیں گے جبکہ وہ کمپوسٹ بنانے کے صحیح طریقے کو جاری رکھیں گے۔ شاہجہانپور، گورکھپور، اور مظفرنگر کے تحقیقاتی فارموں پر جو تجربے کیے گئے ان سے معلوم ہوا کہ کوئمبٹور ۵۵۷ جو کہ جلد پکنے والی قسم ہے اور کوئمبٹور شاہجہانپور ۳۰۹ جو کہ درمیانی پکنے والی قسم ہے اور قسموں کے مقابلہ میں اچھی پیداوار دیتی ہے۔ مظفرنگر فارم پر کوئمبٹور ۳۱۲ کا مقابلہ کوئمبٹور ۵۵۷ اور کوئمبٹور شاہجہانپور ۲۸۲ سے کیا گیا اور ان دونوں نئی قسموں کی بڑھوار کوئمبٹور ۳۱۲ سے زیادہ اچھی ہوئی۔ کوئمبٹور شاہجہانپور ۲۴۵ نے مظفرنگر فارم پر کوئمبٹور ۳۱۲ کے مقابلہ میں زیادہ اچھی پیداوار دی ہے اور اس میں شکر کا پرتہ بھی زیادہ پایا گیا ہے۔ نیشکر کی فی ایکڑ پیداوار کی سروے سے معلوم ہوا کہ ڈیولپمنٹ زونس (Development Zones) میں گنّے کی پیداوار کا اوسط ۳۷۳ من فی ایکڑ ہے۔ اس سے قبل سنہ ۱۹۴۲-۴۳ء کی سروے میں ڈیولپمنٹ زونس میں گنّے کی پیداوار ۴۷۰ من فی ایکڑ پائی گئی تھی۔

ہمارے صوبے کے سرکاری باغات میں پھلوں کی کاشت کے سلسلے میں مختلف تجربے کیے گئے اور گورنمنٹ گارڈن لکھنؤ میں ۲½ مہینے کے آم کے پودوں کی دسہری کی نئی شاخوں پر گرافٹنگ کی گئی۔ امرودوں کو کٹنگ کے ذریعے طیار کرنے کی کوشش کی گئی۔ گورنمنٹ کے میدانی باغات میں ترکاریوں کے پودے مفت تقسیم کیے گئے تاکہ شہر کے باشندوں کو اپنے مکانات میں ترکاری کی کاشت کرنے کی ترغیب ہو جائے۔

فوجیوں کو کارآمد پیشے سکھانے کے تحت اس صوبے میں نو ریجمینٹل مرکزوں پر اکزیبشن روم اور ڈیمانسٹریشن پلاٹ کھلے ہوئے ہیں۔ اسکے علاوہ کانپور، الہ آباد، لکھنؤ، جیولیکوٹ، سہارنپور اور رچوبٹیا میں زراعت کے مختلف شعبوں پر فوجیوں کو تعلیم دی جا رہی ہے۔ اس تعلیم کا مقصد یہ ہے کہ فوج سے علیحدہ ہو جانے پر یہ لوگ زراعت کے پیشہ کو کامیابی کے ساتھ کر سکیں۔

امپیریل کونسل آف ایگریکلچرل ریسرچ اور صوبہ جاتی گورنمنٹ کی مشترکہ اسکیم کا تیسرا سال ۲۰ جون

۱۹۴۵ء کو ختم ہوا۔ یہ اسکیم اپریل ۱۹۴۲ء میں شروع کی گئی تھی اور ۳۱ مارچ ۱۹۴۷ء تک جاری رہیگی۔ اس اسکیم کا مقصد ہے کہ زمین کو کارآمد اور زرخیز بنانے کے لیے ڈول بندی کرائی جائے۔ پانی کی نکاسی کا انتظام کیا جائے اور اوسر زمین کو قابل کاشت بنایا جائے۔ ذرائع آب پاشی کی ترقی کھاد، کمپوسٹ پیشاب کی مٹی اور ہری سنئی کی کھاد کا رواج بڑھانا کاشتکاروں کے لیے ترقی دادہ فصلوں کا بیج مہیا کرنا اور دودھ دینے والے جانوروں کا پالنا اس اسکیم کے خاص مقاصد ہیں۔ یہ اسکیم شمالی مشرقی سرکل میں موضع جگدیش پور بھلواں ضلع گورکھپور، بندیلکھنڈ سرکل میں، موضع پچوکھر ضلع باندہ، روہیلکھنڈ کمایوں سرکل میں موضع مہرا ضلع بدایوں اور مشرقی سرکل میں، موضع ڈنگیتا بھلول پور ضلع پرتاب گڈھ میں جاری ہے۔ ۴۵-۱۹۴۴ء کی سالانہ رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسکیم پر ۲۷۸۷۲ روپیہ صرف ہوے اور اس کی وجہ سے کاشتکاروں کو بہت فائدہ حاصل ہوا۔ ان کی فصلوں کی فی ایکڑ پیداوار بڑھ گئی اور دودھ دینے والے جانور پالنے کی وجہ سے کھاد زیادہ بنا جس سے کھیت پہلے کی نسبت زیادہ زرخیز ہوگئے۔ کاشتکاروں کو دودھ گھی بیچنے سے کافی فائدہ ہوا اور دودھ گھی کھانے سے ان کی صحت بھی اچھی ہوگئی۔

ہمارے مویشی

(از مسٹر اکرام اللہ خاں۔ بی۔ ایس۔ سی (اے۔ جی) اسسٹنٹ پبلسٹی آفیسر محکمہ زراعت یو۔ پی لکھنؤ)

ہمارے مولشیوں کی بہبودی کے ساتھ کسان کی بھی بہبودی ہے اور مولشیوں کی بہبودی اچھی نسل مناسب اور کافی خوراک اور بیماریوں کی روک تھام کی تدابیر پر منحصر ہے۔ انگریزی کی مثل ہے کہ :- ایک سانڈ آدھے گلّے کے برابر ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ گلّے میں اچھا سانڈ ہونے کی وجہ سے طاقتور اور تندرست بچھڑے پیدا ہوتے ہیں۔ ایک سانڈ اپنی عمر میں تقریباً چار سو بچھڑے پیدا کرتا ہے، اور گائے چار، پانچ بچھڑے پیدا کرتی ہے۔ اس لیے یہ کہاوت کہ جو دیکھنے میں بعید از قیاس معلوم ہوتی ہے۔ بالکل درست ہے۔

ہمارے صوبے میں حصار اور ہریانہ نسل کے بیل بہت کامیاب ثابت ہوے ہیں اور یہاں کے بڑے بڑے میلوں میں ان کے منھ مانگے دام ملتے ہیں۔ محکمہ زراعت ممالک متحدہ اور محکمہ داشت مولشیان (اینیمل ہسبنڈری ڈپارٹمنٹ) کی مدد سے کاشتکاروں کو ان نسلوں کے سانڈ مل سکتے ہیں۔

اچھی نسل کے جانوروں کے لیے ضروری ہے کہ ان کو خوراک بھی کافی مقدار میں دی جائے تاکہ وہ تندرست رہیں اور اپنا کام اچھی طرح سے کرسکیں۔

گرام سیوک اسکاؤٹوں کو ٹریننگ کی سندیں دی گئیں جن کی تعداد ۲۶۰۹۶ تھی۔ ان کی ۴۵ ریلیاں کی گئیں اور ان کا جوش بڑھانے کے لیے ۴۷۶ درمیانی مقابلے کیے گئے۔ ۲۰۱ جگہوں پر گاؤں میں کھیل کا انتظام کیا گیا۔ اس کے علاوہ ۵۶ بالغوں کو تعلیم دی گئی۔

گرام سدھار کے دواخانوں سے ۱۱۹۴۱۵ مریضوں کو دوا دی گئی۔ ۲۷ نمائشیں اور میلے کیے گئے اور ۲۹ بھجن منڈلیاں قائم کی گئیں اس کے علاوہ ۲۷ قانونی پنچایتیں قائم کی گئیں۔

دسمبر ۴۵ء

اس ماہ میں ۱۸۴ فوجی خاندانوں کو تعمیری کاموں میں مدد پہنچائی گئی۔ گلیوں اور سڑکوں تک پہنچنے کے لیے راستوں کو پکا کیا گیا، جن کی کل لمبائی ۹۵۴۸ گز تھی۔ ۶۰ بندھیاں بنائی گئیں۔ ۱۵۶ نئے کنویں بنائے گئے اور ۲۴۸ پرانے کنوؤں کی مرمت کی گئی۔ ایک بیج گودام اور پنچایت گھر بنایا گیا۔ ۴ دوسری طرح کے پنچایت گھر بنائے گئے۔ نالیاں بنائی گئیں۔ جن کی کل لمبائی سب ملا کر ۱۱۱۸ گز تھی۔

کھیتی کی ترقی کے سلسلہ میں ۳۱۹ من اچھے بیج تقسیم کیے گئے۔ اور ۱۴۸ ایکڑ زمین میں ترکاری اور پھلوں کی کھیتی کے لیے کام کیا گیا۔ ۵۶۳۰ جگہوں پر کھاد تیار کرنے کا کام کیا گیا۔

جنوری ۴۶ء

۱۹۸۷ کھیتی کے نئے اوزار گاؤں میں تقسیم کیے گئے اور ۱۶۹۲ اچھی نسل کے سانڈ اور مویشی گاؤں میں دیے گئے۔

گاؤں کے لوگوں کی صحت درست کرنے کی بھی کوشش کی گئی۔ دیہاتوں میں گھروں کے لیے ۲۴۰۷ روشن دان دیے گئے۔ ۲۷۲ کنوؤں کی صفائی کی گئی اور ۲۵۸۶ کھاد کے گڈھے بنائے گئے۔ گندا پانی جذب کرنے کے لیے ۵۳۱۶ سوختے بنائے گئے۔

چھوت کی بیماریوں کی روک تھام کے لیے ۸۳۷۱ لوگوں کو ٹیکے اور سوئیاں لگائی گئیں۔

۲۰۶۰۴ گرام سیوک اسکاؤٹوں کو ٹریننگ کی سندیں دی گئیں۔ ان کی ۴۱ ریلیاں کی گئیں اور ۸۳۹ گاؤں کے درمیانی مقابلے کیے گئے۔ گاؤں میں ۱۳۵۴ جگہوں پر کھیل کا انتظام کیا گیا۔ اور ۵۳ بالغوں کو تعلیم دی گئی۔

اصلاح دیہات دواخانے میں ۱۱۹۴۸۲ لوگوں کو دوائیں تقسیم کی گئیں۔ ۱۹ نمائشیں اور میلے کیے گئے اور ۴۷ بھجن منڈلیاں قائم کی گئیں۔

علاوہ اس کے ۱۱۱ جگہوں پر پنچایتیں قائم کی گئیں۔

جنوری سنہ ۴۶ء

اس ماہ میں ۵۱۹ فوجی خاندانوں کو تعمیری کام میں امداد پہنچائی گئی۔ گاؤں کی گلیوں اور سڑکوں سے ملنے والے جو راستے پکے کئے گئے ان کی کل لمبائی ۱۸۱ میل تھی۔ ۳۷ بندھیاں بنائی گئیں۔ ۴۰۱ نئے کنویں بنائے گئے اور ۱۷۹ پرانے کنوؤں کی مرمت کی گئی۔ ۴۔ ایسے پنچایت گھر بنائے گئے جو بیج گودام کا بھی کام کرسکیں۔ ایک دوسرے قسم کا پنچایت گھر بنایا گیا۔ گاؤں میں جو نالیاں بنائی گئیں ان کی لمبائی کل ۹۱۰ گز تھی۔

۱۵۵ ایکڑ زمین میں ترکاری اور پھلوں کی کھیتی کے لیے کام کیا گیا۔ ۶۸۲۴ جگہوں میں کھاد تیار کرنے کا کام کیا گیا۔ گاؤں میں ۱۶۲۳ نئے طریقے کے کھیتی کے اوزار تقسیم کئے گئے۔ ۱۴۷ اچھی نسل کے سانڈ اور مویشی گاؤں میں دیے گئے۔

گاؤں کے گھروں کے لیے ۶۵۸۹ روشن دان دیے گئے اور ۳۲۵ کنوؤں کی صفائی کی گئی۔ ۴۴۸۵ کھاد کے گڈھے بنائے گئے اور گندا پانی جذب کرنے والے ۶۱۸۲ سوختے بنائے گئے۔

۱۲۶۶۵ گرام سیوک اسکاؤٹوں کو ٹریننگ کی سندیں دی گئیں۔ ۴۱ اسکاؤٹ ریلیاں کی گئیں۔ ۱۵۹ گاؤں کے درمیانی مقابلے کیے گئے۔ گاؤں گاؤں کے درمیان ۱۲۸۹ مقابلے کئے گئے۔

۲۳۸ بالغوں کو تعلیم دی گئی۔

اصلاح دیہات دواخانے میں ۱۱۲۷۰۴ مریضوں کو دوائیں تقسیم کی گئیں۔ اور میلے کئے گئے۔ اور ۳۲ بھجن منڈلیاں قائم کی گئیں۔ ۹۰ قانونی پنچایتیں قائم کی گئیں۔

غزل

گہر کو جوہری صراف زر کو دیکھتے ہیں
بشر کے دیکھنے والے بشر کو دیکھتے ہیں

جب اپنے رونے میں سوزِ جگر کو دیکھتے ہیں
دھوئیں پہ اُڑتا ہوا خشک و تر کو دیکھتے ہیں

ہے ان کی چشم کی گردش پہ گردشِ عالم
جدھر ہو اُن کی نظر سب اُدھر کو دیکھتے ہیں

پڑے گا سایۂ زلف اُس پہ بھی ضرور کبھی
کہ پیچ و تاب تمہاری کمر کو دیکھتے ہیں

فنا کی راہ میں پتھر جو بن کے بیٹھے ہیں
ان ہی کو دیکھ کے سنتے شرر کو دیکھتے ہیں

بنا کے آئینہ ہیں دیکھتے جو آئینہ گر
ہنرور اپنے بھی عیب و ہنر کو دیکھتے ہیں

عیار نقدِ محبت کا دیکھ سختی پر
لگا کے ذوق کسوٹی پہ زر کو دیکھتے ہیں

دیش بدیش کی بات

دُنیا کے اہم واقعات

[از رائے بہادر پنڈت سُکھ دیو مصر]



پارلیمنٹ کے نمایندے دہلی کے لال قلعہ پر

ان دنوں ہندوستان کے مسئلہ کو طے کرنے کا کوئی طریقہ نکالنے کے لیے برطانیہ میں بہت پرچار رہا۔ بہت سے برطانوی اخبارات نے بھی سرکار کو اس معاملے میں کچھ نہ کچھ کرنے کے لیے زور ڈالا۔ برطانوی پارلیمنٹ میں بہت پہلے سے ہی اختلاف رائے تھا۔ ہندوستان میں بھی لوگوں کو برطانیہ کی مزدور حکومت سے کچھ زیادہ امید نہ رہ گئی تھی۔ ایسے موقع پر برطانوی پارلیمنٹ نے اپنا ایک



میجر وہاٹ اور راج گوپال آچاریہ

وفد ہندوستان بھیجنے کے لیے طے کیا۔ جو یہاں آکر یہاں کے صحیح حالات کا علم حاصل کرے اور اس کی بنا پر پارلیمنٹ کو اپنی رپورٹ دے۔ اس مقصد کے لیے جو وفد ہندوستان بھیجا گیا اس میں پروفیسر رچارڈس مسٹر سورنسین لارڈ شورٹلے، مسز نکول، میجر بیاٹ مسٹر آرہا پکن مارس، برگیڈیر، اے۔ آر ڈبلیو اور مسٹر گراد فرے نکولسن تھے۔ پروفیسر رچارڈس اس وفد کے لیڈر تھے۔ اس وفد کے ممبران نے سارے ہندوستان کا دورہ کیا۔ یہاں کے گاؤں میں جاکر یہاں کے دیہاتیوں کے خیالات کا علم حاصل کیا، اور اسی مقصد سے وفد نے پریس کانفرنس بھی بلائی۔

علاوہ اس کے اس پارلیمانی وفد نے ہندوستان کے قریب سارے ہی لیڈروں سے ملاقات کرکے ہندوستان



پارلیمنٹ کے کچھ نمایندے گاندھی جی سے بات چیت کر رہے ہیں



پروفیسر ریچارڈس مشن کے دوسرے ممبروں کے ساتھ



مسٹر سورینسن پنجاب کے ایک گاؤں میں دیہاتیوں سے کچھ سوال کر رہے ہیں

دہلی ایسوسی ایشن کے صدر جناب جے۔ این ساہنی مشن کے ممبروں کا استقبال کر رہے ہیں۔

پروفیسر رچرڈس ڈاکٹر فابس ویسٹ کاٹ کے ساتھ

کے مسائل پر تبادلۂ خیالات کیا۔ مہاتما گاندھی، مسٹر جناح، راجگوپال آچاریہ، ڈاکٹر خان، خان عبدالغفار خاں وغیرہ سے وفد کے ممبران نے گفتگو کی اور ان کے خیالات کا علم حاصل کیا تقریباً دو مہینے تک ہندوستان میں قیام کے بعد یہ پارلیمانی وفد برطانیہ واپس گیا۔ وفد کے ممبران نے یہاں پر اپنے جو خیالات کا اظہار کیا ہے اس امر میں باہم اتفاق معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کو آزادی دینا ضروری ہے۔ سمجھا یہ جاتا ہے کہ مزدور حکومت جلد ہی کچھ کرنے والی ہے۔ دیکھنا ہے کہ کیا ہوتا ہے؟

مسٹر بارس اور مسٹر سورینس ڈاکٹر گلڈر کے ساتھ



مسٹر سورنسین اور لارڈ سورسلے کلکتہ کے پاس ایک گاؤں میں کرگہ سے کپڑا بنا ہوا دیکھ رہے ہیں



پروفیسر ریچارڈس اور مسٹر نکول اخبار کے نمایندوں کے بیچ میں۔


اور اُس نے
لائف بوائے کی
عادت سیکھی ہے!
وہ اِس وقت بہت کچھ سیکھ رہا ہے لیکن زندگی میں لائف بوائے
صابن کے روزانہ استعمال کی عادت سے زیادہ کوئی چیز کام
نہیں آئے گی۔ اُس کی ماں خوش ہے، اور اُسے
فخر ہے کہ اُس نے گرد و غبار کے اس خطرہ کے
متعلق سبق دیا ہے جو ہر جگہ غیر محتاط آدمیوں پر حملہ کرنے کیلئے تیار ہو۔
لائف بوائے ایک اچھا صابن ہی نہیں بلکہ
ایک اچھی عادت ہے۔
LEVER BROTHERS (INDIA) LIMITED




LIFEBUOY
SOAP

یہ لازمی طور پر خوش ذائقہ اور اطمینان بخش ہو
... لیکن اسے قوت بخش بھی ہونا چاہیئے





کیا آپ اپنے گھر والوں کے لئے کھانے پکانے کے معاملے میں اس بات کا خیال رکھتے ہیں. خوراک کا صرف خوش ذائقہ ہونا ہی کافی نہیں. بلکہ اس کیلئے لازمی ہے کہ وہ کھانے والوں کی قوت میں بھی اضافہ کرے. کچھ اشیاء مقابلتاً زیادہ قوت بخش ہوتی ہیں. مگر ہماری روزانہ کی خوراک میں بہت سے ایسے کھانے ہوتے ہیں جو قوت آمیز نہیں ہوتے. یہ ہماری صحت کے لئے مناسب نہیں. بلکہ ضرر رساں ہے خاص طور پر بچوں کے لئے خوراک کو زیادہ مقوی بنانا کچھ مشکل نہیں ہے. اس کا ایک طریقہ یہ ہے کہ وٹامن آمیز ڈالڈا سے اپنے کھانے پکائیے. کھانے پکانے کا یہ روغن یقینی طور پر قدرتی قوت بخش اجزاء مہیا کر دیتا ہے. علاوہ ازیں ڈالڈا سے بہتر خوش ذائقہ کھانے کسی دوسری سے ہرگز تیار نہیں ہو سکتے. ذرا اسے استعمال کر کے تو دیکھئے.



ہر مستورات کو جاننا چاہیئے کہ کون کون سی اشیاء زیادہ قوت بخش ہوتی ہیں. ڈالڈا کی کھانا پکانے کی کتاب (بزبان انگریزی) میں مختلف اشیائے خوردنی کے جزو خوراک و دیگر مفید معلومات اور کھانے پکانے کے ڈیڑھ سو سے زائد طریقے درج ہیں. چار آنے کے ٹکٹ اس پتہ پر ارسال کیجئے
Dept. A121 P.O. Box No. 353. Bombay

ڈالڈا
وٹامن آمیز ڈالڈا
قوت کے لئے

HVM. 22-22-40 UD

THE HINDUSTAN VANASPATI MANUFACTURING CO. LTD.

Regd. No. A.—294.

اس طریقہ سے دھوبنسے پٹکے جانے کے نقصان سے بچاؤ ہوتا ہے





کپڑوں میں چھید، اُن کا پھٹنا یا اُدھڑ جانا وغیرہ سب طرح کا غیر ضروری اور مہنگا نقصان ہمیشہ کپڑوں کو پہنچتا رہے گا جب کہ ان کو دھونے اور صاف کرنے کے لئے پٹکنے کا بُرا اور دقیانوسی طریقہ اختیار کیا جائے گا۔

1

2



3

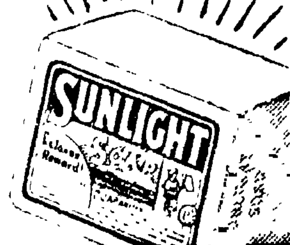


4



ان نمبر شدہ تصویروں کو دیکھئے یہ آپکو کپڑوں کو بغیر کسی نقصان کے دھونیکا طریقہ بتاتی ہیں۔ (۱) کپڑوں کو دھونیکے لئے پانی میں اچھی طرح بھگو لیجئے اُس میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ چاہے آپ نل کے نیچے، ٹب میں، تالاب یا ندی میں ایسا کریں (۲) جبکہ آپنے کپڑے کو پانی میں اچھی طرح بھگو دیا تب کپڑے کے ہر حصہ پر سنلائٹ صابن لگا دیجئے خاص طور پر میلی جگہ پر سنلائٹ اچھی طرح رگڑ دیجئے (۳) صابن لگائے ہوئے کپڑے کو نرمی سے مگر اچھی طرح ملئے اُسے پچھاڑیئے مت اور اُسی طرح ملئے جیسا کہ روٹی کا آٹا گوندھا جاتا ہے صابن والے جھاگ میں اچھی طرح ملئے تاکہ کپڑے کے ہر ذرہ سے صابن آر پار ہو جائے پھر کپڑے کو سختی سے ملنے یا بے رحمی سے ہاتھ لگانے کی ضرورت نہیں رہتی سنلائٹ کا خود بخود صاف کرنیوالا جھاگ اسکے میل کو بالکل نکال دیگا اگر آپ یہ احتیاط کریں کہ سنلائٹ کا جھاگ میل کی بنیاد تک پہنچ گیا ہے صابن کا چکنا حصہ جو اس جھاگ میں ہوتا ہے ہر قسم کی غلاظت اور میل کو ذرا چھوتے ہی نکال دیتا ہے میل کے ہر اجزا کو کپڑے سے باہر نکال کر جھاگ میں اُس کو جذب کر لیتا ہے تاکہ جس وقت آپ کپڑے کو جھاگ سے صاف کریں تو میل بھی خود بخود علیحدہ ہو جائے (۴) کپڑے کو پانی میں اچھال کر جھاگ کو جو اب میل سے بھرپور ہے دور کر دیجئے۔ سنلائٹ کے اس آسان طریقہ پر دھوئے ہوئے کپڑے عرصۂ دراز تک چلتے ہیں۔

سنلائٹ صابن
کپڑوں کی حفاظت کرتا ہے



S. 74-23 UD

LEVER BROTHERS (INDIA) LIMITED

Printed by C. O. Forsgren at the Lucknow Publishing House, Lucknow, (650)—1298-2-'46

سال آٹھ]　　فروری ۱۹۴۶ء　　[نمبر دو



حکومت یو-پی کے محکمۂ گاؤں سدھار کا خاص رسالہ



چیف اڈیٹر

گاؤں سدھار افسر، یو-پی

لکھنؤ

پبلشر

گاؤں سدھار افسر یو-پی

لکھنؤ

سالانہ قیمت ...　　... کا ...

ہل

جلد ۸ - نمبر ۲ | با تصویر ماہوار رسالہ | فروری سنہ ۹۳۹

فہرست مضامین



صوبہ متحدہ کی سرکار کے محکمۂ گاؤں سدھار کا خاص رسالہ

باتصویر ماہوار رسالہ

جلد ۵ | فروری ۱۹۴۶ء | نمبر ۲

آم کا درخت

(از شہاب)

آم کے پیڑ تیرا کیا کہنا
زندگی تیری اور ترا رہنا

پتّی اک ایک تیری ہے دلکش
ہو بھرا جیسے ان سبھوں میں رس

اور جب بور تجھ میں آتے ہیں
راہ چلتے کا دِل لبھاتے ہیں

سب کے دنیا میں کام آتا ہے
سب کو میٹھے تو پھل کھلاتا ہے

دوست کوئی نہ کوئی ہے دشمن
تو نبھاتا ہے سب سے اپنا پن

تیری بھی ایک زندگانی ہے
ہم سبھوں سے الگ کہانی ہے

ایسی گر اپنی زندگی ہوتی
کیوں پھر دنیا میں گندگی ہوتی

لوٹتا کیوں کسی کا کوئی گھر
کیوں دکھوں میں گذرتی ساری عمر

پر یہاں تو عجیب عالم ہے
دیکھو جس اور رنج و غم ہے

ایک کا ایک یاں پہ دشمن ہے
ایک سے ایک بڑھ کے رہزن ہے

ہے تیری آم زندگانی اور
ہے مگر اپنی تو کہانی اور

مٹی کو زرخیز بنانا

[از جناب اسٹانلے بی۔ ہوائٹ ہیڈ]

زمین پر برابر فصل پیدا کرنے سے اسکی پیدا کرنے کی طاقت کم ہوتی جاتی ہے لہذا یہ ضروری ہے کہ اسکو دوبارہ زرخیز بنایا جائے۔ اس مضمون میں مٹی کو زرخیز بنانے کے طریقوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ مضمون کسانوں کیلئے مفید ہے۔

باغبان کیلئے زمین کی زرخیزی سب سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ باغبانی زمین کو برابر زرخیز بنائے رکھ کر اور اچھے پھل پھول اور فصل پیدا کرنے پر منحصر ہے زمین کی زرخیزی دن بدن اور موسم بموسم گھٹتی بڑھتی رہتی ہے۔ فصل کٹنے کے وقت زمین کی زرخیزی سب سے کم رہتی ہے۔ کیونکہ پودے اپنی پوری بالیدگی کیلئے زمین کی زرخیزی کھینچ لیتے ہیں۔ زمین کی زرخیزی کو پھر سے پورا کرنے کیلئے آرگینک پودے کے مہینوں میں زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

باغ کی ہر طرح کی زمین میں پانچ طرح کی چیزیں ہوتی ہیں۔ پہلا معدنیات یا چٹانی ذرے، آرگینک پودے جانوروں کے جسم کے بچے کھچے حصہ، مائکرو جسم، اور زمین کی زندگی کی شکلیں، نمی اور ہوا۔ موسم اور آب و ہوا کے اثر سے ان پانچوں چیزوں کے عمل ہوتے ہیں۔ انھیں کیوجہ سے زمین میں پودوں اگانے کی طاقت آتی ہے۔

فطری، کیمیاوی اور جسمانی تجربوں کے ذریعہ پانی اور مٹی کا گھول اور گھلنے والا ایک معدنی مکسچر تیار ہوتا ہے۔ اسی سے پودوں کو خوراک حاصل ہوتی ہے۔ زمین کو طاقت دینے والی ان چیزوں کی قسم اور مکسچر سے زمین کے زرخیز ہونے کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔

زمین کو زرخیز بنانے کا کام عام طور پر چار طریقوں سے کیا جاتا ہے۔ جوتائی سے، چونا دیکر، آرگینک کھاد دیکر اور زمین میں کیمیاوی فرٹ لائزر یا کھاد دیکر۔ ان چاروں طریقوں کے میل سے زمین کی پیداوار بڑھ جاتی ہے۔ مٹی کے عناصر ترقی شدہ ہوجاتے ہیں۔ اور اسطرح مٹی کی پانچوں چیزیں اور زیادہ متوازن مقدار میں ہوجاتی ہے۔

پتجھڑ کا موسم بھاڑوے کے کام کیلئے ہے کھودائی اور گوڑائی سے مٹی کھل جاتی ہے اور اس میں موسم کا اثر ہوسکتا ہے۔ ہوا اندر جاسکتی ہے۔ اسکے بعد کئی طرح کی کیمیاوی اور جسمانی عمل ہوتے ہیں۔ جسنے مٹی کی زرخیزیت تھوڑے وقت کیلئے بڑھ جاتا ہے۔ لیکن صرف کھودائی سے مٹی کا رہا سہا زرخیزپن ختم ہوجاتا ہے ...... کی کھیتی کیوجہ سے گھلنے والے جو نمک کھلتے ہیں وہ مٹی کی اس تہہ سے گھل کر نکل جاتے ہیں، جس میں پودوں کی جڑیں رہتی ہیں۔ ان نمکوں کو بہہ جانے سے روکنے اور انھیں مٹی میں بنائے رکھنے کیلئے مٹی میں آرگینگ کھاد دینے کا کام بھی ہونا چاہئے۔ مٹی کا سب سے زرخیز حصہ اوپر کی تہہ میں ہوتا ہے۔ کھودائی سے یہ زرخیزیت اور نیچے تک پہونچ جاتی ہیں۔ لیکن زیادہ گہری کھودائی سے تبھی فائدہ ہوسکتا ہے جب اسکے ساتھ کھاد، چونا دینے کا بھی کام کیا جائے ...... کی کھودائی سے صرف مٹی کہی اوپر نیچے نہ ہوجانی چاہئے بلکہ اس سے مٹی کی بناوٹ اور مکسچر بھی بنایا جانا چاہئے۔ مٹی کو ہم اسکے معدنیاتی کانوں کیوجہ سے نام

دیتے ہیں بھربھری مٹی کو بلوی مٹی کہتے ہیں۔ اسیطرح اگر اگر مٹی میں بہت باریک ذرّے ہوئے تو اسے ہم چکنی مٹی کہتے ہیں۔ بلوی مٹی کی بناوٹ معمولی ہوتی ہے اس لئے جتائی کرنا آسان ہوتا ہے کیونکہ اس میں پانی زیادہ دیر نہیں رکتا۔ چکنی مٹی کے ذرے باریک ہوتے ہیں۔ اور اس میں جتائی کرنا بھی مشکل ہوتا ہے۔ مٹی کا معدنیاتی عناصر والا حصّہ زرخیز نہیں ہوتا۔ جب تک آرگینک عناصر مٹی میں نہیں ملائے جاتے، اور کھاد نہیں بن جاتی تب تک مٹی زرخیز نہیں بنتی، اور مٹی میں نہ زرخیزیت قائم رکھنے کا مادہ نہیں آجاتا۔ مٹی کے ذرات پر ہوتی ہے لیکن مٹی ڈھانچے سے یہ مطلب ہے کہ وہ ذرّے کسطرح سجائے جاتے ہیں ہر طرح کی مٹی میں یہ ضروری ہے کہ مٹی کے ذرات بجری کی شکل میں بن جائیں۔ جس سے انکے اندر مٹی کے اعمال پوری طرح سے ہو سکیں۔

مٹی میں آرگینک عناصر کا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ اس سے کھاد بنتی ہے۔ اور کھاد مٹی کو زرخیز بنانے کیلئے خاص وجہ ہے۔ کھاد ہی مٹی کا سب کچھ ہے۔ اس سے بالو کے ذرّے باہم مل جاتے ہیں اور پانی خشک کر لیتے ہیں۔ اس سے چکنی مٹی کے ذرات پِس جاتے ہیں اور مٹی کہیں زیادہ گھل جاتی ہے۔ کھاد میں بالو کو زیادہ نمی اور چکنی مٹی کو زیادہ ہوا ملتی ہے۔ دونوں ہی حالتوں میں مٹی اچھی ہو جاتی ہے اور پیداوار بڑھ جاتی ہے۔

اس موسم میں مٹی کو ہر طرح کے آرگینک عناصر پہونچانا چاہئے۔ خواہ کوئی کھاد، کمپوسٹ، ہری گھاس پات وغیرہ کی ہی شکل میں کیوں نہ ہو۔ تازی یا سڑی ہوئی کسی بھی شکل میں انھیں خالی زمین میں دیا جانا چاہئے تاکہ وہ سردیوں میں مٹی ہی میں سڑ جائیں۔ مٹی میں آرگینک چیزوں کے چند مہینوں تک بنے رہنے کی وجہ سے برسات سے مٹی کا نمک گھل کر بہنے سے رک جائیگا۔ اسکے ساتھ ہی مٹی کے کیڑے دیمک وغیرہ کو خوراک ملیگی۔ یہ کیڑے مٹی کو زرخیز بنانے میں بہت مدد دیتے ہیں۔ جوتائی سے مٹی کا چونا برابر گھٹتا رہتا ہے۔ اسلئے اس کمی کو پورا کرنا ضروری ہوتا ہے۔ چونا پودوں کو خوراک پہونچاتا ہے۔ اس سے مٹی زرخیز بنتی ہے۔ بالو کے ذرّے دوسروں سے چپک جاتے ہیں۔ اور چکنی مٹی پس کر گھل جاتی ہے۔ اس سے آرگینک چیزوں کو سڑنے میں مدد ملتی ہے۔ پسا ہوا چونا مٹی کے لئے بہت اچھا ہے۔ بلوی مٹی میں پسی ہوئی کھڑیا اور بھی زیادہ کام کرتی ہے۔

کیمیاوی فرٹی لائزروں کو جمع رکھنے کی طاقت مٹی میں بہت کم ہوتی ہے پتجھڑ کے موسم میں کام میں لانے کیلئے ہونے میں، جانوروں کی سینگ اور کھر چمڑے کے برادے زیادہ فائدے مند ہیں مٹی کے جراثیم اسپر اپنا کام شروع کر دیتے ہیں، اور بسنت کا موسم آنے کے پہلے انکی طاقت پر کھاد کھیتوں کو حاصل ہو جاتی ہے۔ جو مٹی پتجھڑ کے موسم میں کھودی جائیگی، اور جس میں کھاد دی جائیگی۔ ضرورت کے مطابق چونا چھڑکا جائیگا۔ اس میں بسنت آنے کے پہلے نئی زرخیزیت آجائیگی۔ مٹی کی بناوٹ اچھی ہو جائیگی۔ جس سے پودوں کی جڑیں نیچے تک جا کر اپنی خوراک حاصل کر سکیں گی۔

[فیلڈ میں شائع شدہ ایک مضمون کا مختصر]

کھیتوں کی ڈول بندی کرنیکے فائدے

(از مسٹر اکرام اللہ خاں بی۔ ایس۔ سی۔ (اے۔ جی)) اسسٹنٹ پبلسٹی آفیسر محکمہ زراعت یو۔ پی لکھنؤ)

ہمارے صوبے کی سرکار نے ڈول بندی اور کمپوسٹنگ کی ایک اسکیم دو سال سے اس صوبہ میں جاری کی ہیں۔ پہلے سال میں کاشتکاروں کو اپنے کھیتوں میں ڈول بندی کرانے کے لئے ۲ روپیہ آٹھ آنہ فی ایکڑ کی مالی امداد دیگئی۔ اور اس سال ۳۱ مارچ ۱۹۴۶ء تک ایکروپیہ چار روپیہ فی ایکڑ کے حساب سے کاشتکاروں کو امداد دیجائیگی۔ یہ امداد ڈول بندی کرانے کے خرچہ کا نصف ہے باقی خرچہ بذمہ کاشتکار ہوگا۔ اس صوبے کے ہر ضلع میں ڈول بندی کے متعدد یونٹ کھولے گئے ہیں۔ اور ہر یونٹ تین تین گاؤں پر مشتمل ہیں۔ ہر تین گاؤں میں ڈول بندی کرانے کے لئے محکمہ زراعت کی طرف سے ایک ایک کامدار مقرر کیا گیا ہے۔ جو کہ کاشتکاروں کو ڈول بندی کے فوائد سمجھا کر ڈول بندی کرانے پر آمادہ کرتا ہے۔ ہر ضلع کا ڈسٹرکٹ انسپکٹر ڈول بندی کے کام کی جانچ کرتا ہے۔ ہر بیس یونٹ پر ایک ڈولبندی انسپکٹر ہوتا ہے۔

ہمارے صوبے میں گذشتہ سال (۶۸۲۷۰) ایکڑ زمین کی ڈول بندی کی گئی۔ امسال اس صوبہ میں ۲۷۰ یونٹ ہیں جن میں ۳۰ ستمبر ۱۹۴۵ء تک ۱۳۵۸۹۷ ایکڑ رقبے کی ڈول بندی کی گئی ہے۔ کاشتکاروں کو چاہیئے کہ جہاں تک ہوسکے۔ سرکار کی اس امداد سے فائدہ اٹھائیں اور اس کے علاوہ بھی بغیر مالی امداد کے خود اپنے کھیتوں میں ڈول بندی کرائیں۔

ڈول بندی کے فوائد حسب ذیل ہیں

۱۔ کھیتوں کے چاروں طرف ۲ فیٹ اونچی اور ایک فٹ چوڑی مینڈ بنا دینے سے برسات کے زمانے میں بارش کا پانی کھیت کے اندر جذب ہوتا رہتا ہے اور اس طرح سے زمین کے اندر پانی کی مقدار بڑھ جاتی ہے۔ برسات کے بعد کھیتوں کی نمی قائم رہتی ہے اور ربیع کی بوائی کے لئے زمین میں نمی موجود ملتی ہے۔

۲۔ کھیتوں میں ڈالا ہوا کھاد بارش کے زمانے میں پانی کے زور سے بہہ نہیں پاتا اور کھیت کے اندر ہی موجود رہتا ہے اس طرح سے کھیت کی زرخیزی کھیت ہی میں رہتی ہے۔

۳۔ بارش کے پانی کے بہاؤ سے کھیت کی مٹی کٹ کر کھیت کے باہر نہیں جا پاتی اور کھیت کی ہمواری قائم رہتی ہے۔

۴۔ جن زمینوں میں بارش کا پانی ڈھال ہونیکی وجہ سے نہیں ٹھہرتا۔ وہاں پر ڈول بندی کرانے سے ایسی فصلیں بھی لیجا سکتی ہیں۔ جن کو پانی کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔

۵۔ بارانی رقبے میں جہاں آبپاشی کا انتظام نہیں ہوتا ڈول بندی کرانے سے ربیع کی فصلیں کامیابی کے ساتھ لیجا سکتی ہیں۔

۶۔ ڈول بندی کرانے سے آبپاشی کرنے میں بہت سہولیت ہوجاتی ہے۔ آبپاشی میں کم خرچ ہوتا ہے اور جتنا پانی کھیت میں دیا جاتا ہے وہ کھیت میں ہی جذب ہوجاتا ہے۔ اور اس طرح آبپاشی کی پوری لاگت کاشتکار کو وصول ہوجاتی ہے۔

پیاز

(از مسٹر رام گوپال گنگوار - ویجیٹبل ایکسٹینشن آفیسر - جھانسی)

اندازہ کیا جاتا ہے کہ پیاز کا اصلی وطن افریقہ ہے۔ لیکن آج کل اسکی کاشت اکثر سبھی ممالک میں ہوتی ہے۔ پہلے پہل ہندوستان میں ساگ پات کھانے والے ہندو لوگ اس کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور صرف گوشت کھانے والے ہی اس کا استعمال کرتے تھے لیکن جوں جوں اس کے اوصاف سے لوگ واقف ہوتے گئے۔ اس کا استعمال بھی بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ آج کل اکثر ۹۰ فیصدی لوگ اس کو کھانے لگے ہیں۔ کیونکہ کچھ آدمی پیاز کو تو ضرور نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ لیکن وہ بھی اس کے بیج کو جو کلونجی کے نام سے مشہور ہے بخوف کھاتے ہیں۔ پیاز کا استعمال کئی طرح سے کیا جاتا ہے مصالحے کے ساتھ سبزی میں اسکا استعمال زیادہ تر ہوتا ہے۔ پیاز کئی قسم کا ہوتا ہے۔ مندرجہ ذیل قسمیں زیادہ مروج ہیں۔

۱۔ لال پوسہ۔ ۲۔ لال پٹنہ۔ ۳۔ سفید گول پٹنہ۔
۴۔ لال چپٹا پانی پت۔

ولائتی بیج کی فصل اس ملک میں اچھی نہیں ہوتی کیونکہ اس کا بیج ایک سال کے بعد بونے کے قابل نہیں رہتا اسلئے دیسی بیج بونا زیادہ مفید ہے۔

بازار میں مختلف موسموں میں اسکو مختلف ناموں سے پکارتے ہیں۔ ۱۔ (Lana) لائرہ۔ ۲۔ پیاز۔
۳۔ Gandle نرا یا پچکوئی۔

لائرہ (Lanna) بیاوڑ سے جو فصل تیار کیجاتی ہے اور کچی حالت میں معہ پتی کے پھاگن کے مہینے میں بازار میں فروخت ہوتی ہے اسکو لائرہ Liana کہتے ہیں یہ انگریزی پیاز کے مانند ہوتی ہے۔

پیاز:۔ جب لائرہ پیاز کی فصل کو کافی بڑھنے اور پکنے کے لئے کھیت میں چھوڑ دیا جاتا ہے اور پتیوں کے مرجھا اور خشک ہو جانے پر جب وہ کھود لیا جاتا ہے اس کو پیاز کہتے ہیں۔ اس طرح پیدا کی ہوئی پیاز کی گانٹھیں کئی مہینوں تک گوداموں میں رکھی جا سکتی ہیں۔

Gandle یا نرا:۔ اس کی فصل پیاز کی گانٹھوں کو بو کر طیار کیجاتی ہے اور یہ بازار میں دیوالی کے بعد آنا شروع ہو جاتی ہے۔ اس کا استعمال بھی معہ پتیوں کے ہوتا ہے اور اس سے بیج بھی پیدا کیا جاتا ہے۔

زمین۔ پیاز کی کاشت ہر قسم کی زمین میں ہو سکتی ہے لیکن ہلکی کھلی ہوئی بھر بھری مٹی میں اسکی پیداوار بہت اچھی ہوتی ہے۔

جوتائی اور کھاد:۔ اس کیلئے گہری جوتائی کی ضرورت نہیں ہوتی ہے کیونکہ اسکی گانٹھ ۳۔۴۔ انچ سے نیچے نہیں جاتی ہے۔ اکثر ۴۔۵۔ انچ کی گہرائی تک کی مٹی کو خوب بھر بھری بنانا چاہئے۔ اسکے لئے قریب ۶۔۷ جوتائیاں کافی ہیں چونکہ اس فصل کیلئے کھیت کو طاقتور ہونا چاہئے۔ اسلئے کھیت طیار کرتے وقت ۱۵ سے ۲۰ گاڑی سڑے ہوئے گوبر کی کھاد دینا ضروری ہے اگر کھیت کمزور ہے تو گوبر کی کھاد کے علاوہ دس من فی ایکڑ کھلی بھی ڈالنا چاہئے۔ کیونکہ بہت زرخیز کھیت کی پیداوار کے ساتھ ساتھ پیاز کا ذائقہ (flavour) بھی اچھا ہو جاتا ہے۔

بیج اور بوائی:۔ لائرہ پیاز کی فصل کے واسطے ۲ــ۳ سیر فی ایکڑ کی ضرورت ہوتی ہے اور Gandle و نرا پیاز کے لئے ۱۰۔۱۵ من پیاز کی گانٹھوں کو بونا چاہئے۔ لائرہ و پیاز کو بونے کیلئے مناسب وقت اکتوبر سے لیکر دسمبر تک ہے اور Gandle و نرا کے بونے کا مناسب وقت اگست اور ستمبر ہے۔ لائرہ و Gandle

قریب ۲½ ماہ سے ۳ ماہ تک میں کھانے کیواسطے طیار
ہوجاتا ہے اور پیاز بونے کے قریب ۴ ماہ بعد کھانے
کیواسطے طیار ہوجاتا ہے۔

نرسری کی طیاری :- نرسری کی مٹی کو خوب
باریک بنانا چاہئے اور اس میں قریب ۶۰۰ من فی ایکڑ
کے حساب سے گوبر اور سڑی ہوئی پتیوں کی کھاد ملانا
چاہئے - اگر نرسری چھ انچ اونچے چبوترے پر جسکی چوڑائی
۴-۵ فٹ اور لمبائی حسب ضرورت ہو طیار کیجائے
تو زیادہ بہتر ہے نرسری کیلئے دومٹ ہلکی زمین جس میں
نمی رکھنے کی قوت زیادہ ہو سب سے اچھی ہوتی ہے۔
بھاری زمین میں نرسری ہرگز نہ لگانا چاہئے - اگر ہلکی زمین
نہ مل سکے تو بالو ملا کر زمین کو ہلکی بنا لینا چاہئے - بیج کو
چھٹکواں بو کر قریب ½-۱ انچ مٹی سے ڈھک دینا چاہئے۔
تقریباً ۵-۶ ہفتے میں جبکہ پودے ۶-۷ انچ اونچے ہوجاویں
تب اکھاڑ کر کھیت میں لگانا چاہئے۔

پودھ لگانا :- پودے مینڈوں پر یا چورس
کیاریوں میں ۴-۵ انچ کے فاصلے پر لگا دینا چاہئے مینڈوں
پر لگانے سے چورس کی بہ نسبت پیداوار زیادہ اچھی ہوتی
ہے اور آبپاشی میں بھی کفایت ہوجاتی ہے - پودھ لگاتے
وقت جڑوں کو صاف کرلینا چاہئے اور اوپر کی ۳ - انچ چوٹی
کاٹ دینا چاہئے۔

آبپاشی اور نکائی :- پیاز کو ہر آٹھویں دن
سینچنے کی ضرورت ہوتی ہے بیچ بیچ میں نکائی بھی کردینا
چاہئے۔

کھدائی :- لائرہ پیاز کو بونے کے قریب ۲½ ماہ
بعد جبکہ چھوٹی چھوٹی گانٹھ پڑنے لگتی ہے بازار میں معہ پتی
بھیج دینا چاہئے اور پیاز بونے کے ۴-۵ ماہ بعد جبکہ اوپر کی
پتیاں بالکل پیلی پڑ جاویں و مرجھا جاویں اُس وقت فصل کو
ہلکا پانی دیکر سبز پتیوں کو پیروں سے کچل دینا چاہئے اور
۴-۵ دن بعد کھدائی کر دینا چاہئے - پیاز کی پیداوار
قریب ۱۵۰ سے ۲۰۰ من فی ایکڑ تک ہوتی ہے۔

بیج طیار کرنا :- بیج کیلئے کھدائی کے وقت ہی
½ انچ سے ایک انچ کی اچھی اور تندرست گانٹھیں
چھانٹ کر رکھ لینا چاہئے - پیاز کی گانٹھوں کے اوپر کا
تہائی حصہ کاٹ کر لگانا زیادہ مفید رہتا ہے - قریب ۵ ماہ
بعد فصل بیج کیلئے طیار ہوتی ہے بیج کی پیداوار ۲½ من
سے ۴ من تک ہوجاتی ہے۔

بیج کو گوداموں میں رکھنا :- چونکہ پیاز کی
گانٹھیں اپریل یا شروع مئی میں طیار ہوجاتی ہیں - اور اس
کے بعد ۴-۵ ماہ تک پیاز کی کوئی بھی قسم بازار میں نہیں مل
سکتی اسلئے پیاز کو ۴-۵ ماہ تک گودام میں محفوظ رکھنا
زیادہ مفید ہے پیاز کے گودام خاص طور کے بنائے
جاتے ہیں - اسکی چھت پھوس کی ہونا زیادہ اچھی
ہوتی ہے - اور دیواریں کھلی ہوئی ہونا چاہئے جس
سے کہ ہوا آزادی سے آجاسکے - گودام کی لمبائی
شمال، جنوب ہونا چاہئے - پیاز کو گودام میں رکھنے
کے پہلے ۳-۴ دن کھلی دھوپ میں خشک کرلینا اچھا
ہے گودام میں فرش سے ۳-۴ انچ چھوڑ کر مچان بنانا
چاہئے - بغیر کسی سہارے کے متوازی بانس کی لکڑی
یا کھپچیوں سے بنانا چاہئے جس سے کہ ہوا آسانی سے
آجاسکے - اور ان مچانوں پر ۲-۳ فٹ کی اونچائی تک
پیاز بھر دینا چاہئے گانٹھوں کی دیکھ بھال کرتے رہنا
چاہئے - سڑی ہوئی گانٹھوں کو نکال کر پھینک دینا
چاہئے۔

دودھ کی ضرورت

(از مسٹر رام چندر پانڈے۔ دفتر محکمہ زراعت شاہجہاں پور)

یہ ایک مانی ہوئی بات ہے کہ انسان کی تندرستی کے لئے دودھ ایک بہت ضروری چیز ہے۔ آج ہم ہندوستانیوں کی تندرستی کے گر جانے کے اسباب میں سے خاص سبب یہی ہے کہ یہاں دودھ کی کمی ہے۔

یہ جان کر آپ کو تعجب ہوگا کہ یہاں کے اوسط آدمی کو روزانہ ۲ یا ۳ چھٹانک سے زیادہ دودھ میسر نہیں ہوتا۔ جبکہ امریکہ وغیرہ دوسرے ممالک کا اوسط فی آدمی روزانہ ۱۸ چھٹانک کے قریب دودھ پڑتا ہے۔

سائنسدانوں نے حساب لگا کر یہ بتلایا ہے کہ فی آدمی کے لئے ایک سیر دودھ کی کھپت ہونا ضروری ہے۔ اس سے کم دودھ ملنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ زندگی اور جوانی برباد ہو جاتی ہے۔ بے وقت موت، کمزور اور مریض اولاد کا پیدا ہونا ضروری ہے۔ دودھ، دہی کی کمی کا نتیجہ ہے کہ ہمارے ملک میں بچوں کی اموات بہت بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ مردوں کے لئے کچھ دودھ، گھی مل بھی جاتا ہے۔ لیکن ہندوستانی عورتیں ہر ایک مقوی چیزیں مردوں کو کھلا دیتی ہیں اور خود روکھا سوکھا کھا لیتی ہیں۔ اسلئے وہ خود اتنی کمزور ہوتی ہیں کہ نہ تو مضبوط اولاد پیدا کر سکتی ہیں اور نہ زیادہ بیماری ہی برداشت کر سکتی ہیں۔

ہمارے ملک میں بہت کم ایسے گاؤں ہونگے جہاں گائے اور بھینسیں نہ ہوں۔ یو۔ پی کے مغربی اضلاع میں تو مویشیوں کی بہتایت سے ہے ہی۔ ایسی حالت میں بھی دیہات والوں کو دودھ حاصل نہیں ہو پاتا۔ وجہ یہ ہے کہ جانوروں کی حالت اچھی نہیں ہے۔ انھیں ایسا چارا نہیں مل پاتا کہ ان کی تندرستی قائم رہے پھر بھلا ہڈیوں میں سے دودھ کیسے نکلے۔

اُن کے لئے کوئی ایسے چراگاہ نہیں رکھے جاتے جہاں کہ وہ چر سکیں اور زندگی کا لطف اٹھا سکیں۔

اگر ہر ایک دودھیل جانور کی دودھ دینے کی طاقت کو پچگنا بڑھا دیا جائے۔ تب اس ملک کے ہر ایک آدمی کی کم سے کم ضروریات پوری ہو سکتی ہے۔ اگرچہ اس سے ہر ایک کی کم سے کم ضروریات پوری ہو جائینگی۔ لیکن اتنے پر بھی ہمارا ہر ایک جانور اُس قدر دودھ نہیں دے پائیگا۔ جس قدر وہ دیگر کناڈا وغیرہ ممالک میں دیتا ہے۔

ہندوستان اپنے مویشیوں کی تعداد کو پچگنا تب تک نہیں بڑھا سکتا جب تک کہ چراگاہ نہ رکھے جائیں۔ چارے کا معقول انتظام نہ کر لیا جائے۔ جتنی گائیں اس وقت ملک میں ہیں انھیں کو مناسب مقدار میں مفید خوراک نہیں ملتی۔ حساب لگا کر یہ دیکھا گیا ہے کہ کل چارا، گھاس وغیرہ خشک خوراک ملا کر ہر ایک گائے کو دو سیر سے کچھ ہی زیادہ حاصل ہوتی ہے۔ جبکہ ۶ من کے قریب وزن والے جانور کے لئے کم از کم خشک خوراک ۸ سیر یومیہ چاہئے۔ یہ خوراک اُس مقوی چارے کو چھوڑ کر ہے جو دودھ کو بڑھانے اور محنت کے لئے چستی اور طاقت حاصل ہونے کے مقصد سے الگ سے دیا جاتا ہے۔ گابھن ہونے کے موقعہ پر بھی جو مخصوص خوراک دیجاتی ہے وہ بھی اس میں شامل نہیں ہے۔

اس وقت ہمارے مویشیوں کو ضروری خوراک کا آدھا بھی نہیں حاصل ہوتا ہے۔ اگر مویشیوں کی تعداد یہاں بڑھا دیجائے تو اُن کے لئے خوراک کی پیداوار بھی بڑھانا لازمی ہے ورنہ (منٹگمری) بیسٹ کمر

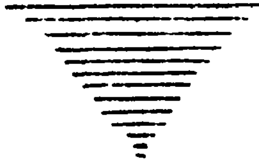
کھانا نہ ملنے کی حالت بُری طرح سے بڑھ جائیگی۔

مویشیوں کی غذائی قوت کو دودھ کی پرورش کی طاقت کی صورت میں پانچ گنا بڑھا دینے کی بات ابھی ممکن نہیں ہے۔ ہاں صرف یہ ہو سکتا ہے کہ ہم مویشی کے لئے خوراک کی پیداوار بڑھائیں اور ساتھ ہی ساتھ زیادہ دودھ کی طاقت کو بھی بڑھائیں۔

ہندوستان میں فی ۲۷۔ ایکڑ پر صرف ایک ایکڑ زمین چراگاہ کے واسطے چھوڑی جاتی ہے۔ بڑی اور روزانہ کی ضروریات کے باعث کسان اور زمیندار دونوں ہی چراگاہ کے لئے چھوڑی ہوئی زمین کو زیر کاشت لائے جاتے ہیں۔ ہندوستان کا قدیم اصول ہے جو کہ فی دس ایکڑ پر ایک ایکڑ زمین چراگاہ کے لئے چھوڑنے کا تھا لوگ بھول گئے ہیں ایسی حالت میں ہمارے گئو ماتا کا خراب حالت میں ہونا کتنی ضروری بات ہے۔

مویشیوں اور دودھ کی اتنی کمی ہونے پر بھی ہمارے بہت سے بھائی گایوں کو کمزور سمجھ کر قصائیوں کے ہاتھ بیچ دیتے ہیں۔ ایسی حالت میں ہندوستانی گھی، دودھ کے مسئلہ کو جو ہر ایک ہندوستانی کے لئے ایک بہت بڑا سوال ہے کیسے حل ہو سکتا ہے؟

اس ملک کے باشندگان کا زیادہ تر حصہ دیہاتوں میں رہتا ہے اور اُن میں بھی کسانوں اور مزدوروں کی تعداد زیادہ ہے۔ ان لوگوں کو تعلیم یافتہ اور زیادہ تنخواہ پانیوالے اصحاب کی بہ نسبت بہت کم جو کہ نہیں کے برابر ہیں دودھ ملتا ہے۔ اسلئے گاؤں میں دودھ کی مقدار بڑھانے کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ اسکے لئے مویشیوں سے تعلق رکھنے والے روزگاروں کو بڑھانا ہوگا۔ ہندوستان میں اس بات کی جس قدر سہولیت ہو سکتی ہے اتنی کہیں نہیں۔ اس لئے سبھی کسان بھائیوں کا یہ فرض ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ چارہ پیدا کریں اور دودھ دینے والے مویشیوں کی تندرستی کی طرف پوری توجہ دیں تاکہ انہیں کافی دودھ گھی حاصل ہو سکے۔



موسم اور کاشتکاری

کھیتوں کے تیار کرنے کے وقت سے جب
تک پیداوار کٹ کر کسان کے مکان پر نہیں پہونچ جاتی
تب تک کسان موسم کی طرف دیکھا کرتا ہے۔ ہوا۔ پانی
کی حالت جیسی کسی وقت ہوتی ہے اُسکو موسم کہتے
ہیں۔ موسم ایک سا نہیں رہتا بدلتا رہتا ہے۔ کبھی
گرم ہوتا ہے کبھی ٹھنڈا کبھی ہوا بالکل نہیں چلتی۔ کبھی
آندھی آجاتی ہے آج آسمان صاف ہے تو کل
بادلوں سے ڈھک جاتا ہے۔ کبھی پانی برسنے لگتا
ہے کبھی اولے گرنے لگتے ہیں وغیرہ۔ اس لئے
موسم ہمیشہ کارآمد نہیں ہوتا۔

انسان اور جانوروں کی طرح پودوں کو
بھی کھانا پانی اور ہوا چاہیئے موسم سے اونھیں بھی
نقصان ہوجاتا ہے۔ کھانا۔ پانی اور ہوا کافی میسر
ہونے پر بھی اکثر زیادہ گرمی سردی۔ اولے۔ پالے
وغیرہ سے پودے ضائع ہوجاتے ہیں۔ کافی
پیداوار اُسی حالت میں ہوتی ہے۔ جب پودوں
کو گرمی۔ نمی اور دھوپ مناسب مقدار میں ملتی ہے۔
کسی ایک کی کمی یا زیادتی سے نقصان ہوجاتا ہے۔
بیجوں کو جمنے کے لئے کسقدر گرمی ضروری ہے۔
مختلف بیجوں کو مختلف تعداد میں گرمی ملنا چاہیئے۔
گیہوں کے لئے دھان کی بہ نسبت کم گرمی چاہیئے۔
ہر فصل کے بونیکا کچھ خاص وقت ہوتا ہے یہ مقامی
درجہ حرات اور فصل کی ضروریات پر مبنی ہے۔

فصل کی حالت بوائی کے وقت سے
درجہ حرارت سے تعلق رکھتی ہے پودوں کی نشو نما
کے وقت جو درجہ حرارت رہتا ہے۔ اُس سے
نشو نما پر بہت اثر پڑتا ہے اگر یہ درجہ حرارت
کم ہے تو پتیاں زرد ہوجاتی ہیں اور نشو نما بہی آہستہ
آہستہ ہوتی ہے کہ آئندہ بیماری پیدا ہوجانیکا اندیشہ
رہتا ہے۔ جیوں جیوں درجہ حرارت بڑھتا ہے۔
پودوں کی نشو نما تیزی سے ہونے لگتی ہے جب
درجہ حرارت مقررہ تعداد سے زیادہ ہوجاتا ہے
تو نشو نما میں کمی ہونے لگتی ہے اور پودے کمزور
ہوجاتے ہیں۔ درجہ حرارت کا اثر صرف نشو و نما
پر ہی نہیں بلکہ پودوں کے پختہ ہونے پر بھی پڑتا
ہے درجہ حرارت زیادہ ہوجاتا ہے تو پھول
پھلوں کا نکلنا شروع ہوجاتا ہے۔ اور نشو و نما
رک جاتی ہے۔ جب کبھی درجہ حرات میں وقت
سے پہلے زیادتی شروع ہوجاتی ہے تب پیداوار
کم ہوجاتی ہے۔

پودے ۳۲ ڈگری فارن ہائٹ سے کم
اور ۱۲۲ ڈگری سے زیادہ گرمی سردی برداشت
نہیں کرسکتے۔ زیادہ تر فصلوں کی نشو نما ۴۹ ڈگری
سے ۷۲ ڈگری تک کے درجہ حرارت میں اچھی
ہوتی ہے ۴۳ ڈگری سے کم میں نشو نما بہت مشکل
سے ہوتی ہے۔

پودوں کو پانی کی بہت ضرورت رہتی ہے۔
ایک پونڈ پیداوار کے لئے تقریباً ۳۰۰ پونڈ پانی ملنا
چاہیئے۔ یہ پانی زیادہ تعداد میں بارش سے دستیاب
ہوتا ہے ایک انچ بارش ہونے پر فی ایکڑ زمین
کو قریب قریب ایک سوٹن پانی مل جاتا ہے لیکن
یہ کل پانی پودوں کے کام نہیں آتا۔ جو پانی برستا
ہے۔ اُس کا زیادہ تر حصہ مٹی میں جذب ہوجاتا
ہے بعد میں یہی پانی ہوا اور پودوں کے ذریعہ کھنچیا

رہتا ہے لیکن مٹی اس پانی کو سب کا سب نہیں چھوڑ دیتی۔ کسقدر اپنے میں روک رکھتی ہے جسکی تعداد مٹی کی بناوٹ پر منحصر ہے جیسے بلوی مٹی سے اُس وقت تک پانی اڑتا رہتا ہے جب تک اُس میں ۵ فیصدی نمی باقی نہ رہ جائے لیکن مٹیار ۱۰ فیصدی نمی رکھنے پر بھی پانی نہیں چھوڑتی۔ اسلئے بلوی مٹی میں ۱۵ فیصدی نمی ہونے پر بھی پودوں کو کہیں زیادہ پانی ملجاتا ہے جو ۲۰ فیصدی نمی والی مٹیار سے نہیں مل سکتا۔

بارش کی شدت اور اُس کا وقت پر ہونا بہت لازمی امر ہیں جب بارش سے صرف مٹی کی اوپری تہ نم ہوتی ہے وہ بیکار سی ہے کیونکہ یہ پانی جڑوں تک نہیں پہونچتا۔ پہلے ہی بھاپ بنکر اڑجاتا ہے جو بارش موسلا دھار ہوتی ہے وہ بھی پودوں کے کام نہیں آتی۔ وہ زیادہ تر ادھر ادھر بہ کر نکل جاتی ہے۔ پودوں کے لئے وہی بارش کار آمد ہے جو آہستہ آہستہ ہو تاکہ کھیت کی مٹی میں جذب ہوجائے اسے پودوں کی نشو نما کے زمانہ میں تھوڑے تھوڑے عرصہ میں ہونا بہت ضروری ہے۔

ہر سال کتنی بارش ہونی چاہئے۔ یہ مقامی درجہ حرارت اور مٹی کی بناوٹ پر منحصر ہے کیونکہ مٹی میں جو پانی موجود ہے وہ پودوں کو دستیاب ہوگا یا نہیں انھیں دو باتوں پر منحصر ہے۔ فصل جتنے دن کھیت میں کھڑی رہتی ہے۔ اس عرصہ میں جتنا پانی بھاپ بنکر اڑجاتا ہے۔ اسکی تعداد معلوم کرکے سالانہ بارش کی ضروری مقدار کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ عام طور پر دس انچ سالانہ بارش میں کھیتی نہیں ہوسکتی۔ دس سے بیس انچ بارش تک والی جگہوں میں کاشتکاری کیجا سکتی ہے لیکن کامیابی یقینی نہیں قحط پڑنے کا اندیشہ ہے۔ بیس سے چالیس انچ کی بارش فصلوں کیلئے کافی ہوجاتی ہے۔

پودوں کے لئے دھوپ کی ضرورت یوں ہے کہ اُن کو گرمی اور روشنی سورج کی کرنوں سے ہی ملتی ہے تیز دھوپ میں ہوا اور پتیاں سبھی میں گرمی آجاتی ہے اور اُن کا پانی بھاپ بنکر اڑتا رہتا ہے۔ اسطرح پودوں میں پانی کا دوران تیزی سے ہوتا ہے اور تندرستی اچھی رہتی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ دھوپ میں ہی پتیاں ہوا سے پودے کی خوراک جذب کرسکتی ہیں۔ جب دھوپ نہیں ہوتی یہ کام بند ہوجاتا ہے اسلئے تیز دھوپ میں پودے تندرست ہی رہتے ہیں اور مضبوط ہوجاتے ہیں۔ جن پودوں کو کافی دھوپ نہیں ملتی وہ کمزور اور زرد ہوجاتے ہیں۔ دھوپ پودوں کیلئے نقصان دہ بھی ہوجاتی ہے قحط سالی کے زمانہ میں مٹی گرم اور خشک ہوجاتی ہے اسلئے پودوں کو گرمی کی زیادتی اور نمی کی کمی ہونے سے بہت نقصان پہونچتا ہے وے ضائع ہوجاتے ہیں۔

موسم کا اثر صرف پودوں پر ہی نہیں پڑتا۔ کاشتکاری کے اور کام بھی اسی پر منحصر رہتے ہیں۔ بوائی جوتائی کیلئے کھیتوں میں نمی کا ہونا بہت ضروری ہے کیونکہ خشک کھیت جوتے بوئے نہیں جاسکتے۔ لیکن اگر اُس وقت بارش ہونے لگے جب یہ کام شروع ہورہے ہوں تو سب کام بند کرنا پڑتا ہے۔ کھیتوں کی طیاری کے زمانہ میں لگاتار بارش ہونیکی وجہ سے بہت کم زمین تو ملتی ہے کیونکہ جوتائی کا کام اچھی طرح نہیں ہوپاتا۔ زیادہ بارش کھیت کٹنے کے بعد بھی پیداوار کو خراب کردیتی ہے۔ تاہم بارش کی کمی بھی کاشتکاری کے کام کو دھکا پہونچاتی ہے۔ لہذا موسم کی کسی بات میں زیادتی یا کمی ہونے پر پیداوار کم ہوجاتی ہے۔ فصلوں کو ہر طرح سے بارش کی کمی زیادتی۔ زیادہ گرم۔ سردی اولے۔ پالے وغیرہ سے بہت نقصان ہوتا ہے۔

گنے کی پیداوار میں کیڑوں کی وجہ سے کمی اور اسکے روکنے کی تدابیر

(از مسٹر اکرام اللہ خاں۔ بی۔ ایس۔ سی (اے۔ جی) اسسٹنٹ پبلسٹی آفیسر محکمۂ زراعت یوپی لکھنؤ)

گنے کی فصل کو دو قسم کے کیڑے بہت نقصان پہونچاتے ہیں۔ ایک تو کنسوا اور دوسرا وہ کیڑا جو پتوں پر بیٹھ کر گنے کا رس چوس لیتا ہے۔ گنے کا کنسوا، گنے میں جڑ کی طرف سوراخ کرکے اندر گھستا ہے اور تین چار پوروں تک اندر اندر چلا جاتا ہے۔ اسکی وجہ سے گنے کی باڑھ ماری جاتی ہے اور بیچ کا کلہ خشک ہو جاتا ہے۔ اور جب نیچے کی پوریوں کو سلامت ہونیکی وجہ سے نقصان نہیں پہونچا سکتا تو اُس گنے سے باہر آکر دوسرے گنوں میں اوپر سے گھس کر سوراخ کرنا شروع کر دیتا ہے ایسے گنوں میں اوپر کا کلہ خشک دکھائی دیتا ہے لیکن اُس کے آس پاس نئے کلّے نکل آتے ہیں۔ اوپر سے اگوے توڑنے پر پورے کے اندر سوراخ دکھائی دیتا ہے۔ اور اکثر ان سوراخوں میں زیادہ تر نیچے کی پوری میں سفید کیڑا جو کہ قریب پون (¾) انچ لمبا ہوتا ہے دکھائی دیتا ہے۔ یہ کیڑا مئی۔ جون میں نئے پودوں کے کلّے کاٹ دیتا ہے۔ اس وقت دور سے بیچ کا کلہ خشک دکھائی دیتا ہے۔ اگر اس کو ہاتھ سے پکڑ کر کھینچا جائے تو آسانی سے نکل آتا ہے۔ اس کیڑے کو دور کرنے کی آسان ترکیب یہ ہے کہ گنا بوتے وقت یہ دیکھ لیا جائے کہ جس کھیت سے بیج لیا جا رہا ہے۔ اس میں یہ کنسوا موجود نہیں ہے اور اس کے بعد احتیاطاً گنے کے اگوے اور اس کے بعد کی دو تین پوریاں کاٹ کر الگ کر دیجائیں اور باقی گنا کھیت میں بویا جائے۔ ایسا کرنے سے گنے کے نئے پودوں کو کنسوا سے نقصان نہیں پہونچیگا۔

دوسرا کیڑا جسکو انگریزی میں پائریلا کہتے ہیں اور جو تکونی شکل اور بادامی رنگ کا ہوتا ہے۔ گنے کی پتیوں کا رس چوس کر شکر کا پرتہ کم کر دیتا ہے اسکو قابو میں لانے کی ترکیب یہ ہے کہ مہین کسی جالدار کپڑے کا تھیلا لگا کر گنے کی قطاروں کے درمیان میں پھرایا جائے اور جو کیڑے تھیلے کے اندر آجائیں۔ اُن کو مٹی کا تیل پڑے ہوئے پانی کے کنستر میں چھوڑ دیا جائے۔ دو لڑکے ایک ایکڑ کھیت سے ان تھیلوں کے ذریعے سے پائریلا کو دور کر سکتے ہیں اس کے علاوہ بہت زیادہ پائریلا لگے ہوئے کھیت کی پیڑی نہ رکھی جائے اور تمام خشک پتیاں کھیت میں ہی جلا دیجائیں تاکہ پائریلا کے انڈے مر جائیں۔

کیلے کی کھیتی

کیلے کی کھیتی کافی فائدہ ہونے کے امکانات ہیں، کیونکہ امیر غریب سبھی کیلے کا استعمال کرتے ہیں۔ ساتھ ہی اور پھلوں کی بہ نسبت کیلا سستا اور طاقت دینے والا بھی ہوتا ہے۔

کیلے کی کھیتی یوں بھربھری مٹی سے لیکر چکنی بھربھری مٹی تک الگ الگ قسم کی مٹیوں میں بہت اچھی ہوتی ہے۔ آٹھ یا نو انچ گہرائی تک جوت کر زمین کو تیار کرتے ہیں۔ اس میں کھیت کی کھاد دی جانی چاہیئے۔ ایسی کھاد کی ۲۵ ۔ ۳۰ گاڑیاں ایک ایکڑ زمین کیلئے کافی ہوتی ہیں۔ بعد اسکے آٹھ فیٹ لمبی اور آٹھ فیٹ چوڑی کیاریاں بنائی جاتی ہیں۔ ان کیاریوں کے بیچ پانی کی نلیاں ہوتی ہیں کیلے کے پودے آٹھ آٹھ فیٹ کے فاصلہ پر لگائے جاتے ہیں۔

حال میں کئے گئے تجربات سے پتہ چلا ہے۔ کہ زمین میں ۹-۱۰ انچ گہری اور لمبی کیاریاں بنانے سے زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔ کیاریوں کے بیچ آٹھ فیٹ کی جگہ رہتی ہے اور کیلے کے پودوں کو کیاریوں میں ۸ فیٹ کے فاصلہ پر لگایا جاتا ہے۔ کیلے کے لئے زمین تیار کرنے کا یہ طریقہ بھربھری اور چکنی بھربھری مٹی کے لئے زیادہ مفید ہے۔

پودے لگاتے وقت کداری سے حسب ضرورت گہرا گڈھا کھود لیتے ہیں۔ گڈھے میں خوب سڑی ہوئی کھیت کی ایک ڈلیا کھاد ڈال دی جاتی ہے۔ پودا لگانے کے بعد مٹی کو اچھی طرح دبا دیتے ہیں۔

پودا روپنے کے بعد ہی پانی دینا چاہیئے۔ دو تین مہینے بعد کیاری کے دونوں طرف کی مٹی کھود کر پودوں کی قطار کی سیدھائی میں اکٹھا کر دی جاتی ہے۔ اسطرح پودا نالی کے اندر ہو جاتے ہیں۔ اور پانی مٹی میں اچھی طرح خشک ہو سکتا ہے۔ جوں جوں پودے بڑھتے ہیں کھائی کے دونوں کے دونوں طرف کی مٹی چڑھا کر نالی کو اور زیادہ چوڑا کر دیا جاتا ہے۔ کیلئے کے پودے خواہ نالیوں یا زمین میں لگائے جائیں۔ انھیں آٹھ سے دس دن کے اندر سینچتے رہنا ضروری ہے۔

جوں جوں کیلے کا پودا بڑھتا ہے اسکے تنے کے نچلے حصہ اور زیادہ انکھوے نکلنے لگتے ہیں۔ ہر پودے کے ساتھ ایک ہی انکھوا رہنے دینا چاہیئے۔ باقی کو کاٹ کر نکال دینا چاہیئے۔ اگر ایک سے زیادہ انکھوے کو بڑھنے دیا جائیگا، تو پودا کمزور ہو جائیگا اور پھلوں کا گچھا چھوٹا ہو جائیگا۔

کیلے کا پودا روپنے کے دس بارہ مہینے بعد پھولنے لگتا ہے۔ اور اسکے پانچ چھ مہینے بعد پھلوں کا گچھا توڑا جا سکتا ہے۔ گچھے کو تب تک بڑھنے دیا جاتا ہے۔ جب تک وہ خوب پک نہیں جاتا اور اسکے بعد اسے پودے کے ساتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔ ایک گچھے میں ۵۰ سے ۲۵۰ تک کیلے کی پھلیاں ہوتی ہیں۔

کیلے کے پیڑ ڈھائی تین سال تک رہتے ہیں۔ اس درمیان میں دو تین بار پھل آتے ہیں۔ ایک ایکڑ میں قریب ۶۸۰ انکھوے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسطرح ۳۶ مہینے میں ایک ایکڑ میں کیلے کے پھلوں کے کل ۲۰۰۰ گچھے ہونگے۔

کیلے کی کچھ قسموں کے نام درج ذیل کئے

جاسکتے ہیں ۔

سونی ـــــ اسکے پیڑ لمبے اور پھل بہت میٹھے ہوتے ہیں ۔ اس کا چھلکا بہت پیلا اور خوشبو بہت عمدہ ہوتی ہے ۔

بنلیچی ـــــ پیڑ بڑے ہوتے ہیں اور پھل میٹھا ہوتا ہے ۔ چھلکا نہ بہت پتلا اور نہ موٹا ہوتا ہے ۔ خوشبو بھی اچھی ہوتی ہے ۔

مسرائی ـــــ اسکے پیڑ چھوٹے ہوتے ہیں ۔ پکنے پر پھل ہرا ہوتا ہے ۔ چھلکا موٹا ہوتا ہے ۔ اسکی خوشبو عجیب قسم کی ہوتی ہے ۔ لیکن بہت بھلی ہوتی ہے ۔

بلہا ـــــ اسکے پودے بھی چھوٹے ہوتے ہیں ۔ اسکے پھل پکنے پر میٹھے ہوتے ہیں ۔ چھلکا بہت موٹا ہوتا ہے اور گودا ریشہ دار ہوتا ہے ۔

لال کیلا ـــــ اسکے پودے لمبے اور پھل بڑے ہوتے ہیں پھل بڑا ، موٹا اور لال رنگ کا ہوتا ہے ۔

راجیلی ـــــ اسکے پودے لمبے اور پھل بڑے ہوتے ہیں ۔ اسکو عام طور پر خشک پکا ہوا کیلا تیار کرنے کے کام میں لایا جاتا ہے ۔

کیلے کی زیادہ خطرناک بیماریوں میں "چناما بیماری" ہی ایک ہے ۔ یہ بیماری کیڑوں سے پھیلتی ہے ۔ جب پودے آٹھ دس مہینے کے ہوتے ہیں ، تبھی یہ بیماری ان پر حملہ کرتی ہے اور ایک بار جس کھیت میں یہ لگ جاتی ہے وہاں بہت دنوں تک بنی رہتی ہے ۔ عام طور پر یہ بیماری بیہن کے انکھوؤں سے لائی جاتی ہے ۔ اس لئے بیہن کے لئے انکھوے ایسے باغوں سے لائے جانے چاہئیں ، جن میں یہ بیماری کبھی نہ دکھائی پڑتی ہو ۔

(بمبئی انفارمیشن سے)



بیج کا چناؤ

(از مسٹر اکرام اللہ خاں۔ بی۔ ایس۔ سی۔ (اے۔جی) اسسٹنٹ پبلیسٹی آفیسر محکمہ زراعت یو۔پی لکھنؤ)

یہ بات تو سبھی جانتے ہونگے کہ تندرست والدین سے تندرست بچے پیدا ہوتے ہیں اور کمزور والدین سے بچے بھی کمزور پیدا ہوتے ہیں۔ بالکل یہی حال پودوں کا ہے۔ اگر کمزور پودے کا بیج کھیت میں بویا جائیگا تو اُس سے جو پودھا حاصل ہوگا وہ بھی کمزور ہوگا اور کم پیداوار دیگا اگر مریض پودے سے بیج لیکر بویا جائیگا تو اُس سے مریض پودے پیدا ہونگے۔ غرضیکہ حیوانی اور نباتاتی دنیا میں "باپ پر پوت پتا پر گھوڑا۔ بہت نہیں تو تھوڑا تھوڑا" کی مثل صادق ہوتی ہے۔

کاشتکاروں کو چاہیے کہ اچھے سے اچھا بیج اپنے کھیت میں بوئیں تاکہ اُس سے عمدہ قسم کی اور زیادہ پیداوار حاصل ہو۔ جب کھیت میں پودے پکنے لگیں تو کٹائی کرنے کے قبل اچھے بیج کی بالیاں کاٹ کر آئندہ سال کی بوائی کے لئے محفوظ کرلی جاویں۔ اگر بازار سے بیج خریدا جائے تو ایسی دوکان یا کارخانے کو تلاش کرنا چاہیئے جہاں پر اچھے قسم کا بیج بکتا ہو۔ بیج خریدتے وقت یہ دیکھ لینا چاہیے کہ بیج گھنا ہوا تو نہیں ہے اور صرف تندرست، موٹے، چمکدار اور بھاری دانے خریدے جائیں اور اس بات کی تحقیق کرلی جائے کہ جو بیج خریدا جا رہا ہے وہ اچھی قسم کا ہے اگر جلد پکنے والے بیج کی ضرورت ہے تو خوب چھان بین کے بعد کسی معتبر ذریعے سے جلد پکنے والا بیج خریدا جائے اور دیر میں پکنے والے و درمیانی پکنے والے بیجوں کے لئے بھی یہی طرز وعمل اختیار کیا جائے اس کے علاوہ اس بات کا اندازہ کرنے کے لئے کہ بیج کے جماؤ کی طاقت کیسی ہے۔ چند دانے بلاٹنگ پیپر کے اندر رکھکر اُن کا جرمنیشن ٹیسٹ کرلیا جائے اگر ۸۵ سے ۹۰ فیصدی تک دانوں کا جماؤ ہو جائے تو بیج کی جماؤ کی طاقت اچھی سمجھنا چاہیئے۔ بونے سے پہلے بیج کو دھوپ میں پھیلا کر خشک کرلینا چاہیے۔ کپاس کا بیج تو ضرور بونے سے پہلے دھوپ میں ۸ - ۱۰ گھنٹہ تک ہلکی تہ میں بچھا کر سکھا لینا چاہیے۔ تاکہ پنک بول ورم یعنی کپاس کا گلابی کیڑا مر جائے۔

شہد کی مکھیاں اپنا چھتا کیوں چھوڑتی ہیں؟

از جناب بی۔کے متھا ایم۔اے۔ایل۔ایل۔بی

شہد کی مکھیاں پالنے والے سبھی لوگوں کے
دلوں میں اکثر یہ سوال اٹھتا ہے کہ شہد کی مکھیاں اپنا چھتا
کیوں چھوڑ دیا کرتی ہیں۔ ہندوستان کی شہد کی مکھیوں کے
اپنے پرانے چھتے چھوڑ کر نئی جگہ تلاش کرنے کی
کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہوگی۔ یوں تو اسکی بہت سی
وجوہات ہیں لیکن میرا خیال ہے کہ اسکی ایک خاص
وجہ کھانے کی کمی یا شہد کی مکھیوں کی دشمن جیسے بڑ موم
کے کیڑے وغیرہ کا حملہ ہے۔ میدانوں میں شہد کی
مکھیوں کے سب سے بڑے دشمن یہی دو ہیں۔
گاؤں کے سبھی آدمی جانتے ہیں کہ شہد کی مکھیاں
کواڑ یا اسکے آس پاس دیواروں میں بنے اپنے
چھتوں کو چھوڑ کر دوسری جگہ کی تلاش میں چلی جاتی ہیں۔
اور پھر پھاگن کے مہینے میں واپس آتی ہیں۔ عام طور
پر دیکھا جاتا ہے کہ دیوار کی اسی دراز میں پھر فروری یا
مارچ کے مہینے میں شہد کی مکھیاں آکر بس جاتی ہیں۔
میں نے خود ہی کئی بار ایسا دیکھا ہے۔ میں جگہ بدلنے
کے اصول میں یقین نہیں کرتا۔ جبکہ میلوں تک سب
جگہ حالت ایک سی ہے تو پھر شہد کی مکھیاں اپنی
جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ کیوں جائنگی۔ وہ کچھ دور جاکر
نئی جگہ میں اپنا چھتا لگا سکتی ہیں۔ لیکن جہانتک موسم
یا کھانے کی بات ہے انکی حالت میں ذرا بھی
فرق نہیں پڑتا۔ گورکھپور میں میں نے ایک بار
دیکھا کہ شہد کی مکھیوں کی ایک کولونی اپنا چھتا چھوڑ کر
چلی گئی اور ایک مہینے بعد ہی ایک دوسری کولونی
نے آکر وہاں پر اپنا چھتا بنالیا اس سے میرے
اس خیال کا اثبات ہوتا ہے کہ شہد کی مکھیاں اپنا
پرانا گھر چھوڑ کر دور نہیں جاتیں بلکہ آس پاس ہی کوئی نئی
جگہ تلاش کرلیتی ہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ
شہد کی مکھیوں پر جب انکے دشمنوں کے لگاتار حملے
ہونے لگتے ہیں اور چونکہ موم کے کیڑے پرانے
چھتوں کو برباد کردیتے ہیں اسلئے وہ نئی جگہ کی تلاش
میں نکل پڑتی ہیں، جہاں کہ وہ نئے چھتے بنا سکیں۔
اپنے اس خیال کا امتحان لینے کے خیال سے
میں نے دیوار میں لگے ایک چھتے کا امتحان لیا۔
جس میں پہلے شہد کی مکھیاں رہتی تھیں اور انکے چھوڑ
جانے کے کچھ دن بعد نئی کولونی آکر وہاں بس گئی۔ میں
نے دیکھا کہ وہاں پرانے چھتے کا نام بھی نہ تھا اور
نئی کولونی نئے سرے سے اپنا چھتا بنا رہی تھی۔
ایک اینٹ کھسکا کر میں نے دیکھا کہ چار دن میں چھوٹے
چھوٹے دو چھتے بنے ہوئے ہیں۔ انکا امتحان لینے
کے بعد وہ اینٹ پھر رکھدی گئی۔ جو کچھ میں نے
دیکھا تھا اس سے میرا یقین اور پکا ہوگیا۔

بڑ کا حملہ ہونے پر شہد کی مکھیاں اکثر بہت
پریشان ہو جاتی ہیں۔ اگر کہیں کوئی بڑ چھتے میں گھسنے
میں کامیاب ہوسکتی تو ساری شہد کی مکھیاں اس پر
حملہ کردیتی ہیں اور اسکو مار ڈالتی ہیں۔ اس میں بہت
سی شہد کی مکھیاں کی جانیں چلی جاتی ہیں۔ بڑوں سے
پکڑی جانے سے بچنے کیلئے اکثر شہد کی مکھیاں
اپنے چھتے کے نیچے کے حصے کو خالی کردیتی ہیں
اور اوپری حصہ میں اکٹھا ہوتی ہیں۔ اس سے موم
کے کیڑے یا انکے لاروا کو چھتا برباد کرنے کا
موقع مل جاتا ہے۔ میدانوں میں موم کے کیڑے

جو
لائی سے ستمبر تک اکثریت سے پائے جاتے ہیں۔ کبھی کبھی وہ
روشنی کے نزدیک یا چھتوں کے آس پاس منڈلاتے ہوئے
چھتے پر بیٹھے ہوئے یا اسکے پاس اس تلاش میں بیٹھے ہوئے دیکھے
جا سکتے ہیں کہ موقع ملنے پر وہ چھتوں میں گھس سکیں۔ اور
اس میں اپنے انڈے دے سکیں۔ وہ موقع نہیں چھوڑتے
اور انکو اپنی نسل بڑھانے کے لئے انڈے دینے ہی پڑتے
ہیں۔ اب چھتے کے نچلے حصے پر موم میں لگنے والے کیڑوں
کا حملہ ہوجاتا ہے تو شہد کی مکھیاں اسکے ٹکڑے ٹکڑے کاٹ
کر نیچے گرا دیتی ہیں اور آخر میں صرف اسکی ریڑھ بھر رہ جاتی
ہے۔ شہد کی مکھیاں چھتے کے جس حصے کو کاٹ کر گرا دیتی
ہیں۔ وہ چھتے کے نیچے اکٹھا ہوتا رہتا ہے اور اسطرح
موم کے لگنے والے کیڑوں کو انڈے دینے کی دوسری
جگہ مل جاتی ہے۔ اسلئے چھتے کو کاٹ دینے یا اس میں
سوراخ کر دینے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اس سے
یہ صاف ظاہر ہے کہ موم میں لگنے والے کیڑوں یا انکے ادرتو
کے حملہ ہی شہد کی مکھیوں کے اپنا چھتا چھوڑنے کی خاص
وجہ ہے۔ چھتے کے دروازے پر بھڑوں کے حملے کو روکنے
کیلئے روک لگانے پر بھی بر دروازے پر بیٹھی ہے اور
باہر نکلنے والی شہد کی مکھیوں کو پکڑ لیتی ہے۔ اور اسطرح
بہت سی شہد کی مکھیوں کو اپنی جان کھونی پڑتی ہے۔ میں
نے شہد کی مکھیوں کے اپنے دیوار کے درازوں میں
بنے اپنے چھتے کی بہ نسبت اسے یہاں کے چھتوں میں
زیادہ پر دیکھی ہے۔ میرے خیال سے بنے ہوئے چھتے
کے دروازے پر حملہ کرنے کا زیادہ موقع ملتا ہے۔

کچھ دن ہوئے میری ایک کولونی برباد ہو گئی۔
شہد کی مکھیوں کے گھر چھوڑنے کی اور بھی وجوہات ہیں۔
میری کولونی میں ایک رانی مکھی تھی جسکے پر کٹے تھے۔ میں
نے اسکو چاروں طرف دیکھا کیونکہ میرا خیال تھا کہ وہ نیچے
گر گئی ہوگی۔ لیکن اسکا کہیں پتہ نہ لگا۔ تھوڑی دیر میں نے
دیکھا کہ ایک رانی مکھی اور کچھ اور مکھیاں چھتے کے پاس منڈرا
رہی تھیں۔ میں نے اسکو پکڑنے کی کوشش کی لیکن نہ سکا۔
پانچ منٹ کے اندر میں نے اسکو کئی بار دیکھا پر ہر بار اسے
پکڑنے میں ناکام رہا۔ اسکے بعد پھر وہ نہ دکھائی دی۔ کولونی
کی اور مکھیاں آسمان میں اڑ رہی تھیں۔ وہ بھی شائد انھیں
میں مل گئی ہوگی۔ شائد پرانی رانی مکھی مر گئی ہوگی اور ایک نئی
رانی مکھی پیدا ہو گئی ہوگی۔ اور وہ حمل کے لئے باہر گئی ہوگی۔
اور اسلئے باقی شہد کی مکھیاں باہر منڈرا رہی تھیں۔ اسکے
پہلے میں نے دو تین سست مکھیاں بھی دیکھی تھیں۔ اسلئے
اپنی کولونی کی شہد کی مکھیوں کے بھاگنے کے سلسلہ میں مجھکو دو
وجوہات معلوم ہوتی ہیں۔ انہیں سے جو وجہ بھی میری کولونی
کے بھاگنے کا ذمہ دار ہو، لیکن مجھکو پورا یقین ہے کہ میرا پہلا
خیال یعنی برادر موسم کے کیڑوں کا حملہ ہی اسکے بھاگنے کی
وجہ تھی۔ لہذا میرا یہ خیال ہے کہ اگر پرانے چھتے اگست ستمبر
کے مہینے میں نکال لئے جائیں اور ایسے نئے چھتے رکھ دئے
جائیں کہ شہد کی مکھیاں انکو پوری طرح سے ڈھک لیں
تو شہد کی مکھیوں کے بھاگنے کا کم موقع آئیگا۔ چھتے کے
گرے ہوئے حصے کو صاف کرنے کیلئے چھتے کی فرش کی ہر
ہفتہ صفائی نہایت ضروری ہے۔ علاوہ اسکے دروازے
کی پوری حفاظت ہونی چاہئے۔

شہد کی مکھی پالنے والوں کو میدان اور پہاڑ دونوں کی
مکھیوں کیلئے دروازے پر کاٹ ڈھکن استعمال کرنا ضروری ہے۔ گو
کہ میں نے اپنی شہد کی مکھیاں جیولی کوٹ سے منگائی تھیں پر میں
نے دیکھا کہ کچھ دنوں بعد انکی شکل چھوٹی ہو گئی۔ اور اگر پہاڑی شہد
کی مکھیوں کیلئے کام میں آنیوالے دروازے کا ڈھکن استعمال
کیا جائے تو رانی مکھی نکل جا سکے گی، جیساکہ میری برباد ہونے والی
کولونی میں ہوا۔ پہاڑی شہد کی مکھیاں کچھ دنوں بعد چھوٹی کیوں ہو
جاتی ہیں یہ دوسرا سوال ہے۔ اسکی وجہ شائد پہاڑی رانی اور
دیسی سست مکھی کے میل کی وجہ سے پیدا مکھی کی وجہ سے ہوتا ہے۔



کفایت شعاری

(از کماری سیتہ وتی)

کفایت شعاری اور فضول خرچی دونوں ایکدوسرے کے برعکس ہیں۔ جو شخص فضول خرچی کرتا ہے وہ کفایت شعاری نہیں کر سکتا۔ بالکل اسیطرح کفایت شعاری کرنے والا فضول خرچی کرنے میں ہمیشہ تامل کرتا ہے۔ کفایت شعاری کا مطلب فضول خرچی نہیں ہے۔ بخیلی میں تو صرف روپئے سے محبت ہوتی ہے۔ لیکن کفایت شعاری میں یہ بات نہیں ہے۔ کفایت شعاری میں مناسب خرچ مناسب طریقہ سے کیا جاتا ہے۔ اور غیر ضروری خرچ کی مخالفت ہوتی ہے۔

جو لوگ فضول خرچی کے عادی ہوتے ہیں انکو اپنی زندگی میں بڑے مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

ہمارے یہاں کے متعدد راجہ مہاراجہ رانی اور مہارانیاں، جاگیردار اور زمیندار ایسے ہیں جنکے زائدملاے یا یوں کہئے کہ جائداد کی قیمت سے زیادہ قرض ہے۔ یہ نتیجہ ہے انکی فضول خرچی کا۔ وہ آمدنی سے زیادہ خرچ کرتے ہیں۔ اور وہ حصہ زیادہ تر قرض لیکر پورا کیا جاتا ہے۔ اسیطرح معمولی لوگ بھی کرتے ہیں۔

ہمارے مکانوں میں بجٹ بنا کر خرچ کرنے کا ڈھنگ رائج ہے۔ کتنی آمدنی ہے اور کتنا خرچ ضروری اور غیر ضروری ہے۔ اس بات پر غور نہیں کیا جاتا۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ دولتمند بننے کی خواہش اکثر لوگوں کے دلوں میں ہوتی ہے۔ لیکن اسکے لئے کوششیں نہیں کی جاتیں۔ اور اگر کی بھی جاتی ہیں تو مناسب طریقے سے نہیں۔

کفایت شعاری کے ذریعہ بھی آدمی دنیا میں دولتمند بن سکتا ہے۔ اور جو لوگ اس خواہش کو پورا کرنے کیلئے فضول خرچی کو چھوڑ کر کفایت شعار بنتے ہیں۔ وہ کامیاب ہوتے ہیں۔ لیکن اکثریت ان لوگوں کی ہے۔ جو اپنے بڑھے ہوئے خرچ کو روکنے میں کامیاب نہیں ثابت ہوتے۔ ہمارے یہاں بہت سے مکانوں میں آمدنی کا کام مردوں کے ہاتھ میں ہے اور خرچ کرنا عورتوں کے ہاتھ میں رہتا ہے۔ عورتوں کو اسکا اختیار رہتا ہے کہ وہ جسطرح چاہیں خرچ کریں۔ بعض خاندانوں میں عورت مرد دونوں خرچیلے ہوتے ہیں علاوہ وہ آپکا سب روپیہ خرچ کرکے پرانے روپیوں پر بھی ہاتھ صاف کرتے ہیں۔ اور دوسروں سے قرض لیکر کام چلاتے ہیں۔ جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انکے دن ہمیشہ مصیبت کے ساتھ گذرتے ہیں اور حقیقی مسرت دور بھاگتی چلی جاتی ہے۔ ایسی حالت میں اگر عورت عقلمند ہوتی ہے، تو کوئی نہ کوئی ایسا راستہ نکالتی ہے جس سے فضول خرچی بند ہو

ہو کفایت شعاری کی عادت پڑے۔

ایک گھسیارا غریب ہونے پر بھی اچھا خاصہ شرابی بن گیا۔ گھاس کی تجارت سے جو پیسہ ملتا اسکو شراب پینے میں خرچ کرکے بہت ہی تھوڑے پیسے اپنی عورت کو دیتا تھا۔ بیچاری آدھا پیٹ کھا کر رہ جاتی تھی۔ بڑی مصیبت میں دن گذرتے تھے۔ وہ گھسیارے سے لڑائی کرتی، التجا کرتی اور طرح طرح سے اسے شراب پینے سے روکتی تھی لیکن سب بیکار۔ کبھی کبھی گھسیارا اسکی باتیں چپ چاپ سنتا کبھی چڑھ کر، اور کبھی تو پیٹنا تک شروع کر دیتا۔ بیچاری بہت حیران تھی مگر مایوس نہ تھی۔

ایک دن بہت پریشان ہوکر اس نے کہا کہ اگر میں بھی شراب پیوں تو کوئی خرچ تو نہیں ہے۔ گھسیارا اس کی بات سے بہت خوش ہوا، اور اس دن سے دو کان پر شراب نہ پیکر اسے گھر لاکر عورت کو دیتا اور خود بھی پیتا۔ عورت بہت خوش اور مطمئن تھی کہ اسکی ترکیب کام کر گئی اور گھسیارا بھی اس بات پر خوش تھا کہ اسنے اپنی عورت کو بھی شرابی بنا کر بہت بڑی فتح حاصل کرلی۔ وہ سوچتا کہ آخر عورت ہی تو ہے عورت میں عقل ہی کتنی۔

یکایک گھسیارے کے بیمار پڑ جانے پر شراب لانے کا کام گھسیارن کو مل گیا۔ اب وہ شراب کی قیمت جمع کرتی جاتی تھی اور اپنے حصے کی جمع کی ہوئی شراب میں تھوڑی سی گھسیارے کو دے دیتی تھی۔ کبھی کبھی اس میں تھوڑا پانی ملا دیتی تھی۔ گھسیارے کے اچھے ہو جانے کے بعد بھی گھسیارن نے شراب لانے کا کام اپنے ہی ہاتھ میں رکھا۔

ایک دن گھسیارا بہت پریشان تھا۔ اور غصہ میں بڑبڑاتا ہوا گھر میں آکر اپنی عورت سے بگڑنے لگا۔ اسدن ایک تو اسکی گھاس نہیں بکی تھی اور دوسرے تانگے والے سے معمولی جھگڑا ہو جانے کیوجہ سے ہلکی سی مار پیٹ بھی ہو گئی تھی۔ اسکو غصہ میں دیکھکر پہلے تو وہ گھبرائی لیکن پھر ذرا عقل سے کام لیا اور گھسیارے کو کھانا کھلانے کے بعد جمع کئے ہوئے پیسے لاکر دیدئے۔ اور کہا کہ گنو کتنے ہیں؟ گھسیارا اپنی عورت کو حیرت کے ساتھ دیکھنے لگا۔ غریب ۲۰ تک ہی گنتی جانتا تھا۔ وہ بار بار پیسوں کی ۲۰ کی ڈھیری بناتا تھا اور درمیان میں بھول جانے کیوجہ سے بار بار شمار کرنے پر بھی یہ نہ معلوم کر سکا کہ آخر کتنے پیسے ہیں؟ لیکن یہ بات گھسیارن پر ظاہر نہ کرکے بولا کہ یہ پیسے کہاں سے لائی؟ کس نے دئے؟ کس کی کمائی ہے؟ گھسیارن ہنسنے لگی اور کہا کہ یہ تو میرے آدمی کی کمائی ہے اور دئے ہیں میری سوت نے۔ سوت کا نام سنکر گھسیارا اسکو پیٹنا ہی چاہتا تھا کہ وہ ہنسی اور کہنے لگی کہ شراب سوت ہے اور اسکا بھی یقین دلایا کہ وہ شراب نہیں پیتی ہے۔

گھسیارے نے سوچا کہ اگر عورت ہوکر یہ اتنا کر سکتی ہے تو میں تو مرد بچہ ہوں اس شراب کو.....

آج سے شراب کا نام بھی نہ لونگا۔ اس نے شراب چھوڑ دی اور شراب کی بکری سے بچت کرتے کرتے وہ گھسیارا گھسیارا نہ رہکر ایک گھوڑے تانگے والا ہو گیا۔ دل ہی دل میں وہ اپنی عورت کا لوہا ماننے لگا۔ لیکن یہ بات اس پر ظاہر نہ ہونے دیتا تھا۔ یہ بات تو تھی معمولی آمدنی والے کی۔ لیکن عقلمندی سے فضول خرچی بند کی گئی اور کفایت شعاری قبول کی گئی۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ تکلیفوں سے نجات ملی اور زندگی آرام سے گذرنے لگی۔ لیکن ہر ایک شخص کی آمدنی اسکا رہن سہن اور سماج میں اسکی جگہ اسی کے مطابق اسکو خرچ کرنا پڑتا ہے۔ لہذا ایک کا قاعدہ سب لوگوں کیلئے معین نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن اس میں کلام نہیں کہ خرچ کی مقدار کی سب لوگ جانچ پڑتال کر سکتے ہیں اور سب لوگ مناسب ڈھنگ سے خرچ کرکے کفایت شعاری

کی منشا کو پوری کر سکتے ہیں۔ ہماری گرہستی کے خرچوں کو دو
حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

بہت لوگوں کو اپنے روزانہ کا خرچ کے علاوہ
انکم ٹیکس، ہاؤس ٹیکس، واٹر ٹیکس وغیرہ دینے پڑتے
ہیں۔ ان میں کمی نہیں کی جا سکتی کیونکہ یہ قانون سے مقرر
رقم کے روپے ہوتے ہیں۔ ذاتی اخراجات میں کھانا،
کپڑا، تعلیم، سجاوٹ، تفریح، سیر و سفر اور خیرات
ذکات کو رکھا جا سکتا ہے۔ آپکا زیادہ پیسہ اسی میں
خرچ ہوتا ہے۔ اور اسی میں فضول خرچی کی جاتی ہے۔
اگر اس کی درستی کر لی جائے تو فضول خرچی کی کفائت
شعاری کو مل جائیگی اور نقصان کے بدلے فائدہ
ہونا شروع ہو جائیگا۔

میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ کفائت شعاری کے
لئے سمجھ اور ضرورت کو معمول جانا چاہئے۔ اس بات کو
سمجھنے کے لئے یہ مثال اچھی ہوگی کہ ایک معمولی کلرک اگر
موٹر رکھتا ہے تو اسے فضول خرچی کہا جا سکتا ہے لیکن
اگر کوئی دوکاندار رکھتا ہے تو اسکے لئے آرام طلبی کی
چیز ہو سکتی ہے۔ اور اگر ڈاکٹر موٹر رکھتا ہے تو وہ نہ
اسکے لئے فضول خرچی کہی جائیگی نہ باہری دکھاوا بلکہ
وہ تو اسکا بہت ضروری ذرائع آمدنی ہے۔ کیونکہ
کس وقت کونسا مریض کیسی حالت میں ہے، ڈاکٹر
اسکے پاس موٹر سے جانے میں جلد سے جلد پہونچ
سکتا ہے۔ اسی طرح ہر بات میں سمجھداری سے
کام ہونا چاہئے۔

کچھ لوگ اپنی آمدنی کا خیال نہ کرکے خرچ کرتے
ہیں یہ کفایت شعاری کے اصول کے بالکل خلاف
ہے۔ کفایت شعاری میں دو باتیں بڑی اہم ہیں۔
ایک تو یہ کہ کفایت شعاری کرنے والا کبھی کسی کا مقروض
نہیں ہوتا، وہ کبھی کسی کے سامنے روپے کے لئے ہاتھ
نہیں پھیلاتا۔ دوسری بات بڑی خوشی کی یہ ہے کہ اس کی
عادتیں اور ضرورتیں اس قدر محدود اور کم ہوتی ہیں کہ
کسی طرح بھی اسے اسکے لئے پریشانی نہیں اٹھانی پڑتی۔

اس وقت جنگ عظیم کیوجہ سے بہت سی باتوں
میں فرق پڑ گیا ہے۔ اور بہت سی ضروری چیزوں کی کمی
ہو گئی ہے۔ اس موقع پر بہت سے لوگوں نے کفایت
شعاری کی اہمیت سمجھی۔ اور بہت لوگوں نے روزانہ
کے کھانے میں بجائے چار سبزیوں کے دو ہی کو کافی
سمجھا۔ دانتوں کا پاؤڈر کم خرچ کیا گیا۔ سواری کے بجائے
تھوڑی دور کا سفر پیدل ہی طے کیا گیا ہے۔ لیمپوں اور
لینٹرنس کو ایسے ڈھنگ سے چلایا گیا جس میں تیل کم
لگے۔ صابون کی بٹیاں مہینے میں ۶ خرچ کرنے بجائے
تین ہی خرچ کی گئیں۔ پٹرول کی کمی کیوجہ سے موٹر چلانا
بند کر دیا۔ نوکر اکثر نہیں رکھے اور چار کی جگہ پر ایک سے
ہی کام چلایا گیا۔ نیا فرنیچر نہیں بنایا گیا، اور اگر بنایا بھی
گیا تو بہت کم۔ کپڑے کی کمی کیوجہ سے پرانے کپڑوں
کو نئی شکل دیکر کام چلایا گیا۔ یہی حال جوتے، چھاتے،
ٹرنک، بستر بند وغیرہ کا بھی کیا گیا۔ زیور بنوانا جاری
تو رہا مگر بہت کم۔ دعوتیں شادی بیاہ بھی اگرچہ رکے
نہیں لیکن ان کاموں میں بھی کفایت شعاری کرنے
والے لوگوں نے مجبور ہو کر ہی مگر اچھا ہی کہا جانا چاہیے۔

کفایت شعاری کرنے والا فضول خرچی کو روک
کر دولت مند بن سکتا ہے۔ اور دولتمند کفایت شعاری
کو چھوڑ کر غریب بن سکتا ہے۔ اور اپنی غلط عادتیں اور
فضول خرچی کی باتوں کو اسی طرح یاد کرتا ہے جسطرح
خواب میں راجہ ہو جانے کی بات کو کوئی بھی یاد کر سکتا
ہے۔ لیکن کیا معنی اسکو اپنی زندگی بار معلوم ہونے لگتی
ہے۔ اور دوسرے لوگ تو اسکی عزت کیا کر سکتے ہیں۔
لہذا ہر ایک آدمی کو ہر حالت میں کفایت شعاری کی

عادت ڈالنا بہت ضروری ہے۔ کفایت شعار ہمیشہ مطمئن اور خوش رہتا ہے۔ اور دوسروں کیلئے بھی یہی تعلیم دیتا ہے۔

ہندوستان میں عورتوں کے لئے کفایت شعاری بہت ضروری ہے۔ کیونکہ زیادہ تعداد ان عورتوں کی ہے جو کہ خود دولت نہ پیدا کر کے اپنی خاندان والوں پر منحصر رہتی ہیں۔ ان کو کبھی کبھی ایسی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو بہت ہی تکلیف دہ ہوتے ہیں۔ اپنے ملک میں عورتوں نے کفایت شعاری کو زیورات کی جگہ پر قبول کیا ہے۔ اسلئے زیادہ تر عورتوں کے رجحانات کی طرف نظری رہتے ہیں۔ لیکن زمانہ اور حالات بدل جانے سے اب زیورات کی شکل میں کفایت شعاری کر کے جو بچایا جاتا ہے وہ نقصان کی وجہ ہوتی ہے۔ لہذا کفایت شعاری میں بچائے گئے روپیوں کو زیورات کی شکل نہ دیکر ایسی تجارتوں میں لگانا چاہئے جس سے فائدہ حاصل ہو۔ اگر اسکے ذرائع انکے پاس نہیں ہیں تو پوسٹ آفس یا بینکوں میں جمع کرے جہاں انکی زر اصل میں سالانہ سود کی شکل میں اضافہ ہوتا رہے۔ اپنے صوبہ میں اس بات کو آسان بنانے کیلئے جگہ جگہ عورتوں کی کفایت شعاری کے جلسے جن میں وہ شامل ہو کر اپنا روپیہ جمع کرتی ہیں۔ لکھنؤ میں بھی ایسی کفایت شعاری سبھائیں ہیں۔ انکی دیکھ بھال کوآپریٹیو ڈپارٹمنٹ کی طرف سے کی جاتی ہے کفایت شعاری بہت ضروری چیز ہے لہذا اسکے سب کو عملدرآمد کرنا چاہئے۔

جذباتِ کلیم

از جناب کلیم کساروی

رازِ ہستی تو نہیں رازِ جہاں سمجھا تھا میں	جو سمجھنا چاہئے تھا وہ کہاں سمجھا تھا میں
اب مجھے معلوم ہے محرومیٔ جوشِ عمل	اپنی ہی غفلت کو جورِ آسماں سمجھا تھا میں
کوہِ غم ہے آج سر پر واہ رے قدرت تری	ایک مشتِ خاک کو بارِ گراں سمجھا تھا میں
میری نبضِ زندگی ہے دستِ چارہ ساز میں	اپنے غم کی اس حقیقت کو کہاں سمجھا تھا میں
کامیابِ انقلابِ دہر ہوں میں اس لئے	اپنے مستقل کو وقفِ امتحاں سمجھا تھا میں
آج طعنے دے رہی ہے میری ویرانی مجھے	ذرہ ذرہ کو جہاں کے گلستاں سمجھا تھا میں

وہ پریشاں ہو رہے تھے گل میں کانٹے دیکھ کر
اور کلیم اپنی محبت کو عیاں سمجھا تھا میں

آم کی گٹھلی کے گودے کا استعمال

دیہاتوں میں آم کے باغ کثرت سے ہوتے ہیں۔ لہذا وہاں گٹھلیوں کی کبھی کمی نہیں محسوس کی جاسکتی شہروں میں بھی آس پاس کے دیہاتوں سے گٹھلیاں جمع کرکے انکا آٹے کی طرح استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اسیطرح کی بیکار سمجھی جانے والی دوسری چیزوں پر بھی ناظرین کیلئے مختلف مفید مضمون ہم ضرور شائع کرینگے۔ اڈیٹر

ہندوستان میں کہیں کہیں آم کی گٹھلیوں کے گودے کا اشیاء خورد کی شکل میں استعمال کیا جاتا ہے۔ پھر بھی ملک میں عام لوگوں میں اسکا استعمال نہیں ہوتا۔ صرف غریب لوگ ہی قحط کے دنوں میں جواری کے آٹے میں آم کی گٹھلیوں کے گودے کا آٹا ملاکر کھانے کے کام میں لاتے ہیں۔ اس گودے کا اناج کے نقطۂ نظر سے ابھی ابھی جو معائنہ ہوا ہے۔ اس سے یہ سمجھنا غلط نہ ہوگا کہ موجودہ مہنگی کے زمانے میں اس گودے کا اناج کے ساتھ استعمال کرنے سے اناج کی کمی کا مسئلہ حل کرنے میں کافی مدد مل سکیگی۔

بنانے کی ترکیب۔ گرمی کے دنوں میں آم کی گٹھلیوں کو جمع کرلیجئے۔ ان گٹھلیوں کو عام طور پر جولائی کے آخری ہفتہ میں پھوڑ کر انکے اوپر کا چھلکا الگ کر لیجئے۔ اور اس میں چھپا ہوا گودا پانی میں بھگو دیجئے! رات بھر بھگونے کے بعد گودا صبح سل پر یا پتھر کے کھرل میں پیس ڈالئے۔ اور پسا ہوا گودا کپڑے سے چھان لیجئے۔ اسطرح سب گودا بالکل باریک ہونے تک بار بار پیئے اور چھانئے۔ پھر یہ چھنا ہوا گیلا گودا کسی بانس یا بیت کی ٹوکری میں دباکر بھر دیجئے۔ اس دباکر بھرے ہوئے گودے میں لکڑی سے ٹوکری کے نیچے تک بہت سے سوراخ کر دیجئے۔ اور پھر یہ ٹوکری دن بھر گھر کی اوب دار جگہ میں رکھ چھوڑیے۔

دوسرے دن اس ٹوکری کو ندی یا جھرنے کے (بہتے ہوئے پانی کی جگہ پر) پانی میں ڈبا دیجئے۔ اس سے گودے میں کئے ہوئے اور ٹوکری کے سوراخوں سے پانی نکل جائیگا۔ اسطرح دھونے کا کام کئی دنوں تک کیا جانا چاہئے۔ بیچ بیچ میں گودے کا ذائقہ سلیتے رہنا چاہئے۔ کڑواہٹ پوری طرح سے ختم ہوتے ہی دھونا بند کردیجئے۔ اگر بہتے ہوئے پانی کی جگہ نہ مل سکے تو کنواں یا نل کے پانی سے بھی کام نکالا جا سکتا ہے۔ لیکن اسکے لئے ٹوکری میں بار بار پانی بھرنا پڑے گا۔ دھویا ہوا گودا کپڑے پر پتلا پتلا پھیلاکر سوکھنے دینا چاہئے۔ سوکھنے پر اسکا آٹا حاصل ہوگا جس کا مختلف طرح سے استعمال کیا جا سکے گا۔

گودے کا خوراک کی طور پر استعمال۔ اس آٹے کی روٹیاں بنتی ہیں۔ آٹا بھگو کر دوہری روٹی بھاپ کر، اور آنچ پر پکاکر اسے بھاپ پکیہ (بھاپ سے پکی ہوئی بیسن آٹے کی مصالحہ دار روٹی) جیسا بھی کھایا جاسکتا ہے۔ کبھی کبھی اس آٹے کو چاول میں ملاکر بھی پکاتے ہیں۔ اس آٹے کا استعمال بھگو بھگو کر اسکے گولے چولہے کی راکھ میں بھون کر بھو بھون

کی شکل میں بھی کیا جا سکتا ہے۔ لیکن خاص بات یہ ہے کہ تیار ہونے کے بعد اسکی بنی ہوئی چیز کا جلدی ہی استعمال کیا جانا چاہیئے۔

اناج کے نقطۂ نظر سے معائنہ۔ اوپر بتلائی گئی گٹھلیوں کے آٹے کا معائنہ کرنے پر بھی اس میں حسب ذیل چیزیں ملیں۔

	فیصدی		فیصدی
....	۷۴٫۸	کاربوہائیڈریٹس	۶۹٫۲۲
پروٹین	۶۵٫۵	کلشیم	۰۰۰۹
چربی	۱۳٫۱۶	فاسفورس	۰۰۰۲
معدنیات	۵٫۳۵	لوہا	۲ ۲۹

زہریلا نہ ہونے کی جانچ۔ گٹھلیوں کے گودے سے بنائے ہوئے آٹے میں زہریلی چیزوں کا جزو ہے یا نہیں۔ یہ دیکھنے کے لئے اسکا پھر سے معائنہ کرنا چاہیئے۔ معائنہ کے بعد پتہ چلتا ہے کہ کچھ گٹھلیوں کے گودے میں گلیوکو سائیڈز رہتے ہیں۔ اور اس میں ہائیڈرو سائینک نام کا .... رہتا ہے۔ بغیر دھویا ہوا گٹھلیوں کا گودا کڑوا لگتا ہے کیونکہ اس میں "ٹینن" رہتا ہے۔ اور "ٹینن" بے زہریلا ہے۔ کڑواہٹ کیوجہ سے گٹھلیوں کا گودا زہریلا ہوگا ایسا سمجھا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے۔ یہ کڑواہٹ دھونے پر ختم ہو جاتی ہے۔ آم کی گٹھلی سے بنائے ہوئے۔ اس آٹے کا اناج کے جزو خاص کی شکل میں استعمال اگرچہ نہیں کیا جاسکتا، لیکن اسکو چاول کے ساتھ پکاکر کھانے میں کوئی نقصان نہیں۔ آم سارے ہندوستان میں پیدا ہوتا ہے۔ اسلئے آم کی گٹھلیاں جمع کرنے میں زیادہ تکلیفوں کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ موجودہ مہنگی کے زمانے میں کم سے کم غریبوں کے لئے تو اس کم خرچ اور ذرا سی محنت سے بننے والی چیز کا استعمال انکے اناج کے مسئلہ کو حل کرنے میں بہت مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔ یہ درست ہے کہ نئی بات ہونے کیوجہ سے اور کھانے کی عادت نہ ہونے کیوجہ سے پہلے ایسا کرنا مشکل معلوم ہوگا۔ لیکن ایک بار عادت پڑنے پر اتنا مشکل نہ رہیگا۔

رنگ کے ڈبے صاف کرنا۔ رنگ، ڈامر وغیرہ کے خالی ڈبے یا پیپے کئی طرح کام میں لائے جا سکتے ہیں۔ لیکن انکو پہلے صاف کرلینا پڑتا ہے۔ رنگ پکی طرح جما رہتا ہے۔ لہذا جلدی نہیں دھویا جا سکتا۔ اسلئے اسکو جلانا پڑتا ہے۔ لیکن ڈبہ گرم کرتے وقت اسکا جوڑ اکھڑ جانے کا ڈر رہتا ہے۔ ڈبے کے جوڑ کو بچاتے ہوئے۔ اسکو گرم کرنے کی مندرجۂ ذیل ترکیب مفید ثابت ہوگی۔

پہلے تو ڈبے کی اندر کی طرف کا بچا کھچا رنگ کھرچ کر جتنا بھی نکل سکے نکال لینا چاہیئے۔ بعد میں پانی سے بھرے ہوئے ٹب میں رنگ کا ڈبہ اسطرح چھوڑنا چاہیئے۔ کہ وہ سیدھا تیرتا رہے۔ اسکے لئے ڈبے میں کچھ وزن (پتھر وغیرہ) ڈال رکھنا چاہیئے اس سے وہ ٹھیک طرح تیر سکیگا۔ اب ڈبے میں پرانے اخباروں کے کاغذ وغیرہ بھر کر۔ ان کو سلگا دو۔ کاغذ کے جلنے سے رنگ پگھلنے لگیگا۔ اردگرد میں پانی ہونے کی وجہ سے ڈبہ بہت زیادہ گرم نہ ہوگا۔ اور جوڑ اکھڑنے کا ڈر نہ رہیگا۔

[افسانہ]

یقین

(از جناب دین بندھو پاٹھک)

منو کا یقین اس افسانے کا ایک پلاٹ بن گیا۔ ماں کو منو کو کہانی سنانے کا موقع نہ ملتا تھا۔ لہذا اس دن اسنے منو کو دن میں ہی ایک کہانی سنا دی۔ لیکن ماموں کے راستہ بھولنے کی ذمہ داری منو پر ہی ہوتی تھی۔ بچوں کے دماغی ارتقار کے لحاظ سے یہ کہانی عمدہ ہے۔

رام پور اسٹیشن سے لکھن پور کچھ زیادہ دور نہیں۔ صرف ایک میل کے فاصلہ پر ہوگا۔ یہ چھوٹا سا چند گھروں کا گاؤں ہے۔ زیادہ تر برہمنوں کی آبادی ہے۔ سب لوگ خوشحال ہیں۔ لیکن سرسوتی جب سے اس گاؤں میں آئی، اسکو دن بھر محنت کرنی پڑتی تب کہیں جاکر کھانا میسر ہوتا۔ شوہر کا آرام اب اُس کو خیال محض رہ گیا۔ بچپن میں وہ کیا تھی، اور اب یہاں کیا ہے؟ سسرال آنے کے پہلے اس نے جس زندگی کا تخیل کیا تھا۔ وہ خواب ہو کے رہ گیا۔ اسکا شوہر منو کو سرسوتی کے پاس چھوڑ کر اس دنیا میں اسکو بے یار و مددگار چھوڑ گیا۔ سرسوتی اس بچے کا منہ دیکھکر زندہ تھی۔

سرسوتی کے شوہر کو جوا کھیلنے کی عادت تھی۔ لہذا ایک دن آخر کار وہ اپنے گاؤں کے ایک شخص سے اپنا جسم تک ہار گئے۔ بس اسی دن سے وہ اسکے یہاں مزدوری کرتے، اور جو مزدوری ملتی گھر لاکر اس سے اپنی گذر بسر کرتے تھے۔ کبھی کبھی ایسا موقع آیا کہ وہ مزدوری بھی جوئیں کے داؤں پر لگا جاتے تھے۔ ایسی حالت میں سرسوتی کیا کرتی۔ کیا پکاتی اور کیا کھلاتی۔ لہذا ایسی حالت سے مجبور ہو کر سرسوتی پردہ کو چھوڑ کر خود مزدوری کرنے لگی۔ اسلئے شوہر کے انتقال سے تلاش معاش میں اُس کو زیادہ دشواریاں نہ ہوئیں۔ سرسوتی اپنے لڑکے کو منو کہکر ہی پکارتی تھی۔ منو کو سرسوتی نے گھر پر چھوڑ کر کام کرنے جایا کرتی۔ بیچارہ منو پاس پڑوس کے لڑکوں میں کھیلا کرتا۔ اسکو کیا پتہ تھا کہ ماں کن تکالیف کو برداشت کر کے اسکی پرورش کرتی ہے۔ اسکو ان سب باتوں کی فکر ہی کیا۔ کھانا کھایا پیٹ بھر گیا بس، بچوں کے ہی ساتھ سارا دن کھیلنا اسکا روزمرہ کا کام ہو گیا تھا۔

ایک دن ماں نے کہا۔ "منو تو کافی بڑا ہو گیا ہے۔ اب بیٹا اسکول جایا کر، کچھ پڑھ لکھ لے، تو نوکری کریگا تو مجھکو بڑھاپے میں سہارا ہوگا"

"اچھا ماں میں کل سے جاؤنگا"

"دیکھنا بھیا کسی سے جھگڑا نہ کرنا، نہیں تو ماسٹر صاحب مارینگے" ماں نے کہا۔

"ماں میں یہیں کہاں جھگڑا کرتا ہوں؟"

"اس سے تو کہتی ہوں منو، ہم غریب ہیں، ہماری کوئی نہ سنے گا اس سے بچا کر ہی چلنا چاہئے"

منو اسی طرح ماں سے باتیں کرتے ہوئے سو گیا۔ دوسرے دن سے وہ ہمیشہ اسکول جانے لگا۔ اب سرسوتی کو بچے کیطرف سے بالکل بے فکری ہو گئی تھی۔ کیوں اس سے قبل اسکو بچوں سے جھگڑنے

کا ہمیشہ شک بنا رہتا تھا۔ وہ ہمیشہ کام کو دل لگا کر محنت سے
کرتی، دوپہر اور شام کو کھانا پکا کر منو اور خود کچھ کھا کر باتیں
کرتی اور سو جاتی۔

۲

گرمی کی چھٹی ہوگئی تھی، اسکول بھی بند تھا، اب منو
کہاں جائے۔ ماں جب کام کرنے کے لئے جانے کو تیار
ہوئی تو منو بہت ضد کرتا، وہ کہتا۔
"ماں میں بھی ساتھ چلونگا، تمہارے ساتھ
کام کرونگا"
ماں جب منو کی ضد سے تنگ آگئی تو اسنے کہا۔
"منو آج تجھے شام کو میں کہانی سناؤنگی"
منو نے کہا۔
"تو اسی وقت سنادو ماں"
ماں نے کہا۔
"بیٹا اسی وقت کام کرنے جانا ہے، مالک
ناراض ہونگے، مزدوری نہ دینگے، کھاؤگے کیا؟"
"ہمیں چلوں ماں، کام کرتی جانا اور کہانی سناتی
جانا۔ میں بھی تمہارے ساتھ کچھ کام کرونگا۔ ماں بیٹے
کے جواب سے پریشان ہوگئی۔
"بیٹا مالک ناراض ہونگے" ماں نے سمجھایا۔
لیکن منو کی ضد کی چھوٹی، اس نے کہا۔
"ماں مالک کا تو فائدہ ہی ہوگا، ہم دونوں
ملکر کام کرینگے"
"یہ سب ٹھیک ہے منو، لیکن تم مالکن کا مزاج
نہیں سمجھتے۔ مالک سے مالکن زیادہ بری ہے، بھنبھنا کر
ناک میں دم کر دیتی ہے۔ اس سے اچھا ہے کہ تم گھر میں
بیٹھ کر پڑھو لکھو۔"
"نہیں ماں آج میں کہانی سنونگا، تمہارے
ساتھ ضرور چلونگا"

ماں منو کی ضد کو نہ ٹال سکی، منو ماں کو لپٹ
گیا تھا، ماں اب کسطرح اس سے اپنا پیچھا چھڑاتی تو اسلئے
اسنے اسکو اپنے ساتھ لے لیا۔ ماں بیٹے دونوں چل دئے۔
منو ماں کی انگلیاں پکڑے جارہا تھا، بیچ بیچ میں بول
اٹھتا، "تو کہانی کہنا شروع کرو ماں"
ماں مسکراتی "ارے بھائی مالک کے یہاں
پہونچ جائیں، کام کرنے لگیں تو سنائیں"
آخرکار ماں بیٹے اپنے مالک کے گھر پہونچے۔
مالک نے کہا "منو کی ماں آج کام بند رہیگا۔ اس
وقت کی مزدوری بھی تم لے سکتی ہو، آج ہمارے
پوتا پیدا ہوا ہے۔ پھر منو کی طرف گھوم کر کہنے لگا، یہاں
آؤ بیٹا"، لیکن منو شرما رہا تھا۔ وہ مالک کو دیکھکر مسکرا دیتا۔
سرسوتی نے کہا۔ جاؤ منو بابا جی بلارہے ہیں"
پر منو ماں کے پاس سے کھسکا۔ ماں سے کہانی
سنانے کا اسکا سارا جوش ٹھنڈا پڑ گیا۔ اب اس کی
یہ ہمت نہ ہوتی کہ ماں سے کہانی سنانے کو کہے۔ ماں
گھر کے اندر چلی منو بھی ماں کے ساتھ چلا۔ ماں نے کہا۔
"بیٹا تم جاکر لڑکوں کے ساتھ کھیلو، ابھی
میں آؤنگی تو کہانی سناؤنگی"
لیکن منو نے ماں کی ایک بھی نہ سنی، ماں
گھر کے اندر گئی۔ عورتیں سوہر گا رہی تھیں۔ سرسوتی
بھی انھیں میں شامل ہوگئی۔ منو ماں سے کچھ دور پر
کھڑا ہوکر رونے لگا۔ ماں اسکو دیکھ رہی تھی۔ گھر کی
مالکن نے کہا۔
"منو کو تو بڑا لاڈلا کر رکھا ہے۔ دیکھو کیا بیکار
رو رہا ہے"
دوسری عورتوں نے بھی مالکن کی ہاں
میں ہاں ملانا شروع کیا۔ بیچاری سرسوتی دوسروں
کے بچوں کی خوشی میں اپنے بچے کو رلارہی ہے، اسکا

دل جل رہا تھا۔ لیکن کیا کرے۔ شوہر نے اسکے جسم کو مالک
کے یہاں گرو رکھ دیا تھا۔ اس گناہ سے معافی مر کر بھی وہ نہ
پا سکا۔ آج اسکا جوا سرسوتی کے لئے ایک عذاب بن گیا
ہے۔ وہ دوسروں کے یہاں بھی مزدوری کر سکتی ہے۔
اپنی گذر تو وہ کپڑوں کی سلائی سے بھی کر سکتی ہے لیکن
مجبور ہے۔ شوہر کے گناہوں سے وہ بک گئی ہے۔
بیچاری چپ چاپ مالکن کی باتوں کو برداشت کرتی رہی۔
مالکن منو کیطرف بڑھکر ڈانٹنے لگی۔ منو سر نیچا کئے
ہوئے سسک رہا تھا۔ مالکن کو منو کی یہ عادت بہت
بری لگی۔ اسنے منو کے گال پر دو چانٹے لگا دئے بیچارا
معصوم لڑکا تھا۔ مالکن کو آج تک نہ دیکھا تھا، کانپنے
لگا۔ اس کی سسکیاں بندھ گئیں۔ مالکن نے جب
ڈانٹا تو وہ گھر سے باہر نکل آیا۔ مالک کہیں چلے
گئے تھے۔ اس سے منو وہیں ایک چارپائی کے پاوے
کے پاس بیٹھکر رونے لگا۔ روتے روتے وہ وہیں
زمین پر سو گیا۔ ذرا دیر میں مالک گھوم گھام کر آ گئے۔
دیکھا کہ منو سو رہا ہے۔ انھوں نے اسکی طرف ذرا بھی توجہ
نہ دی، جاکر دوسری چارپائی پر بیٹھ گئے۔ گاؤں کے
اور لوگ اسکی چوپال میں آ کر بیٹھنے لگا۔ ذرا دیر بعد
پوری چوپال بھر گئی۔ عورتوں کا گانا ختم ہوا۔ سب اپنے
اپنے گھر روانہ ہونے لگیں۔ لیکن سرسوتی مالکن کے
انتظار میں کھڑی تھی۔ مالکن نے کہا۔
"آج کیا پوچھتی ہو یہیں رہنا ہے، جاکر اپنے
بیٹے کو کھلا پلا آؤ۔ وہ تو یہاں رہیگا نہیں اسلئے اسکو
اپنے گھر میں سلا آؤ۔ رات میں یہاں کچھ کام کاج
بھی کرنا ہے۔"
سرسوتی نے کہا۔ "لیکن منو تو اکیلے گھر میں
نہیں رہ سکتا، ڈرتا ہے۔"
مالکن نے کہا۔ بڑا پیارا ہے نا"

سرسوتی کچھ نہ کہہ سکی۔ وہ گھر سے نکلی اور جیسے
ہی چوپال میں آئی تو دیکھا مالک کی چوپال گاؤں والوں
سے بھری تھی۔ راستے کی ایک چارپائی کے پاوے کے
پاس منو زمین پر لیٹا سو رہا ہے۔ سرسوتی نے بچے کو
اٹھایا۔ منو جب جاگا تو مجمع کو دیکھکر گھبرا اٹھا۔ وہ ماں کو
لپٹ گیا۔ ماں نے آہستہ سے کہا۔ "چلو بھیا"
منو ماں کے ساتھ چل پڑا، سرسوتی گاؤں
والوں کو دیکھکر، گھونگھٹ ڈال کر چل پڑی۔ منو نے کہا۔
"ماں آج سے میں مالک کے گھر نہ آؤنگا"
ماں نے پوچھا۔
"کیوں بھیا؟"
منو نے جواب دیا، ماں مالکن مارتی ہیں۔
میں للو کے گھر کھیلنے جاتا ہوں، اسکی ماں مجھکو کھانے کو
دیتی ہے۔"
سرسوتی کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ وہ چپکے
سے انھیں پونچھتے ہوئے بولی۔
"اسی سے تو تجھسے کہتی تھی کہ بھیا تو وہاں
نہ چل"
"ماں پھر مجھے کہانی سناؤ گی"
منو نے پوچھا۔
ماں نے کہا۔
"آج رات کو نہیں تو کل سناؤنگی"
منو نے کہا۔
"رات کو تو میں سو جاتا ہوں"
ماں نے کہا۔
"لیکن دن کو سنانے سے تمہارے ماموں
راستہ بھول جاوینگے"
"دن کو کہانی سنانے سے کیا سچ مچ ماموں
راستہ بھول جاتے ہیں ماں؟"

ماں ہنسنے لگی، اس نے کہا۔

"دو کیا میں جھوٹ کہتی ہوں منو؟"

"تم ہنستی ہو، اس سے میں نہیں سمجھا کہ ماموں راستہ بھولینگے"

اسطرح باتیں کرتے ہوئے ماں بیٹے گھر آگئے۔

منو پڑوس کے لڑکوں کے ساتھ کھیلنے لگا، ماں کھانا پکانے لگی۔ جب وہ کھانا تیار کر چکی تو منو کو کھانا کھانے کے لئے بلایا، ماں منو کو پڑوس کے دروازے سے پکڑ لائی، اور منو کو کھانا نکال دیا، منو کھیل میں اتنا تھک گیا تھا، کہ کھاتے میں اونگھنے لگا۔ کسی طرح وہ کھانا کھاتا اپنی جاے پر لیٹ گیا۔ ماں نے کہا۔

"آج میں تجھے کہانی سنادونگی، دن میں کہانی نہ سنانا چاہیے"

منو نے کہا۔

"لیکن ماں آج مجھکو نیند لگی ہے"

ماں تو چاہتی ہی تھی کہ بیٹے کو نیند آجائے، کیونکہ مالکن کا حکم کیسے ٹال سکتی تھی۔ منو سو گیا۔ اور سرسوتی کھانا بیکر گھر کے دروازے بند کرکے مالک کے گھر سوہر گانے کے لیے پہونچی۔ گانا ابھی شروع نہ ہوا تھا۔

"منو کی ماں تم تو گاؤں کے رئیسوں سے بھی بڑھ گئی ہو۔ دیکھو نہ یہ سب لوگ کب سے بیٹھی ہیں مگر تمہارا ابھی تک پتہ ہی نہیں"

بیچاری سرسوتی کیا جواب دیتی، خاموش کھڑی رہی۔ اس پر مالکن نے کہا۔

"اب تو سوہر شروع کراؤ چار دن کی لہر ہے، خوشی کے دن ہر روز نہیں آتے"

سرسوتی عورتوں میں بیٹھ گئی۔ سوہر شروع ہوگئی۔ رات کے بارہ بجے تک عورتیں گاتی رہیں۔ ایک

عورت نے کہا۔ اب تو بند کرنا چاہیے۔

اس پر سرسوتی نے کہا۔ "ہاں بہن رات بہت ہو چکی ہے"

مالکن بول پڑی۔

"تمہیں تو سب سے نازک مزاج ہو، سب کو دیر نہیں ہوئی انھیں دیر ہوگئی"

سرسوتی چپ رہی۔ مالکن کو کیا معلوم کہ اس کو بڑے سویرے ہی اٹھ کر گوبر اٹھانا اور اپلے پاتھنا پڑتا ہے اور دن بھر اسکے گھر کے لئے جات پیسنا اور برتن ملنا وغیرہ کاموں سے انکو فرصت نہیں ملتی۔ لیکن اس کی انکو کیا فکر۔ سب عورتوں نے سوہر بند کر دیا، اور اپنے اپنے گھر چل پڑیں۔ سرسوتی بھی اپنے گھر آئی، اور دروازہ کھول کر دیکھا تو منو سو رہا ہے۔ وہ بھی آنگن کے ایک کونے میں پڑ رہی۔

۳

ماں کو ٹالتے ہوئے کئی دن گزر گئے۔ مگر آج منو نے ضد کیا کہ وہ کہانی ضرور سنے گا، ماں بہت سمجھاتی بجھاتی رہی مگر منو نے ایک نہ مانی۔ ماں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"منو اگر تیرے ماموں بھول جائینگے تو کیا کریگا؟"

"تم ہنستی ہو ماں، ماموں نہ بھولینگے، تم کہانی نہ سنانے کے لئے بہانہ کر رہی ہو"

آخرکار ماں نے مجبور ہو کر منو کو کہانی سنایا۔ منو خوش ہوگیا۔ اس نے کہا۔ "ماں اب میں تم سے روز کہانی سنونگا۔ جس وقت وہ کہانی سنکر باہر آیا ڈاکیہ نے آکر منو کی ماں کو اسکے نام کا ایک خط دیا۔ منو نے بڑی خوشی سے خط ہاتھ میں لے لیا۔ وہ خط لئے ہوئے گھر کے اندر ماں کے پاس دوڑا گیا۔ اور ماں سے کہنے لگا۔ ماں یہ خط آیا ہے"

ماں بھی بڑی خوشی کے ساتھ اٹھی اور کہا۔

"تیرے ماموں کی ہوگی۔ چلو مالک کے یہاں
پڑھائیں۔ تو تو پڑھ ہی نہیں سکتا، ابھی پڑھنے کا بھی
شعور نہیں" کہکر ہنسنے لگی۔

منو نے کہا۔

"میں خط تو پڑھ لیتا ہوں ماں، ایک دن رمئی
کا خط آیا تھا۔ اسکو میں نے پڑھ لیا تھا"

"اچھا تو اپنے ماموں کا خط پڑھو تو جانوں"
ماں نے کہا۔

منو نے خط کھولا۔ اس میں اسکے ماموں نے
اسکو اور اسکی ماں کو آنے کے لئے لکھا ہے۔ ماں بیٹے
بہت خوش ہوئے۔ منو کے باپ کے مرنے کے بعد
سے ماموں نے کوئی خط نہیں لکھا تھا۔ آج یہ خط آیا
ہے۔ اسکے ماموں دوسرے دن آنیوالے تھے۔ سرسوتی
نے اپنے بھائی کی خاطر عمدہ سے عمدہ کھانا پکا کر تیار
کیا۔ مگر دن کی کسی گاڑی سے منو کے ماموں نہ آئے۔
رات ہوگئی۔ شام کی گاڑی سے بھی اگر وہ آئے ہوتے
تو اب تک آجاتے۔ لیکن بہت رات گذر جانے پر
بھی نہ آئے۔ منو اور اسکی ماں دونوں سو گئے۔
یکایک کچھ رات گذرنے پر منو کی نیند کھل گئی۔ اسنے
سوچا آخر ماموں کیوں نہیں آئے؟ اسکو اس دن کی
یاد آئی جس دن ماں نے منو کو دن میں کہانی سننے سے
روکا تھا۔ اسکو پورا یقین ہوگیا کہ ماموں گاڑی سے ضرور
اترے ہیں۔ مگر کہیں راستہ بھول گئے۔ اس سے وہ
دھیرے سے اپنی چارپائی پر سے اٹھا اور اٹھکر اسٹیشن
کی طرف چل پڑا۔ راستہ میں ادھر ادھر تلاش کرتے
ہوئے وہ آگے بڑھتا ہی گیا۔ لیکن ماموں کا پتہ نہ چلا۔
ادھر ماں جب سویرے اٹھی اور منو کو گھر میں نہ دیکھا تو
رونے لگی۔ پڑوسیوں کو ساتھ لیکر اسنے گاؤں کے آس
پاس ہر جگہ ڈھونڈھا مگر کہیں پتہ نہ چلا۔ لہذا بیچاری
گھر میں مایوس ہوکر بیٹھی رو رہی تھی۔ یکایک اسکو دور سے
ایک آدمی اور ایک بچہ آتا ہوا دکھلائی دیا۔ سرسوتی
کو نہ معلوم کیوں یقین ہوگیا کہ منو اور اسکا ماما آرہا ہے۔
لیکن یہ کیسے ہو سکتا تھا۔ اسکے ماموں کے آنے کی کوئی
گاڑی نہ تھی۔ دھیرے دھیرے دونوں بہت نزدیک
آگئے۔ ماں نے منو کو دور ہی سے پہچان لیا، لیکن
بھائی کو نہ پہچان سکی۔ منو ماموں کا ہاتھ پکڑے ہوئے
ہنستے ہنستے کہنے لگا۔

"ماں میں ماموں کو ڈھونڈ لایا۔"

سرسوتی کے بھائی نے کہا۔ "بہن میں
کتنی بار یہاں آچکا ہوں۔ کل شام کی ٹرین سے
اتر کر گاؤں تک تو پہونچ گیا، لیکن شک ہوا کہ
یہ گاؤں نہیں ہے۔ اس سے ساری رات
بھٹکتا رہا۔ سویرے منو کو راستے میں دیکھکر پہچانا
تو اسے کے ساتھ آرہا ہوں۔ منو کی ماں نے کہا:

"دیکھو منو میں تجھسے کہہ رہی تھی دن میں
کہانی نہ سن نہیں تو ماموں بھول جائینگے۔"

اور منو کی باتیں سنکر بھائی بہن اور
پڑوسی ہنس رہے تھے۔



انسان کے دشمن

ہیضہ، طاعون، تپ دق اور گردن توڑ بخار
اپنے بچنے کے لئے ہمکو کیا کرنا چاہئے

ہیضہ، طاعون، دق اور گردن توڑ بخار سے ہر سال ہندوستان میں بہت سے لوگوں کی موتیں ہوتی ہیں۔ صوبۂ متحدہ کے پبلک ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ نے ان بیماریوں کے سلسلہ میں پمفلٹ شایع کئے ہیں۔ جن میں یہ بتلایا گیا ہے کہ ان بیماریوں سے کسطرح نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔ ہم انکو گاؤں کے لوگوں کے فائدے کیلئے شائع کر رہے ہیں۔

ہیضہ (کالرہ)

ہیضہ ایک خطرناک چھوت کی بیماری ہے جو بہت جلد دبائی شکل اختیار کر لیتی ہے اسکی علامت حسب ذیل ہیں۔

۱۔ اولاً پیٹ میں درد ہوتا ہے اور پتلے دست آنے شروع ہوتے ہیں۔ عموماً ان دستوں کا رنگ چاول کی پیچ (مانڈ) کے رنگ کا ہوتا ہے۔

۲۔ اسی رنگ کی قے آنا شروع ہوتی ہے۔

۳۔ ہاتھ پیر ٹھنڈے ہو جاتے ہیں اور اینٹھن بہت لگتی ہے اور کھال سکڑ جاتی ہے۔

۴۔ پیاس زیادہ لگتی ہے۔

۵ پیشاب بند ہوتا ہے۔

ہیضہ کیونکر پھیلتا ہے ہیضہ کی بیماری کے کیڑے ہیضہ کے مریض کے قے اور دست میں بہت زیادہ تعداد میں ہوتے ہیں۔ یہ خوردبین سے دکھائی دیتے ہیں۔ جب یہ کیڑے کسی طرح سے کھانے یا پینے کی چیز میں پہونچ جاتے ہیں تو جو تندرست آدمی اس خراب شدہ کھانے یا پینے کی چیز کو کھاتا یا پیتا ہے تو اس کو ہیضہ ہو جاتا ہے کھانے کی چیز پر یہ کیڑے اکثر قے اور دست کی چھینٹ کے ساتھ پہونچ جاتے ہیں مگر زیادہ تر مکھیاں ہیضہ پھیلانے میں حصہ لیتی ہیں۔ وہ ہیضہ کے مریض کے قے اور دست پر بیٹھتی ہیں وہاں سے یہ کیڑے اپنے بدن پیر اور پروں پر لگا لاتی ہیں اور کھانے پر بیٹھکر کھانے کو خراب کرتی ہیں۔ جس گھر میں مریض ہو اُس گھر کے برتن کپڑے بستر اور دوسری چیزوں میں بھی ہیضہ کے کیڑے قے و دست کی چھینٹوں سے پہونچکر لگ جاتے ہیں۔ پس کوئی تندرست شخص ان چیزوں کو چھوئے اور ہاتھ وغیرہ دھوئے تو اسکے پیٹ میں بھی ہاتھ

کے ذریعہ سے یہ کیڑے پہونچ جائیں گے مریض کے استعمالی برتن اگر کنویں یا تالاب میں ڈالے جائیں یا اسکے کپڑے وغیرہ کنویں کی جگت یا تالاب کے پانی کے اندر دھوئے جائیں تو اس طرح کنویں اور تالاب کا پانی خراب ہو جائیگا یعنی اُس میں ہیضہ کے کیڑے پہونچ جائیں گے۔ اسی طرح ہیضہ وبائی صورت میں پھیل جاتا ہے کیونکہ جو شخص بھی اس پانی کو پئیگا یا استعمال کریگا اُس کو ہیضہ ہو جانے کا خطرہ ہے۔ میلے اور جاترا کے مقامات جہاں کثرت سے آدمی جمع ہوتے ہیں وہاں ہیضہ پھیلنے کی خاص وجہ یہ ہوتی ہے کہ اکثر ان جاتریوں میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جنھیں بظاہر ہیضہ کی بیماری کی کوئی شکایت نہیں ہوتی مگر انکی آنتوں سے ہیضہ کے کیڑے پاخانہ کیساتھ برابر نکلتے رہتے ہیں (ایسے اشخاص کو کالرہ کیریر کہتے ہیں) یہ لوگ بہت مشکل سے پہچان میں آتے ہیں مگر ہیضہ پھیلانے کے خاص موجب ہوتے ہیں۔

ہیضہ کی روک تھام ۱۔ اس بیماری کے شروع ہونے کی اطلاع فوراً ہیلتھ افسر صاحب کے پاس پہونچنا چاہیئے۔ مفصلات میں چوکیدار دن یا پٹواری کے ذریعہ سے براہ راست اطلاع کرنا چاہیئے جہاں ڈسٹرکٹ میڈیکل آفیسر آف ہیلتھ وہاں سول سرجن صاحب کو اطلاع دینا چاہیئے تاکہ علاج اور انسداد کا انتظام کیا جائے۔

۲۔ شہر کے جس محلہ میں مفصلات یا جس گاؤں میں بیماری ہو وہاں کے کنوؤں میں کیڑوں کو مارنے کے واسطے لال دوا روزانہ شام کو ڈالنی چاہیئے۔

لال دوا ڈالنے کا طریقہ ایک بالٹی یا ڈول میں پانی لیکر اسمیں دوا کی پڑیہ ایک لکڑی سے خوب حل کی جائے پھر اس گہرے رنگ کے پانی کا ⅔ حصہ کنویں میں ڈال دیا جائے ⅓ حصہ میں دوبارہ پانی بھر کر خوب اچھی طرح پھر دوا حل کیجائے اور کل پانی کنویں میں ڈال دیا جائے بعد میں بالٹی کو تین یا چار فٹ پانی کے اندر ڈالکر کنویں کے ہر جانب گھما کر پانی کو خوب ہلایا جائے۔ پانی کا رنگ ہلکا گلابی ہونا چاہیئے۔ اگر گھنٹہ بھر کے بعد دوا کا رنگ غائب ہو جاوے تو یہ سمجھنا چاہیئے کہ دوا کم پڑی ہے جبتک پانی ہلکے رنگ کا رہیگا اسمیں ہیضہ کا اثر نہیں ہو سکتا۔ زیادہ دوا ڈالنے سے پانی کا رنگ بہت تیز ہوگا اور لوگ اسکو استعمال نہیں کرینگے۔ دیہات میں لال دوا پٹواری کے پاس رہتی ہے۔

۳۔ کھانے پینے کی چیزوں کو ہر وقت ڈھک کر رکھنا چاہیئے۔ کھانا کھاتے وقت یہ خیال رہے کہ کھانے پر مکھیاں نہ بیٹھیں۔

۴۔ کنوؤں اور تالابوں کے نزدیک نہ نہانا چاہیئے اور نہ برتن اور نہ کپڑے دھونا چاہیئے۔

۵۔ کھیرا۔ ککڑی۔ پھوٹ۔ بازار کی پوری و مٹھائی جو تازہ و گرم نہو اور جسپر مکھیاں بیٹھ گئی ہوں بیماری کے زمانے میں نہیں کھانا چاہیئے۔

۶۔ بیماری شروع ہونے پر فوراً ہیضہ کا ٹیکہ لگوالینا چاہیئے۔ یہ ہیضہ کی بیماری سے بچنے کا بہت آسان طریقہ ہے۔

اگر گھر میں ہیضہ کا بیمار ہو تو کیا کرنا چاہیئے ۱۔ شہروں میں جہاں چھوت کی بیماریوں کے اسپتال موجود ہیں بیمار کو فوراً ایسے اسپتال میں بھرتی کرا دینا چاہیئے اگر ایسا ممکن نہ ہو تو مریض کو مکان کے ایک علیحدہ حصہ میں لٹایا جائے جہاں گھر کا سامان نہو اور جہاں بچے وغیرہ ہر وقت آتے جاتے نہ رہیں۔

۲۔ مریض کے قے و دست کے واسطے ایک کونڈہ یا گھڑے کا منھ چوڑا کر کے رکھنا چاہیئے جسمیں چونا یا چولھے کی گرم راکھ پڑی ہو جب یہ بھر جائے تو اس کو کنوؤں یا تالابوں سے دور جلا دینا چاہیئے۔ یا گڈھا کھود کر گاڑ دینا چاہیئے۔

مریض کے تیماردار کو کھانا کھانے کے قبل لال دوا سے ہاتھ اور منھ دھو لینا چاہیے۔

۳۔ علاج۔ بیماری کا احساس ہوتے ہی اسنیشل آیل مکسچر (ہیضہ کی دوا) کا فوراً استعمال کرنا چاہیے۔ جوان آدمی کو ایک چائے کا چمچہ بھر دوا آدھی چھٹانک پانی میں ملاکر ہر آدھ گھنٹہ پر آٹھ یا دس مرتبہ دینا چاہیے۔ اگر مریض کی عمر پندرہ سال سے کم ہے تو دوا چار بوند فی سال کے حساب سے آدھی چھٹانک یا اس سے کم پانی میں آدھ آدھ گھنٹہ بعد آٹھ یا دس بار دینی چاہیے۔ اگر قے برابر آتی ہے تو کیولیس کا استعمال کرانا چاہیے۔ پندرہ پندرہ منٹ کے بعد چار گھنٹہ تک پلانا چاہیے۔

۴۔ مریض کے کپڑے اور بستر وغیرہ کو ایک کڑاہی میں پندرہ بیس منٹ تک اُبال لیا جائے اس کے بعد خشک کر کے استعمال میں لائے جاسکتے ہیں۔ بیکار کپڑے جلادیئے جائیں۔

۵۔ گھر کے پاخانوں میں خاص احتیاط کی ضرورت ہے۔ اگر پکے ہیں تو سلین یا ہائیکل سے خوب اچھی طرح صاف کرانا چاہیے اگر فرش کچا ہے تو چار انچ تک زمین کھرچ کر نکلوا دیجائے اور دوسری مٹی بچھوا کر اوپر سے خوب اچھی طرح چونا ڈلوا دیا جائے۔

بیمار کے اچھے ہونے یا مرنے پر اور اسکے دس دن تک کیا کرنا چاہیے۔ گھر کے کل مٹی کے برتن توڑ کر ایک گڈھے میں گاڑ دیئے جائیں۔ دوسرے برتنوں کو لال دوا کے تیز رنگ والے یا کھولتے ہوئے پانی سے اچھی طرح دھولینا چاہیے۔

۲۔ کپڑوں کو جو مریض کے استعمال میں آئے ہوں جہاں تک ممکن ہوسکے جلادینا چاہیے۔ نہیں تو انکو دوا کے پانی میں (سلین اور ہائیکل لوشن ایک حصہ اور پانی ۹۹ حصہ) بھگوکر صاف کرنا لینا چاہیے اگر ان طریقوں سے ان کے خراب ہونے کا اندیشہ ہے تو اُن کو آٹھ گھنٹہ تک اچھی طرح دھوپ میں سکھلانا چاہیے۔

۳۔ مریض کی چارپائی و دیگر سامان جو مریض کے استعمال میں آیا ہو اور جلایا یا اُبالا نہیں جاسکتا ہے اُنکو ہائیکل اور سلین کے لوشن میں خوب اچھی طرح دھولینا چاہیے۔ اگر اگر نواڑ کی چارپائی ہے تو فوراً نواڑ کھول کر اُبال لینا چاہیے۔

۴۔ اُس کمرے یا برآمدے کا فرش جہاں مریض لیٹا تھا اگر پکا ہے تو سلین یا ہائیکل کے لوشن سے خوب دھونا چاہیے۔ اگر فرش کچا ہے تو چار انچ وہاں کی مٹی کھود کر نکال دینا چاہیے۔ پھر وہاں چونہ بچھا کر نئی مٹی سے ہموار کرنا چاہیے۔ یا فرش پر اچھی طرح چونا بچھا دینا چاہیے یا وہاں پر گھانس بچھا کر آگ دینا چاہیے۔

۵۔ ہیضہ کے مریض کی لاش کو ندی یا تالاب میں نہ ڈالنا چاہیے اُس کو یا تو جلا دینا چاہیے یا دفن کردیا جائے لیکن گاڑنے کی جگہ پانی پینے کے تالاب اور کنویں سے کافی فاصلہ پر ہونا چاہیے۔ مریض کے اچھے ہونے کے دس دن تک پاخانوں کی صفائی لال دوا کے پانی کا استعمال و دیگر احتیاط ویسے ہی لینا چاہیے۔ جیسے کے مریض کے ہونے پر لئے جاتے ہیں۔ اگر مریض مرجائے تو لال دوا کے پانی کا استعمال برابر دس دن تک ہوتا رہے گا۔

پڑوس یا محلہ یا گاؤں میں کالرہ ہو تو اپنی احتیاط کیا لازمی ہے۔ ۱۔ صبح گھر سے نکلنے سے قبل کچھ کھا کر نکلنا چاہیے۔

۲۔ کھانا تازہ اور گرم ہونا چاہیے اور غذا ہلکی ہو۔ دودھ ہر وقت اُبال کر پینا چاہیے۔ کھانا ہر وقت بند رکھنا چاہیے۔

۳۔ پانی لال دوا پڑا ہو یا ابلا ہوا پیا جائے۔

۴۔ سڑے گلے پھل یا کچے پھل نہیں کھانا چاہیے سبز ترکاریوں اور پھلوں کو گہرے لال دوا کے رنگ کے پانی سے دھو ڈالنا چاہیے۔

۵۔ بیماری کے زمانے میں لیمو۔ سرکہ۔ پیاز اور مرچ کا استعمال رکھنا مفید ہے۔

۶۔ مکان اور اُسکے چاروں طرف خوب صفائی رکھی

اے۔ باورچی خانہ کے دروازہ پر چک پڑی رہے اور گھر کی نیز پاخانہ کی نالیوں کو صاف کرکے چونہ چھڑک دینا چاہیئے۔

۸۔ اگر پیٹ میں درد ہو یا ایک آدھ دست آجائے تو فوراً اسینشل آئل کا استعمال کرنا چاہیئے۔

۹۔ بیماری شروع ہوتے ہی ہیضہ کا ٹیکہ لگوا لینا چاہیئے۔

۱۰۔ جس گھر میں مریض ہو اُس گھر کے تمام لوگوں کو آدھ چمچہ اسینشل آئل مکسچر آدھی چھٹانک پانی کے ساتھ روزانہ دو بار پینا چاہیئے۔

نسخہ اسینشل آئل مکسچر (ہیضہ کی دوا)

آئل آف انیس سوہ پونڈ۔ آئل آف جونیپر ۵ پونڈ
اسپرٹ آف ایتھر ۵ اپونڈ۔

نوٹ:۔ شہروں میں اسینشل آئل مکسچر کیوپین سکیمین یا بائیکل سنیٹری انسپکٹر صاحب یا ہیلتھ افسر سے مل سکتی ہے اور دیہاتوں میں لال دوا اور کیولین تو پٹواریوں کے پاس مل سکتی ہے۔ نیز دوائیں اور اسینشل آئل مکسچر اسپتالوں سے اسکول اور پنچایتوں کے دوائیوں کے بکسوں سے اور ضلع کے ہیلتھ آفیسر صاحب و سنیٹری انسپکٹر صاحب و سول سرجن صاحب سے مل سکتی ہے۔

طاعون

طاعون ایک بہت ہی خطرناک چھوت کی بیماری ہے جو دنیا کے تمام ملکوں میں ہلچل پیدا کر چکی ہے۔ اس میں تیز بخار کے ساتھ بغل ران یا دیگر غدود میں درد و سوجن ہوتی ہے۔ یہ بیماری ہمارے صوبہ کے مشرقی اضلاع میں تو قریباً سال بھر ہی موجود رہتی ہے۔ صرف زیادہ گرمی پڑنے پر بند ہو جاتی ہے لیکن جب جاڑہ پڑنا شروع ہوتا ہے تو پھر نمودار ہو جاتی ہے۔ یہ بیماری ہر عمر والے انسانوں کو ہوتی ہے لیکن بہ نسبتاً آدمیوں کے عورتوں کو زیادہ ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ مکانوں کے اندر رہتی ہیں جہاں چوہوں کے پسوؤں کے کاٹنے کا زیادہ احتمال رہتا ہے۔

قسمیں

اس بیماری کی تین قسمیں ہوتی ہیں۔

(۱) گلٹی والا طاعون۔
(۲) نمونیا والا طاعون۔
(۳) سرسامی طاعون۔

طاعون کیسے ہوتا ہے

یہ چوہوں کی بیماری ہے اور آدمیوں کو پسوؤں کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔ جب پسو کسی ایسے چوہے کو کاٹتا ہے جو بیمار ہو تو اُس کے خون کے ساتھ ساتھ وہ بیماری کا زہر بھی چوس لیتا ہے اور جب یہ پسو کسی اچھے چوہے یا آدمی کو کاٹے گا تو اُس کو بیمار ڈال دے گا۔ گلٹی والے طاعون کے پھیلنے کا یہی طریقہ ہے

نمونیا والے طاعون کے مریض کے پاس بیٹھنے اٹھنے سے ہوا کے ذریعہ سے یہ بیماری لگ سکتی ہے۔

علامات

بیماری کا اثر ہونے سے ۲ سے لیکر دس دن تک علامتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ بیماری کے شروع میں اعضاء شکنی۔ درد سر۔ لرزہ۔ سر چکراتا ہے بعض وقت قے یا دست بھی آتے ہیں۔ بخار تیز ہوتا ہے۔

عام طور سے ۱۰۲ ڈگری ڈگری سے ۱۰۴ ڈگری تک بخار رہتا ہے۔ لیکن کبھی کبھی ۱۰۷ ڈگری تک پہونچ جاتا ہے۔ اگر بخار تیز ہوتا ہے تو سرسامی حالت یعنی نمودار ہو جاتی ہے اور مریض بالکل بیہوش ہو جاتا ہے اس کے ساتھ ہی ساتھ بغل ران یا گردن کے غدود میں درد اور ورم بھی ہوتا ہے جو رفتہ رفتہ بڑھتا ہے اور تین سے پانچ روز کے اندر زیادہ تر اموات ہو جاتی ہیں۔ چھ روز بیماری کے بعد مریض کے بچنے کی زیادہ امید ہو جاتی ہے۔ نمونیا والے طاعون میں گلٹی وغیرہ نہیں ہوتی ہے۔ لیکن

مریض کے کف کے ساتھ سرخ سرخ خون بھی نکلتا ہے
سرسامی طاعون میں نہ گلٹی ہوتی ہے اور نہ نمونیا کے آثار
ہوتے ہیں۔ صرف بخار تیزی کے ساتھ شروع ہوتا ہے
اور جلد ہی ۱۰۴ سے ۱۰۷ تک ہوجاتا ہے اور آدمی کی موت
ایک روز کے اندر ہوجاتی ہے۔

اگر گھر میں چوہے مریں تو کیا کرنا چاہیے

جس جگہ چوہا مرا پایا جاوے اسی جگہ مٹی کا تیل
ڈال کر یا بھوس رکھ کر آگ لگا دینی چاہیے۔ اس کے بعد اس
چوہے کو مکانوں کے باہر آبادی سے دور جلا دینا چاہیے
یا گاڑ دینا چاہیے۔ مرے ہوئے چوہے کو ہاتھ سے
ہرگز نہ چھونا چاہیے بلکہ کسی لمبے چمٹے سے اٹھانا چاہیے۔
۲۔ گھر کے سب لوگوں کو طاعون کا ٹیکہ لینا چاہیے
۳۔ چوکیدار پٹواری یا مکھیا کو چوہے مرنے کی اطلاع
کرنی چاہیے۔
۴۔ مکانوں کو چھوڑ کر دور جھونپڑی بنا کر رہنا چاہیے۔
۵۔ جتنا سامان جھونپڑوں لیجایا جاوے اس کو پہلے
خوب اچھی طرح دن بھر دھوپ میں سکھا کر جھونپڑوں میں
رکھنا چاہیے۔
۶۔ جن مکانوں میں چوہے مرے ہوں انہیں
جب تک کہ بیماری ختم نہ ہوجائے نہ جانا چاہیے۔
۷۔ چھوڑے ہوئے مکانوں کی چھت کے چھپر
یا کھپریل۔ تھوڑی تھوڑی کھول دینا چاہیے جس سے کہ
ہر کوٹھری یا کمرے میں دھوپ کافی گزر ہو۔

اگر گھر میں کوئی بیمار ہو تو کیا کرنا چاہیے

۱۔ بیماری کی اطلاع فوراً کرو۔
۲۔ سب گھر والوں کو ٹیکا لینا چاہیے۔
۳۔ مریضوں کو وبائی اسپتال میں بھیج دینا چاہیے
اور اگر نہ ہو تو علیحدہ کوٹھری یا کمرہ میں رکھ کر پھر علاج
کرنا چاہیے۔

(a) اس کو بالکل نہ حرکت کرنے دینا چاہیے۔
(b) اس کو غذا کے لئے دودھ دینا چاہیے۔
(c) Tinture Iodine ٹنچر آئیوڈین
یا Poultice یا السی کا پتہ گرم گرم دن میں کئی
مرتبہ باندھنا چاہیے۔
Iodine ointment یا آئیوڈین کی مرہم گلٹی
پر لگانا چاہیے۔ مریض کے پاخانہ پیشاب میں فنائل کلین
وغیرہ ڈالنا چاہیے۔
(d) مکانوں کی کھڑکیاں کی کھڑکیاں دروازے
اچھی طرح سے بند کر کے دیگر سوراخ نم مٹی سے توپ
دینا چاہیے۔ چھپر دیوار کے درمیانی جگہ کو پورے طور سے
ٹھوس کر بند کر دینا چاہیے۔ اس طور سے ہوا کی آمدورفت
کمرے میں بند ہوجاتی ہے اور آخر جب Gano Gas
مشین سے پمپ کی جاتی ہے تو وہ چھپر میں پیوست ہو کر
چوہوں و پسوؤں کو ہلاک کر دیتی ہے
(e) سب کو چارپائی پر لیٹنا چاہیے کیونکہ طاعونی
پسو زمین سے صرف تین انچ تک اچھل سکتے ہیں۔
(f) مکان کی تمام تاریک کوٹھریاں یا کمرے بند
کر دینا چاہیے۔
(۴) مریض کے اچھے ہونے یا مرنے پر اس کے
تمام کپڑے۔ دوا کے پانی سے ابال کر صاف کرنا چاہیے

مکانات جہاں طاعون سے چوہے یا آدمی مریں انکو کیسے صاف کرنا چاہیے

کچے مکان

(۱) مکان کا سب سامان اچھی طرح کھول کر دھوپ
میں سکھانا چاہیے۔
(۲) فرش۔ دیواریں۔ وغیرہ کو [illegible] لوشن
سے دھونا چاہیے۔ اگر چوہے کے بل ہوں تو ان کو بند کر
دینا چاہیے۔ کمرے کے دروازے کھڑکیاں [illegible]

بند کر کے مشین کے ذریعہ سے Cyanogas پمپ کر کے مکانوں کی صفائی کی جا سکتی ہے۔

کچے مکان

(۱) مکان کا تمام سامان باہر دھوپ میں پھیلانا چاہیئے۔

(۲) کھڑکی۔ روشندان۔ چھت اور کھپریل کو تھوڑی تھوڑی اوپر سے کھول دینا چاہیئے جس سے کہ دھوپ کافی جا سکے۔

(۳) صفائی کرنے والے پٹی۔ بوٹ۔ پہن کر یا بدن میں تیل مل کر ایسے مکانوں کے اندر جائیں۔

جب پڑوس میں بیماری ہو تو کیا کرنا چاہیئے

(۱) سب کو ٹیکا لینا چاہیئے۔

(۲) بیماری والے گاؤں کے آدمیوں کو اپنے گاؤں میں آنے دینا چاہیئے۔ گھر کا سامان۔ بستر اناج وغیرہ روزانہ دھوپ میں رکھنا چاہیئے۔

(۳) گاؤں اور گھروں کی اچھی طرح صفائی کر لینا چاہیئے۔

(۴) چوہوں کو حسب ذیل طریقوں سے مارنے کی کوشش کرنا چاہیئے۔

(a) زہر کی گولیوں سے مارنا چاہیئے۔

Barium Carbonate بوریم کاربونٹ ایک پونڈ اور آٹا تین پونڈ۔ ان سب کو پانی میں سان کر ۲۵۰۰ گولیاں بنا لینی چاہیئے۔ یہ گولیاں بنانے کے وقت گن کر چھوڑنا چاہیئے اور صبح جتنی بچی ہوں احتیاط سے اٹھا کر پھینک دینا چاہیئے جس سے گھر کے چھوٹے بچے نہ کھا سکیں۔

(b) چوہے دانوں سے پکڑ کر مارنا چاہیئے۔

(c) بلیاں پال کر مارنا چاہیئے۔

(d) Cyanogas سے مارنا۔ یہ ایک زہریلی گیس ہے جو کہ ایک مشین کے ذریعہ سے چوہے کے بلوں میں پہنچائی جاتی ہے۔

تپ دق

(س) تپ دق کس کو کہتے ہیں۔

(ج) تپ دق یا ٹیوبرکیولوسس ایک چھوت کی بیماری ہے جو خاص کر ایک آدمی سے دوسرے آدمی میں تھوکنے کی عادت سے ہوا کرتی ہے یہ بیماری تمام دنیا میں ہوتی ہے اور آدمی کی سخت دشمن ہے ہر سات آدمیوں میں سے جو اس دنیا میں پیدا ہوتے ہیں ایک نہ ایک ضرور اس بیماری کی وجہ سے مرتا ہے۔ تخمینہ کرنے سے معلوم ہوا ہے کہ مہذب دنیا میں ایک آدمی ہر سکنڈ اس بیماری کی وجہ سے مرتا ہے۔ شہر لکھنؤ میں یہ بیماری بہت زیادہ پھیلی ہوئی ہے اور ہر چھ آدمیوں سے جو شہر لکھنؤ میں مرتے ہیں ایک نہ ایک ضرور اس بیماری کی وجہ سے مرتا ہے۔

(س) تپ دق کی بیماری کس طرح پیدا ہوتی ہے؟

(ج) دق کی بیماری ایک چھوٹے کیڑے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ جو دق کے بیمار کے تھوک میں پائے جاتے ہیں۔ دق کا بیمار جب بے پروائی سے فرش پر تھوک دیتا ہے تو تھوک خشک ہو جاتا ہے (سلائیڈ ۲) اور کیڑے بالو کے ذروں کی طرح ہوا میں داخل ہو جاتے ہیں۔

جو آدمی ایسی ہوا میں سانس لیتا ہے اس کو بیماری ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ مکھیاں بھی تھوک پر بیٹھ کر اس بیماری کو پھیلاتی ہیں یہ اس تھوک کو ہمارے ہاتھوں۔ چہرہ اور بچہ کے دودھ پلانے والی شیشی کے منھ تک پہنچاتی ہیں۔ جہاں سے کیڑے منھ میں داخل ہو جاتے ہیں اور پھر پیٹ اور پھیپھڑوں تک پہنچ جاتے ہیں۔

(س) تپ دق کی بیماری کا بدن کے کن کن اعضاؤں پر اثر پڑتا ہے؟

(ج) یہ بیماری بدن کے کسی حصہ کو ہو سکتی ہے۔ لیکن زیادہ تر اس بیماری سے پھیپھڑے خراب ہو جاتے

ہیں۔ تندرست آدمیوں کو یہ بیماری نہیں ہوتی ہے۔

(س) کس قسم کے لوگ اس بیماری سے بیمار ہوتے ہیں؟

(ج) یہ بیماری زیادہ تر ان لوگوں کو ہوتی ہے جو اپنے پھیپھڑے اور جسم کو نیچے کی لکھی ہوئی باتوں کو کر کے خراب کر دیتے ہیں؟

۱۔ اندھیرے گندے کمروں میں جس میں آدمیوں کا بڑا مجمع رہتا ہو رہ کر۔

۲۔ پردے میں رہنے سے۔ اس وجہ سے پردہ نشین عورتیں مردوں سے دوگنی اس بیماری سے بیمار ہوتی ہیں۔

۳۔ شراب کا زیادہ استعمال کرنے سے۔

۴۔ حد سے زیادہ کام کرنے سے۔

۵۔ تپ دق کے بیمار کے ساتھ کھانے سے۔

۶۔ تپ دق کے بیمار کے ساتھ ایک ہی کمرہ میں سونے سے۔

۷۔ کم عمر کی شادی سے۔

۸۔ تپ دق کے بیمار والدین کے بچے اگر ان کی پرورش ڈاکٹر کی صلاح کے موافق نہ کی جاوے تو وہ اس بیماری سے بیمار ہو جاتے ہیں۔

(س) آدمی کو کس طرح جاننا چاہیے کہ یہ بیماری ہے؟

(ج) شام کے وقت حرارت ہونے لگے گی۔ ہر وقت تکان معلوم ہوگی رفتہ رفتہ اس کا وزن کم ہوتا جاوے گا۔ پرانی کھانسی سے۔

(س) اس کو ایسی حالت میں کیا کرنا چاہیے۔

(ج) اس کو فوراً ڈاکٹر کے پاس یا شفاخانہ کو جانا چاہیے اور قبل اس کے کہ دیر ہونے پاوے اس امر کی جانچ کرانی چاہیے۔

(س) کیا دق کی بیماری قابل شفا ہے؟

(ج) ہاں ضرور ہے لیکن اگر شروع ہی میں ایک اچھے ڈاکٹر کا علاج کیا جاوے اور عطائی کے پاس نہ جاویں اگر لوگ اس نصیحت پر عمل کریں تو ۸۰ فی صدی موتیں جو اس بیماری سے ہوتی ہیں کم ہو جاویں؟

(س) کیا کیا چیزیں اس بیماری کے حق میں مفید ہیں؟

(ج) ۱۔ صاف ہوا میں رہنا۔

۲۔ صاف ہوا میں سونا۔

۳۔ ہلکی کسرت کرنا۔

۴۔ طاقت دینے والی چیز کھانا۔

۵۔ ڈاکٹر کی نصیحت پر عمل کرنا۔

(س) کیا تپ دق کے بیمار خطرناک ہوتے ہیں؟

(ج) دق کے بیمار خطرناک ہوتے ہیں۔ جب وہ لاپروائی کے ساتھ ادھر ادھر تھوک دیتے ہیں۔ لیکن ایک ہوشیار اور صاف دق کا بیمار جو اپنے رومال میں تھوکتا اور کھانستا ہے اور پھر اس کو پانی میں ابالتا ہے یا جلا دیتا ہے اور الگ برتنوں میں کھاتا ہے اس کا رہنا محفوظ ہے۔

(س) دق کی بیماری سے بچنے کے لئے کیا کیا کرنا چاہیے؟

(ج) برآمدہ یا کمرہ میں جس کی کھڑکیاں کھلی رکھی جاویں سونا چاہیے۔ ہوادار کمروں میں پڑھنا۔ لکھنا اور کام کرنا چاہیے۔ صاف اور طاقت دینے والی غذا کھانی چاہیے۔ کھانے کو ڈھک کر رکھنا چاہیے تاکہ گرد اور مکھیوں سے بچا رہے۔

کھلی رکھی ہوئی چیزوں کو جن پر مکھیاں بیٹھی ہوں نہ کھانا چاہیے۔

حد سے زیادہ کام نہ کرنا چاہیے۔ دق کے بیمار کے ساتھ ایک ہی کمرے میں نہ سونا چاہیے۔ کھلی اور صاف ہوا میں کھیلنا چاہیے۔

اس بیماری کے متعلق خاص ہدایتیں۔

۱۔ صاف ہوا۔ روشنی۔ آرام۔ عمدہ غذا۔ اس بیماری کیلیے مفید ہے۔
۲۔ بدپرہیزی۔ اور دوسری زیادتیاں مثلاً۔
۳۔ کھڑکیاں بند کرکے سونا۔
۴۔ حد سے زیادہ کام کرنا۔
۵۔ ایک کمرہ میں بہت سے آدمیوں کا سونا۔ کام کرنا۔

دھواں اور گرد یہ سب اس بیماری کو بڑھانے والی ہیں۔ آپ کو چاہیے کہ دق کی بیماری سے بچنے کے لیے ان تمام باتوں سے

پانچ چیزیں یاد رکھنا چاہیے

(۱) ہوادار کمرے میں سونا چاہیے۔
(۲) کھلی جگہ میں کھیلنا چاہیے۔
(۳) حد سے زیادہ محنت نہ کرنا چاہیے۔
(۴) جسے دق کی بیماری ہو اُسکے ساتھ نہ کھانا نہ سونا چاہیے۔
(۵) اگر آپ کمزوری و حرارت محسوس کرتے ہوں تو ڈاکٹر سے صلاح لیجیے۔

گردن توڑ بخار

یہ چھوت کی بیماریوں میں سے ایک بہت ہی خطرناک اور مہلک بیماری ہے۔ اس میں مبتلا ہو کر آدمیوں کی ایک کثیر تعداد تو جانبر نہیں ہوتی اور جو بچتے بھی ہیں ان میں سے بہت سے اپنی بینائی اور سماعت سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں یا کچھ دیگر ایسی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں جو انکی باقی زندگی کو وبال جان بنا دیتی ہیں۔

یہ بیماری ایک خاص کیڑے (جراثیم) سے پیدا ہوتی ہے دماغ اور حرام مغز کے پردوں پر یکساں اثر کرتی ہے۔ اور ہر عمر کے انسان کو ہو سکتی ہے۔ لیکن نوجوان کو (۱۶ برس تک ؟) زیادہ تر ہوتی ہے۔

اس کے کیڑے بیمار کے حلق اور ناک کے اندر پائے جاتے ہیں۔ اور وہ انسان جو اس بیماری سے حال ہی میں اچھے ہوئے ہیں ان کی ناک اور حلق میں بھی بہت عرصہ تک موجود رہتے ہیں۔ یہ انسان جس ہوا میں سانس لیتے ہیں۔ اس میں بھی کیڑے سانس کے ذریعہ سے پہونچکر اسے زہریلا بنا دیتے ہیں۔ اور جو تندرست انسان اس میں سانس لیتے ہیں اُن کو اس بیماری کے لگ جانے کا خطرہ ہو جاتا ہے۔

علامتیں

سر میں شدید درد ہوتا ہے۔ ہاتھ پیر اور پیٹھ میں بھی درد ہوتا ہے۔ سردی لگکر بخار آتا ہے۔ اکثر قے ہوتی ہے۔ شروع میں گردن جھکانے میں درد اور بعد کو گردن اکڑ جاتی ہے اور پیٹھ کی طرف مڑ جاتی ہے اکثر سرسامی حالت ہو جاتی ہے۔ اکثر بیمار بکواس کرتا اور کبھی کبھی بیہوش ہو جاتا ہے۔

گھر میں بیمار ہونے پر کیا کرنا چاہیے

۱۔ بیماری کی اطلاع فوراً ہیلتھ افسر یا سول سرجن یا حلقہ کے سینٹری انسپکٹر کو کرنا چاہیے۔ دیہات میں اسکی اطلاع بذریعہ چوکیدار۔ مکھیا یا پٹواری کرانا چاہیے۔

۲۔ بیمار کو فوراً اسپتال پہونچا دینا چاہیے۔ کیونکہ اس مرض کا علاج ایک خاص دوا (سیرم) سے ہوتا ہے۔ جو پچکاری کے ذریعہ سے ریڑھ کی ہڈی میں لگائی جاتی ہے۔ یہ پچکاری ہوشیار ڈاکٹر ہی لگا سکتا ہے۔

اس لئے اسپتال سے بڑھکر اس علاج کیواسطے دوسرا کوئی مقام نہیں ہو سکتا ہے۔

۳۔ جس کمرہ میں مریض رہا ہو اس کو گندھک یا لوبان جلاکر صاف کرنا چاہیے۔ اگر یہ ناممکن ہو تو نیم کی پتیوں کو خوب جلانا چاہیے۔ فرش پر۔ نالیوں اور پاخانوں میں چونا چھڑکنا چاہیے۔ اگر ہو سکے تو قلعی سے کمروں کو پتوا

دینا چاہیے۔

۴۔ تیمارداروں کو بیمار کے پاس ناک اور منھ پر رومال رکھکر جانا چاہیے۔ بیمار کے پاس سے باہر آکر لال دوا کے ہلکے پانی یا نمکین پانی سے غرارہ کرنا چاہیے۔ اور حلق کو اچھی طرح صاف کرلینا چاہیے۔

۵۔ گھر کے تمام کپڑوں و دیگر سامان کو روزانہ دھوپ میں ڈالنا چاہیے۔

۶۔ ایسے کمرہ کو استعمال کرنا چاہیے جس میں سورج کی روشنی اور ہوا خوب پہونچتی ہو۔

۷۔ تمام گھر والوں کو دن میں دو مرتبہ لال دوا یا نمکین پانی سے حلق اور ناک صاف کرنا چاہیے۔

جب بیماری پڑوس میں ہو تو کیا کرنا چاہیے

۱۔ جہاں بیماری ہو وہاں نہ جانا چاہیے۔

۲۔ کھلی ہوا میں رہنا چاہیے۔

۳۔ گرد و غبار سے بچنا چاہیے۔

۴۔ مکان کے اندر اور باہر خوب پانی چھڑکنا چاہیے۔

۵۔ بستر کپڑوں اور دوسری چیزوں کو روزانہ دھوپ میں ڈالنا چاہیے۔

۶۔ ایسے مقاموں پر جہاں زیادہ تعداد میں آدمی جمع ہوتے ہیں (مثلاً سینما۔ تھیٹر) بازار وغیرہ جانے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ ہر ایک آدمی کو دو مرتبہ روزانہ اور خاصکر باہر سے آنے کے بعد لال دوا کے پانی یا نمک کے پانی سے حلق و ناک کو صاف کرلینا چاہیے۔

۷۔ اسکولوں میں لڑکوں کو روزانہ پڑھائی شروع ہونے سے پہلے لال دوا کے پانی یا نمک کے پانی سے حلق و ناک کو صاف کرلینا چاہیے۔

نوٹ:۔ ایک ماشہ نمک (کھانے والا) ایک چھٹانک پانی۔ لال دوا ایک ماشہ ایک چھٹانک پانی۔

لہک چلے پھلواری

(از جناب شمیم کرہانی)

لہک چلے پھلواری .... مالی

ڈال ڈال پر کوئل کوکے بھونرا بین بجائے
کرنیں پنکھڑیوں پر ماریں رس کی بھری پچکاری

لہک چلے پھلواری .... مالی

کومل کلیوں کا جھرمٹ سا نکلے سانجھ سویرے
رسیا دھرتی لٹاتی جائے، پھول پھل ترکاری

لہک چلے پھلواری .... مالی

تمباکو کی پیداوار بڑھانے کی اسکیم

ہندوستان کی مرکزی تمباکو کمیٹی نے نئی دہلی میں اپنے افتتاحی جلسہ میں یہ فیصلہ کیا کہ مستقبل میں اسکا مرکزی دفتر بمبئی میں رہے گا۔ کمیٹی نے ہندوستان سے باہر تمباکو بھیجنے کے سلسلہ میں تمباکو کے ضروری درجہ مقرر کرنے کی سرکاری اسکیم سے متعلق زراعتی بازار تنظیم کی نگرانی میں نگراں ملازمین کی تعداد میں اضافہ کرنے کی تجویز بھی منظور کی۔

شاہی زراعت تحقیقاتی کمیٹی کے نائب صدر مسٹر ایچ۔ آر اسپرٹ اس افتتاحی جلسہ کے صدر تھے۔ اسنے پچھلی تمباکو کمیٹیوں کے کاموں کا تذکرہ کیا۔ آپنے بتلایا کہ زمانہ ماضی میں مختلف وجود کی بنا پر تمباکو کی طرف زیادہ توجہ نہیں دی گئی۔ پھر بھی تجارت اور صنعت کے خیال سے اسکی بڑی اہمیت ہے۔ زمانہ جنگ میں گنٹور کی شاہی زراعت تحقیقاتی کمیٹی نے "ابسر نیوہ" نام کا ایک نئی طرح کا ورجینیا تمباکو تلاش کیا ہے۔ اور دعویٰ کیا گیا ہے کہ یہ تمباکو کئی خصوصیات کی وجہ سے بہت کم عرصہ میں بنالیا جاتا ہے۔ اور اسکے پتے بڑے ہوتے ہیں۔ اسطرح یہ ہیریسن اسپیشل سے بھی بہتر ہے۔

آپنے یہ بھی بتلایا کہ خاص کر تجارتی اغراض نے ملک کے محدود حصّوں میں ورجینیا سگریٹ تمباکو کو اشاعت دیکر اس لحت میں بڑی اہم امداد دی ہے۔

مسٹر اسپرٹ نے کہا کہ ہندوستانی مرکزی تمباکو کمیٹی کا قیام ہر طرح سے تمباکو کو ترقی دینے اور اس میں اصلاح کرنے کی طرف عملی اور متحدہ اقدام کی ابتدا ہے۔ تمباکو کی فصل ملک کے سارے زراعتی رقبہ کے ایک فیصدی کے نصف سے بھی کم رقبہ میں ہوتی ہے۔

ہندوستانی مرکزی تمباکو کمیٹی کے کاموں کا تجزیہ کرتے ہوئے مسٹر اسپرٹ نے بتلایا کہ اگرچہ کمیٹی کے قیام میں کچھ دیر ہوگئی ہے اور اسکو اسبات کا افسوس ہے مگر اسکے باوجود بھی اس سے فائدہ ہی ہوا ہے۔ کیونکہ اس درمیان دس لاکھ روپئے کی سالانہ اقتصادی مدد سے ایک فنڈ جمع ہوگیا۔ جو ابتدا میں ۱۹۴۳ء میں حاصل ہو سکا۔ اور اب یہ کمیٹی اس محفوظ فنڈ کی مدد سے اپنی اسکیموں کو عملی شکل دے سکیں گی۔ تجرباتی فارموں۔ تحقیقاتی مرکزوں اور ٹیکنالوجی انسٹیٹیوٹ کا قیام جیسے کاموں کے لئے نہ صرف ملازمین بلکہ زمین، عمارتیں اور ساز وسامان بھی چاہئے۔

آپنے اس کمیٹی کے قیام میں مختلف دھاروں سے خاص کر انڈین ایف ٹوبیکو ڈیولپمنٹ کمیٹی سے حاصل امداد کا بھی ذکر کیا۔ آپنے بتلایا کہ اس کمیٹی نے نومبر ۱۹۴۳ء سے ہی شاہی زراعت تحقیقاتی کمیٹی کو صرف معمولی تنخواہ پر اپنے ایک سینیر افسر کی خدمات تمباکو صلاح کار کی تقرری کی شکل میں نذر کر دی ہیں۔ اور یہ مدد مارچ ۱۹۴۷ء تک جاری رکھنے کا قول دیا ہے، جبکہ کمیٹی امید کرتی ہے کہ وہ خود اپنا ایک صلاح کار مقرر کر سکیں گی۔

کمیٹی نے ہندوستانی بیوپار منڈل کے نمائندے مسٹر موہن لال امبا لال پارکھ کو اپنا سب سے پہلا نائب صدر منتخب کیا۔ دولت، زراعتی تحقیقات اور ترقی۔ بازار تنظیم، ٹیکنولاجی وغیرہ موضوع پر غور کرنے کے لئے بہت سی سب کمیٹیاں بھی قائم کی گئیں۔ یہ بھی بتلایا گیا کہ امپیریل ٹوبیکو کمپنی آف انڈیا نے دوسرے ملکوں میں خاص کر تمباکو کی زراعت کے معاملے کو لیکر زراعت کا مطالعہ کرنے کے لئے ہر سال ۵۰۰ پونڈ کے دو وظائف مقرر کئے ہیں۔

بندیلکھنڈ سرکل میں اصلاح زراعت کے متعلق کام

از جناب پی۔ پی چندرا، ڈپٹی ڈائرکٹر محکمۂ زراعت بی۔ سی جھانسی

(۱) موسم کا حال۔ اس سال بارش دیر میں شروع ہوئی۔ جون کے مہینے میں قریب قریب پانی گرا ہی نہیں۔ جولائی میں اگرچہ بارش ہوئی مگر ہر جگہ برابر نہیں ہوئی عام طور سے جیسے ہر سال اس زمانہ میں بارش ہوا کرتی تھی اس سال ویسی بارش نہیں ہوئی۔ اگست کے مہینے میں بہت دنوں تک پانی گرا ہی نہیں۔ اور بعد میں جو بارش ہوئی وہ بہت زور کی ہوئی اور لگاتار ہوتی رہی۔ اگست اور ستمبر مہینوں کے آخری پندرہ دنوں میں جھانسی ضلع میں بارش خاص طور سے بہت زور کی ہوئی اور دوسری جگہوں میں کہیں معمولی اور کہیں اوسط درجہ کی ہوئی۔ اور ستمبر کے آخیر تک بارش رک گئی۔

جولائی اور اگست کے مہینوں میں جو بارش ہوئی وہ فصل خریف کے لئے نقصان دہ ہوئی اور جولائی کے شروع میں بارش ہوئی ہی نہیں۔ اگست ستمبر مہینوں میں جو لگاتار بارش ہوئی اسکی وجہ سے جوار کی فصل خراب ہوگئی۔ جون اور جولائی میں بارش نہ ہونے کی وجہ سے خریف کے بونے میں دیر ہوئی اور بعد کو لگاتار بارش ہونے کی وجہ سے پانی نیچے زمین پر رک گیا اور اس سے فصل کو نقصان پہونچا انھیں وجوہات سے خریف کی نکائی اور اسکی ترقی سے متعلق کام نہ کئے جا سکے

(۲) زراعت کے متعلق اصلاح۔ اس ستماہی کے شروع میں اچھے دانے خریف فصل کے بیج بانٹنے اور نمائشی کھیتوں کے تیار کرنے میں لگے رہے۔ اگست اور ستمبر میں رفریشر کورس کے کلاس لئے گئے جن کھیتوں میں کام کرنے والے اہلہ موجود تھا۔ اور ان لوگوں کو ٹریننگ دی گئی تاکہ اب تک کی ساری باتوں کا انھیں پورا علم رہے۔

(۳) ترقی کے سلسلہ میں دوسرے مندرجہ ذیل کام کئے گئے۔

جو کام کئے گئے انکا تذکرہ	جھانسی	جالون	ہمیرپور	باندہ	مینپوری	ایٹہ	اٹاوہ	فرخ آباد	کل جوڑ
کھاد کے گڑھے	۱۳۶	۶۷	۴۷۱	۱۵۴	۱۱	۴۵	۹۷	۳۱۰	۱۲۹۰
بندھیاں جو بنائی گئیں	۱۱۱۷	۱۴۳۳	۱۲۶۳	۱۸۶۰	۶۲۸	۵۴۵	۴۴۳	۱۶۲۷	۹۳۰۶
کمپوسٹ کھاد کے گڑھے	۱۶۰	۲۷۶	۳۹۸	۶۸۰	۲۵۸	۷۷	۱۲۸	۳۴۳	۲۳۰۰
پیشاب جمع کرنے کے گڑھے	۳۰	۲۸	۲۶	۴۵	۴۳	۵		۶۵	۲۴۲
کوئیں جو بنائے گئے	۱	...	...	...	۲	...	...	۵	۸
بیکھر جو دئے گئے	۱۵۵	[illegible]	۱۲۹	۸۱	۱۴۷	۱۱	۱۰۵	۲۶۰	۹۰۹
اوزار جو بانٹے گئے	...	۱۸	۲۸	۱۰	۴۹۳	۶۴	۱۱۴۰	۳۸۲	۲۰۳۵

زراعت اور									
مویشیوں کی نمائش	۱	...	...	...	...	...	...	...	۱
ترقی شدہ بیجوں کی نمائش	۶۴	۶۵	۷۵	۲۱	۵۶	۲۶	...	۷۵	۳۸۲
ترقی شدہ اوزاروں کی نمائش	۳۳	۹	۳۱	۳۱	۲۱	۲۱	...	۲۲	۱۶۸
ایگریکلچرل سہن بنانے والی سوسائٹیاں جنکی تنظیم کی گئی	...	...	...	...	...	...	...	...	
کوئیں جو صاف کئے گئے	۲	...	۲	۱۲	...	...	...	...	۱۶
گاؤں جنکا معائنہ کیا گیا	۱۱۲	۱۷۵	۱۷۰	۸۵	۲۴۹	۱۰۰	۱۰۵	۲۵۲	۱۲۷۸
عام جلسے جو کئے گئے	۷۸	۷۲	۶۳	۲۵	۸	۶	...	۳۷	۲۸۹
کھاد جو دی گئی (منوں میں)					۳۴۳	۳۹	۱۲۷۷	...	۱۶۵۹
خریف فصل کے بیج جو بانٹے گئے (منوں میں)	۳۱۰۳	۱۸۶۲	۳۲۱۱	۳۳۷۱	۵۰۰	۴۲۰	۸۳۰	۳۶۸	۱۳۶۶۵
خریف فصل کے بیج جو خرید (منوں میں)	۱۴۶۴	...	...	...	...	...	...	...	۱۴۶۴
بیجوں کی وصولیابی (منوں میں)									
اناج کی شکل میں	...	...	...	...	...	...	...	...	...

(۴) ہم لوگوں نے جھانسی، جالون، ہمیرپور اور باندہ کے ضلعوں میں خاصکر مویشیوں کے پیدا کرنے کا کام کیا۔ ڈائرکٹر آف انیمل ہسبنڈری کے حال ہی میں نکالے گئے احکامات کیوجہ سے ہم لوگوں نے سانڈ اور گایوں کے انڈنیٹ نہیں منگوائے۔ مویشیوں کی ترقی سے متعلق اسکیم کے مطابق جو کام کیا گیا اسکا تذکرہ اس طرح ہے۔

سانڈ جو دئے گئے ۷۰

سانڈ جو بدھیا کئے گئے ... ۳۴

گائے اور بھینسوں کے انڈنیٹ (جو ابھی تک پورے نہیں کئے گئے) ... ۱۲

سانڈوں کے لئے دئے گئے آرڈر (جو ابھی تک پورے نہیں کئے گئے) ... ۱۴۳

(۵) کھیتی باری کے کام۔ اس سرکل کے پانچوں کھیتی باری کے فارموں میں باقاعدہ کام ہوتا رہا۔ سال کے آخر میں جو سالانہ حساب تیار کئے گئے ہیں۔ انسے یہ پتہ چلا ہے کہ سب خرچ نکال دینے کے بعد ۲۹۷۶۴ روپیہ کا فائدہ ہوا۔ جسکی کیفیت حسب ذیل ہے۔

۱- اٹری (باندہ) ۴۶۲۱ روپیہ

۲- بیلاتل (ہمیرپور) ۵۰۶ "

۳- اٹاوہ فارم ۸۱۸۱ "

۴- مینپوری فارم ۳۹۷۸ "

۵- تمباکو کی ترقی کی اسکیم ۱۲۴۸۲ "
جو عبرا اور چرگاؤں
میں چلائی گئی۔ میزان ۲۹۷۶۴ روپیہ
فارم میں جو خریف کی فصل بوئی گئی تھی وہ اطمینان بخش رہی۔ صرف کپاس اور مکائی فصل ضرور اطمینان بخش نہیں رہی کیونکہ بارش زیادہ ہونے کیوجہ سے ان فصلوں کو نقصان پہونچا۔ رسنرچ سکیشن میں مختلف طرح کے فصلوں اور کھاد وغیرہ کے تجربات بھی مناسب شکل میں کئے گئے۔

۶- خاص اسکیمیں۔ (الف) گاؤں کی اسکیم (ویلیج پروجیکٹ اسکیم) الہ نے اور اس اسکیم میں دلچسپی رکھنے والوں نے مناسب شکل سے کھیتی باڑی کرنے ترقی شدہ خریف کی فصلیں بونے، کھیتی باڑی سے متعلق ترقی کے کام کرنے۔ ایکھ لگانے، کپاس کے گڈھے کھودنے اور کمپوسٹ کھاد تیار کرنے میں خاص طور سے توجہ دی جس طرح کے دھان عام طور سے اس رقبہ میں بوئے جاتے ہیں انہیں ۴۳ نمبر دھان بہت ہی امید افزا معلوم ہوا۔ اور ہر طرح کے مقامی دھانوں سے اسکی فصل اچھی ہوئی۔ دونوں طرح کی فصل یعنی پیڑی کی فصل اور بوئی ہوئی فصل بھی اطمینان بخش رہی۔

(ب) کوآپریٹیو طریقہ پر کمپوسٹ کھاد کا بنانا اور ڈول بندی کرنا۔ اس معاملے میں جو ترقی تماہی میں ہوئی ہے وہ مندرجۂ ذیل ہے۔

۱- کوآپریٹیو طریقہ پر جو کمپوسٹ کھاد بنائی گئی

یونٹوں کی تعداد	کھاد کی تعداد جو ۴۵-۱۹۴۴ء کے یونٹوں میں تیار کی گئی	گڈھوں کی تعداد جو کھودے گئے ۔۔۔۔۔۔ء	گڈھے جو بھرے گئے ۳۶-۱۹۴۵ء	کمپوسٹ کھاد کی تعداد (منوں میں) جو بنائی گئی ۔۔۔۔۔۔ء
۴۳	۴۰۴۴۰	۲۴۳۲	۲۱۰۷	۶۴۳۱۴

۲- ڈول بندی

یونٹوں کی تعداد	کاشتکاروں کی تعداد جنکے کھیتوں میں ڈول بندی کی جارہی ہے	رقبہ ایکڑوں میں جس میں ڈول بندی کی جاچکی ہے
۴۳	۲۶۶۲	۱۱۴۸۰

(ج) تمباکو۔ موسم چونکہ تمباکو کے موافق نہ تھا۔ شروع میں جو بارش ہوئی ہے اور اگست کے درمیان میں جو زوروں کی بارش ہوئی (۹ گھنٹے میں ۵ انچ) اس سے چرگاؤں میں تمباکو کے پودوں کی کیاری کو بہت نقصان

ہو گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک بہت بڑا رقبہ جس میں بیج بویا ہوا تھا۔ خراب ہو گیا۔ بھراری کی حالت اس سے کچھ بہتر تھی۔ لیکن اگست کے شروع میں لگاتار بارش ہونے اور بادل چھائے رہنے کی وجہ سے فصل کی باڑھ رک گئی۔ اور پتیوں کے کونوں پر دھبوں کی بیماری کافی پھیل گئی۔ اور ترقی کے کام بھی دیر میں کئے جا سکے۔ گاؤں میں کل رقبہ جس میں تمباکو کی کاشت کی گئی ۲۰۰ ایکڑ سے زائد تھا، اور بھراری فارم میں ۲۰۴ ایکڑ تھا۔ ۱۲ ستمبر کو بھراری میں پھر تھپیڑوں کی بارش ہوئی جس سے اس فصل کو جبکی پہلے کاشت ہوئی تھی نقصان پہنچا۔ اور پتوں میں گولے پڑنے سے سوراخ ہو گئے۔ دھیرے دھیرے فصل بعد کو کچھ اچھی ہوئی کیونکہ ہم لوگ اس کی نکائی اور ترقی کے متعلق اور کام بھی کر سکے۔

آس!

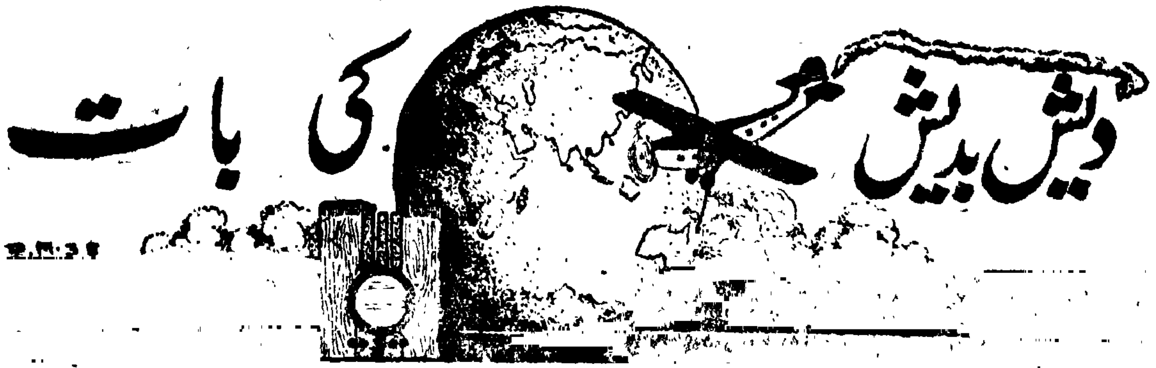
(از مسٹر شوکت واسطی ایم۔ اے)

پلٹی ہے سنسار نے کایا — کیسی رُت ہے ساون آیا
کیسی سندر رَین ہے پگلی! — چندرما نے روپ دکھایا
شاید ساجن اَب آ جائیں!
شاید.......... اَب آ جائیں ساجن!!

آ جاؤ نا پیتم پیارے! — من کی نیّا کھیون ہارے
کب سے پیارے راہ تمھاری — دیکھ رہے ہیں پیت کے مارے
شاید ساجن اَب آ جائیں!
شاید.......... اَب آ جائیں ساجن!!

ساجن سجنی گھُل مِل سارے — گیت الا پیں پیارے پیارے
مَیں بیچاری نیناں جل سے — نیناں دھوؤں ندی کنارے
شاید ساجن اَب آ جائیں!
شاید.......... اَب آ جائیں ساجن!!

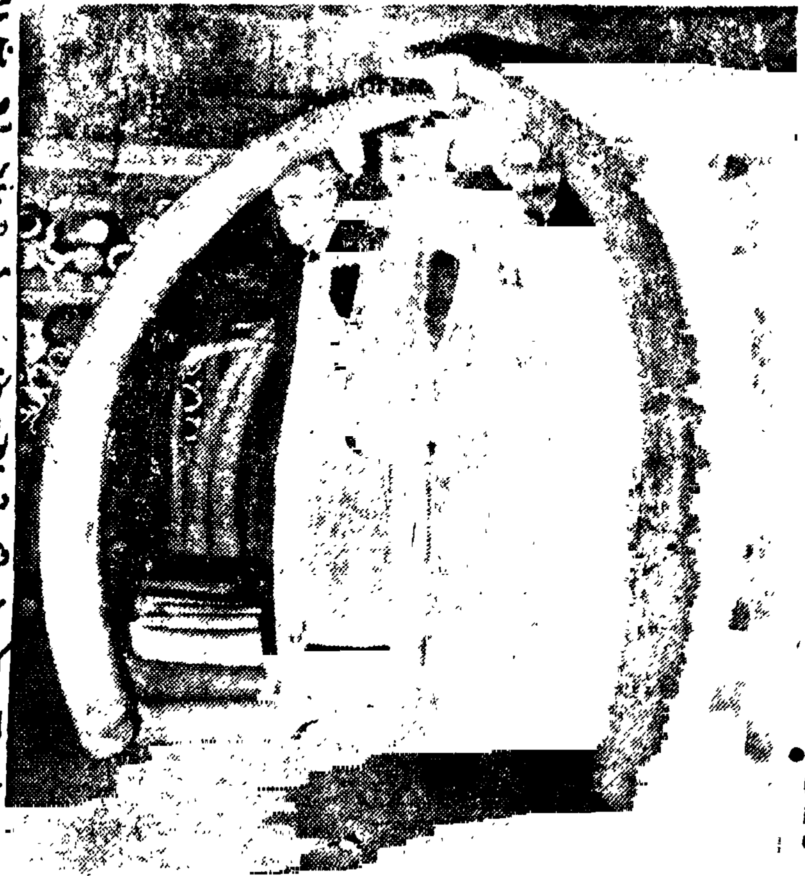
پریم کی نیّا ڈگمگ ڈولے — یاس کا جل تھل ہے منہ کھولے
اک دکھیا اِس سونے بن میں — اِن راتوں میں رو رو بولے
شاید ساجن اَب آ جائیں!
شاید.......... اب آ جائیں ساجن!!



دنیا کے اہم واقعات

(از جناب رائے بہادر پنڈت سکھدیو بہاری مصرا)

ان دنوں ہندوستان کی مرکزی اسمبلی اور مختلف صوبوں کی اسمبلیوں کے انتخاب ہوئے ہیں۔ صوبہ سرحد اور آسام میں کانگریس کی کامیابی اور لیگ کی ناکامی ہوئی ہے۔ صوبہ سندھ میں صرف ایک ووٹ کے سہارے لیگ کی بھی اکثریت ہے۔ لیکن وہاں کی موجودہ حالت ایسی ہے کہ مستقبل قریب میں بھی لیگ وزارت کا قیام بالکل مضبوط نہیں سمجھ پڑتا۔ پنجاب میں لیگ نے یونینسٹ مسلمانوں کو شکست دے دی لیکن پھر بھی وہاں لیگ وزارت بنانے میں ناکام رہی۔ صوبہ سندھ میں ۶۶ مسلم سیٹوں میں ۵۴ لیگ کو اور ۱۲ اس کے خلاف مسلم امیدواروں کو ملیں۔ مسلمانوں کے کل جتنے ووٹ پڑے ان میں ۱/۳ سے کم زائد لیگ کے خلاف تھے۔ بہار میں بھی لیگ کو شکست ہوئی۔ صرف بنگال میں اسکی امیدواری کامیابی ہوئی ہے۔ باقی



جنگ کے خاتمے کے بعد اب افریقہ سے ہاتھی دانت کی برآمد شروع ہو گئی ہے۔
تصویر میں دو بڑے ہاتھی دانت ناپے جا رہے ہیں۔

صوبوں میں لیگ کی کوئی طاقت نہیں۔ اب برطانوی وزراء کے سامنے جناح نہیں کے لوگ اپنے اپنے خیالات

رکھیں گے۔ لیگ مطالبۂ پاکستان پر قائم ہے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سرکار بھی اندرونی طور سے اس کو پسند نہیں کرتی۔ کیونکہ پاکستان بنانے سے میڈیٹرینین سمندر سے لیکر بنگال کی کھاڑی تک مسلمان حکومت قائم ہو سکتی ہے جو دوسرے لوگوں اور خود سرکار کے لئے بھی مفید نہ ہوگا۔ صوبۂ سرحد پاکستان کے خلاف ہے اور آسام بھی۔ صرف پنجاب اور پوری بنگال میں مسلم رائے کی کثرت ہے۔ مگر صرف ان دو حلقوں کی بنیاد پر ہی پاکستان کا قیام عمل میں نہیں آسکتا۔ آجکل ہندوستان کی ریاستوں کے نمائندے بھی اس گفتگو میں شامل کئے گئے ہیں۔ ان لوگوں کی منشا اپنی اپنی ریاستوں میں اپنے اپنے راجاؤں اور انکے اثرات کے قیام کی ہے، لیکن یہ بات موجودہ حکومت کی پالیسی کو دیکھتے ہوئے ان ہونی سی ہے۔ ایسا خیال کیا جاتا ہے کہ پہلے برطانوی ہند میں ہندو مسلم سوالات حل ہونگے اور تب دیسی ریاستوں کا سوال اٹھایا جائیگا۔

آجکل ملایا، برما، لنکا اور دکھنی افریکہ میں بھی ہندوستانی مسئلہ زوروں کے ساتھ چل رہا ہے۔ ملایا



جرمنی میں اسکول میں پڑھانے کے لئے درخواست کے دینے والوں کے سیاسی خیالات کی جانچ کیجا رہی ہے۔



ریڈکراس کی ایک نرس ایک بچے کو دودھ پلا رہی ہے۔

میں پہلے مسلمان ہی رہتے تھے۔ لیکن تجارتی تعلقات میں عوام میں جو مخلوط نسل بنی ۱۰-۱۲ سالوں کے درمیان ہوئی اس سے ملایا میں وہاں کے قدیم باشندے ۴۱ فیصدی رہ گئے اور چینی ۴۲ ہو گئے ہندوستانی ۱۲ اور باقی ۲ فیصدی۔ آجکل اس موضوع پر اور دیگر مسائل پر وہاں بہت غور و خوض ہو رہا

میں ہے۔ اور افریقہ کے لوگ تعداد میں ویسے بہت کافی ہیں مگر انکی ترقی مناسب کیا کچھ بھی نہیں ہے۔ وہاں کئی لاکھ ہندوستانی بھی رہتے ہیں جن اور یوروپین لوگوں میں سیاسی طور پر ایک مدت سے جھگڑا چل رہا ہے۔ ان دنوں بھی یہ سوال کافی زور کے ساتھ پیدا ہو گیا ہے۔



افریقہ کے پچھمی ساحل پر ملیریا بہت ہوتا ہے۔ ڈاکٹر میورہیڈ تامسن نے معلوم کیا ہے کہ "انا جیلی میلا" نام کے مچھر دلدل میں اُگنے والی جھاڑیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔

ہے۔ دستوری سوالات برما میں بھی کافی زور دوں کے ساتھ سامنے ہے۔ لنکا میں تقریباً ۶۰ لاکھ لوگ آباد ہیں۔ جن میں سے ۸-۱۰ لاکھ ہندوستانی ہیں لنکا والے انھیں کوئی سیاسی حقوق دینے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ دکھنی افریقہ میں یوروپین تعداد میں تو بہت کم آباد ہیں مگر حکومت کی باگ ڈور انھیں کے ہاتھوں

۱۵ سیاسی طاقتوں کی جو انجمن قائم ہوئی ہے اسکا جلسہ بھی آجکل امریکہ میں ہو رہا ہے۔ کوریہ میں روس اور امریکہ کے کچھ اثرات ہیں۔ جنکے متعلق ہمدردی کے ساتھ معاملات سلجھانے کے لئے کوشش چل رہی ہیں۔ موجودہ سمجھوتے کے مطابق منچوریا جاپانیوں سے چھین کر چین کو دیا جا چکا ہے۔ اور وہاں

ہل

کے اثر سے سوشلسٹ اور مرکزی طاقت کے درمیان امریکہ نے سمجھوتہ کرادیا ہے۔ لیکن اسکے باوجود منچوریہ کے مختلف حصّوں کو قبضہ میں لینے میں ان دنوں کافی جھگڑا ہورہا ہے۔ اگرچہ اسکی چین سے صلح ہوچکی ہے۔ تو بھی سمجھ پڑتا ہے کہ روس منچوریہ سے اپنی فوج ہٹانے میں بہانے کررہا ہے۔

روس سے ایران اور بائیجان نے اپنی آزادی کا اعلان کردیا ہے جسکا جھگڑا ایران ۔ روس میں چل رہا ہے کردستان کا بھی کچھ اشیائی معاملہ ہے۔ آرمینیا ملک کا ایک حصّہ روس کے قبضہ میں ہے اور دوسرا ٹرکی میں۔ روسی آرمینیا نے کافی ترقی کرلی ہے۔ لیکن ٹرکی آرمینیا کی حالت خراب ہے۔ آرمینیا



۱۹۴۵ء کے نوبل پرائیز پانیوالے (بائیں سے داہنے) آرٹوری ورٹ نین، الگزینڈر، فلیمنگ آرنسٹ چین گوبریالا مس مال اور ہبراٹ فلیرے۔

اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ روس اپنی فوج منچوریہ سے شائد امن کیساتھ ہٹالیگا۔

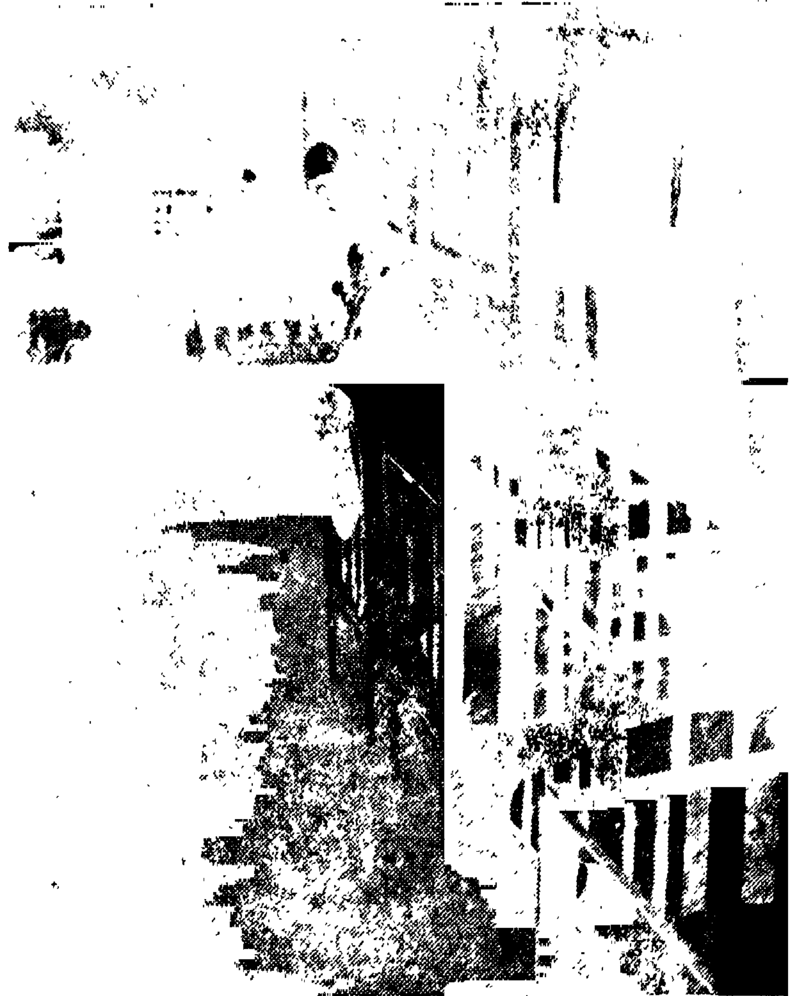
فارس اور ٹرکی سے بھی روس کا کچھ جھگڑا چل رہا ہے۔ اور بائیجان ایک بڑا ملک ہے جسکا دکھنی حصّہ اتری فارس میں پڑگیا تھا اور اتری حصّہ دکھنی روس میں۔ آجکل

والے روس کی مدد سے اپنے ٹرکی والے حصّے کو بھی آزاد کرنا چاہتے ہیں۔ اسکے علاوہ دو اور چھوٹے روسی صوبے ۱۹۲۱ء میں ٹرکی نے لئے تھے۔ انکو بھی روس واپس لینا چاہتا ہے۔ داسکورس کے سلسلہ میں بھی ٹرکی اور روس میں اختلافات ہیں۔ فلسطین کے سلسلہ میں عرب اور یہودیوں

میں جھگڑا ہے۔ عراق بھی انگریزی فوجیں اپنے ملک سے ہٹانا چاہتا ہے۔ اور سوڈان بھی واپس لینا چاہتا ہے۔ روس کو اپنی فوج گذشتہ دو مہینوں کے اندر ایران سے ہٹا لینی چاہئے تھی۔ لیکن ایسا نہیں کیا۔ اتحادیوں کی انجمن میں ایران کا معاملہ بڑی سرگرمی کے ساتھ پیش ہے۔

جاوا ڈچوں کے قبضہ میں تھا، مگر اب وہ اپنے آپکو آزاد کرنا چاہتا ہے۔ اسکا جھگڑا کئی مہینوں سے چل رہا ہے، لیکن اب سلجھ جانے کی امید ہے۔ انڈوچین میں فرانس نے انام کو تو قریب قریب آزاد کر دیا ہے، لیکن دکھنی ملک کے معاملے میں ابھی جھگڑا چل رہا ہے۔

ایٹم بم کے متعلق روس کو امریکہ اور برطانیہ سے شکایت ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ روس نے بھی یہ بم ایجاد کر لیا ہے۔ لیکن امریکہ کو اس بات پر یقین نہیں ہے۔ پرتگال کے معاملے میں تینوں اتحادی طاقتوں میں اختلاف ہے۔ کسی کسی کو یہ بھی ڈر ہے کہ روس ۵-۶ سالوں کے اندر ہندوستان میں بھی پیر نہ پھیلائے۔ تو ہندوستان ہی کو روس کا یہ اقدام پسند ہوگا اور نہ برطانیہ کو۔ ہندوستانی اپنے کو بچانے کے لئے طاقتور بننا چاہتے ہیں۔ امید ہے کہ سارے معاملات طے ہوتے جائیں گے، جیسی کہ ۵۱ ملکوں کی انجمن کی کوشش ہے۔



برطانیہ کا ایک بچہ خانہ جہاں مائیں اپنے بچوں کو چھوڑ کر اپنے کام پر جا سکتی ہیں۔



ہندوستان میں دودھ کا مسئلہ

حکومت نے ہندوستان میں دودھ کی تجارت کے سلسلہ میں پیرال رپورٹ کے مطابق کارروائی کی ہے۔ برطانوی دودھ بازار تنظیم بورڈ نے صدر اعلیٰ اگزیکیوٹیو افسر مسٹر آر۔ اے پیرال نے اگلے پچھلے سال کے دودھ بازار تنظیم کے صلاح کار کی حیثیت سے ہندوستان کا دورہ کیا۔ انکو یہ کام سپرد کئے گئے تھے۔ ہندوستان کے شہروں میں دودھ کی برآمد سے متعلق مسائل خاصکر۔ دودھ کا حصول، درآمد برآمد، حفاظت، قسم، اور قیمتوں کے تقرر کے متعلق جانچ کرنا اور انکے متعلق لمبے اور کم وقت کی پالیسی کے سلسلہ میں سفارشیں کرنا اور اگر ممکن ہو تو بڑے شہروں، خاصکر بمبئی اور دہلی کے متعلق دودھ کی منظم بازار تنظیم کے لئے مفصل اسکیم تیار کرنا۔

رپورٹ میں بعد کے کاموں کی تفصیل کے ساتھ چرچا نہیں کی گئی۔ لیکن اس میں بڑے شہروں میں دودھ کے حصول سے متعلق بہت سی غیر اطمینان بخش باتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اور ان باتوں کیوجہ سے اسکے متعلق فوراً کارروائی کرنا ضروری ہوگیا ہے۔ رپورٹ میں لکھا گیا ہے کہ زیادہ تر دوسرے ملکوں کے مقابلے میں ہندوستان کی دودھ کے حصول کا مسئلہ کہیں زیادہ اہم ہے۔ اور اسکا سارے ملک میں پھیلے ہوئے دو کروڑ ۲۸ لاکھ پیدا کرنے والوں سے تعلق ہے۔

دودھ کی تجارت میں عقلمندی کی کمی

رپورٹ میں لکھا گیا ہے کہ سارے ہندوستان میں دودھ کی تجارت میں عقلمندی کی اسقدر کمی ہے جتنی کہ شائد دنیا کے کسی ملک میں نہیں ہے۔ ہمیں کہا گیا ہے کہ جس شخص نے دوسرے ملکوں میں دودھ کے پیدا کرنیوالوں، فروخت کرنیوالوں اور کارخانے داروں کے بڑے بڑے نظام دیکھے ہیں اسکی توجہ ہندوستان میں سب سے پہلے اس بات کیطرف جاتی ہے۔ کہ دودھ کی تجارت سے تعلق رکھنے والی باتوں کو افسران تک پہونچانے کا کوئی مناسب ذریعہ نہیں ہے۔ اور افسران بھی اس تجارت کی اہم اسقدر کم تصور کرتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے دودھ کی تجارت کو مویشیوں کے علاج کا ایک جزو سمجھ لیا ہے۔

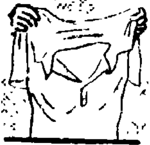
رپورٹ میں بمبئی، کلکتہ وغیرہ شہروں میں دودھ کے متعلق حالات کی سخت تنقید کی گئی ہے۔ دودھ کے ۲۴ نمونوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایک نمونے میں ۹۵ دودھ کی مقدار تھی۔ سارے ہی نمونوں میں ۲۵ فیصدی پانی ملا ہوا تھا۔ اور ایک میں تو ۸۷ فیصدی پانی ملا ہوا تھا۔ رپورٹ میں اس بات کی ترغیب دی گئی ہے کہ دودھ ڈائرکٹر باہر کے ملکوں سے بھرتی کئے جائیں اور انھیں ۳۰۰۰ پاؤنڈ سالانہ سے کم تنخواہ نہ دی جائے۔

پٹکے جانے کے نقصان کو روکئے
اِس طریقہ سے دھوئیے



اسمیں شک ہے کہ ایک ہفتہ بھی ایسا گزرتا ہو جبکہ کوئی آپکے کنبہ میں یا آپکے رفیقوں میں سے غیر ضروری طور بعض دفعہ قیمتی نقصان کی شکایت نہ کرتا ہو جو اُن دقیانوسی اور بے رحم طریقہ پر کپڑوں کو پٹکنے اور ان کو صاف کرنے میں استعمال ہوتے ہیں۔





ہاں اگر آپ اِن نمبر شدہ تصویروں کی طرزِ عمل اور انکے حسبِ ذیل سمجھائے ہوئے طریقہ پر چلیں تب آپ یقیناً کپڑوں کو نہایت صاف ستھرا بنا سکتے ہیں۔

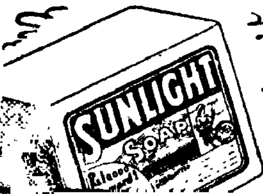
(۱) کپڑوں کو دھونیکے لئے پانی میں اچھی طرح بھگو لیجئے اُسمیں کوئی فرق نہیں پڑتا چاہے آپ نل کے نیچے، ٹب میں، تالاب یا ندی میں ایسا کریں۔

(۲) جبکہ آپ نے کپڑیکو پانی میں اچھی طرح بھگو دیا تب کپڑے کے ہر حصہ میں سنلائٹ صابن لگا دیجئے خاص طور پر میلی جگہ پر سنلائٹ اچھی طرح رگڑ دیجئے۔

(۳) صابن لگائے ہوئے کپڑے کو نرمی سے مگر اچھی طرح ملئے اُسے پچھاڑیئے مت اور اسیطرح ملئے جیسا کہ روٹی کا آٹا گوندھا جاتا ہے۔ صابن والا جھاگ میں اچھی طرح ملئے تاکہ کپڑے کے ہر ذرہ سے صابن آر پار ہو جائے پھر کپڑے کو سختی سے ملنے یا بے رحمی سے ہاتھ لگانے کی ضرورت نہیں ہوتی سنلائٹ کا خود بخود صاف کرنیوالا جھاگ اسکی میل کو بالکل نکال دیگا۔ اگر آپ یہ احتیاط کریں کہ سنلائٹ کا جھاگ میل کی بنیاد تک پہنچ گیا ہے صابن کا چوگنا حصہ جو اس جھاگ میں ہوتا ہے ہر قسم کی غلاظت اور میل کو فوراً چھوتے ہی نکال دیتا ہے میل کے ہر اجزا کو کپڑے سے باہر نکال کر جھاگ میں اسکو جذب کر لیتا ہے تاکہ جس وقت آپ کپڑے کو جھاگ سے صاف کریں تو میل بھی خود بخود علحدہ ہو جائے۔

(۴) کپڑیکو پانی میں اُچھال کر جھاگ کو جو اب میل سے بھر پور ہے دور کر دیجئے۔

سنلائٹ کے اس آسان طریقہ پر دھوئے ہوئے کپڑے عرصۂ دراز تک چلتے ہیں۔

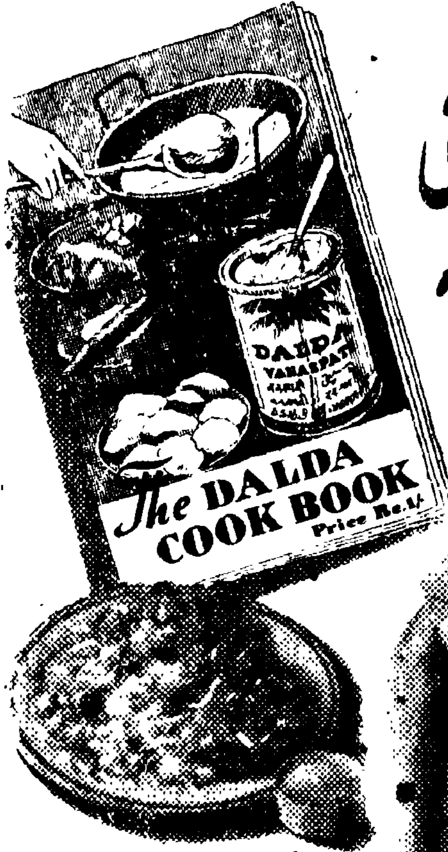


سنلائٹ صابن
کپڑوں کی حفاظت کرتا ہے

S. 75-23 UD

LEVER BROTHERS (INDIA) LIMITED

یہ آپ کا فرض ہے کہ اسکی قوت برقرار رہے!





تمام مستورات کو جاننا چاہیے کہ کون کون سی اشیا زیادہ قوت بخش ہوتی ہیں۔ ڈالڈا کی کھانا پکانے کی کتاب (در زبان انگریزی) میں مختلف اشیائے خوردنی پر [illegible] معلومات اور کھانا پکانے کے [illegible] ضرور حاصل کرنی چاہیے۔ چار آنے کے ٹکٹ اس پتہ پر ارسال کیجئے۔

Dept. B314 P.O. Box No 353, Bombay

بچوں کی ماماؤ! کیا آپ جانتی ہیں کہ ہر مرتبہ جب آپ اپنے بال بچوں کے لئے کھانا تیار کرتی ہیں تو آپ کی ذمہ داری کس قدر اہم ہوتی ہے۔ اپنے بچوں کی تندرستی اور توانائی کو بہتر بنانا یا انہیں سست کمزور اور ناکارہ کر دینے کا انحصار آپ کی کھانے پکانے کی ترکیب اور غذا کے انتخاب پر ہے۔ خیال فرمائیے آپ کا کھانا پکانا ایک اہم اور دلچسپ مشغلہ ہے یا نہیں؟

دیکھئے۔۔ غذا میں قوت دہ اجزا کی مقدار مختلف ہوتی ہے۔ چند غذائیں بہت قوت بخش ہوتی ہیں۔ لیکن بعض اشیا صرف بھوک مٹانے اور پیٹ بھرنے کے لئے تو کافی ہیں۔ مگر وہ قوت دہ نہیں ہوتیں یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگ زیادہ خوراک کھانے کے باوجود بھی کمزور رہتے ہیں۔ البتہ ہر غذا کو انتہائی قوت بخش بنانے کی بھی ترکیب ہے۔ یعنی کھانا ڈالڈا سے تیار کیجئے۔ ڈالڈا میں غذائیت کے ایسے زبردست اجزا شامل ہیں جو قدرتی طور پر قوت بڑھانے کی انتہائی تاثیر رکھتے ہیں اور غذائیت کے یہی وہ اجزا ہیں جن سے ہماری روزانہ کھانے کی غذائیں عموماً محروم ہوتی ہیں۔

ڈالڈا اس طرح غذا کو زیادہ قوت بخش بناتا ہے یہ ہم ثابت کر چکے ہیں۔



وٹامن آمیز ڈالڈا قوت کیلئے







ضرور اس نے
لائف بوائے کی
عادت سیکھی ہے!

وہ اسکول جا رہا ہے۔ وہاں سے وہ کیا لے کر آئے گا؟ نئی معلومات، نئے اطوار اور شاید
کسی بیماری کے جراثیم۔ ماں اپنے چھوٹے سے بچے کو ان سب چیزوں کی حفاظت میں بھیجتی ہے
جو اس نے اسے سکھائی ہیں۔ سب سے زیادہ اہم لائف بوائے صابن کا روزانہ استعمال ہے،
جو میل کے اس خطرہ سے حفاظت کرتا ہے جو تندرست سے
تندرست بچوں کو بھی جراثیم اور بیماری کے متعلق لاحق رہتا ہے۔



لائف بوائے ایک اچھا صابن ہی نہیں بلکہ
ایک اچھی عادت ہے۔

L. 78-23 UD — LEVER BROTHERS (INDIA) LIMITED

Printed by C. O. Forsgren at the Lucknow Publishing House, Lucknow, (650) 1299-2-'40

سال آٹھ]　　　　اگست ۱۹۴۶ء　　　　[نمبر آٹھ



حکومت یو-پی کے محکمۂ گاؤں سُدھار کا خاص رسالہ

چیف اڈیٹر

گاؤں سُدھار افسر، یو-پی

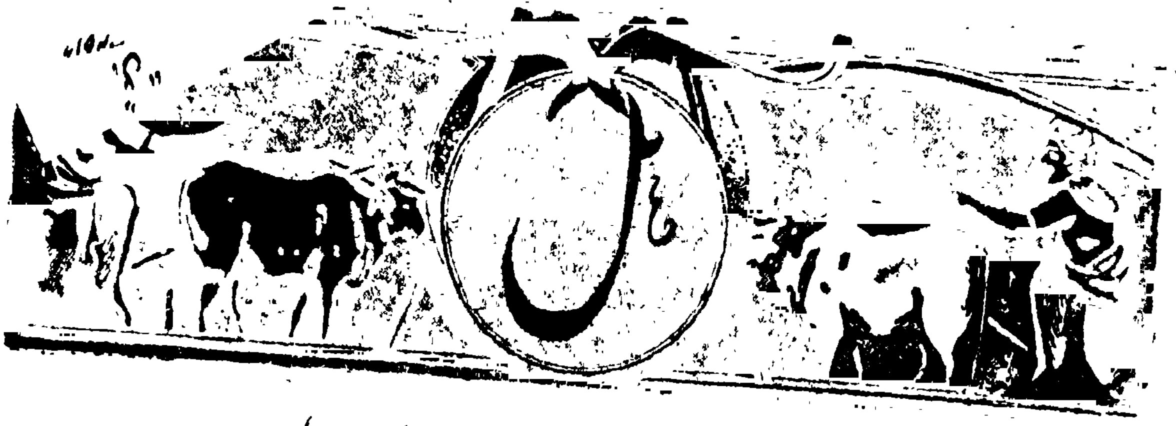
لکھنؤ

ایک پرچہ ......۸/　　　　۲/

هل

جلد ۸—نمبر ۸ | با تصویر ماہوار رسالہ | اگست سنہ ۱۹۳۹ع

فہرست مضامین



صوبہ متحدہ کی سرکار کے محکمۂ کاشتکاری کا ناصح رسالہ

رسالہ ماہوار باتصویر

نمبر ۸ اگست ۱۹۴۶ جلد ۸

تھم کہ بہت برس چکی

از جناب محمد حسن صاحب

انکی نظر کے سامنے چشم فلک کو دیکھکر دل جو ابھر آیا رو دیے

غلب تپاں کی بے کلی چشم سیہ کی دلکشی اور یہ تیری نازکی

دور مری نظر سے دید دور ہے گوشۂ سکوں طائر دل ٹھہر بھی

اف یہ پھوار یہ جھڑی پھر سے خلش سلگ اٹھی اچھی یہ دل لگی رہی

تم سے شکایتیں نہ ہوں کس سے شکایتیں کریں میرا تمھارا ساتھ

زیست نہیں بجز خیال سب ہے نظر کا ایک جال منزل دید دو نوا کیسے ہیں

آہ ... کیا ... ہوئے جل اٹھے زخم جگر بھگو دیے

... مجھے مری امید کے دیئے

کانپ اٹھے نہ آرزو جاگ اٹھیں نہ حسرتیں صبر خدا کے واسطے

سلسلۂ شوق جاگ اٹھا جاگ اٹھا سو گیا سو کے اٹھے تو کیا اٹھے

... شوق کی یہ شکایتیں کوئی سنے تو کیا کہے

... لکھے ازل سے تا ابد ایک ہی سب سلسلے

تھم کہ بہت برس چکی کاشت عمل کے واسطے زیادہ نمی مضر ہے

دیدۂ شوق صبر کر رو دیں کہیں نہ ہمتیں سیل بلا جاگ اٹھے

زیادہ غلہ پیدا کرو

(از پنڈت نستیلا پرشاد تیواری و شاردا، انسپکٹر زراعت پبلسٹی سیکشن محکمہ زراعت - یو - پی - لکھنؤ)

جس طرح آج کل غلہ پہلے سے بہت ہی مہنگا ہے اور لوگوں کو ان کی ضروریات کے مطابق بازاروں میں ملنا مشکل ہو گیا ہے - کنٹرول کی دوکانوں پر راشن کارڈ کے موجب ہی ہر ایک آدمی کو کھانے کے لئے غلہ مل سکتا ہے بہت سے آدمیوں کا کھانے پینے کا کام راشن کارڈ کے موجب ملنے والے غلہ سے پورا نہیں پڑتا - انہیں اپنا پیٹ بھرنے کے لئے بازاروں کی دوکانوں پر کچھ نہ کچھ روز زائد غلہ لینا پڑتا ہے -

گھر کے رسوئی یا باورچی خانے میں جو کھانا تیار ہوتا ہے - اس میں ترکاری بھی اتنی تھوڑی مقدار میں بنتی ہے کہ وہ بھی پیٹ بھرنے کے لئے کافی نہیں ہوتی اس کی وجہ یہ ہے کہ شہری بازاروں میں بھی غلے کی طرح دیہاتوں سے آ کر ترکاری بہت ہی مہنگی بکتی ہے - اس لئے تھوڑی آمدنی والے آدمی ترکاری بھی زیادہ تعداد میں خرید کر کھانے میں مجبور ہیں - ترکاری بھی غلہ کی طرح روپیہ کی دو ڈھائی سیر بکتی ہے -

ایسی حالت میں عام رعایا کے پیٹ بھرنے کا مسئلہ بہت ہی مشکل ہو گیا ہے -

اب اس بات پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ جیسے غلے کی تو بہر تو کنٹرول کی وجہ سے بڑھ نہیں سکتی جس حساب سے فی آدمی غلہ ملتا ہے - اسی حساب سے ملے گا - لیکن ساگ بھاجی پر تو کنٹرول ہے نہیں - ہر آدمی جتنی ترکاری چاہے بازار سے لا کر کھا سکتا ہے - وہی بات ترکاری کے ملنے کی - اگر ترکاری سستی ہو گی تو عام طور پر آپ کا بھی آدمی زیادہ سے زیادہ ترکاری بازار سے خرید سکتا ہے اگر ترکاری مہنگی ہو گی تو عموماً آپ کا آدمی اپنی آمدنی کے مطابق ہی تھوڑی مقدار میں ترکاری خرید کر کام چلانے کی کوشش کرے گا - پھر پیٹ بھر ترکاری وہ اسی وقت کھا سکتا ہے - جبکہ ترکاری بازار میں سستی ہو -

بازار میں ترکاری اسی وقت بک سکتی ہے کہ جب ہر ایک کسان تھوڑے رقبے میں ترکاری کی کھیتی کرنا شروع کر دے تھوڑے رقبے میں ترکاری کی کھیتی کرنے سے کسان کو اپنے خرچ کے لئے بھی ترکاری مل جائے گی اور اس کے کھانے پینے سے مل جائے گی اور اس کے کھانے پینے سے جو ترکاری بچ جائے گی - اس کو فروخت کر دینے سے اسے پیسہ مل جائے گا -

دیگر یہ کہ جب شہر میں چاروں طرف سے کافی مقدار میں ترکاری پہونچ جائے گی تو خود بخود سستی ہو جائے گی جس سے معمولی آمدنی کے بھی لوگوں کو بھر پیٹ ترکاری کھانے کو ملے گی - اس لئے جس طرح غلہ زیادہ سے زیادہ پیدا کر کے خوراک کے مسئلہ کو سہل بنانے کی

طرف کسانوں کا رجحان پیدا کیا جا رہا ہے - اسی طرح ترکاری
کا رقبہ بڑھا کر زیادہ سے زیادہ ترکاری بھی پیدا کرنے
کی طرف کسانوں کو رغبت دلانے کی سخت ضرورت ہے -

ترکاری اور دودھ دہی وغیرہ غلہ کی طرح انسانی
خوراک کے مخصوص جزا ہیں - اگر ہر ایک آدمی کو پاؤ ڈیڑھ
پاؤ ایک وقت میں کھانے کو مل جائے تو غلہ کی کمی بھی پوری
ہو جائے گی اور پبلک کی تندرستی بھی ٹھیک ہو جائے -
دیہاتوں میں جو کسان دودھ دینے والے جانوروں کو پالتے
ہیں - انہیں تو کچھ نہ کچھ دودھ دہی وغیرہ مل جاتا ہے
لیکن شہروں میں رہنے والوں کو دودھ دہی ملنا بہت مشکل
ہو گیا ہے - کیونکہ دودھ دس آنے سیر دہی ایک روپیہ
سیر ربڑی ڈھائی روپے سیر اور ملائی چار روپے سیر بک
رہی ہے - اس قدر مہنگا دودھ دہی وہی آدمی خرید
سکتا ہے جس کی آمدنی اچھی ہو -

برسات کے موسم میں جو ترکاریاں بوئی گئی تھیں -
وہ آج کل کھانے پینے کے کام میں آرہی ہیں - اب جاڑے
کی ترکاریوں کے بونے اور لگانے کا وقت آگیا ہے -
کھیتوں کو اچھی طرح سے تیار کر کے جاڑے کی ترکاریوں
کو بو دینا چاہیئے -

جاڑے کے موسم میں جتنی ترکاریاں کھانے کے کام میں
آتی ہیں ان میں سبھی ترکاریوں کا بیج کھیتوں میں بویا نہیں جاتا
کچھ کا تو بیج بویا جاتا ہے اور کچھ ترکاریوں کے بیجوں کی
بیاڈر ڈال کر تیار کی جاتی ہے جب بیاڈر (نرسری) تیار
ہو جاتی ہے - تو انہیں کھیت تیار کر کے کیاریوں میں لگا دیا
جاتا ہے - جیسے ٹماٹر اور جلد تیار ہونے والی گوبھی

جاڑے کی ترکاریاں ہیں - لیکن ان ترکاریوں کی بیاڈر
ماہ جیٹھ میں ہی جہاں سینچائی کی سہولتیں موجود ہیں ڈال دی
جاتی ہیں اساڑھ اور ساون کے مہینے میں جب بیاڈر تیار
ہو جاتی ہے تو کھیتوں کو تیار کر کے ان دونوں ترکاریوں
کی بیاڈر کھیتوں کی کیاریوں میں لگا دی جاتی ہے جو آج
کل یعنی ماہ کوار کارتک میں فصل دینے لگتی ہے - اور
کھانے پینے میں ان ترکاریوں کا زیادہ استعمال کرنے لگتے
ہیں -

ٹماٹر کی اگیتی فصل ماہ کوار میں تیار ہو کر بازار میں آجاتی
ہے -

کوار کارتک میں پھر ٹماٹر کی بیاڈر ڈالی جاتی ہے
جیسے سوا تین ہفتے کے کیاریوں میں لگا دیتے ہیں - یہ
فصل ماہ ماگھ اور پھاگن سے تیار ہو کر بازار میں آجاتی
ہے اور [illegible] تک [illegible] رہتی ہے -

ٹماٹر کی ترکاری آج کل ایک خاص کھانے کی غذائی چیز
ہے - اس کو پیدا کرنا زیادہ سے زیادہ غلہ پیدا کرنے
کے برابر ہے - کیونکہ اس کا زیادہ استعمال کھانے پینے
میں امیر وغریب سبھی لوگ کرتے ہیں -

یہ ترکاری خون صاف کرنے اور خون بڑھانے والی
ہوتی ہے - ٹماٹر [illegible] کی طرح لوگ کچا
بھی کھاتے ہیں - پکے ہوئے لال ٹماٹر کا رس نچوڑ کر اس
میں نمک مرچ یا شکر ملا کر اس کا شربت بھی بنایا جاتا
ہے - ٹماٹر کی چٹنی بنانے کا اب تو عام رواج ہو گیا
ہے -

ٹماٹر کی چٹنی بنا کر اس کو بارہوں مہینے استعمال میں لانے

کا رواج دن بدن بڑھ رہا ہے۔

ٹماٹر کی طرح گوبھی بھی آج کل کھانے میں زیادہ خرچ ہوتی ہے۔

جلد سے جلد بازار میں آنے والی اگیتی گوبھی ہے جس کی پیداوار جیٹھ میں ڈالی جاتی ہے اور اساڑھ کے آخر میں اور ساون کے شروع میں کھیتوں کو تیار کر کے کیاریوں میں لگا دی جاتی ہے۔ یہ گوبھی کوار کے آخر میں اور کارتک کے شروع میں بازاروں میں آ جاتی ہے۔ اس کی قیمت بازاروں میں اس وقت اچھی ملتی ہے۔

کوار میں پھول گوبھی، پات گوبھی اور گانٹھ گوبھی کے بیج کی پیداوار ڈال کر اس کی پیداوار کارتک کے مہینے میں ہوتی ہے۔ کارتک کے مہینے میں سوائے کھیتوں کو تیار کر کے کیاریوں میں لگا دینا چاہئے۔

پودے زیادہ تر دوپہر کے بعد لگانا چاہئے اور پانی لگاتے وقت ایک آدمی کو تو پودوں کو لگانا چاہئے۔ دوسرے آدمی کو ان پودوں کی جڑوں میں پانی چھوڑتے جانا چاہئے جس سے پودے نئی کیاریوں میں جڑ پکڑ لیں اور رات میں شبنم پڑنے پر پھر سے وہ ہرے بھرے ہو جائیں۔

خلاف اس کے اگر پودھا صبح کیاریوں میں لگا دیا جائے گا تو دن میں سورج کی شعاعوں کے ذریعے گرمی پا کر مرجھا جائے گا۔ اور چند دن بعد ہرا بھرا ہو جائے گا۔

جس طرح سے جاڑے کی ترکاریوں میں ٹماٹر اور گوبھی کا خرچ زیادہ ہے اسی طرح سے آلو کا خرچ بھی کھانے پینے میں زیادہ ہے۔

آلو ایک ایسی ترکاری ہے جس کا خرچ سال میں بارہ مہینے رہتا ہے۔ آلو کی پیداوار بڑھانے کیلئے اچھے بیجوں کا استعمال کرنا نہایت ضروری ہے دیہاتی بازاروں میں آلو کے جو بیج بونے کیلئے بکتے ہیں۔ وہ اکثر مریض ہوتے ہیں بونے پر جب بیج اگ آتا ہے تو پودوں کی پتیوں میں بیماری صاف صاف ظاہر ہونے لگتی ہے۔ اس طرح سے بیماریوں کے ذریعے پیداوار خراب ہو جاتی ہے۔ جس سے کسان کی محنت برباد ہو جاتی ہے اور اسے اس فصل کے ذریعے فائدے کے بجائے نقصان ہوتا ہے۔

ضلع فرخ آباد میں آلو کی کاشت بہت بڑے رقبے میں کی جاتی ہے۔ پھلوا آلو کا بیج یہیں سے صوبہ کے دوسرے ضلعوں میں پہونچتا ہے۔ اس ضلع میں آلو کی فصل میں انیٹھا کی بیماری لگ جانے سے بہت نقصان کسانوں کو اٹھانا پڑتا تھا۔

آج کل اس فصل سے زیادہ سے زیادہ پیداوار لینے کے لئے محکمہ زراعت نے تندرست آلو کے بیجوں کے بانٹنے کا انتظام کیا ہے۔ اس بیج میں انیٹھا کی بیماری نہیں لگتی۔

پچھلے سال جن لوگوں نے اس آلو کا بیج بو دیا تھا ان کی فصلیں بیماریوں سے بچی رہیں اور پیداوار اچھی ملی۔ بیج بونے پر بیج کا جماؤ بھی اچھا ثابت ہوا تھا۔ رنگت بھی عمدہ تھی۔

کھانے میں مختلف اقسام کے آلوؤں کی بہ نسبت ذائقہ میں بھی اچھا پایا گیا۔ بیج کے لئے رکھے جانے میں آلوؤں کے سڑنے کی مقدار بھی کم رہی۔

زیادہ غلہ پیدا کرو

(از مسٹر سشیلا پرشاد تیواری ڈپٹی ایگریکلچرل انسپکٹر پبلسٹی سیکشن لکھنؤ)

گاؤں میں رہنے والے جو لوگ کھیتی کرتے ہیں انہیں تو کھانے پینے کی تکلیف نہیں معلوم ہوتی لیکن جو لوگ دیہاتوں میں خرید کر کھاتے پیتے ہیں وہ لوگ اس معاملے میں شہر والوں سے ... شہر والوں کو تو راشن کارڈ کے ذریعہ سرکاری دوکانوں پر کنٹرول شرح پر غلہ مل جاتا ہے۔ لیکن دیہاتوں میں جہاں ابھی راشننگ اسکیم قائم نہیں ہوئی ہے وہاں والے بازاروں میں جاکر جو غلہ کھانے کے لئے خریدتے ہیں وہ سرکاری دوکانوں سے بہت ہی مہنگا ہوتا ہے۔

دیہاتی بازاروں میں ہمیشہ کنٹرول شرح سے مہنگا غلہ ملتا ہے اور مجبور ہو کر عام پبلک کو دیہات کی بازاروں میں کھانے پینے کے لئے مہنگا غلہ خریدنا پڑتا ہے۔

دیہاتوں کی بازاروں میں زیادہ تر مزدور پیشہ لوگ کھانے پینے کے لئے غلہ خریدتے ہیں مزدوروں کو اب دیہاتوں میں بھی زیادہ تر غلے کے بجائے پیسے میں ہی مزدوری ملتی ہے۔ غلہ پہلے مزدوری میں اکثر مزدوروں کو دیا جاتا تھا۔ لیکن جب سے غلہ روپئے کا دو تین سیر بکنے لگا ہے۔ تب سے مزدوری بھی پیسے میں دی جانے لگی ہے۔ مزدوری پیشہ کرنے والے زیادہ تر "شودر" ہوتے ہیں۔ جنہیں آج کل ہریجن کہا جاتا ہے۔ ان میں چمار، رید اس پاسی۔ لودھ۔ کیوٹ۔ کرمی۔ اہیر۔ گڈریہ۔ بھربھنگی وغیرہ قوموں کا شمار کیا جاتا ہے اور یہی قومیں زیادہ تر دیہاتوں میں مزدوری کرتی ہیں اور دیہاتی بازار سے کھانے پینے کے لئے مہنگا اور سڑا گلا اور گھٹیا ہوا غلہ خریدتی ہے

لڑائی کے پہلے بازاروں میں غلہ کپڑا نمک۔ مٹی کا تیل عام طور سے مناسب بھاؤ پر بکتا تھا جس کو جس چیز کی جس قدر ضرورت ہوتی تھی بازار میں جاکر خرید لیتا تھا۔ ... ہی نہیں بغیر لائسنس لئے ہوئے جو آدمی جس چیز کی دوکان چاہتا تھا کر لیتا تھا اور ادھار نقد جس طریقے سے چاہتا تھا چیزیں کو بیچتا بھی تھا۔ اس میں شک نہیں کہ ... چیزوں کی قیمت بیوپاری لوگ من مانا لیتے تھے ... زیادہ ہونے سے آسانی سے مل جاتی تھیں۔ لیکن آج کل چیزوں کے ... بڑی دقتیں ہیں جن کے پاس پیسہ زیادہ ہے۔ وہ لوگ ... بلیک مارکٹ سے سبھی چیزیں خرید کر اپنا کام پورا کر ہی لیتے ہیں۔ مصیبت تو عام پبلک کو ہے جس کے پاس پیسہ بھی تھوڑا ہے اور چیزیں بھی مہنگی اور مشکل سے ملتی ہیں۔

زندگی بسر کرنے ... کھانا انسان کے لئے بہت ضروری چیز ہے۔ اس لئے اس طرف زیادہ خیال رکھنا ضروری ہوگیا ہے اور اس بات کی کوشش کی جا رہی ہے کہ زمین سے زیادہ غلہ۔ ساگ بھاجی۔ پھل پھول اور چارا پیدا کیا جائے جس سے امیر و غریب سبھی لوگوں کو پیٹ بھر خوراک مل سکے۔

خوراک میں جیسے غلہ، ترکاری پھل وغیرہ زمین سے پیدا ہو کر آدمیوں کے کام آتے ہیں ویسے ہی دودھ دہی مکھن۔

ڈیری ملائی [illegible] چیزیں مویشیوں کے ذریعہ زیادہ ترکاریوں اور [illegible] کے ذریعے حاصل کی جا سکتی ہیں۔ جس طرح غلہ [illegible] ویسے ہی مویشیوں کے کھانے کا [illegible] بھوسی بھی بہت ہی مہنگی ہیں۔ اس [illegible] مویشیوں کا پالنا بھی بہت ہی مشکل ہو گیا ہے۔ جب تک مویشیوں کو پیٹ بھر چارا اور راتب نہیں دیا جائے گا تب تک ان سے کافی مقدار میں دودھ ملنا مشکل ہے۔

مذکورہ [illegible] ہوئے اب یہ ضروری ہو گیا ہے کہ پانی برس [illegible] جس کے پاس جتنی زمین ہو سب میں فصلیں [illegible] کھانے پینے کی چیزیں پیدا کی جائیں [illegible] پانی برس جانے کے بعد ساون۔ کاکن [illegible] دھان۔ اور مونگ [illegible] اور ساگ بھاجی کی فصلیں [illegible] کو نوکر اور ستمبر تک ان سے [illegible] پیدا کرنے کے بعد ان فصلوں کو کاٹ کر [illegible] جوار اور باجرے کی فصل میں [illegible] اچھی ہو تو ارہر کی فصل کو کھڑی رہنے دیا جائے۔

برسات میں ساگ [illegible] فصلیں جیسے لوکی۔ کدو۔ سیم۔ کریلا [illegible] مکانوں کے آس پاس لگا کر چھپروں پر چڑھا [illegible] جا سکتا ہے اور ان سے فصلیں لی جا سکتی ہیں

ستمبر میں جو کھیت [illegible] فصلوں سے خالی ہو جائیں انہیں مٹی پلٹنے والے ہلوں سے جوت کر تیار کیا جانا چاہیے اور [illegible] کا تنا ہر دھیلا کر گھاس پھوس اور فصلوں کی جڑیں نکال کر کھیت کو بوائی کے قابل بنانا چاہیے۔

جو کھیت کنوئیں کے قریب ہوں اور کسی بھی ذریعے سے ان کی سینچائی ہو سکتی ہو اس میں اچھی طرح کھاد ڈالنا چاہیے اگر کھاد تیار نہ ہو تو پاس کی سرکاری گودام سے رینڈی کی کھلی یا جو کھاد گودام میں موجود ہو اسے خرید کر کھیت میں ڈالنا چاہیے اگر نقد پیسہ نہ ہو تو گوداموں سے [illegible] کھاد [illegible] کھیت کو [illegible] اس میں گیہوں۔ جو۔ آلو [illegible] ربیع کی فصلیں اور ساگ بھاجی لوکر کھانے پینے کی چیزیں پیدا کرنا چاہیے۔ جو لوگ کسی وجہ سے کھاد [illegible] اپنے کھیتوں میں مٹر کی فصل [illegible] مٹر میں کھاد کم دی جاتی ہے لیکن سینچائی کی [illegible] ہوتی ہے۔

[illegible] کی فصل کاٹ لینے کے بعد [illegible] کھیت خالی ہو جاتے ہیں جہاں سینچائی کے ذرائع موجود نہیں [illegible] ربیع میں چنا بویا جا سکتا ہے خریف میں فصلوں [illegible] کھیت خالی ہو جانے [illegible] اسے [illegible] ستمبر کے چوتھے ہفتے میں [illegible] لگے ہیں چنے کی فصل لے لینا چاہیے۔

کیونکہ اس وقت کھیت میں نمی کافی رہتی ہے [illegible] آ جائے گا۔ باقی کھیتوں میں غلہ [illegible] بھاجی چارے کی فصلیں پیدا کی جا سکتی ہیں گیہوں اور جوت کے [illegible] پانی کی خاص ضرورت پڑتی ہے۔ اسی طرح سے ساگ بھاجی کی فصلوں کے لیے جیسے آلو، گوبھی، ٹماٹر، شلجم، پالک، مولی [illegible] کھیت میں کافی طور پر کھاد ڈالنا اور سینچائی کرنا پڑے گا

جارے کی فصلوں میں جو کہ ربیع کی فصلوں کے ساتھ بوئی جاتی ہیں - جئی - برسیم لوسرن کی فصلیں ہیں ان کو بھی تھوڑے رقبے میں جانوروں کے کھانے کے لئے بونا نہایت ضروری ہے - کیونکہ غلہ اتنا مہنگا ہے کہ آدمیوں کو ہی کھانے کے لئے ملنا مشکل ہو رہا ہے تو جانور بیلوں کو کون کھلا سکتا ہے [illegible] حالت بگڑ جاتی اور بیتا ہے گئے - ہرے چاروں کو لوگ کام [illegible] جانوروں کو کھلانا چاہئے جس سے وہ تندرست اور مضبوط ہو کر کھیتی کے کام میں آ سکیں - - - - - - - - - - - - اور دودھ دینے والے جانوروں سے دودھ [illegible] - مٹھا گھی وغیرہ مل سکے - کیونکہ جیسے کھانے پینے کے لئے غلہ اور ساگ بھاجی ضروری ہیں - ویسے ہی دودھ بھی ابت ضروری ہے - دیہاتوں میں جن کے پاس گائے بھینس ہیں انہیں تو خالص دودھ مل جاتا ہے - لیکن جو لوگ شہروں میں [illegible] خالص دودھ گھی ملنا بہت ہی مشکل ہے [illegible] چیزیں پیدا کرنے کیلئے زمین میں کھاد و پانی دے کر [illegible] پیدا کر کے موجودہ مشکلات کو آسان کیا [illegible]

فارم کا گنا

سٹھ گھورتیش نارائن پانڈے بی - ایس - سی (اے - جی) اے - ایگریکلچر - اسسٹنٹ ڈپٹی - آفیسر [illegible] یو - پی - لکھنؤ -

ہندوستان میں جتنے رقبے میں گنے کی کھیتی کی جاتی ہے اس کا آدھا رقبہ اس صوبے میں ہے باقی آدھے رقبے میں سبھی صوبوں کا رقبہ ہے - یہ بات اس سے ثابت ہوتی ہے کہ ہندوستان میں جب شکر بنانے کی ۱۵۶ ملیں ہیں تو اس میں سے ۸۰ ملیں صرف اسی صوبے میں ہی ہیں اس لئے دنیا میں گنا پیدا کرنے والے صوبوں میں یہ صوبہ ایک خاص صوبہ ہے -

اکیلا گنا - گیہوں بسوہ

کی کہاوت کسانوں میں برابر کہی جاتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر گنے کے کھیت کی تیاری اچھی طرح کی جائے اور کھاد پانس ڈال کر اگر گنا بوئی جائے تو جتنا بیج کھیت میں بوتے وقت ڈالا جائے گا - اس سے تیس گنی پیداوار فصل کے پکنے کے وقت ملے گی اسی طرح گیہوں میں بیس گنی پیداوار فصل کے پکنے کے وقت ملے گی -

آمدنی کے خیال سے گنا ہی ایک اچھی فصل ہے جس کی کھیتی سے کسانوں کو کافی روپیہ مل سکتا ہے - آج کل گنے کی وہ قسمیں محکمہ زراعت نے پیدا کی ہیں کہ جن کی کھیتی سے ایک ہزار من سے لے کر بارہ سو من تک فی ایکڑ پیداوار سرکاری فارموں پر پائی گئی ہے -

اگر کسان لوگ محکمہ زراعت کے بتائے ہوئے طریقوں
سے کھیتی کریں تو انہیں زیادہ سے زیادہ آمدنی
اس فصل سے ہو سکتی ہے ۔ گنے کی فصل کے لئے
[illegible] فی ایکڑ سوا من [illegible] نائٹروجن کا حصہ ایک
ایکڑ کے لئے [illegible] تو اسے ہری کھاد دینے
سے تقریباً تیس سیر تک نائٹروجن کا جز آپ سے آپ
حاصل ہوتا ہے ۔ باقی بیس سیر نائٹروجن کا جز دینے
کے لئے [illegible] کمپوسٹ اور کھلیوں کی کھاد
کا استعمال کیا جاتا ہے ۔ ضرورت پڑنے پر کیمیادی
کھادوں کا اس فصل میں استعمال کرنا چاہیئے ۔ سنی کی ہری کھاد
دینے [illegible] کھیتوں کی جوتائی مٹی پلٹنے والے پنجاب اور
[illegible] سے کرنا چاہیئے ۔ اس کے بعد کھیتوں
میں [illegible] فٹ کے فاصلے پر ڈولیں بنانا چاہیئے
یہ ڈولیں [illegible] تک [illegible] ہونا چاہیئے ڈولوں میں
گنا بونے سے پیداوار اچھی ہوتی ہے ۔ جو لوگ کسی وجہ
سے ڈولیں نہیں بنا سکتے وہ ہموار کھیت میں ۳ فٹ کے
فاصلے پر قطاروں میں بھی گنا بو سکتے ہیں ۔

جنوری کے بعد فروری ۔ مارچ (پھاگن چیت)
میں گنے کی بوائی کی جاتی ہے ۔ کھیتوں کی تیاری کے
بعد اس بات پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ کن کن قسموں
کے گنے بوئے جائیں ۔ کیونکہ آج کل اس صوبے میں گنے
کی کھپت ملوں میں زیادہ ہے ۔ اس لئے ضرورت
اس بات کی ہے کہ کچھ قسمیں تو ایسی بوئی جائیں ۔ جو جلد
پکیں [illegible] درمیان میں پکیں ۔ کچھ
ایسی [illegible] ملوں کو اکتوبر سے لیکر مئی
کے مہینے تک برابر گنا ملتا رہے ۔

۱ ۔ جلد پکنے والی قسموں میں سے کوئمبٹور ع ۳۱۳ اور
ع ۵۲۷ بہت ہی مشہور قسمیں ہیں ۔

۲ ۔ درمیان میں پکنے والی قسموں میں کوئمبٹور ع ۳۱۲
اور کوئمبٹور ع ۴۲۱ کا شمار کیا جاتا ہے ۔

۳ ۔ دیر میں پکنے والی کوئمبٹور ع ۴۳۱ کی قسم ہے جن جگہوں
پر اوپر بتائے ہوئے گنوں کی کھیتی کی جاوے وہاں پہنچائی
اور کٹائی کی سہولیت کے مطابق اگر ۱۰ ایکڑ زمین میں گنے
کی کھیتی کرنا ہو تو : ۔

۴۷ ۔ ایکڑ میں جلد پکنے والا گنا
۲۷ ایکڑ میں درمیان میں پکنے والا گنا
۳۷ ۔ ایکڑ میں دیر میں پکنے والا گنا بونا چاہیئے جہاں پر
چینی کی ملیں نہیں ہیں ۔ وہاں پر گنے سے گڑ بنانے کے
لئے کھیلیاں بنانا چاہیئے ۔ رس پیرنے کے لئے نئے کولھو
کا جیسے سلطان اور کمار ان کا استعمال کرنا چاہیئے ۔
ان کولھوؤں سے ۶۵ سے لیکر ۷۰ فی صدی تک رس
نکلتا ہے ۔ اچھے کڑھاؤں میں رس پکاتے وقت سکھلائی
اور دیولا کا استعمال کر کے رس کو صاف کرنا چاہیئے تاکہ گڑ صاف
اور عمدہ بنے ۔

سرکار کا دھیان گڑ بنانے کی طرف اور اس
کے کاروبار کو ترقی دینے کی طرف بہت دنوں سے
ہے ۔ کیونکہ یہ دیہاتوں کا روزگار ہے اور دیہاتی
روزگار کو ترقی دینے سے کسانوں کی حالت سدھرتی ہے
اس لئے سرکاری کھیتی جن جگہوں میں ہوتی ہو ، وہاں
سے گنے کے بیج کی اچھی قسمیں جو تندرست ہوں منگا کر

ہونا چاہیے - جو لوگ ملوں میں نہ فروخت کر سکیں انہیں نہیں گڑ- راب چینی مصری بنا کر دیسی روزگار کو ترقی دیکر فائدہ اٹھانا چاہیے-

گنے کی فصلوں میں اکثر بہت سی بیماریاں لگ جاتی ہیں ان کی روک تھام کیلئے محکمہ زراعت کے اہلکاروں سے صلاح لیکر بیماریوں سے فصلوں کی حفاظت کرنا چاہیے-

ہندستانی

سوراج کا سوال جتنا پیچیدہ ہے اتنا ہی پیچیدہ ہماری قومی زبان کا سوال بھی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ راشٹر زبان کے لئے جو باتیں ہمیں پہلے سے سوچ کر رکھنی چاہیے تھیں وہ ہم نے سوچی نہیں- اب سب کی سب باتیں بھوت کی طرح ایک ساتھ کھڑی ہو گئی ہیں -

قومی زبان کے ناتے کچھ عرصے تک ہم نے ہندی کا پرچار کیا اور یہ کہا کہ اردو بھی ہندی کے اندر ہی آ جاتی ہے- عربی فارسی کے جو بھی لفظ ہندی میں استعمال ہوتے انہیں قائم رکھنے کی کوشش کی-

ایک زمانہ تھا جب اردو نے دیسی شبد ہٹا ہٹا کر ان کی جگہ عربی فارسی کے بڑھیا شبد لانے کی کوشش کی تھی- اور کچھ ایسے قانون بنائے تھے کہ فلاں فلاں دیشی شبد تو اردو میں چل ہی نہیں سکتے اس طرح معمولی اردو اردوئے معلیٰ بن گئی اور عام لوگوں کے لئے اسے سمجھنا دشوار ہو گیا -

ادھر ہندی نے بھی کہیں کہیں عام فہم عربی فارسی کے لفظ ہٹا ہٹا کر ان کی جگہ سنسکرت کے شبد برتنے شروع کئے -

ان دونوں پرچارکوں کو ٹال کر ہم لوگوں نے بھاشا کو سولجھ بنانے کی کوشش کی - لیکن ہم نے دیکھا کہ اس سے کام نہیں چلے گا - اصل میں ہندی اور اردو دونوں ایک ہوتے ہوئے بھی آج ان کی دو الگ الگ بھاشا بن گئی ہیں - دونوں اتنی الگ ہو گئی ہیں کہ انہیں یکا یک ایک کرنا مشکل کام ہے-

ہم کہتے ہیں کہ ہماری قومی زبان بھاشا ہے - وہ جسے اتری ہندوستان کے شہروں اور گاؤں میں ہندو اور مسلمان آپسی دلوہاروں میں بولتے اور لکھتے ہیں اور جو ناگری اور فارسی دو لپیوں میں لکھی جاتی ہے -

یہ دیا کھیا تو ٹھیک ہوئی - لیکن جب پوچھتے ہیں کہ اتری ہندوستان کا وہ کون سا پردیش ہے جہاں یہ ہندستانی چلتی ہے تو آسام بنگال اڑیسہ کشمیر اور سندھ تو چھوڑ ہی دینے پڑتے ہیں لیکن باقی کے

کے پنجاب، راجستھان، سنکیت پرانت، بہار، مہاکوشل اور مدھیہ بھارت میں بھی گاؤں میں نہ آج کل چلتی ہے نہ اردو جگہ جگہ مقامی بولیاں ہی بولی جاتی ہیں۔

مہاراشٹر، گجرات، بہار، کرناٹک، تامل ناڈ۔ آدی پرانتوں میں لوگ گھر میں جو بھاشا بولتے ہیں وہی بازار میں اور سبھا میں بولتے ہیں لکھنے کے ساتھ میں جو کچھ تھوڑا فرق ہوتا ہے۔ لیکن سب کوئی یہ الزام کرتے ہیں کہ وہ سب ایک ہی بھاشا ہے۔ ہندی اردو کے بارے میں استھتی کچھ الگ ہے۔ شری امرناتھ جی جھا، ٹنڈن جی، [illegible] جی، راجندر بابو، برلا جی، سردار تارا سنگھ۔ یہ سب سبھا میں بھلے جو ہندی بولتے ہیں وہی گھر میں نہیں بولتے ان لوگوں کی گھر کی بھاشا اتنی الگ ہوتی ہے کہ ایک کی بات دوسرا شاید ہی سمجھ سکے۔ پنجاب [illegible] بھاشا [illegible] بولیں گے۔ لیکن گھر میں [illegible] یا پنجابی بھاشا بولیں گے۔ خان عبدالغفار خاں پشتو میں بولیں گے۔ شیخ عبداللہ کشمیری میں اور ڈاکٹر محمود بہاری میں گھر میں بولنے کی بھاشا الگ، باقی [illegible] یا پنجاب میں کہیں ایسی حالت نہیں ہے۔

یہ بھی پایا جاتا ہے کہ [illegible] پرانت میں جب چار ہندو آپس میں باتیں کرتے ہیں تو ہندی میں کرتے جب ان کے بیچ کوئی مسلمان آ جاتا ہے تو وہ سب ہندوستانی میں باتیں کرنے لگتے ہیں۔ اسی طرح یو۔پی کے ہندو ہندی بھی بول سکتے ہیں اور اس طرح آسان اردو میں بھی بول سکتے ہیں جسے وہ ہندوستانی کہتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پنجاب، سنکیت پرانت اور بہار کے مسلمانوں کو وہ جہاں بھی جاتے ہیں ہندوستانی میں ہی باتیں کرنے کی سہولت رہتی ہے۔ اس لئے وہ کہہ سکتے ہیں کہ پنجاب سے لیکر بہار تک سب جگہ ہندوستانی ہی بولی جاتی ہے ہندی تو ایک کرتوم بولی ہے جو ہندوؤں نے مسلمانوں کو الگ رکھنے کے لئے بنائی ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ ان تینوں پرانتوں کے ہندو اپنی بھلمنساہت کی وجہ سے اور سہولیت کے خیال سے مسلمانوں کے ساتھ جان بوجھ کر آسان اردو یعنی ہندوستانی بولتے ہیں۔

جس ہندی کو مسلمان بناوٹی بھاشا کہتے ہیں اس کی شکل بنگلہ، مراٹھی اور گجراتی کی شکل سے بنی ہے کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ بنگلا مرہٹی اور گجراتی کرترم بھاشا میں ہیں اور وہ خاص کر مسلمانوں کو الگ رکھنے کی نیت سے بنائی گئی ہیں۔ پھر ہندی کو کیوں بناوٹی قرار دیا جائے؟ اتہاس کرم سے ہماری پراتیہ بھاشائیں جیسی بن سکتی تھیں ویسی بنی ہیں ان میں سے ہندی کو الگ کر کے اسے بناوٹی کہنا انصاف کی بات نہیں ہے۔ اگر بھول ہوئی ہے تو ہندی والوں کی اتنی بھول ہوئی کہ سب جگہ گھر میں اور باہر ہندی ہی بولنے کے بجائے وہ اپنی الگ الگ بولیاں بولتے ہیں۔ راجستھانی کے کئی بھید ہیں۔ بہاری کے بھی دو تین پرکار ہیں۔ چھتیس گڑھی الگ ہے۔ بندیلکھنڈی الگ ان میں کہیں کوئی میل نہیں ہندی کو اپنی جنم بھاشا کہتے ہوئے بھی گھر میں اس کا دیوہار نہ

کرنے کی یہ غفلت کب تک چلتی رہے گی ؟ اور اگر
پہلا و نیک بولیاں چلاتی ہی ہیں تو جن یگ کے ان دلوں
میں پراونشک بولیوں میں جن سولبھ ساہتیہ بھی تیار کیا
جانا چاہیئے -

راشٹر بھاشا یا قومی زبان کی اپنا سک دیا کھیا
کرتے یہ سب جھنجھٹیں پیدا ہوتی ہیں لوگ پوچھتے ہیں کہ
آپ کی ہندستانی ہندستان کے کس حصے میں عام
لوگوں کی زبان ہے سو تیا ہے - ہندوستانی کا ساہتیہ
کہاں ہے ؟ کتنا ہے ؟ جو ہندستانی ہندستان کی قومی
زبان بننے جا رہی ہے - اس میں چھپنے والا ایک بھی
دینک ساپتاہک یا ماسک پتر دکھایئے - گاندھی جی کے
ہریجن سیوک اور سندر لال جی کے "نیا ہند" کی بات چھوڑیے
یہ تو کل کی چیزیں ہیں - اتری ہندوستان ان کو کہاں
تک بناتا ہے - سو دیکھنے کی بات ہے -

اب ہمیں اس سارے جھنجھٹ سے بچنا ہوگا - ہمیں کہنا
ہوگا کہ پنجاب راجستھان مہاکوشل مدھیہ بھارت - یو-پی
اور بہار میں ہندی کے نام سے ایک بھاشا چلتی ہے جس میں
بہت سے اخبار اور ماسک نکلتے ہیں - ان کا اپنا ساہتیہ
بھی بہت وشال ہے اور دن بدن بڑھنے والا ہے -
انہیں پرانتوں میں اردو نام کی زبان بھی چلتی ہے -
کہیں کہیں زیادہ - چند ہندو اور بہت سے مسلمان اس
اردو میں بھی اخبار نکالتے ہیں - ساہتیہ رچتے ہیں اور
پریم سے اس کی سیوا کرتے ہیں - ہندی اور اردو دونوں کا
اصل ڈھانچہ ایک ہی ہے - لیکن ہندی اپنا پوشن سنسکرت
سے لیتی ہے اور اردو عربی فارسی سے اس طرح

شمالی ہند میں جو دو زبانیں چلتی ہیں - ان دونوں کو ملا کر
انہیں راشٹر بھاشا کے طور پر چلانا چاہیئے -

یہ کام تبھی ہوگا جب ہم شروع میں ہندی اور
اردو دونوں کو الگ رکھ کر انہیں بھاشائیں اتنی آسان
بن سکتی ہیں کہ دونوں میں لپی کا بھید کو چھوڑ کر اور
کوئی بڑا بھید نہ رہ جائے جس کرم سے ہندی اور اردو
الگ الگ زبانیں بن گئیں - اسی کرم سے ان دونوں کو آہستہ
آہستہ آہستہ ایک کرنا پڑے گا - دس لفظوں والے ایک جملے
میں پانچ لفظوں کے لیے کہاں میں دوسرے شبد رکھنے پڑیں
تو ایسی زبان آسانی سے نہیں پڑھی جا سکے گی - بہتر تو یہ ہوگا
کہ جو چیزیں فارسی لپی میں چھپتی ہیں وہ بالکل آسان اردو
میں لکھی جائیں - اور ان میں دھیرے دھیرے ہندی
کے عام فہم شبد بھی داخل کئے جائیں - ادھر ناگری میں
جو کچھ بھی چھپے وہ آسان سے آسان ہندی میں لکھا جائے
اور اس میں آہستہ آہستہ عربی اور فارسی کے شبد
بڑھائے جائیں -

ہندی اور اردو دونوں کو زبردستی کھینچ کر ایک بنانے
سے بھلی بری ہندوستانی تو تیار ہو جائے گی لیکن اسے
آرام سے پڑھنے والے بہت کم ملیں گے - ہم کتنی ہی جلد
بازی کیوں نہ کریں لوگ تو آہستہ آہستہ ہی سیکھیں گے
زبردستی چھوڑ کر اہنسا کا طریقہ اختیار کرنے سے ہی دونوں
طرف کے بھلے لوگوں کو ہم پاس پاس لا سکیں گے -
ہمیں دونوں لپی سیکھنی ہے ہندی اور اردو دونوں سے
واقف ہونا ہے اور آہستہ آہستہ دونوں کو پاس لا کر انہیں ایک
بنا دینا ہے - اگر دیش اس چیز کو قبول کرے تو ایک ہی

دن میں دونوں کو زبردستی ایک بنانے کی کوشش چھوڑ کر دونوں کو آہستہ آہستہ لیکن کم سے کم سمے میں پرسپر نزدیک لانے کی کوشش کی جانی چاہیے۔

بنگال۔ بمبئی اور دکھن کے لوگوں کو جن کی جنم بھاشا نہ ہندی ہے نہ اردو دونوں لپیوں کے ساتھ یہ دونوں شیلیاں بھی سیکھنی پڑیں گی۔ ان کے لئے ہندی شیلی آسان اور نزدیک کی ہے۔ لیکن اردو سیکھنا بھی ضروری ہے وہ دونوں کو سیکھیں گے اور دونوں کا ملاپ کرانے کی راشٹریہ پرتین میں وہ اپنا حصہ بھی ادا کریں گے۔

کاکا کالیلکر

خدایا کب سحر ہو گی

(از سید مظہر حسین "مظہر" سیوانی)

شعاعِ مہرِ الفت کون سے دن جلوہ گر ہوگی
مری شامِ مصیبت کی خدایا کب سحر ہوگی

نمازِ عشق میں سجدہ کروں میں ایک جانب کیوں!
کہ ساقی جس طرف ہوگا مری نیت ادھر ہوگی

ابھی تو کمسنی ہے روٹھنے میں لطف آتا ہے
یہی خوبی جواں ہو کر کسی کا دردِ سر ہوگی

ہوا آلامِ دنیا سے بری جل بجھ کے پروانہ
ہمیں اب دیکھنا ہے شمع کی کیسے بسر ہوگی

یوں کھائیں گے فریبِ دوستی ہم بزمِ عالم میں
ہماری عقل پہ حیراں ہماری ہی نظر ہوگی

فلک پر رات کو جب ماہ و انجم مسکرائیں گے
تمہاری یاد میں گریاں ہماری چشمِ تر ہوگی

کٹیگی ارتباطِ باہمی میں رات یوں ساری
سحر کو نعشِ پروانہ شمع کے دوش پر ہوگی

مریضِ غم کو کروٹ بھی بدلنا اتنا دوبھر ہے
خدا ہی جانتا ہے شام سے کیونکر سحر ہوگی

مجھے شکوہ نہیں مظہر کوئی ان کے تغافل سے
وہ خود آجائیں گے جب آہ میری با اثر ہوگی

پڑتی زمین سدھار کر زیادہ غلہ پیدا کیجیے

(از قلم پنڈت تھیلا پرشاد تیواری "وشارد" - پبلسٹی سیکشن انسپکٹر زراعت لکھنؤ)

امریکہ کی کھیتی آج کل کے زمانے میں سبھی ملکوں سے پیداوار کے خیال سے اچھی خیال کی جاتی ہے وہاں پر جس زمین میں کھیتی ہو رہی ہے۔ اس میں سائنٹفک طریقوں سے پیداوار بڑھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ جو زمینیں وہاں پر پڑتی پڑی ہوئی ہیں ان کا سدھار کر کے ان میں فصلیں پیدا کی جاتی ہیں۔ امریکہ میں پڑتی ہوئی زمین کو سدھارنے کے لئے ایک محکمہ ہی اس کام کے لئے علیحدہ قائم ہے۔ جس نے پڑتی زمین کو سدھار کر کھیتی کرنے میں وہاں کے کسانوں کی بہت ہی مدد کی ہے۔ ہمارے ملک اور صوبہ میں جب سے کھانے پینے کی چیزوں کی کمی ہوئی ہے تب سے پڑتی زمین کے سدھار کی طرف سرکار کا دھیان خاص طور سے رجوع ہوا ہے

کورٹ آف وارڈس کے علاقوں میں جتنی بھی پڑتی زمین پڑی ہوئی ہے۔ اس کو سدھار کر کھیتی کرنے کے لئے کسانوں کو پٹہ دیا جا رہا ہے زمینداروں کو سرکار کی طرف سے اس بات کی صلاح دی گئی ہے کہ وہ بھی پڑتی زمین کو سدھار کر یا تو اس میں خود غلہ پیدا کریں یا کسانوں کو پٹہ دیدیں۔ زمینداروں نے سرکار کی صلاح کو قبول کر پڑتی زمینوں کا سدھار کرنا یا کسانوں کو پٹہ دیکر اس کے ذریعہ اسے کھیتی کے قابل بنانے کا کام شروع کر دیا ہے اس وقت ممالک متحدہ کی تقریباً ۰۰ فی صدی زمین میں کھیتی کر کے غلہ پیدا کرنے کا کام شروع ہو گیا ہے

گورنمنٹ ممالک متحدہ پڑتی ہوئی پرانی بنجر زمینوں کو توڑ کر کھیتی کے قابل بنانے کے لئے ہر ایک قسم کی امداد دے رہی ہے۔ ان پڑتی زمینوں میں اگر ڈھاک کے درخت موجود ہیں یا زمین جنگلی جھاڑیوں سے ڈھکی ہوئی ہے تو اسے صاف کرنے کے لئے پیڑوں کو کاٹنے کے لئے اور پیڑوں کی جڑوں کو کھود کر نکالنے کے لئے، کھیتوں کی مینڈھ بندی کرنے کیلئے کھیتوں کو ہموار کرنے کے جانوروں اور بیل گاڑیوں کی آمد و رفت کیلئے پل اور کچی سڑکیں بنانے کے لئے، کھیتوں کی سینچائی کیلئے۔ باندھ باندھنے کے لئے یا پختہ کنواں بنانے کے لئے کسانوں کو بغیر سودی تقاوی دینے کا انتظام کیا گیا ہے۔

بلا سودی تقاوی ایسی اسکیموں کے لئے دینے

کا انتظام کیا گیا ہے جن سے زمین کا سدھار کر کے جلد سے جلد غلہ پورا کیا جائے۔ اس تقاوی کی ادائیگی تقاوی ملنے کی تاریخ سے پانچ سال کے اندر کی جائے گی۔ ان پانچ سالوں میں تقریباً دس قسطوں میں کسانوں کو تقاوی کا روپیہ واپس کرنا پڑیگا۔

زمین کو سدھار لینے کے بعد اگر کاشتکار کے پاس بیل اور کھیتی کے اوزار نہیں ہیں تو درخواست دینے پر سودی تقاوی بھی ان چیزوں کو خریدنے کے لئے دیجائیگی۔ اس تقاوی کا سود پانچ آٹھ آنہ فی صدی سالانہ لیا جاویگا۔

جن لوگوں کو سرکاری کی دی ہوئی ان سہولتوں سے فائدہ اٹھانا ہے انہیں اپنے ضلع کے زمینداروں اور کورٹ انورڈس کے منیجر صاحبان سے ملکر اس بات کا پتہ لگانا چاہیئے کہ کن کن گاؤں میں ایسی بنجر زمینیں پڑی ہوئی ہیں جنہیں توڑ کر کھیتی کی جا سکتی ہے۔ ایسی زمینوں کا پٹہ کسانوں کو لیکر سرکاری امداد سے زمین کو سدھار کر کے کھیتی کرنا شروع کر دینا چاہیئے۔ جن زمینوں میں مینڈھ بندی کر کے زمین میں روکا جائے گا۔ سنئی کی ہری کھاد سڑائی جائے گی وہ زمین اس قابل ہو جائے گی کہ فصل بونے پر پیداوار دے سکے۔ اس کے علاوہ اور مختلف اقسام کی کھادوں کا استعمال کر کے کھیتوں کو زرخیز بنایا جائے۔

ضلع کھیری میں کھیتی کے قابل بہت ہی بڑا رقبہ بنجر کی صورت میں پڑا ہوا ہے جسے سدھار کر کے کھیتی کرنے کیلئے گورنمنٹ ممالک متحدہ نے ایک نئی اسکیم منظور کی ہے۔ اس کام کے لئے وہاں پر محکمہ زراعت کے اور مال کے محکمے کے اہلکار تقرر کر دئے گئے ہیں جن لوگوں کو زمین کی خواہش ہو انہیں کھیری جاکر اس اسکیم کے اہلکاروں سے ملکر پٹہ پر زمین لیکر اسے سدھارنے کے لئے سرکاری امداد کی درخواست دیدینا چاہیئے۔

زمین کو سدھارنے کیلئے سرکاری امداد تقاوی کی صورت میں مل جائے گی بلا سودی تقاوی پاکر کھیتوں کو سدھار کر کھیتی کرنا شروع کر دینا چاہیئے۔ تھوڑے ہی دنوں میں زمین بھی سدھر جائے گی اور فصلوں سے اچھی پیداوار بھی ملنے لگیگی اس موقعہ سے فائدہ اٹھانا سوبہ کے نوجوان کسانوں کا فرض ہے۔

جس طرح سے ضلع کھیری میں بنجر زمین کا بہت بڑا رقبہ کھیتی کرنے کے قابل پڑا ہوا ہے اور اسے سدھار کر کھیتی کرنے کے لئے سرکار نے ایک اسکیم بنا کر مالی امداد دینا منظور کیا ہے۔ اسی طرح سے ضلع بلند شہر میں دریائے جمنا کے کھادر کی بنجر زمین کو توڑنے کے لئے گورنمنٹ ممالک متحدہ نے بیس ہزار کی رقم مالی امداد کی شکل میں دینے کی ایک اسکیم منظور کی ہے۔

جو لوگ زمین کے خواستگار ہیں انہیں بلند شہر میں جمنا کے کھادر کی زمین کو دیکھکر اس کا پٹہ لیکر اسے توڑنا چاہیئے۔ محکمہ زراعت کے افسران ایسے

کسانوں کو مالی امداد دینے کے علاوہ اور دوسری
طرح طرح کی سہولتیں بھی دیکر کسانوں کی مدد کرینگے
تھوڑے ہی دنوں میں نئے آباد ہوئے کسانوں
کی تقدیر چمک جائے گی اور جمنا کی کھادر زمین سے غلہ
پیدا کر کے مالا مال ہو جائیں گے۔

جو بنجر زمینیں توڑ اور مینڈ بندی کر کے
کھیتوں کی صورت میں تبدیل ہو جائینگی انہیں
زرخیز بنانے کے لئے سنئی کی ہری کھاد دینا
بہت ہی ضروری ہے سنئی کا بیج پانی برس جانے
پر ملنا بہت ہی مشکل ہو جاتا ہے۔ اسلئے (۲۰۰۰)
من سنئی کا بیج بانٹنے کا انتظام کیا گیا ہے۔ یہ بیج
کسانوں کو سوائی پر نہ دیکر قیمت خرید پر نقد دیا جائیگا
جو لوگ نوتوڑ زمین توڑ کر اسے زرخیز بنانے کی
فکر میں ہیں انہیں اس اسکیم سے فائدہ اٹھانے
کی خواہش کرنا چاہئیے۔ پانی برسنے کے پہلے ہی سنئی کا
بیج لیکر رکھ لینا چاہئیے اور جیوں ہی پہلا پانی
پڑے کھیتوں ایک دفعہ جوت کر ایک من فی ایکڑ کے
حساب سے سنئی کا بیج ہری کھاد کے لئے چھڑک کر
مع جوتائی کر کے کھیت میں پاٹا چلا دینا چاہئیے
جس طرح سے نوتوڑ زمین کو زرخیز بنانے کے لئے
سنئی کی ہری کھاد دینے کا انتظام کیا گیا ہے۔

اسی طرح سے مختلف قسم کی کھادوں کے بنانے
اور کھیتوں کی پیداوار بڑھانے کے لئے ان
کا مفید استعمال کثرت سے کرنے کے لئے کسانوں
کو مالی امداد دینے کا بجٹ منظور کیا گیا ہے اس
میں سے کمپوسٹ کے طریقوں سے کھاد تیار کرنے
میں اور گوبر کی کھاد قاعدے سے گڈھوں میں
تیار کرنے پر کسانوں کو مالی امداد دیجاتی ہے۔

کھلیوں کو کھاد کے طور پر استعمال کرنے کے لئے
جیسے رینڈی - مونگ پھلی - نیم - سرسوں - مہوہ -
وغیرہ کھلیوں کو سرکار خرید کر کسانوں کو سستے داموں
پر دیتی ہے۔ جیسے نوتوڑ زمینوں میں ڈال کر انہیں
جلد سے جلد زرخیز بنایا جا سکتا ہے۔

ان نوتوڑ زمینوں میں اگر قیمتی فصلیں اگائی
جائیں جیسے گیہوں دھان وغیرہ فصلیں۔ تو ان
میں ڈالنے کے لئے کیمیاوی کھادیں بھی کسانوں
کو سستے داموں پر محکمہ زراعت کے اہلکاروں کے
ذریعے مل سکتی ہیں اس لئے نوتوڑ زمینوں کو
توڑ کر سرکاری سہولتوں سے فائدہ
اٹھا کر زیادہ سے زیادہ غلہ پیدا کرنا
چاہئیے۔

خاندان کی عزت

(از جناب بھون چندر تیواری)

رام گوپال اپنے دفتر میں بیٹھا ہے فکر کی لکیریں اس کی پیشانی پر جھلک رہی ہیں دفتر میں کتنا کام ہے سب ہی کلرک اپنے اپنے کام میں مشغول ہیں لیکن رام گوپال کو جیسے میز پر رکھے فائلوں کے ڈھیر کا پتہ نہ ہو۔ خط کو وہ بار بار پڑھ رہا ہے اپنی پریشانی کو وہ جتنا ہی کم کرنا چاہتا ہے اتنا ہی بڑھتی جاتی ہے۔

اس کے والد نے لکھا ہے کہ اس کی بہن کی شادی طے ہو گئی ہے روپیہ کا جلد انتظام کرنا ہے چاروں طرف نظر دوڑائی لیکن سب ہی کلرکوں کی حالت اسی کی طرح ہے اپنی جان پہچان کے امیر دوست احبابوں کا ایک ایک کر کے اس نے خیال کیا لیکن کون اس کو روپیہ دیگا سب ہی دو چار میٹھی باتیں کر کے ٹال دیں گے۔ اب اس کے لئے صرف ایک ہی راستہ رہ جاتا ہے کہ وہ اپنے دفتر کی قرض دینے والی انجمن سے قرض لے اور اپنی تنخواہ سے کٹوائے پہلے بہن کی شادی اور پھر اپنی شادی میں جو اسنے قرض لیا تھا اسی کی ابھی بہت سی قسطیں دینے کو باقی ہیں یہ قرض لینے کے بعد تو اس کی قریب آدھی تنخواہ قسط میں کٹ جائے گی لیکن دوسرا راستہ ہی کیا ہے اور روپیہ کا انتظام کرنا ضروری ہے۔

اسی لئے اسی وقت قرض دینے والی انجمن کے خزانچی کے پاس پہونچا۔ خزانچی سری رام اس کا دوست تھا اور خود بھی وقتاً فوقتاً قرض لیتا رہتا تھا اس لئے رام گوپال کی پریشانی کا احساس بڑی آسانی سے کر سکا اس کی مرضی کو دیکھتے ہی بولا کیوں بھائی آج پھر قرضہ لینے کی ضرورت کیا پڑ گئی۔

کیا بتاؤں تم سے تو کچھ چھپا نہیں ہے والد صاحب کا یہ دوسرا قرضہ چکا رہا ہوں دوسری بہن کی شادی طے ہو گئی ہے اس لئے روپیہ کا انتظام کرنا ضروری ہے" رام گوپال نے مسکراتے ہوئے کہا سری رام نے اس کی طرف ہمدردی سے دیکھا اور کہا اچھی بات ہے جلدی سب انتظام کروا دوں گا۔

قریب گھنٹہ بھر بعد رام گوپال چک لئے دوپہر کی دھوپ میں بینک کی جانب چلا اس کے دل میں اپنی زندگی کے خلاف ایک آگ سلگ رہی تھی جو اسی دوپہر کی دھوپ میں جیسے تیز ہو اور اٹھی ہو۔ دماغ میں خیالاتوں کی دھار تیزی سے بہنے لگی آخر سارے گھر کی ذمہ داری وہ کب تک ڈھوتا رہیگا۔ زندگی میں اسے ملا ہی کیا ہے۔ کتنی محنت کے ساتھ اس نے اپنی تعلیم پوری کی جب وہ پڑھتا تھا تو اسے کتنی امیدیں تھیں سوچتا تھا کہ پڑھ چکنے کے بعد اس کی تکلیفیں ختم ہو جائیں گی لیکن اس کے برعکس ہوا اور اس کی تکلیفیں بڑھتی ہی جا رہی ہیں اگر اس کے والد کے اتنے بچے ہوئے تھے اس کا کیا قصور ہے گھر والوں اور دنیا کی طرف سے اس کے دل میں نفرت کے طوفان اٹھنے لگے پھر سامنے بھائیوں اور بہنوں کی بھولی صورتیں آگئیں ان سب کا وہی ایک تو سہارا ہے جب وہ گھر پہونچتا ہے تو سب کتنے خوش ہوتے ہیں ان کی آنکھوں میں محبت کی دریا موجیں لینے لگتی ہے۔ لیکن اگر وہی خود غرض ہو جائے ان کا ساتھ چھوڑ دے تو ان بیچاروں کی کتنی بری حالت ہو گی یہ

خیال کرتے ہوئے اس کا دل بھر آیا۔

بینک سے روپیہ لیکر وہ گھر کی طرف چلا گھر پہونچنے پر
سے راحت حاصل ہوئی اس کی بیوی پدما ہے اس کی زندگی
ں راحت دینے والی اس کے سر میں بندھے ہوئے کپڑے کو
دیکھ کر رام گوپال نے پوچھا کیا آج پھر سر میں درد شروع ہو گیا اور
پیٹ کا درد کیسا ہے

"درد تو تھوڑا بہت لگا ہی رہتا ہے اپنے آپ ٹھیک ہو جائیگا
اور کہا پھر فکر کی کیا بات ہے" پدما نے جواب دیا۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کیا جائے آج ہی ڈاکٹر کو فرید دکھانا
چاہیے ایک دفعہ دکھا دینے میں کیا حرج ہے آج والد کا خط بھی ملا
بہن کی شادی طے ہو گئی ہے میں تو آج پھر قرض لے آیا ہوں انہوں نے
جلدی آنے کے لئے لکھا ہے"

وہ تو بھی ٹھیک ہے وہاں تو جانا ہی پڑے گا لوٹنے پر دیکھا جائیگا
اور یہ درد تو ہمیشہ کا ہے چار دن میں کیا بنتا اور کیا بگڑتا ہے۔
اگر میری تقدیر میں یہ درد لکھا ہوا ہے تو ڈاکٹر دیکھ کر بھی کیا کر سکتا ہے"

"اگر تقدیر کے سہارے بیٹھ کر ہم اپنے ناکارہ بن گئے ہوتے تو
شاید ہماری یہ حالت نہ ہوتی اپنی عقل سے کام لیکر اگر ہم مشکلات
کا برابر سامنا کرتے رہیں تو بہت کچھ کامیابی حاصل ہو سکتی ہے"

تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آتی تم جانے کیسی باتیں کیا
کرتے ہو تقدیر کی بات تو بڑے بڑے لوگوں نے اور مذہبی کتابوں
میں بھی لکھا ہے"۔

ہاں مذہبی کتابوں میں ہم نے اور تمہاری صلاح کار رہبری غور نوں
ہی پڑھی ہے۔ ان باتوں کو جانے دو آج شام کو تم تیار رہنا ڈاکٹر
کو لیتے لاؤں گا۔ نہیں ماننے پر ڈاکٹر بھی رہیں کہ اچھی طرح دیکھنا

شام کو رام گوپال ایک ڈاکٹر کو بلا لایا ڈاکٹر نے پدما کی نبض دیکھی
طرح طرح کے سوالات کئے اور پھر رام گوپال کو دوا لینے کے لئے
اپنے ساتھ چلنے کو کہا"

راستے میں ڈاکٹر نے رام گوپال سے کہا دیکھئے گھبرانے کی کوئی بات
نہیں آپ کی بیوی کے پیٹ میں گلٹیاں پڑ گئی ہیں انہیں پورے
آرام کی ضرورت ہے انجکشن بھی دینا ہوں گے دودھ پھل وغیرہ
زیادہ دیجئے۔ نہیں حالت بگڑ سکتی ہے۔

رام گوپال چپ چاپ سنتا رہا ڈاکٹر نے جو دوا بتلائی اس
میں ساٹھ یا آٹھ روپیہ کا خرچ تھا اتنا روپیہ کہاں سے لاتا شاید
ڈاکٹر کچھ سستا نسخہ بتلائے اس لئے پوچھا ڈاکٹر صاحب کیا اس
کے علاوہ کوئی علاج نہیں ہے ڈاکٹر نے جواب دیا ہے کیوں نہیں
اس وقت آپ روپیہ کا خیال کر کے مریضہ کی زندگی سے ہاتھ
دھو بیٹھے گا۔

دوا لیکر رام گوپال گھر کی طرف چلا اس کے دماغ میں خیالات طوفان
برپا ہو رہا تھا چہرہ سوکھ گیا تھا اور آنکھوں سے ناامیدی ظاہر
ہو رہی تھی راستہ میں ایک جگہ کچھ سرمایہ دار عورت اور مرد ٹینس
کھیل رہے تھے ان کو دیکھ کر رام گوپال کو ایسا لگا کہ جیسے ان کی
زندگی میں کوئی تکلیف نہ ہو ان لوگوں کی زندگی میں آرام لکھا
ہوا ہے اور اس کی بیوی کی زندگی میں بیمار رہنا۔ خدا کریم کہلاتا
ہے۔ وہ اتنا سنگدل کیسے ہو گیا کہ اس نے پدما کی تقدیر میں
مصیبت ہی لکھدی ہے۔

انہیں خیالاتوں میں الجھا ہوا گھر پہونچا دوا کی شیشی ہاتھ میں
دیدی اپنے خاوند کی طرف دیکھ کر پدما بولی خدا چاہے گا تو اس سے
ٹھیک ہو جاؤنگی کل تم چھٹی کی درخواست دیدو تین یا چار دن بعد
چلے چلیں گے واپس آنے پر علاج ہو جائیگا۔

"لیکن ڈاکٹر نے تو تمھیں آرام کرنے کو کہا ہے"

ڈاکٹر تو یہ کہتے ہی رہتے ہیں۔ اگر اس وقت شادی کے موقع پر بھی میں نہ پہونچی تو لوگ کیا کہیں گے اس وقت تو جانا ہی پڑیگا۔

رام گوپال شادی کے تین چار روز پہلے بیوی کے ساتھ لیکر اپنے گاؤں پہونچا سب ہی لوگ اس سے بہت خوش تھے بیٹا ہو تو ایسا ہو ضرورت پڑنے پر بغیر کسی طرح خیال کئے جتنے روپیہ کی ضرورت ہو بھیج دے۔ رات کو کھانا کھانے کے بعد اس کے والد نے اس کو اپنے پاس بلایا رام گوپال آکر باپ کی چارپائی کے ایک کونے پر بیٹھ گیا۔ باپ نے کہا بیٹا میں تم سے بہت خوش ہوں تم اپنے خاندان کی عزت نباہتے ہوئے ہو۔ میں تو اب بوڑھا ہو گیا برسات کے بعد ہم سب تمہارے پاس آجائیں گے۔ اب دو کی شادی اور رہ گئی ہے۔ تمہارے ان دو چھوٹے بھائیوں کی ذمہ داری تمہارے اوپر ہے تم ایک قابل لڑکے ہو اور پھر خاندان کی عزت کے لئے یہ سب کرنا ہی پڑتا ہے۔

رام گوپال چپ رہا کہتا ہی کیا تھوڑی دیر بعد وہ اٹھکر اپنے کمرہ میں چلا گیا اور چارپائی پر لیٹ گیا شادی کی دھوم دھام سے اس کے والد خوش تھے لیکن رام گوپال کے دل میں رہ رہ کر یہ خیال آتا تھا کہ اسے اپنے والد کی عزت نباہنی ہے اس کے نزدیک خاندان کی عزت کا مطلب یہ تھا کہ آدھی تنخواہ کٹا چکنے کے بعد ابھی ابھی دو بہنوں کی اور شادی کرے بھائیوں کو پڑھانے لکھانے ماں باپ کی پرورش کرے تو کیا اپنی بیوی بیمار کے علاج کی ذمہ داری اسکے اوپر نہیں ہے کیا بیوی کا علاج خاندان کی عزت میں شامل نہیں ہے۔

غزل

از سید مظہر حسین، مظہرؔ ٹسوانی

صدا دیتے ہیں غنچے یہ چٹک کر صحن گلشن میں
زمانہ دیکھ لے ہنسنے کا کیا انجام ہوتا ہے

جو آئے ہو تو دم بھر اور بالیں پر ٹھہر جاؤ
مریض غم پہ بھاری صبح کا ہنگام ہوتا ہے

یہ اپنی اپنی قسمت ہے کہ دنیائے محبت میں
کوئی مقصود پاتا ہے کوئی ناکام ہوتا ہے

حریم ناز میں جب حسن کی بجلی چمکتی ہے
جہاں کا ذرہ ذرہ لرزہ بر اندام ہوتا ہے

یہ کیا معلوم تھا او زندگی لوٹنے والے
کہ تجھ سے دل لگانا موت کا پیغام ہوتا ہے!

اٹھاؤ سختیاں راہِ طلب میں شوق سے مظہرؔ
مسافر کو رہِ غربت میں کب آرام ہوتا ہے

دودھ اور گھی کی پیداوار بڑھانا ضروری ہے

(از مسٹر جگدیش نارائن پانڈے بی۔ ایس۔ سی اے۔ جی۔ اگریکلچرل اسسٹنٹ پبلسٹی آفیسر محکمہ زراعت یو۔ پی لکھنؤ)

دودھ قدرتی طور پر ایک بہترین غذا ہے انسانی پرورش کیلئے دنیا میں جو چیز سب سے پہلے قدرت نے دی ہے وہ دودھ ہی ہے ڈاکٹروں اور وید وں کا کہنا ہے کہ دودھ انسان کی صحت کے لئے بہت ضروری ہے۔ کمسن بچوں کے لئے تو خالص دودھ ایک ضروری خوراک بتلائی گئی ہے۔ کیونکہ دودھ کے اندر وہ تمام چیزیں موجود ہیں کہ جو انسان کو تندرست بنا سکتی ہیں۔

دودھ دینے والے مویشیوں کی نسل کو ترقی دینے اور ان کو مضبوط اور تندرست رکھنے کے لئے خاص دھیان دیا جا رہا ہے خاص اور اچھا دودھ پیدا کرنے اور ملکی ضروریات کو پورا کرنے میں اگر کوئی ملک بڑھا ہے تو امریکہ۔ مگر افسوس کہ ہندوستان میں دودھ کی گرانی اور کمیابی دن بدن بڑھتی جا رہی ہے اور طاقتور صحت بخش خوراک نہ ملنے کی وجہ سے ملک کی آبادی اور خاص کر بچوں کی جسمانی تندرستی میں انتہائی کمزوری پیدا ہوتی چلی جا رہی ہے

شہروں میں جہاں پڑھے لکھے اور مالدار لوگ زیادہ تعداد میں رہتے ہیں اور جہاں کہ طلبہ بھی کثرت سے رہتے ہیں۔ آج کل دودھ کی جس قدر تکلیف اور کمی ہے وہ کسی سے چھپا ہوا نہیں ہے [illegible] لوگوں کو بھی خالص اور عمدہ دودھ ملنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن سا ہو گیا ہے۔ حلوائیوں اور دودھ بیچنے والوں کے یہاں بغیر پانی ملا ہوا دودھ آتا ہی نہیں۔ مگر یہ لوگ پانی ملا کر دودھ کی مقدار کو اور زیادہ کر دیتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دودھ لینے والوں کو حد سے زیادہ پانی ملا ہوا دودھ ملتا ہے۔ ہمارے [illegible]

میں دودھ دینے والے جانور عام طور پر جیسی خراب حالت میں رکھے جاتے ہیں اور اہیروں کے یہاں جس ناقص طریقے سے گندے برتنوں میں دودھ دوہا جاتا ہے اور بعد میں جس بے احتیاطی کے ساتھ رکھا جاتا ہے اور دودھ کی دوکانوں پر آگ جو حالت اس کی ہوتی ہے اس کو اگر یورپ اور امریکہ والے کہ جو دودھ کے لئے ہر قسم کی صفائی اور احتیاط کو کام میں لانے تاکید کرتے ہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں تو شاید ان کو اس بات سے تعجب ہو کہ ایسے خراب دودھ کو استعمال کرنے والے لوگ کس طرح زندہ رہ سکتے ہیں۔ خراب دودھ کا استعمال تندرستی کے لئے فائدے کے بجائے نقصان پہنچاتا ہے۔

یہ سب کو ماننا پڑیگا کہ ہمارے صوبے میں کیا بلکہ سارے ہندوستان میں اب ایسے خوش نصیب لوگ بہت ہی کم ہوں گے جن کو آج کل دودھ ملتا بھی ہے وہ خالص نہیں ہوتا ہے شہروں میں جو دودھ آج کل عام طور سے بک رہا ہے۔ وہ اس [illegible] ہے۔ [illegible] شہد پا ہے۔

دودھ کی [illegible] اس کے افراط سے پید [illegible] ہونے کے [illegible] شکایت کرتے ہیں مگر کثرت سے دودھ پیدا کرنے کے لئے اگر اس پر دھیان [illegible] دیتے [illegible] - [illegible] - [illegible]

[illegible] انسان

[illegible]

(ا) خالص تازہ دودھ تندرستی اور دماغی ترقی کے لئے بہت ضروری چیز ہے۔

(ب) دودھ اور دودھ سے بنا ہوا۔ گھی۔ مکھن۔ دہی وغیرہ مختلف اقسام کے مقوی کھانے طیار کرنے کی ضروری چیزیں ہیں۔

(ج) دودھ کی قلت اور گرانی ملک کے باشندوں کی جسمانی صحت پر بہت برا اثر ڈال رہی ہے۔

(د) کافی مقدار میں خالص اور تازہ دودھ نہ ملنے سے بچوں کی جسمانی حالت میں کمزوری پیدا ہوتی چلی جا رہی ہے۔

(ہ) آج کل بہت سے ایسے لوگ ہیں کہ جن کو دودھ دہی۔ مکھن اور گھی کا ملنا تو درکنار سونگھنا تک بھی کھانے کو نہیں ملتا۔

جس رفتار سے دودھ اور گھی وغیرہ کا نرخ موجودہ وقت میں بڑھتا جا رہا ہے۔ اگر اسی رفتار سے آئندہ بھی بڑھتا رہا تو ممکن ہے کہ کچھ وقت میں دودھ فی روپیہ چھٹانک اور گھی فی روپیہ تولے اور ماشوں میں ملنے لگے اور ہمارے ملک کی آبادی کی صحت پر اور بھی زیادہ خراب اثر پڑے۔

بہت ضروری ہے کہ کافی مقدار میں خالص اور عمدہ دودھ پیدا کرنے کے لئے اور کھانے پینے والی چیزوں کو پیدا کرنے کے لئے ہر دو کافی محنت اور کوشش کی جائے کیونکہ ایک تندرستی لاکھ نعمت۔"

ہمارے ملک میں دودھ کے تین خاص ذریعے ہیں۔ گائے۔ بھینس۔ بکریاں۔ دودھ دینے والے مویشیوں کی عام کمزور حالت اور ان کی داشت کے خراب طریقے اور پرورش۔ دانہ چارہ۔ کھلی۔ بھوسہ کی گرانی اور چراگاہوں کی کمی۔ ان کے مالکان کی بے پرواہی کو دیکھتے ہوئے اور ہر ایک جگہ دودھ کی سخت گرانی اور قلت کا خیال کرتے ہوئے ہم اپنے فرائض منصبی میں کمی کی طرف ہی خیال کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

جن لوگوں کو مناسب مقدار میں دودھ گھی نہ ملتا ہو وہ کیسے مضبوط اور طاقتور ہو سکتے ہیں؟ کیسے اپنی صحت برقرار رکھ سکتے ہیں۔ اگر کسان۔ مزدور اور کاریگر وغیرہ کہ جن کی محنت اور مشقت پر سارے ملک کی بھلائی اور خوشحالی منحصر ہے دودھ نہ ملنے کے سبب کمزور ہو گئے تو سمجھ میں نہیں آتا۔ کھیتی کی ترقی اور دنیا کے دوسرے کاروبار کس طرح چل سکیں گے۔

دودھ کی پیداوار بڑھانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ دودھ دینے والے جانوروں کی حالت کو درست کیا جائے۔ آج کل چارے کی قلت اور چراگاہوں کی کمی اناج و کھلی وغیرہ کی مہنگائی کی وجہ سے اول تو ہر امیر و غریب دودھ دینے والے مویشی رکھ نہیں سکتے جو پالتے بھی ہیں ان میں بھی ایسے بہت کم لوگ ہیں کہ جن کے دودھ دینے والے مویشی اچھی طرح موٹے تازے ہوں۔ جہاں تک دیکھا گیا ہے دودھ دینے والے مویشی بہت دبلے پتلے اور کمزور نظر آتے ہیں بڑے شہروں میں چونکہ مویشیوں کو پالنے کے لئے پہلے تو جگہ کی کمی ہوتی ہے۔ دوسرے چارے کی قلت اور گرانی۔ تیسرے مویشیوں کو گھومنے پھرنے کے لئے کافی جگہ نہیں ملتی۔ اس لئے شہروں میں بڑے بڑے نالائق لوگوں کے بغیر اصلی دودھ

ہل
دینے والے مویشیوں کا پالنا بہت ہی مشکل ہے۔ انہیں
اکثر مول کے دودھ ہی پر جیسا اچھا برا ملا گذر کرنا پڑتا
ہے۔

دیہاتوں میں کسانوں اور زمینداروں کے لئے دودھ
دینے والے مویشیوں کا پالنا کچھ مشکل نہیں تھا کیونکہ دیہات
میں مویشیوں کو پالنے اور ان میں ادھر ادھر گھوم پھر کر چرنے
کافی زمین مل جاتی تھی۔ ہے اور چارے کی بھی پہلے کوئی خاص
دقت نہیں ہوتی تھی۔ مگر اب جنگلوں اور چراگاہوں کے نہ رہنے
کی وجہ سے دیہات میں بھی مویشیوں کا اچھی حالت میں پالنا مشکل
ہوگیا ہے مگر فی زمانہ جانوروں کی قیمتیں بڑھ جانے کے سبب
اور بھی نہایت مشکل ہوگیا ہے۔

مویشی کیسی حالت میں رہتے ہیں؟ وہ کس طرح
زیادہ دودھ دینے اور اچھے بچے پیدا کرنے والے بن سکتے ہیں
ان باتوں پر دھیان دینے والے لوگ شاذ ہی ہوں۔ بڑے بڑے
زمیندار اور لوگ دودھ کی ذاتی ضروریات کے لئے دودھ
دینے والے مویشی پالتے ہیں کہ دودھ کا بیوپار کرنے کے خیال
سے۔ اس لئے ان کی توجہ اتنے ہی دودھ کی مقدار تک
محدود ہے جتنی کہ ان کے گھر کی ضروریات کے لئے کافی ہو۔

چھوٹے چھوٹے کسانوں اور زمینداروں میں اول
تو ناموافق حالات کے سبب انہوں نے دودھ دینے والے
مویشیوں کا پالنا ہی موجودہ وقت میں چھوڑ دیا ہے جو پالتے
بھی ہیں وہ پہلے اپنے بیلوں کا پیٹ بھرنا ضروری سمجھتے ہیں۔
بیلوں کے علاوہ اگر کچھ چارہ بچ جاتا ہے تو گائے بھینسوں
کے آگے رکھ دیتے ہیں۔ انہیں تو بیشتر بیچاری تنکوں ہی پر
ہی زندگی بسر کرتی ہیں کہ جو ان کو کھونٹوں سے چھوٹنے پر
مل جاتے ہیں۔

کمزور اور مریض گاؤں کے بچے بھی اچھی گائیں اور بیل نہیں
بن سکتے۔ پتلی دبلی اور کمزور بھینسوں سے زیادہ دودھ دینے
والے اور تندرست بچے پیدا نہیں ہو سکتے۔ جب تک اس
ملک میں دودھیل مویشی کی زیادتی اور ترقی نہیں ہوگی تب
تک نہ تو کافی مقدار میں دودھ دہی گھی ملے گا اور نہ
کھیتی کرنے کے لائق اچھے اور کافی بیل مل سکیں گے۔ اس لئے
سب سے ضروری بات یہ ہے کہ نیچے لکھے ہوئے ذریعے اختیار
کئے جاویں۔

(۱) اچھی نسل کے مویشیوں کے بچاؤ اور ان کی نسل کو بڑھانے
اور ترقی دینے کی تدبیریں اختیار کیجائیں۔

(۲) دودھ دینے والے مویشیوں کی حفاظت کی جائے
اور ان کی تعداد بڑھائی جاوے۔

(۳) فائدے مند اور طاقتور چارے کی کھیتی کیجاوے
چراگاہوں کے معقول انتظام کئے جاویں۔ چراگاہوں کے
معقول انتظام کئے جاویں۔ سرسوں، تل، انبولہ وغیرہ کی کھلی
دودھیل جانوروں کو کافی مقدار میں دیجائے۔

(۴) اچھے قسم کے سانڈوں کا گاؤں گاؤں میں انتظام کیا
جائے۔

(۵) دیہاتوں میں ہل کی کھیتی کرنے والا ہر کسان کم سے کم
ایک گائے پالے اور اس کی اچھی طرح پرورش کرے۔
اسی طرح دو ہل کی کھیتی کرنے والا کم سے کم ایک گائے اور بھینس
پالے اور چار ہل کی کھیتی کرنے والا تین گائے اور دو بھینس رکھے
اس سے ان کو کھیتی کے لئے بیل اور بچھیے ملتے رہیں گے اور
کھانے کے لئے تازہ دودھ اور گھی، دہی، اور مکھن ملتا رہے۔

زیادہ دودھ پیدا ہونے پر اس سے کچھ روپیہ بھی حاصل کیا جاسکتا ہے۔ ان گاؤں میں جہاں کہ دودھ گاؤں کی ضرورت سے زیادہ پیدا ہو وہاں دودھ کے خرید و فروخت کا انتظام کواپریٹو سوسائٹی کے ذریعہ کیا جائے زیادہ معلومات کے لئے رجسٹرار صاحب کواپریٹو سوسائٹی لکھنؤ کے پتہ سے لکھا پڑھی کریں۔

(۶) بڑے بڑے تعلقدار و زمیندار اپنی ریاستوں میں خاص طور سے دودھ دینے والے مویشیوں کی حفاظت اور ترقی کا معقول بندوبست کریں اور مناسب جگہوں پر جہاں مویشیوں کے چرنے چگنے کا اچھا انتظام ہوسکے مویشی خانہ قائم کرکے ان میں دودھ دینے والے جانوروں خصوصاً گائے کی نسل کو بڑھانے کی کوشش فرمائیں۔

(۷) بڑے بڑے شہروں کے آس پاس کہ جہاں دودھ گھی وغیرہ کی زیادہ ضرورت اور کھپت ہے۔ بڑے بڑے پیمانے ڈیریاں زیادہ تعداد میں قائم کی جاویں۔ جیسا کہ محکمہ کواپریٹو نے لکھنؤ، الہ آباد اور بنارس میں ڈیریاں قائم کی ہیں جس سے کہ شہر والوں کو اچھا اور کافی دودھ مل سکے۔

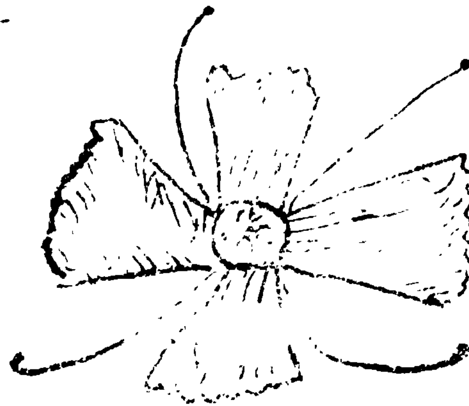
(۸) سیٹھ ساہوکار لوگ ان سوسائٹیوں، انجمنوں، سبھاؤں اور کمپنیوں کی روپے سے امداد کریں کہ جن کا مقصد یہ ہو کہ دودھ دینے والے مویشیوں کی نسل کو بڑھایا جاوے۔

(۹) دیہاتوں میں ہر ۲۰۰-۲۵۰ گاؤں کے سنٹر بنا کر مویشیوں کی علاج کے لئے شفاخانہ قائم کئے جاویں۔

(۱۰) مویشیوں کے کھانے پینے، رہنے کے مکانات، پرورش کے طریقے بیماری وغیرہ کے متعلق فائدے مند اور ضروری ہدایات ہندوستانی زبان میں شائع کی جاویں۔

(۱۱) ان طریقوں کو عمل میں لانے کی کوشش کی جاوے کہ جن کو اختیار کرکے دوسرے ملکوں نے دودھ دینے والے مویشیوں کی تعداد اور دودھ کی پیداوار کافی بڑھا لیا ہے۔

(۱۲) زیادہ معلومات کے لئے ڈاکٹر صاحب بہادر اینمل ہسبنڈری محکمہ۔ لکھنؤ کے پتہ سے خط و کتابت کیجئے۔



بحالی امن کیلئے جان و دل سے کوشش کرنا ہر شخص کا فرض ہے

"تمام دوسرے اختلافات کے باوجود ہر شریف مرد اور عورت کا یہ فرض ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرکے پرامن حالات کی بحالی کے لئے جان و دل سے کوشش کرے کیونکہ وقت کی سب سے بڑی ضرورت یہی ہے" یہ ہیں وہ الفاظ جو آنریبل پنڈت گووند ولبھ پنت نے ۱۱ نومبر کی رات کو آل انڈیا ریڈیو لکھنؤ سے صوبہ میں امن قائم رکھنے کی ایک اپیل براڈکاسٹ کرتے ہوئے کہے۔

سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے آنریبل وزیراعظم نے کہا کہ:-

آپ کا فرض صاف اور سادہ ہے - آپ یہ دیکھئے کہ کدورت اور انتقامی جذبہ آپ کے جذبۂ انسانیت اور ہمسایہ دوستی کے جذبہ پر غالب آجائے - آپ یہ نہ بھولیں کہ ہندو اور مسلمان ہر شہر اور ہر گاؤں میں پہلو بہ پہلو پائے جاتے ہیں"

آگے چل کر آپ نے کہا کہ:-

"ہر شخص کو اس بات کا خیال رکھنا چاہئیے کہ ایسی کوئی بات نہ ہونے پائے جو گھبراہٹ اور اندیشہ کی موجب ہو"

آنریبل وزیراعظم کی پوری تقریر کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

جب دل بھرا ہوتا ہے تو زبان کمزور ہوتی ہے میرا دل ٹوٹا ہوا ہے اور درد سے محسوس رہا ہے اور میں آپ سے زیادہ نہیں کہنا چاہتا۔ میں میرٹھ چار دن رہنے کے بعد آج صبح واپس آیا ہوں۔ آپ نے وہ بیان پڑھا ہوگا جو میں نے اور مسٹر رفیع احمد قدوائی نے کل شام کو میرٹھ سے شائع کیا ہے وہ بیانی دوسری جگہ درج ہے۔ اطلاعات وہاں کے ہولناک منظروں نے میرے اوپر ایک ایسا نہ مٹنے والا اثر ڈالا ہے جو مجھے ہمیشہ یاد دلاتا رہے گا کہ انسان کتنی انتہا گہرائیوں تک گر سکتا ہے۔ میں جب پہلی مرتبہ آپ کے سامنے بولا تھا تو میں نے آپ سے کہا تھا کہ کلکتہ کے عدیم المثال اور مجنونانہ کشت و خون نے ملک کے ہر سنجیدہ مزاج شخص کو غم میں ڈال دیا ہے۔ میں نے یہ امید ظاہر کی تھی کہ کلکتہ میں جو کچھ ہوا ہے اس قسم کی کوئی بات ہمارے صوبے میں کہیں نہ ہونے پائے گی - اس وقت آتش زیر پا رہا ہے کشیدگی بڑھتی رہی ہے اور بہت سی جگہوں پر صورت اور زیادہ خراب ہو گئی ہے انتہائی قابل مذمت کشت و خون جس کا کوئی صحیح الدماغ شخص بغیر دہشت کے تصور نہیں کر سکتا حقیقتاً ہو چکا ہے۔ قوم کے بعض حلقوں پر انتقام اور بدلہ لینے کا جذبہ چھا گیا ہے۔ اور اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ یہ تباہ کن نفرت دائرہ نزاع ترقی پاتا ہے۔ اور اس سے انجام میں جو تباہی نازل ہوتی ہے۔ وہ بھی بڑھتی جاتی ہے۔

ان افسوسناک واقعات کا اختتام نظر نہیں آتا ہمارا صوبہ اس قسم کے جنون عامہ سے پاک تھا اور مشرقی بنگال اور بہار کے دھچکوں کو برداشت کر لے گیا تھا مگر گذشتہ ہفتہ کے اندر اس کی شہرت میں داغ لگ گیا۔ ممکن ہے کہ یہ بات صحیح ہو کہ یہاں جو آفت آئی اس کے زیادہ تر ذمہ دار باہر کے عناصر تھے جن کی پہلے ہی سے فساد کی نیت تھی۔ مگر اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ بعض مقامات پر وحشیانہ مظالم کئے گئے ہیں اور ایسے واقعات ہوئے ہیں جن پر ہر شریف انسان کو شرم آنی چاہیے۔ ان بے گناہ مظلومین کے ساتھ جو ان حملوں کا شکار بنے ہیں ہر شخص کو ہمدردی ہوگی اور ہر شخص کی یہ خواہش ہوگی کہ ان کی امداد اور بحالی کے لئے بغیر کسی توقف کے مناسب کارروائیاں کی جائیں۔ ان واقعات سے ہم کو جو سبق حاصل ہوا ہے۔ اسے بھولنا نہ چاہئے۔ ہم اس اخلاقی تنزلی، عدم اتحاد اور اختلاف کی حالت کو کب تک گوارا کر سکتے ہیں۔ اس برادرانہ کشت و خون سے ملک کے دشمنوں اور ان لوگوں کے علاوہ جو آزادی اور ترقی کے عہد جدید کے آغاز کو روکنا چاہتے ہیں اور کس کو مدد ملتی ہے یا کس شخص کو فائدہ پہنچتا ہے؟ یہ بات کس قدر رنجیدہ ہے کہ اپنی منزل مقصود تک پہنچنے میں ہم خود روڑے اٹکا رہے ہیں اور پریشان حال عوام کی ترقی اور پیشقدمی کو روک رہے ہیں۔ تمام دوسرے اختلافات کے باوجود ہر شریف مرد اور عورت کا یہ فرض ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کر کے پرامن حالات کی بحالی کے لئے جان و دل سے کوشش کرے کیونکہ وقت کی سب سے بڑی ضرورت یہی ہے۔ یہ نہ بھول جائیے کہ تشدد کا نتیجہ تشدد ہوتا ہے اور انتقام کی راہ امن کی راہ نہیں ہے۔ وہ لوگ بھی جن کو صرف اپنے فرقہ سے دلچسپی ہے۔ یہ یاد رکھیں کہ خون بہانے سے ان کو کوئی فائدہ نہ پہنچے گا۔ یہ لوگ چاہے قانون کے چنگل سے کسی طرح بچ بھی نکلیں مگر انہیں کے فرقہ کے بے گناہ افراد کو ان کی ناجائز حرکات کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے ان کو غور کرنا چاہیے کہ کلکتہ اور دوسرے مقامات کے فسادات ماہ اگست کے دوران میں اور اس کے بعد سے جو کشت و خون ہوئے ہیں ان کا کیا نتیجہ نکلا ہے۔ اس وقت سے کتنی عورتیں بیوہ، کتنے بچے یتیم، کتنے لوگ خانماں برباد، کتنے لوگ مقتول اور اپاہج ہو چکے ہیں۔ خواہ وہ ہندوؤں میں ہوئے ہوں خواہ مسلمانوں میں ... اور اگر ہندو اور مسلمان فرقوں کو الگ الگ دیکھا جائے تو کیا کسی ایک ہندو یا کسی ایک مسلمان کو اس سے کوئی فائدہ پہنچا ہے؟ ان گمراہوں کو اپنے قدم اب پیچھے ہٹا لینا چاہئے۔ تشدد اور انتقام کے راستہ کو خیرباد کہہ دینا چاہئے اور

بل

اپنے پر عظمت ملک کے شاندار نام سے جو ان نازیبا حرکات کی وجہ سے گندہ ہو گیا ہے۔ اس دھبہ کو مٹا دینا چاہئیے۔ یہ احمقانہ تنزلی بہت ہو چکی۔ ہم سب کو مصیبت زدہ عوام کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دینا اور ابتدائی طور پر امن و امان اور اتحاد و اتفاق کی بحالی کے لئے جس کے بغیر نہ کسی بات کی کوشش کی جا سکتی ہے اور نہ کوئی چیز حاصل ہو سکتی ہے پوری کوشش کرنی چاہئیے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس صوبہ کا ہر شخص — آپ سب بھائی — چاہے وہ ہندو ہو یا مسلمان اپنی عمومی اور انفرادی ذمہ داری کا احساس کرے۔ ہمارے صوبہ کی روایات قدیم ہیں۔ یہ صوبہ، ہندو اور مسلمانوں کی تہذیب کا مرکز رہا ہے۔ اس کی خاک نے ایسی عظیم المرتبت ہستیاں پیدا کی ہیں جو ہند جدید کی بانی ہیں۔ آج بھی ہمارے صوبہ میں پانچ یونیورسٹیاں ہیں اور ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کی زیارتگاہوں کے مرکز ہیں۔ کیا آپ ایک مثال پیش کریں گے اور دوسروں کو قعر مذلت سے نکالیں گے یا آپ خود وحشیانہ اثرات سے مغلوب ہو جائیں گے اور اس تعمیر کو منہدم کر دیں گے جو ان گنت نسلوں کی محنتوں سے تیار ہوئی اور ہمارے لئے بنی ہے۔

آپ کا فرض صاف اور سادہ ہے۔ آپ یہ نہ ہونے دیں کہ کدورت اور انتقامی جذبہ آپ کے جذبہ انسانیت اور ہمسایہ دوستی کے جذبہ پر غالب آ جائے۔ آپ یہ نہ بھولیں کہ ہندو اور مسلمان ہر شہر اور ہر گاؤں میں پہلو بہ پہلو بستے چلے آتے ہیں۔ [illegible] نسل کے لوگوں نے بلکہ صدیوں سے ان کے آباؤ اجداد نے مسرت اور رنج، تکلیف اور آرام میں ایک ساتھ حصہ لیا ہے۔

پنڈت جواہر لال نہرو کا پیغام

اپنے صوبہ کے نام

بھائیو!

ہندوستان میں کئی جگہ دنگا فساد ہوا ہے اور بہت سے بے گناہ مارے گئے ہیں۔ ہمارے صوبے میں بھی اس کا اثر ہوا ہے اور کچھ جھگڑے ہوئے ہیں۔

ہم کو ان جھگڑوں اور مار پیٹ کو بالکل روک دینا ہے۔ ہم سبھوں کو اپنی حفاظت کرنی چاہئیے اور شانتی اور امن رکھنے میں مدد دینی چاہئیے نہیں تو سوراج دور ہو جاتا ہے اور کسانوں کے بڑے کام ہم نے اٹھائے ہیں وہ بھی سب رک جاتے ہیں۔ جھگڑوں سے فائدہ ان کا ہی ہوتا ہے جو دیش کو غلام رکھنا چاہتے ہیں اس لئے آپ ان کے بہکانے میں نہ آئیں اور اپنے گاؤں گاؤں میں شانتی رکھیں۔ ہم سبھوں پر بہت ذمہ داری ہے اور ہم کو اس وقت ہوشیار رہ کر امن قائم رکھنا ہے۔

آپ کا خادم — جواہر لال نہرو

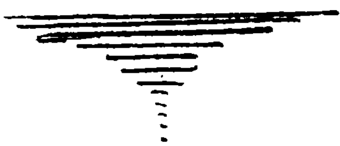
ان کی زندگی خدا ہی کی طرف سے رفاقت اور بھائی چارہ کی زندگی رہی ہے اور باوجود

تمام کج روی کے اس زندگی کو معمولی صورت اختیار کر لینا ہے جس میں ایک دوسرے کے بغیر کوئی بسر نہ کر سکتا ہو۔ ایک دوسرے کا محتاج ہو کر رہنے سے امن قائم ہونا ناممکن ہے کیونکہ جب عوام کی یہ مجنونانہ کیفیت ختم ہو جائے گی تو ہر شخص کو ـــ چاہے وہ ہندو یا مسلمان ـــ اس امر کا احساس کرنا پڑے گا کہ جب باہمی رواداری اور اعتماد نہ ہوگا تو نہ کوئی خوشی حاصل ہو سکے گی، نہ ترقی ہو سکے گی اور نہ زندگی کی مسرتوں کے حصول کا کوئی موقع ہوگا۔

اب آپ میں سے ہر شخص کو اس کا بھی احساس ہو گیا ہوگا کہ مبالغہ آمیز مسخ شدہ یا خیالی خبروں سے کس قدر نقصان پہنچا ہے۔ علاوہ افواہیں، ناجائز حرکات سے بھی زیادہ نقصان پہنچانے کا باعث ہوتی ہیں۔ اس قسم کی افواہوں سے دہشت پھیلتی ہے اور اس میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہ افواہیں وہ زمین اور فضا تیار کرتی ہیں جس میں تشدد گردی نشوونما پاتی ہے۔ اس لئے ہر شخص کو سمجھ بوجھ کر بات کرنی چاہیے اور اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ ایسی کوئی بات نہ پھیلنے پائے جو گھبراہٹ اور اندیشہ کی موجب ہو۔ اخبارات اس چیز کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ مختلف صورتوں سے خبریں شایع کرنے اور سرخیاں دینے سے کتنا فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ حکومت بے شبہ اپنا کام کرے گی۔ وہ مجرموں کو سزا دینے اور مفسدوں کی روک تھام کرنے میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھے گی۔

ہمارے پاس کافی طاقت ہے، اور فوج بھی کافی تعداد میں ہم کو مل سکتی ہے۔ حکومت اس بارے میں فوج کی ممنون ہے کہ جب ہم نے درخواست کی تو اس نے فوراً ہماری امداد کی۔ میں پولیس، حکام اور ان تمام لوگوں کا بھی شکر گذار ہوں جن کا کام امن عامہ قائم رکھنا ہے ان لوگوں پر کام کا بہت سخت بوجھ آن پڑا ہے اور وہ ہر ذمہ دار شہری کی ہمدردی اور سرگرم تعاون کے مستحق ہیں۔ لیکن بہر حال یہ تو ہونا ہی چاہیے کہ ہر شخص پر امن زندگی بسر کر سکے اور اس کے لئے ہر ایک کو برابر کوشش کرنی چاہیے یہ ہر شخص کا چاہے وہ بڈھا ہو یا جوان، مرد ہو یا عورت، جسے عام پبلک کی فلاح و بہبود سے یا کسی خاص طبقہ یا فرقہ کی فلاح سے یا صرف اپنے فرقہ کی بھلائی سے دلچسپی ہو۔ مقصد ہونا چاہیے کہ وہ کامل یگانگت پیدا کرنے کی کوشش کرے تاکہ ہمارا صوبہ پھر وہ قابل فخر درجہ حاصل کرے جو ابھی تک اسے ہمارے ملک میں حاصل تھا۔

قبل اس کے میں تقریر ختم کروں میں اپنے رفقا رکار، امن کمیٹی کے ممبران اور ہر شخص کا خواہ وہ ہندو یا مسلمان ہو یا عیسائی ہو جس نے ان صبر آزما ایام میں باہمی تعلقات کو خوشگوار رکھنے کی کوشش کی ہے۔ شکریہ ادا کرتا ہوں۔"



سبز کھاد اور اسکے استعمال کا طریقہ

(از قلم مسٹر محمد یونس صدیقی پبلسٹی انسپکٹر محکمہ زراعت یو۔ پی۔ لکھنؤ)

۱- یہ مانی ہوئی بات ہے کہ گوبر کی کھاد سب سے عمدہ اور آسانی سے دستیاب ہونے والی کھاد ہے لیکن یہ مناسب مقدار میں حاصل نہیں ہو سکتی۔ شاید آپ صاحبان کو محسوس ہوگا کہ ایسا کیوں ہوتا ہے۔ آپ لوگ زیادہ تر گوبر کو جلانے کے کام میں لاتے ہیں۔ اگر اب بھی نہ کریں تو آپ کے پاس اس قدر مویشی نہیں ہیں کہ آپ کے کھاد کا کام پورا ہو سکے۔ کیونکہ آپ مناسب مقدار میں گوبر نہیں حاصل کر سکتے اس لئے آپ کو ایسی دوسری کھاد کی تلاش کرنی چاہیئے جس کا استعمال گوبر کی جگہ ہو سکے اور ساتھ ہی ساتھ بہ آسانی سے دستیاب ہو سکے۔ یہ کھاد جس کو کہ میں بتلانے جا رہا ہوں کوئی عجیب و غریب چیز نہیں ہے۔ اس کو مختصر الفاظ میں سبز کھاد کہتے ہیں۔

۲- آپ لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ سبز کھاد کس کو کہتے ہیں۔ اگر آپ واقف نہیں ہیں تو میں آپ کو بتلاتا ہوں۔ سنئی۔ ڈھینچہ۔ مونگ۔ کرتھی۔ نیل وغیرہ کے پودوں کو طیار ہونے پر زمین میں جوت دیتے ہیں یا دفن کر دیتے ہیں جب یہ زمین میں اچھی طرح سڑ گل جاتے ہیں تو زمین اپنے اندر وہ اجزا جو کہ پودے کے لئے ضروری ہے جذب کر لیتی ہے۔ اس طریقہ کو سبز کھاد دینا کہتے ہیں۔ ہمارے سب ڈویژن کے کچھ مقامات میں لوگ ریشہ لینے کی غرض سے سنئی کی کاشت کرتے ہیں لیکن جب سن کا نرخ کم ہو جاتا تھا یا فصل قابل اطمینان ہوتی تھی تو لوگ اس کو کھیتوں میں جوت دیتے تھے اس کا استعمال پہلے کے مقابلہ میں کسی قدر بڑھتا جا رہا ہے اور مجھ کو امید ہے کہ ایک دن ایسا آئیگا جبکہ کسان بھائی اس کا استعمال کرنے لگیں گے۔

۳- یہ بتلانا مناسب ہوگا کہ سبز کھاد سے زمین کو کیا فائدہ ہوتا ہے۔

یہ کھیت کی جو زمین کو دو طرح سے زرخیز بناتا ہے

۱- سبز پودے ہوا سے اپنی پیداوار کے لئے کچھ ایسی چیزیں حاصل کرتے ہیں جو سڑنے پر مٹی میں مل جاتے ہیں اور زمین کو طاقتور بناتے ہیں۔

۲- پودے کی جڑیں زمین کے نیچے سے کچھ خوراک ...

حاصل کرتی ہیں جو سڑنے پر مٹی میں مل جاتی ہے۔

۳۔ پودوں کے سڑنے پر ایک گیس بنتی ہے جو زمین کو خوراک دینے میں امداد دیتی ہے۔

۴۔ گھنے سبز پودے اپنی بالیدگی کے باعث گھر تپوار کی پیدائش کو روک کر کیفیت کو صاف رکھتے ہیں

۵۔ سبز کھاد کے استعمال سے بھاری قسم کی زمین اس قابل ہو جاتی ہے کہ اس کے اندر ہوا۔ پانی وغیرہ کا گزر آسانی سے ہو سکے۔ زمین کے باریک ذروں کو موٹا بنا دیتی ہے۔ زمین میں جو تیزابی اجزا موجود ہوتے ہیں ان کی تیزابیت کم کر دیتی ہے۔

۶۔ آخری فائدہ پھلیدار پودوں سے جیسے سنی مونگ، گوارا وغیرہ وغیرہ سے یہ ہے کہ اس قسم کے پودوں کی جڑوں میں اس قسم کے جرثیم پائے جاتے ہیں جو ہوا سے نائیٹروجن کو حاصل کرتے ہیں جو کہ پودے کے تنے اور پتوں کے لئے نہایت ضروری ہے۔

۴۔ اب **سوال** یہ ہے کہ سبز کھاد کے استعمال کا کونسا اچھا طریقہ ہے؟ آپ کو اس کا تجربہ ملنے کے لئے میں حسب ذیل باتوں کو بیان کرتا ہوں:۔

(۱) کس قسم زمین جس میں کہ بیج بویا جائے کیسی ہوتی ہے۔

(۲) بیج کا جناؤ اور کب بویا جائے؟

(۳) پیدا ہونے کے بعد کس حالت میں جوتا جا سکے؟

(۴) کتنے دنوں تک زمین میں سڑنے کے واسطے چھوڑا جائے؟

(۵) بعد جتائی کس قدر نمی کی ضرورت ہوتی ہے؟

(۶) سبز کھاد دینے کا خرچ فی ایکڑ کیا ہوتا ہے؟

جواب۱۔ (۱) یہ ہر قسم کی زمینوں میں پیدا ہوتی ہے۔ ہلکی زمینوں سے لیکر بھاری زمینوں تک۔ لیکن تجربہ کی بنا پر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ ملائم اور بھوری زمینوں پر اس کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔

۲۔ سبز کھاد کی نسل ایسی ہونی چاہئیے جو کہ جلد بڑھے اور جلد سڑے۔ بیج بھی آسانی سے دستیاب ہو جائے۔ میرے خیال میں سنی ایک ایسی نسل ہے جو کہ جلد بڑھتی ہے اور جلد سڑتی ہے اور بیج بھی آسانی سے دستیاب ہو جاتا ہے۔ فارم محکمہ زراعت میں بھی زیادہ تر اسی کو سبز کھاد کے لئے استعمال میں لاتا ہے۔

نشیب کی زمینوں میں بونے سے پودے مر جاتے ہیں اور ان کی خوراک برباد ہو جاتی ہے اس کو سبز کھاد کے استعمال کے لئے ۱۵ مئی تک بو دینا چاہئیے۔ لیکن ان علاقوں میں جہاں پر آبپاشی کا کوئی ذریعہ نہ ہو بارش پر بو دینا چاہئیے۔

اگر بارش نہ ہوئی ہو اور آبپاشی ہو سکتی ہو تو بونے
سے پہلے دو مرتبہ کھیت کو جوت کر ۲۵ سیر سے ایک من
تک بیج کھیت میں چھڑک دینا چاہیئے اس کے بعد
کھیت میں پاٹا لگا دینا چاہیئے۔

۳۔ جب پودے اچھی طرح بڑھ جائیں اور ان
پر پھول آنے لگے تو کھیت کی فصل کو پاٹے کے ذریعہ
گرا کر مٹی پلٹنے والے ہلوں سے جوت دینا چاہیئے
کیونکہ یہی وقت ہے جبکہ ڈنٹھلوں اور پتیوں میں سب
سے زیادہ خوراک کا حصہ موجود ہوتا ہے۔

۴۔ فصل کھیت میں جوتنے کے بعد تقریباً ۱ یا
۲ مہینہ میں سڑ جائے گی لیکن سبز کھاد کا مقصد رہتا ہے
جو پودا سڑانے کے لیے بونے کا استعمال بہتر ہوگا۔

(۵) فصل کو کھیت میں جوتنے کے بعد اس کا خیال
رکھنا بہت ضروری ہے کہ کھیت میں نمی رہنی
چاہیئے تاکہ وہ جلد سڑ جائے۔ کیونکہ یہ بارش
کا زمانہ ہوتا ہے اس لیے آبپاشی کی کوئی خاص
ضرورت نہیں ہوتی لیکن بعض اوقات بارش کی کمی
کی وجہ سے کھیت کو پانی دینا پڑیگا۔

اگر نمی کم ہوگی تو پودے اچھی طرح سڑ نہ سکیں گے
اور کھیت میں دیمک ہو جائے گی جو بوئی جانے
والی فصل کو نقصان پہنچائیگی۔ آئندہ نمی کا
سوال صرف پودوں کے ٹھیک طرح سے سڑنے ہی
کے لئے نہیں ہے بلکہ اس نمی کے لئے ہے جسے
سبز پودوں کے گلنے میں زمین تلاش کرتی ہے۔
زیادہ بارش یا سیلاب کے باعث کھیتوں میں پانی
اکٹھا ہو جائے تو اس پانی کو باہر نکال دینا چاہیئے۔

۶۔ محکمہ زراعت اس کھاد کی آزمائش گیہوں، دھان
اور گنے وغیرہ فصلوں پر کر رہا ہے اور اس کا نتیجہ
بھی اچھا ہوا ہے
مناسب حالت میں پیداوار کی بڑھتی کم سے کم
۲۵ سے ۵۰ فی صدی تک ہوتی ہے۔

۷۔ خرچہ فی ایکڑ درج ذیل۔ ایک من بیج کی قیمت
بیج دینے کی مزدوری۔ جوتائی فصل ملکر
کل میزان صفر۔



صوبہ متحدہ میں ابتدائی اور ثانوی تعلیم کا مستقبل

ابتدائی تعلیم

فارم حکومت صوبہ متحدہ ۱۹۳۸ء ہی میں یہ طے کرچکی تھی کہ بیسک تعلیم اس کی بنیادی پالیسی ہوگی اور اس کے اصول وہی ہوں گے جن کی سفارشیں نریندر دیو کمیٹی رپورٹ میں کی گئی تھی۔ مگر اس پالیسی پر ابھی تک عملدرآمد نہیں ہوسکا ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ۱۹۴۲ء اور ۱۹۴۶ء کے درمیان بیسک تعلیم کے اصولوں کے خلاف عمل کیا گیا۔ موجودہ حکومت صوبہ کے تعلیمی ڈھانچہ کو از سر نو تعمیر کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔

ابتدائی تعلیم کے معنی

ابتدائی تعلیم سے مراد جونیر بیسک اسٹینڈرڈ ہے۔ یعنی موجودہ ہندوستانی اسکول کا چوتھا درجہ۔ اس درجہ میں طالب علم کی عمر دس سے گیارہ برس تک ہونی چاہئے۔

بعض اعداد و شمار

اسکول جانے والی عمر کے بچوں کی تعداد (یعنی کل آبادی کا آٹھواں حصہ) صوبہ میں تقریباً ۶۶ لاکھ ہے اس میں تقریباً ۱۴ لاکھ تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور باقی ۵۲ لاکھ کے لئے تعلیم کا انتظام کرنا ہے۔

اگر گاؤں کی تعریف ان الفاظ میں کی جائے کہ گاؤں وہ رقبہ ہے جس میں ایک ہزار آدمی بستے ہوں تو ہر ایسے گاؤں میں اسکول جانے والی عمر کے ۱۲۵ بچے ہوں گے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ حکومت کو ۴۲ ہزار نئے اسکول کھولنا ہیں۔

اسکول کی عمارتیں

اسکول کے لئے عمارتیں تعمیر نہیں ہوسکتیں اس لئے فی الحال تین تین کمروں کی کچی تعمیر کی جائے گی جن کے ساتھ باغ اور اکھاڑہ بھی رہے گا۔ عمارت کا فرش البتہ پختہ ہوگا۔ امید کی جاتی ہے کہ ان عمارتوں کے لئے نہ صرف زمین مفت مل جائے گی۔ بلکہ مزدوری کے اخراجات بھی نہ دینا پڑیں گے۔ یہ امید اس بنا پر کی جارہی ہے کہ اسکولوں کی ضرورت ہر جگہ محسوس کی جارہی ہے اور ہر جگہ سے مقامی امداد کی پیشکش ہو رہی ہے۔

اسکول ماسٹر

بچوں کو تربیت یافتہ استادوں کی زیر نگرانی تعلیم دینا چاہئے مگر اس وقت چونکہ تربیت یافتہ استاد نہیں مل رہے ہیں اس لئے غیر تربیت

یافتہ استادوں سے کام لیا جائے گا۔ انہیں بعد میں ٹریننگ ملتی رہے گی

تعلیم میں یکسانیت

حکومت کے نزدیک ہندوستانی اور اینگلو ہندوستانی اسکول کی تفریق مٹا دینا ضروری ہے۔ اسی نقطہ نگاہ کو سامنے رکھ کر نصاب پر نظر ثانی کی جائے گی۔

موجودہ اینگلو ہندوستانی اسکولوں کے تیسرے اور چوتھے درجہ میں انگریزی کی تعلیم کورس میں شامل نہیں کی جائے گی۔

ثانوی تعلیم

ثانوی تعلیم کی صورت بھی بہت حد تک بدل جائیگی ثانوی اسکول ۴ قسموں کے ہوں گے۔ آرٹس اسکول۔ سائنس اسکول۔ تجارتی اور صنعتی اسکول مختلف پیشے سکھانے والے اسکول۔ بعض مضامین مثلاً انگریزی ہندی یا اردو اور عام معلومات ہر اسکول کے لئے مشترک ہوں گے۔ ثانوی تعلیم کی مدت ۴ برس رہیگی کہ ہر طالب علم کا مذاق کیا ہے۔ اس کا رجحان طبیعت کس طرف ہے اور پھر اس کے والدین کو اس بنیاد پر مشورہ دیا جائے گا۔

اگر دو برس کے بعد یہ محسوس کیا گیا کہ طالبعلم جس اسکول میں پڑھ رہا ہے۔ وہ اس کی افتادہ طبیعت کے مطابق نہیں ہے تو اسے دوسرے قسم کے اسکول میں تعلیم حاصل کرنے کی اجازت دیدیجائیگی۔

اس انتظام سے ان کثیر طلباء کو بہت مدد ملے گی جو یونیورسٹی میں اس غرض سے نام نہیں لکھواتے کہ انہیں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا شوق ہے بلکہ اس وجہ سے انہیں وہاں اپنا داخلہ کرانا پڑتا ہے کہ ان کے لئے کوئی اور راستہ نہیں ہے اور وہ جس پیشہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں اس کے لئے کوئی انتظام نہیں ہے۔ اس طرح سے یونیورسٹیوں میں نام لکھانے والے طالبعلموں کی تعداد کم ضرور ہو جائے گی مگر جو طالبعلم یونیورسٹی میں داخل ہوں گے وہ ایسے ہوں گے جنہیں اعلیٰ تعلیم سے حقیقتاً فائدہ پہونچیگا۔

نگرانی میں تبدیلی

ان اصلاحات کی وجہ سے نگرانی اور ہدایات کے طریقوں میں تبدیلی کرنا پڑے گی اور یہ تبدیلیاں فائدہ پہونچیگا۔

درسی کتابیں

آئندہ سے حکومت خود درسی کتابوں کے شائع کرنے کا انتظام کرے گی۔ کتابیں منتخب کرنے کیلئے حکومت براہ راست کتاب لکھنے والوں سے گفت و شنید کریگی نہ کہ ناشرین (پبلشرز) سے۔

غزل

از سید ظہیر حسین "مظہر"، سواتی

میں وہ تارِ شکستہ ہوں ربابِ زندگانی کا
جسے چھیڑو تو اب بھی گیت گاتا ہے جوانی کا

مرا گھر برق نے پھونکا تو مجکو غم نہیں کوئی
ازل ہی سے نشانہ ہوں بلائے ناگہانی کا

مجھے گر ذبح کرتے ہو تو کر لو شوق سے لیکن
کہیں خنجر کو شکوہ ہو نہ میری سخت جانی کا

ابھی سے کیوں پریشاں ہو ابھی سے غم یہ کیسا ہے
ابھی تو بابِ اوّل ہے کتابِ زندگانی کا

بقا اک سلسلہ ہے بارشِ الطافِ خالق کا
فنا آغاز ہے اس کی نمایاں مہربانی کا

زمانے کی پریشانی، پریشانی نہیں اصلا
یہ عطیہ ہے تلاش و جستجوئے شادمانی کا

ہلادے اُٹھ کے عالم کو ابھی موقعہ غنیمت ہے
ارے ناداں کہیں سورج نہ ڈھل جائے جوانی کا

نگاہیں کور ہیں اپنی وگرنہ حق یہ ہے مظہر
جہاں کا ذرہ ذرہ آئینہ ہے کامرانی کا

گنّے کی بیماریاں اور اُن کا علاج

موسم گرما کی بیماریاں

(از مسٹر رگھوبر سہائے ، اسسٹنٹ مائیکولوجسٹ ، شوگر کین ریسرچ اسٹیشن شاہجہاں پور)

گنا بونے کے کچھ ہفتے بعد کئی طرح کی پھپھوندی کیڑے، کوڑے، اُگتے ہوئے پودے پر اس کی خوراک چوسنے کے لئے حملہ کرتے ہیں۔ پودا اپنی پوری کوشش کرتا ہے کہ اس کی بڑھوار ان کے سبب رکنے نہ پائے لیکن یہ پھپھوندی کیڑے کوڑے وغیرہ دن بدن بڑھتے جاتے ہیں اور لاکھوں، کروڑوں کی تعداد میں نئے بیج پیدا کرتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک بیج اپنا نیا پودا پیدا کر کے پھر سے اس خوراک کی لڑائی میں جٹ جاتا ہے۔ بہت سے کیڑے اور پھپھوندیاں کسان کی لاپرواہی سے بونے والے ٹکڑوں میں ہی بنی آتی ہیں اور لالم سوں سے اپنی خوراک حاصل کرتی ہیں۔ اس لڑائی کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ بوئے ہوئے ٹکڑوں کی بہت سی آنکھیں اُگنے سے پہلے ہی مرجاتی ہیں۔ باقی آنکھوں سے کچھ کمزور، کچھ مضبوط کلّے پھوٹتے ہیں۔ پھپھوندی، کیڑے، کوڑے وغیرہ کا بھی حملہ جاری رہتا ہے اور بہت سے کلّے مرتے رہتے ہیں۔ آخر میں کسان کو بہت تھوڑی سی پیداوار ملتی ہے۔ جس سے شکر بنانے والوں کو و کسان کو لاکھوں روپئے تک نقصان ہوتا ہے۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ کسان گنّے کی خاص خاص بیماریوں کو پہچانے اور ان کے روک تھام کا پورا پورا انتظام کرے۔

صوبہ متحدہ میں فروری و مارچ میں ایکھ بوئی جاتی ہے پھر ہر ایک موسم میں طرح طرح کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں جو خاص علامتوں سے پہچانی جاتی ہیں۔ اس مضمون میں محض ان بیماریوں و اُن کی روک تھام کا بیان کیا گیا ہے جو اپریل سے جون تک گرمی کے موسم میں دکھائی پڑتی ہیں۔

پتیوں پر چتّی کی بیماری (موزئیک MOSAI)

یہ بیماری ہر ایک ملک میں جہاں گنا بویا جاتا ہے پائی جاتی ہے۔ کچھ سال ہوئے یہ بیماری پورٹو ریکو، امریکہ میں اور زیادہ آسٹریلیا میں اور کوئنس لینڈ و جاوا کے تمام جزیروں میں وبا ماری کی صورت میں پھیل گئی تھی۔ جس کی وجہ سے ان ملک میں بڑا نقصان ہوا تھا۔

ہندوستان دہارے صوبے میں بھی یہ اکثر دیکھی گئی ہے۔ لیکن شاہجہاں پور میں کئے گئے تجربوں سے یہ ثابت ہوا ہے کہ موزیئق سے سو فی صدی بیمار گنوں کا بھی وزن صرف ۸ و ۱۰ فی صدی کم ہوتا ہے۔ بیمار گنوں کے رس و تندرست گنوں کے رس میں شکر کا حصہ ایک سا ہی ہوتا ہے۔ ہمارے صوبے میں کوئمبٹور ۲۱۳ و موٹے پونڈوں پر موزیئق اکثر ملتا ہے۔ گنے کی مروج قسموں میں سے کوئمبٹور ۴۲۱ و کوئمبٹور ۳۱۲ پر کبھی کبھی یہ بیماری دکھائی دیتی ہے اور کوئمبٹور ۳۵۶، کوئمبٹور ۳۹۳، کوئمبٹور ۳۹۵ و کوئمبٹور ۴۵۳، کوئمبٹور ۲۷، کوئمبٹور ۳۸۵، کوئمبٹور شاہجہاں پور ۱۴۶ اور کوئمبٹور شاہجہاں پور ۱۰۹ پر تو بہت ہی کم ہوتی ہے۔ کوئمبٹور ۳۱۲ موزیئق سے ہمیشہ محفوظ ہے کیوں کہ اس قسم میں موزیئق کا وائرس (VIRUS) لگانے پر بھی گنے میں بیماری کے علامات نہیں آتے۔ اس قسم سے ایسی نسلیں پیدا کی جا سکتی ہیں۔ جن میں موزیئق نہ لگے۔

علامت

موزیئق کی علامت محض پتیوں پر ہی پائی جاتی ہیں۔ دوسرے ملکوں کی طرح گنے کی بڑھ کا رک جانا دتنے پر گانٹھیں ہونے کی علامت یہاں نہیں دکھائی دیتی۔ سورج کی روشنی میں اگر موزیئق لگی ہوئی کونپل کی پتیوں کو دیکھا جائے تو پتی کی ہریالی میں لمبائی کی طرف بہت باریک ۱-۲ انچ لمبے پیلے پیلے دھبے دکھائی پڑتے ہیں۔

موزیئق کیسے پھیلتی ہے

موزیئق کسی پھپھوند یا کیڑے مکوڑوں کے سبب نہیں ہوتی لیکن ایک وائرس (VIRUS) سے اسی طرح ہوتی ہے جیسے آدمیوں میں چیچک کے چھوت کی بیماری ہوتی ہے۔ بیمار پودے کا رس تندرست پودے میں لگنے سے۔ بیمار گنوں سے بیج لینے سے، چیڑی لگانے [illegible] Aphis maidis نام [illegible] بیماری آسانی سے پھیلتی ہے [illegible] ہندوستان میں Aphis maidis [illegible] دو مرتبہ دیکھا گیا۔ ایک مرتبہ گورداسپور پنجاب میں ہوا ہے، دوسری مرتبہ دہلی میں شکر چینیا نام کے دیسی گنے پر۔ موزیئق پہلی مرتبہ اپریل و مئی میں دکھائی دیتی ہے [illegible] تک کافی پھیل جاتی ہے اور برسات ختم ہونے پر کچھ قسموں پر جیسے کوئمبٹور ۲۱۳ و کوئمبٹور ۳۱۲ پر اس کے علامات غائب ہونے لگتے ہیں۔ کوئمبٹور ۲۱۳ پر موزیئق کے علامات نومبر کے [illegible] صاف صاف دکھائی دیتے ہیں۔

موزیئق ہونے والے ٹکڑوں بچاؤ کے طریقے

[illegible] پھیلتی ہے۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ بیج کبھی مریض گنوں سے نہ لینا چاہئے جس فصل سے بیج لینا ہے اس کی دیکھ بھال کبھی کبھی کرتے رہنا چاہئے۔ اس طرح پوسہ میں موزیئق کی روک تھام بہت کامیابی کے ساتھ کی گئی۔ ایک تجربے سے یہ دیکھا گیا کہ کوئمبٹور [illegible] کے ۷۰-۹۰ فی صدی موزیئق لگی فصل سے جب مریض گنوں کو برباد کر دینے کے بعد بچے بچائے تندرست گنوں سے بیج لے کر بویا گیا تو دوسرے سال کی فصل میں بیماری صرف ۳ فی صدی گنوں پر پائی گئی۔ مریض گنوں کو معہ جڑ کے

برباد کرنے سے بچی ہیں۔ ۲۰۵ تھانوں میں سے صرف ۶۴ میں "موزیئیک" دکھائی پڑا۔ اور اگست میں صرف ۸ ہی تھان بیمار رہ گئے۔

۳- بیج کی دیکھ بھال کے علاوہ "موزیئیک" سے بچاؤ کا سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ کسان کو ایسی قسمیں زیادہ تر بونی چاہئے جن پر یہ بیماری کم لگتی ہو۔ کوئمبٹور ۲۱۳، کوئمبٹور ۲۲۳، کوئمبٹور ۲۹۹، کوئمبٹور ۳۱۲، کوئمبٹور ۳۱۳، کوئمبٹور ۳۳۱، کوئمبٹور ۴۲۱، کوئمبٹور ۴۱۹ و دوسرے پودوں پر بیماری زیادہ تر پائی جاتی ہے۔ ان قسموں کا بونا کم ہونا چاہئے اور اگر ان قسموں میں سے کچھ بونا ہی ہو تو پوری پوری دیکھ بھال کا انتظام ہونا چاہئے۔ کوئمبٹور ۴۲۱ و کوئمبٹور ۴۵۳ میں "موزیئیک" کم لگتی ہے۔ کوئمبٹور ۳۹۳، کوئمبٹور ۴۵۶، کوئمبٹور ۴۰۰، کوئمبٹور راسیں ۱۰۹، کوئمبٹور راسیں ۷۰ اور P.O.J. 2878 میں تو شاید ہی کبھی دکھائی پڑتی ہے۔ کوئمبٹور ۴۱۷ اس بیماری سے اچھی طرح محفوظ ہے۔ ان "موزیئیک" نہ لگنے والی قسموں کو زیادہ تر بونا چاہئے۔

۴- "موزیئیک" لگی فصل سے پیڑی نہ رکھنا چاہئے۔

کنڈوہ

(SMUT) بہت سے نام سے پکارا جاتا ہے۔ کنڈوہ صرف پتلے گنوں پر ہی زیادہ لگتا ہے۔ موٹے گنوں پر نہیں۔ لیکن یہ خیال غلط ہے۔ صوبہ متحدہ میں چند سالوں سے یہ دیکھا گیا ہے کہ کوئمبٹور کے موٹے گنوں میں بھی یہ بیماری خوب پائی جاتی ہے۔ کنڈوہ لگنے سے گنا پتلا اور لمبا ہو جاتا ہے۔ رس سوکھنے لگتا ہے۔ وزن گھٹ جاتا ہے اور تندرست گنوں کے مقابلے میں شکر بھی کم بیٹھتی ہے۔

کنڈوہ کے علامات

علامات پہچاننا بہت آسان ہے۔ بوائی کے ۴-۵ ہفتہ بعد ہی کچھ پودوں یا پتیوں کی کونپلوں کے بجائے ایک سفید جھلی میں ایک کالی ڈنڈی سی نکلتی ہے جو کہ کچھ دنوں بعد اس جھلی کو پھاڑ کر ایک لمبے کوڑے کی صورت میں نکل آتی ہے۔ اس کوڑے پر کالی کالی راکھ کی پپڑیاں پڑی رہتی ہیں اور ہوا کے ہلکے سے جھونکے میں یہ راکھ کی پپڑیاں پڑی رہتی ہیں اور ہوا کے ہلکے سے جھونکے میں یہ راکھ جو کہ کنڈوہ پیدا کرنے والی پھپھوندی کے بیج ہیں دور دور تک پھیل جاتی ہے اور نئے تندرست پودے میں بیماری شروع کر دیتی ہے۔ کبھی کبھی کنڈوے کی پپڑیاں پتیوں پر بھی دکھائی دیتی ہیں۔ اور گنا پھولنے پر پھول و پھلوں میں بھی اس کے سیاہ مٹی کی مانند بیج بھرے رہتے ہیں۔

ہر سال دو مرتبہ کنڈوے کے کیڑے دکھائی پڑتے ہیں۔ پہلے اپریل و مئی میں اور دوسری مرتبہ اکتوبر و نومبر میں۔ بیماری کا حملہ گرمی میں جون و جاڑے میں اکتوبر و نومبر میں ہوتا ہے۔ جو پودا ایک دفعہ مریض ہو جاتا ہے وہ ہمیشہ مریض کے لئے خراب ہو جاتا ہے۔

ممالک متحدہ میں کنڈوہ

پچھلے کئی سالوں سے ہمارے صوبہ میں کنڈوہ پوربی حصے میں گوری بازار، تلشی پور، بلرام پور میں کوئمبٹور ۳۱۲ و کوئمبٹور ۵۱۳ پر ۲۰ فی صدی سے زیادہ پودے پر پایا گیا۔ اس بیماری سے بنارس میں

حل

کوئمبٹور ۳۰۰ کے ۲۰ فیصدی اور فیض آباد میں کوئمبٹور ۳۱۰ کے ۳۰ ۔ ۴۰ فیصدی پودوں کو نقصان ہوا۔ گونڈہ میں کچھ کھیتوں میں کوئمبٹور ۳۲۷ کی پوری فصل اور کوئمبٹور ۳۱۲ کی ۲۰ فیصدی فصل برباد ہو گئی۔ سیتاپور، رامپور، بلاری کی رپورٹ کے علاوہ دیگر کئی مقامات پر کوئمبٹور ۳۱۳، کوئمبٹور ۴۲۱ کوئمبٹور ۳۷۶ وغیرہ قسموں کی ۱۰ فیصدی سے زیادہ نقصان ہوا۔ شاہجہانپور میں بھی کوئمبٹور ۳۱۲ کوئمبٹور ۴۲۱ بوو پنڈ اگنوں میں ۵ فیصدی پودوں پر کنڈوہ لگا۔

کنڈوہ کیسے پھیلتا ہے

کنڈوہ کے بیج اتنے چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں کہ ہوا میں اڑ کر اور آبپاشی کے پانی میں بہہ کر دور دور تک پھیل جاتے ہیں فیض آباد و شاہجہانپور میں کئی قسم کے چھوٹے چھوٹے کیڑے بھی کنڈوہ کے بیجوں کو دور دور تک پھیلتے ہوئے دیکھے گئے ہیں۔ کنڈوہ کی پھپھوند کے ریشے ملائم آنکھوں اور گنے کے ملائم گودے میں بھی پیوست رہتے ہیں۔ جس سے بیمار فصل سے لئے ہوئے بیج کے ٹکڑے دوسری فصل میں اور بھی زیادہ کنڈوہ پیدا کرتے ہیں۔ کنڈوہ کے بیج جہاں تہاں گنے کے ملائم حصوں پر جم جاتے ہیں اور تھوڑے ہی دنوں میں ان گنوں سے کنڈوہ کے سیکڑوں کوڑے نکلنے لگتے ہیں۔

کنڈوے کی روک تھام

سب سے آسان طریقہ تو یہ ہے کہ گنے کی بعض وہی قسمیں بوئی جاویں جن پر کنڈوہ نہ لگتا ہو۔ ایسی قسمیں کوئمبٹور ۴۱۹، کوئمبٹور ۴۵۳ کوئمبٹور ۲۵۶، کوئمبٹور ۳۹۵، کوئمبٹور ۴۲۱ کوئمبٹور ۲۲۷، کوئمبٹور شاہجہانپور ۱۰۹، ۱۴۶ ۷۶ اور بی او بے ۲۸۴۸ ہیں۔ اس کے خلاف کوئمبٹور ۳۰۰، کوئمبٹور ۳۱۰ کوئمبٹور ۳۱۲، کوئمبٹور ۳۲۷، کوئمبٹور ۴۱۳ اور کوئمبٹور ۳۱۳ میں کہیں کہیں بہت کنڈوہ ملتا ہے ان مقامات پر یہ قسمیں بونی نہ چاہئیں۔

(۲) اکثر ایسی قسموں کو جیسے کوئمبٹور ۳۱۲ و ۳۱۳ وغیرہ جن میں کنڈوہ زیادہ لگتا ہے زیادہ وزنی و زیادہ شکر دار ہونے کی وجہ سے کسان آسانی سے نہیں چھوڑ سکتا۔ ایسی حالت میں یہ بہت ضروری ہے کہ فصل کے شروع ہی سے اس بیماری کی دیکھ بھال کرنی چاہئے اور ساال میں کئی مرتبہ کنڈوہ کے کیڑے پودے میں لگتے ہی ہوشیاری سے کاٹ کر موٹے کپڑے یا جوٹ کے تھیلوں میں بھر لینا چاہئے۔ اور [illegible] پھر سب بیمار گنوں کے تھانوں کو مع جڑ کے اکھاڑ کر جلا دینا چاہئے۔ گنوں کا اگر گڑ و شکر بن سکے تو ان کو کولہو پر پال میں بھیج دینا چاہئے اور کھونٹوں کو جلا ڈالنا چاہئے۔ کنڈوہ کے کیڑے سے بھرے تھیلوں کو یا تو مل کے بوائلر (BOILER) میں ڈال کر اگر یہ ممکن نہ ہو تو بیکار پتیاں اکٹھا کر کے آگ جلا کر گرم ابلتے ہوئے پانی میں نصف گھنٹہ رکھنا چاہئے تاکہ کنڈوہ کا بیج مر جاوے اور کیڑے کاٹتے وقت کنڈوہ ایک کھیت سے دوسرے کھیت میں نہ پھیلنے پاوے۔

تجربے سے یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ اگر کنڈوہ

ہونے والے نقصان ( ) سے بچانے کے لئے کر دیا جاوے تو ۸ فیصدی پودوں میں گنڈدہ نکلتا ہے لیکن اگر ایسے بونے والے ٹکڑوں کو دس منٹ بورڈو مکسچر (۴ حصہ، چونہ ۴ حصہ تو تیا و پانچ سو حصہ پانی) میں ڈبو کر بویا جاوے تو فصل میں ایک بھی پودے میں گنڈدہ نہیں نکلتا ہے۔

دوسرے مضمون میں موسم برسات میں ہونے والی گنے کی بیماریوں کے علامات و ان سے بچنے کے طریقے بتائے جاویں گے۔

برسات کی بیماریاں

برسات شروع ہونے پر سوز یتی ( ) اور گنڈدہ کا زور گنے کی فصل پر کم ہو جاتا ہے لیکن کچھ نئی بیماریاں پتوں و جڑوں پر دکھائی دیتی ہیں جو برسات بھر لگتی اور پنپتی رہتی ہیں۔ اس موسم میں ہونے والی بیماریوں سے کوئی زیادہ نقصان تب تک نہیں ہوتا جب تک ان میں سے کوئی بیماری وبائی کی صورت میں نہ پھیل جائے۔ کچھ سالوں میں ہمارے صوبے میں گودے کو سڑانے والی بیماری (Stinking Rot) و لال دھاری کی بیماری (Red stripe) سے کچھ نقصان پہنچا۔ اس لئے برسات میں ہونے والی بیماریوں میں سے انھیں کو خاص سمجھنا چاہئے۔

گودے سڑنے کی بیماری (Stinking Rot)

یہ بیماری ایک کیڑے (Bacteria) جس کو Psuedomonas Pyslyanaine کہتے ہیں کی وجہ سے ہوتی ہے۔ صوبہ ممالک متحدہ میں یہ بیماری اکثر کوئمبٹور ۴۱۹، کوئمبٹور ۳۱۲ و کوئمبٹور ۲۸۵ میں پہلی مرتبہ جولائی میں دکھائی دیتی ہے جیسے جیسے نمی و گرمی بڑھتی جاتی ہے یہ بھی تیزی سے بڑھتی ہے اور اگست و ستمبر میں سب سے زیادہ نقصان پہنچاتی ہے۔

علامت بیماری لگنے کے شروع میں کونپل کی پتیاں ایک ایک مرجھا کر سوکھنے لگتی ہیں اور اگولہ اوپر سے نیچے کی طرف سڑتا جاتا ہے۔ باہر سے چھلکا جیوں کا تیوں مضبوط اپنا رہتا ہے لیکن نیچے کی پوریوں کا گودا آہستہ آہستہ سٹیلا ہو کر سڑنے لگتا ہے اور گنا پانی ہونے کے باعث جگہ جگہ سے چھلکے دلوٹنے لگتا ہے۔ بیماری جیوں جیوں بڑھتی جاتی ہے نیچے کی پتیاں سوکھتی جاتی ہیں۔ اور گنے کا گودا ۸ و ۱۰ دن میں سڑ کر پتلے حلوہ کی طرح کھیتوں میں پھیل جاتا ہے جس کے سبب آس پاس کے تندرست گنوں میں بھی کیڑے لگ جاتے ہیں اور ان کو سڑانے لگتے ہیں۔

روک تھام کی تدابیر جاڑے میں اس بیماری کا زور کم پڑ جاتا ہے کیوں کہ کم حرارت اور نمی میں اس کے کیڑے زندہ نہیں رہ سکتے۔ کیڑے گنے میں رہتے ہوئے بھی گودے کو سڑا نہیں سکتے صرف اُسے جہاں تہاں لال کر دیتے ہیں۔ ایسے گنوں کے بیج میں کیڑے جو سست رہتے ہیں اور بونے کے بعد نئے کلوں میں گھس جاتے ہیں۔ برسات آنے پر کیڑوں کی تعداد بہت بڑھ

جاتی ہے۔ جس کے باعث تندرست گنے بھی مرنے لگتے ہیں۔ کسان کے لئے یہ ضروری ہے کہ جون و جولائی کے مہینے سے ہی فصل میں بیمار گنوں کی تلاش کرنا چاہئے اور انھیں اکھاڑ کر جلا دینا چاہئے۔ اس وقت کی محنت اور لاگت کا بدلا آخر میں تندرست اور اچھی فصل سے ملتا ہے۔

۳۔ یہ بیماری زیادہ تر گنسوا (Top borer) کے ساتھ پائی جاتی ہے۔ ... سوراخ کی ہوئی ... گنوں میں کیڑے فوراً ہی گھس جاتے ہیں۔ اس لئے کیڑوں کے حملے سے اپنی فصل کو بچانا چاہئے۔ کیڑوں سے بچنے کے طریقے کین انٹومولوجسٹ (Cane Entomologist) شاہجہانپور سے معلوم ہو سکتے ہیں۔

پتیوں پر لال دھاری کی بیماری یا Red stripe (Pseudomonas Rubrilineans (Lee et al))

نام کی بیماری کیڑوں کے ذریعے ہوتی ہے جو نئی پتی کے ڈنٹھل کے پاس ہلکی ہری دھاریاں پڑتی ہیں۔ کچھ ہی دنوں بعد سرخ ہو کر پتی کی لمبائی میں پھیل جاتی ہیں۔ پتی کے جس حصے میں یہ دھاریاں پڑتی ہیں وہاں سے ہریالی غائب ہو جاتی ہے اور گنے کی خوراک بننے کے کام میں رکاوٹ پڑتی ہے۔ زیادہ بیماری کی صورت میں اس بیماری کے باعث اگولا بھی سڑنے لگتا ہے لیکن یہ حالت زیادہ تر ہمارے صوبے میں نہیں پائی جاتی ہے اور اگولوں کو سڑا دیتی ہے۔ لیکن تجربوں سے معلوم ہوا ہے کہ وہاں پر بھی اس سے گنے کا وزن صرف ۴-۵ فیصدی کم ہو جاتا ہے اور بیمار گنے کے رس اور تندرست گنے کے رس دونوں ہی سے ایک ہی طرح کی و ایک ہی مقدار میں شکر نکلتی ہے۔

کوئمبٹور ۴۱۹، کوئمبٹور ۳۱۲، کوئمبٹور ۴۲۱ و کوئمبٹور ۴۵۳ میں پتی پر لال دھاریاں اکثر دکھائی پڑتی ہیں لیکن صوبہ متحدہ کی دوسری مروج قسموں میں یہ بیماری بہت کم لگتی ہے۔ اکتوبر و نومبر کے بعد یہ بیماری نہیں ہوتی اور فصل پر اس کے آثار نہیں دکھائی پڑتے۔

روک تھام کی تدابیر بیماری ہونے کے اندیشہ میں لال دھاری والی پتیاں اکٹھا کر کے جلا دینا چاہئے۔

اگولے کا سڑنا (Top rot) Fusarium moniliforme Sheldon

نام کی ایک پھپھوندی سے ہوتا ہے۔ برسات کے شروع میں کونپل کی پتیاں مرجھا کر کالی پڑ جاتی ہیں۔ اور پتی کے اوپری حصے سڑ کر گر جاتے ہیں۔ بیمار گنوں کو دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے اگولوں کو کسی نے دہکتی آگ میں کچھ وقت کے لئے ڈال دیا ہو اور بالائی حصہ جھلس گیا ہو۔ اگولے کی پوریاں چیرنے سے پھپھوندی سے برباد کئے ہوئے گودے میں سرخی نما حصے دکھائی پڑتے ہیں۔ بیماری کے ساتھ گنسوا زیادہ تر لگتا ہے جو اس بیماری کو ایک پودے سے دوسرے پودے میں پھیلاتا ہے۔ فصل میں یہ بیماری پہلی مرتبہ جون میں دکھائی پڑتی ہے۔ اگست تک بہت زور سے

پھیلتی ہے لیکن اکتوبر تک اس کا زور اتنا کم ہو جاتا ہے کہ بیمار گنے بھی سنبھلنے لگتے ہیں صوبہ متحدہ کے مغربی حصوں میں کنسوا زیادہ ہونے کے سبب یہ بیماری بھی کثرت سے پائی جاتی ہے۔ پچھلے سال مظفر نگر میں کوئمبٹور ۳۱۲، کوئمبٹور ۴۲۴ کو ئمبٹور شاہجہانپور ۲۴۵ کوئمبٹور ۵۲۵ کوئمبٹور ۲۲ و کوئمبٹور ۳۲۱ میں ایک فیصدی سے زیادہ پودوں میں یہ بیماری جون میں دکھائی دی۔ لیکن اکتوبر تک آدھے سے زیادہ پودے پھر ہرے بھرے ہو کر پنپنے لگے۔

ہوا کنسوا کے ذریعے یہ بیماری دور دور تک پھیل جاتی ہے لیکن جب تک لال دھاری، کنسوا اور یہ بیماری تینوں ایک ساتھ ہی گنے پر تیزی سے حملہ نہیں کرتیں۔ صرف اس بیماری سے خاص نقصان نہیں ہوتا اس لئے کنسوے سے فصل کو بچانے سے ہی اس بیماری کا بھی بچاؤ ہو جاتا ہے محض اس بیماری کے لئے روک تھام کے کوئی خاص طریقے نہیں نکالے گئے ہیں۔

پتیوں پر دھبے

کئی پھپھوندیوں کے سبب برسات میں بیضوی شکل کے انڈے کی طرح ویسے بھی دھبے گنے کی پتیوں پر پڑتے ہیں جس سے پتی کے خوراک بنانے کے کام میں رکاوٹ ہوتی ہے۔ صوبہ متحدہ میں یہ دھبے قریب قریب ہر ایک جگہ پائے جاتے ہیں لیکن ابھی تک ان سے کوئی نقصان سننے میں نہیں آیا۔ دوسرے ملکوں میں ان بیماریوں کے "مہاماری" کی صورت میں پھیلنے سے نقصان ہوا۔ اس لئے کسان کو غافل نہ ہونا چاہئے اور جب یہ بیماریاں تیزی سے پھیلنے لگیں تب ان کے نمونے اکٹھا کر کے شاہجہانپور بھیجنے چاہئیں تا کہ جانچ کرنے کے بعد ان سے بچنے کی آسان ترکیب بتائی جا سکیں جاڑے میں ان دھبوں سے کوئی نقصان نہیں ہوتا کیونکہ اس موسم میں ان کے پیدا کرنے والی پھپھوندیاں کمزور پڑ جاتی ہیں۔ ان میں سے کچھ بیماریوں کی علامت یہ ہیں۔

پتی کے دونوں طرف دائرہ نما بیضوی دھبے پڑتے ہیں دائرے نما کا درمیانی حصہ خشک ہو کر پیلا پڑ جاتا ہے یہ دھبے Laptosphaeria Sacchari Bide Haan نام کی پھپھوندی کے سبب پڑتے ہیں۔

پتی کے دونوں طرف لمبے و لال دھبے کونپل کی ملائم پتیوں پر (Helminthosporium Sacchari Butl) نام کی پھپھوند کے سبب پڑتے ہیں۔

زیادہ تر دیسی گنوں پر انڈے کی صورت کے تنگے دھبے پڑتے ہیں۔ یہ دھبے بیچ میں بادامی پھر لال اور پھر پیلے کناروں کے ہوتے ہیں۔ (Cercospora longipes Butl) نام کی پھپھوندی کے سبب ایسے دھبے نکلتے ہیں۔

پتیوں کا نچلا حصہ جو تنے سے چپٹا رہتا ہے (Leaf Sheath) اس پر بھی برسات میں دھبے پڑتے ہیں۔ زمین کے نزدیک والی پتیوں کے یہ حصے اکثر Sclerotium Rolfsii نام کی پھپھوند کے ریشوں سے جکڑ جاتے ہیں اور ان پر چمکتے نارنگی رنگ کے دھبے دکھائی پڑتے ہیں دھبوں کے کنارے کنارے سرسوں کے برابر سفید بعد میں کالے پڑنے والے بیج پیدا ہوتے ہیں۔

ہل

Hypochnus Sacchari ...

نام کی پھپھوندی کے سبب چوڑے پیلے پیلے دھبے پڑتے
ہیں جن کے بیچ بیچ میں بیگنی، گلابی، و بادامی رنگ کی دھاریاں
پڑتی ہیں۔ پھپھوندی کے بیج چھوٹے کالے دانوں کے
مانند ہوتے ہیں جو زمین پر گر کر سالوں تک نہیں مرتے،
برسات ہوتے ہی گھاس و گنے کی پتیوں پر اُگنے لگتے ہیں
بیج گرنے سے پہلے مریض پتیوں کو اکٹھا کرکے جلا دینا چاہیے
یہ کام نرائی کے وقت آسانی سے ہوسکتا ہے۔ پتی کے
نچلے حصے کی ان دونوں بیماریوں کا یہی علاج ہے۔

Whitefly Psylla جن پتیوں میں
کے کیڑے لگتے ہیں ان پر Capnodium نام کی
ایک پھپھوندی اپنے کالے ریشے پھیلا دیتی ہے۔ برسات
میں پتیوں پر اس کی کالی پپڑیوں کی تہ جمنے سے سورج
کی روشنی پتی تک نہیں پہونچ پاتی اور شکر بننے کے عمل میں
حائل ہوتی ہے۔ فصل کو ان کیڑوں سے بچانے سے یہ
پھپھوند بھی نہیں لگتی ہے۔

Virus کی بیماریوں کے علاوہ

پتیوں کا پیلا پن چند نامعلوم وجہوں سے پتیوں کی
ہریالی برسات میں برباد ہوجاتی ہے لیکن ان بیماریوں
کے علامات الگ الگ ہوتے ہیں اور آسانی سے پہچانی
جاسکتی ہیں۔

بالکل ختم ہو جاتی ہے۔ ایسے پودے برسات ختم ہونے
سے پہلے ہی جون و جولائی میں سوکھ جاتے ہیں یہ بیماری
بوئے جانے والے ٹکڑوں سے نہیں پھیلتی۔ ہمارے صوبے
میں اس کے سبب فصل کو کوئی نقصان نہیں ہوتا۔

(Slender shoots)

۲۔ تھان چھوٹا ہونا شاہجہانپور و سیتاپور ضلع کے
کوٹرا اور آس پاس کے گاؤں میں کوئمبٹور ۴۲۱ کی فصل
میں ۴۴-۱۹۴۳ء کے جون سے ستمبر کے مہینوں میں کچھ
ایسے تھان ملے جن کی باڑھ بہت کم ہوگئی تھی اور اکثر ایسے
تھان خشک بھی ہوگئے تھے۔ ان کے گنے چھوٹے تھے
پوریاں پاس پاس تھیں اور پچاسوں آنکھوں کے اُگنے
سے گنے کے بجائے گھاس کی جھاڑی سی اُگ آئی تھی پتیوں
پر سفید سفید دھاریاں دکھائی پڑتی تھیں۔ بیمار گنے کا بیج
بونے سے یہ بیماری پھیلتی ہے اس لئے تندرست گنے سے
بیج لے کر بونا چاہئے۔

۳۔ پتیاں پیلی پڑنا پچھلے کئی برسوں میں شاہجہانپور
میں کوئمبٹور ۴۲۱، کوئمبٹور
۴۵۳، سی ایس ۱۲ پر Mhitauni میں کوئمبٹور ۳۷۰
و کوئمبٹور ۴۲۱ پر Captanganj میں کوئمبٹور ۳۱۳ پر
بڑھول و گورکھپور میں کوئمبٹور ۵۲۷ پر و ممالک متحدہ
کے دوسرے کئی مقامات پر گنے کی قسموں پر جون کے
مہینے میں اوپر سے نیچے کی طرف پتیاں پیلی پڑتی دکھائی پڑیں
برسات جیسے جیسے بڑھتی ہے یہ بیماری بھی تیزی پکڑتی جاتی
ہے اور اگست، ستمبر تک بہت سی پتیاں اوپر سے نیچے
تک پیلی پڑ کر مرجھا جاتی ہیں۔ مرجھانے سے پہلے لال،
بیگنی و بادامی دار کے نابڑے بڑے دھبے سے ایک

Albinism of leaves

۴۔ سفید پتیاں صوبہ متحدہ میں اپریل، مئی میں کبھی
کبھی کوئمبٹور ۴۲۱، کوئمبٹور ۳۱۲ و دوسری مروج
گنے کی قسموں میں کچھ پودے دور سے سفید چمکتے ہیں
ان کی پتیاں بالکل سفید ہوتی ہیں اور ان کی ہریالی

انچ تک دبے پڑ جاتے ہیں۔ چونہ، میگنیشیم سلفیٹ فاسفیٹ کی کھاد دینے سے بیماری کافی دور ہو جاتی ہے اور پیلی پتیاں پھر سے سبز ہونے لگتی ہیں شروع برسات میں گنڈوں پر مٹی چڑھانے سے بھی فائدہ ہوتا ہے۔

گنے کی جڑوں کی بیماریاں

اگست و ستمبر میں کبھی کبھی [illegible] نام کی پھپھوندی جو زمین میں رہتی ہے گنے کی جڑوں کو سڑا دیتی ہے۔ جس کے سبب گنا سرسبز نہیں ہو پاتا۔ [illegible] نام کی چھتری نما پھپھوندی کے لگنے سے گنے کی جڑیں سوکھنے لگتی ہیں یہ بیماریاں ہمارے صوبے میں عام طور پر پائی جاتی ہیں لیکن آخر تک ان سے فصل کو کوئی نقصان نہیں ہوتا۔

اگیا (Aeginetia [illegible]) پچھلے سال نگینہ میں کوئمبٹور [illegible]، کوئمبٹور [illegible]، کوئمبٹور شاہجہاں پور [illegible]، کوئمبٹور [illegible]، کوئمبٹور [illegible]، کوئمبٹور شاہجہاں پور [illegible]، کوئمبٹور [illegible] و کوئمبٹور شاہجہاں پور کے پاس موتی گری میں کوئمبٹور ۳۱۳ کی جڑوں پر اگیا نام کا پھول دینے والا پودا جولائی، اگست میں پایا گیا۔ کچھ گنے اس کے سبب خشک بھی ہو گئے۔ یہ ایک ہرا بھرا اور ڈھائی فیٹ اونچا پودا ہے جو جون، جولائی میں اگتا ہے اگست و ستمبر میں پھول و پھل دیتا ہے اور جاڑے میں اس کے کالے ننھے مٹی کے مانند بیج ادھر ادھر ہوا و آبپاشی کے پانی کے ساتھ دور دور تک پھیل جاتے ہیں۔ اس پودے کی پتیاں چھوٹی چھوٹی بھیڑ نشتر کے ہوتی ہیں۔ پھول چھوٹے سفید لئے گلابی و بیجنی ہوتے ہیں۔ اس کی جڑیں گنے کی جڑوں سے رشتہ قائم کرکے گنے کی خوراک چوس لیتی ہیں اور اکثر گنے کو سکھا ڈالتی ہیں۔ پھول نکلنے سے پہلے اس پودے کو اکھاڑ کر برباد کر دینا چاہئے۔ کھیت کی مٹی گہری جوت دینا چاہئے تاکہ اگیا کے پودے و بیج ۵-۶ انچ نیچے مٹی میں دب جاویں ۲-۳ فیسدی توتیا کے گھول کر چھڑکنے سے اگیا کے پودے مر جاتے ہیں۔

جاڑے میں ہونے والی گنے کی بیماریاں و ان کے علاج آئندہ مضمون میں بتائے جاویں گے۔

جاڑے کی بیماریاں

اس مضمون میں اکتوبر سے مارچ تک ہونے والی گنے کی بیماریوں کی پہچان و ان کے روک تھام کے طریقے بتائے گئے ہیں۔ برسات ختم ہونے تک گنا پوری طور سے بڑھ جاتا ہے۔ جاڑوں رس میں شکر کا جز بڑھتا ہے اور گنا وزنی ہوتا جاتا ہے۔ فصل میں جتنا زیادہ وزن بڑھتا ہے اتنا ہی کسان کو فائدہ ہوتا ہے۔ جس قدر رس میں شکر بڑھتی ہے اسی قدر مل والوں و گڑ بنانے والوں کو فائدہ ہوتا ہے۔ اس موسم میں گنے کی کچھ بیماریاں بھی خوب زور پکڑتی ہیں اور گنے کا وزن و شکر دونوں اتنا کم کر دیتی ہیں کہ ان کے روک تھام کا پورا پورا بندوبست نہ کرنے سے لاکھوں روپئے سالانہ کا نقصان کسان و مل والوں دونوں کو ہی ہوتا ہے۔

کنڈوہ

(Smut) کی بیماری اکتوبر و نومبر میں خوب پائی جاتی ہے اس کا خاص سبب یہ ہے کہ اپریل و مئی میں جب یہ بیماری شروع ہوتی کسان اس کی پوری پوری روک تھام نہیں کرتا۔ اپریل و مئی کے نکلے ہوئے کنڈوے کے کیڑوں سے کروڑوں بیج چھٹک کر چوٹیلی آنکھوں و دیگر ملائم حصوں سے اگتے ہوئے پودوں میں پیوست ہو جاتے ہیں۔ اور پھر اکتوبر و نومبر میں کنڈوہ کے کیڑے پھر سے نکلتے ہیں۔ کنڈوہ سے بچنے کے طریقے پچھلے مضمون میں بتلائے جا چکے ہیں انھیں طریقوں کو اس وقت بھی عمل میں لانا چاہیے۔

کانا

(Red rot) گنے کی سب سے نقصان دہ بیماری ہے یہ ایک پھپھوندی Colletotrichum falcatum سے ہوتی ہے (۳)۔ پھپھوندی کی تین صورتیں پائی جاتی ہیں ان میں سے دو (کالی و سفید) صورتوں سے گنے کا گودا لال ہو جاتا ہے۔ تیسری صورت جو کہ زیادہ تر سفید ہوتی ہے پتیوں کی بیچ والی نسوں پر لال دھبے پیدا کرتا ہے۔ سفید پھپھوندی میں بہت جلدی نارنجی رنگ کے رس کی بوندیں نکلتی ہیں۔ جن میں ہزاروں بےرنگ کے چھوٹی چھوٹی شیشہ کی شکل کے بیج بھرے رہتے ہیں یہ پھپھوندی بہت زیادہ نقصان پہونچانے والی ہوتی ہے اور اس کے سبب کوئمبٹور ۲۱۳ و کوئمبٹور ۲۱۰ و کوئمبٹور ۲۹۹ اور کہیں کہیں کوئمبٹور ۳۱۲ و کوئمبٹور ۳۳۱ کی بہت زیادہ بربادی ہوئی ہے کالی صورت میں بیج بہت تھوڑے نکلتے ہیں اور وہ بھی بہت دنوں بعد۔ ممالک متحدہ میں گنوں کی ہر قسم کو اس سے بہت کم نقصان ہوتا ہے پتیوں کی رگوں کے لال دھبوں سے نکلنے والی پھپھوندی بھی زیادہ تر سفید و زیادہ بیج دینے والی ہوتی ہے لیکن اس کو جب گودے میں لگایا جاتا ہے تو زیادہ نقصان نہیں ہوتا۔ اس لئے اگرچہ مئی، جون میں صوبے بھر میں گنے کی پتیوں کی رگوں پر لال دھبے دکھائی پڑتے ہیں لیکن جاڑوں میں "کانا" کی بیماری ہمارے یہاں کے گنوں میں ہر سال نہیں لگتی۔

علامات

"کانا" کے ظاہرا علامات اکتوبر میں دکھائی پڑتے ہیں۔ اس وقت بیمار گنوں کی پتیاں سوکھنے لگتی ہیں۔ چھلکے کا رنگ پھیکا پڑ جاتا ہے اور گودے میں جا بجا لال لال دھبے پڑ جاتے ہیں۔ جن کے ادھر ادھر گنے کی موٹائی کے مقابل سفید دھاریاں چمکتی رہتی ہیں۔ گنے کو چیرنے پر یہ خاص علامات جس سے یہ بیماری پہچانی جا سکتی ہے صاف دکھائی پڑتے ہیں۔

پچھلے ۳-۴ سال سے یہ بیماری صوبہ متحدہ کے مشرقی حصے میں اکثر پائی گئی ہے اور زیادہ تر کوئمبٹور ۲۱۳، کوئمبٹور ۲۱۲ و کوئمبٹور ۳۳۱ پر دیکھی گئی ہے مگر ۵ قسموں میں سے کوئی قسم ہمیشہ مفید نہیں ہے لیکن کوئمبٹور ۴۲۱ و کوئمبٹور ۳۷۰ پر "کانا" کم اور کوئمبٹور ۲۹۳ و کوئمبٹور ۳۵۶ و کوئمبٹور ۳۹۵، کوئمبٹور ۵۲۷ کوئمبٹور ۳۱۳ کوئمبٹور شاہجہاں پور ۱۰۹ و بی او جی ۲۸۷۸ میں بہت کم پایا جاتا ہے اس لئے کسان کو یہی قسمیں بونی چاہئیں ضلع گورکھپور میں گھگھلی۔ ہرجن گنج، کمپیرگنج، رام کولا دھنٹی

میں کوئمبٹور ۲۱۳ کے ۱۰ سے ۵۰ فی صدی پودوں پر "کانا" پایا گیا۔ الٰہ آباد، بلیا، غازی پور و بنارس ضلعے میں کئی مواضعات میں کوئمبٹور ۲۱۳ و کوئمبٹور ۳۱۳ کی فصلیں برباد ہو گئیں۔ جون پور، شاہ گنج، اناؤ، کھیری، بارہ بنکی، بلاری و لکسر میں کوئمبٹور ۳۱۳ و کوئمبٹور ۲۱۳ کی فصلیں کئی جگہ ۵۰ فی صدی سے زیادہ برباد ہو گئیں۔ ایسی قسموں کو نہ بونا چاہیئے۔

نقصان

گنے میں "کانا" لگنے سے تین قسم کا نقصان ہوتا ہے۔

۱۔ بیج میں جتنے والی آنکھیں برباد ہو جاتی ہیں۔

۲۔ "کانا" سے بچی ہوئی آنکھوں سے جو کلے نکلتے ہیں۔ ان "کانا" کی پھپھوندی پوشیدہ رہتی ہے اور اندر ہی اندر اتنا زور پکڑتی ہے کہ شروع ستمبر سے بہت سے کلے مرنے لگتے ہیں اور آخر میں بہت تھوڑے ہی سے گنے کی صورت میں ہو پاتے ہیں ایسا ہونے سے پیداوار و وزن میں بہت کم رہ جاتی ہے۔

۳۔ "کانے" کی پھپھوندی سے انورٹیز Invertase نام کی ایک Enzyme نکلتا ہے جو شکر کو گلوکوز Glucose بنا دیتا ہے۔ پھپھوندی کی اس علامت کے سبب اگر بیمار گنوں کا رس اچھے گنوں میں مل جاتا ہے تو شکر بہت گھٹیا بنتی ہے اور مقدار میں بھی بہت کم نکلتی ہے جس سے مل والوں کو بہت نقصان ہوتا ہے۔ ۱۹۳۸-۴۱ء تک جو "کانا" کی بیماری ممالک متحدہ سے بہار تک پھیلی تھی اس کے سبب گنے کے ہزاروں کھیت سوکھ گئے تھے اور ان صوبوں کی ایک تہائی ملیں بند ہو گئی تھیں جس سے شکر کے روزگار میں لاکھوں روپیہ کا نقصان ہوا۔

بیماری کیسے پھیلتی ہے

ممالک متحدہ میں ۱۹۳۸ء کی کانے کی بیماری کے بعد سائنسدانوں نے اس بات کی کافی چھان بین کی کہ "کانا" کی بیماری کس طرح پیدا ہوتی ہے۔ کس طرح گنوں میں داخل ہوتی ہے و کس طرح بیماری کی صورت پکڑتی ہے؟

"کانا" کی پھپھوندی چھ طریقوں سے بڑھتی ہے۔

(۱) بونے والے ٹکڑوں میں پھپھوندی کے ریشوں سے (۲) مرے ہوئے گنوں پر پھپھوند کے بیجوں سے (۳) پتیوں کی رگوں پر لال دھبوں میں پھپھوند کے بیج و ریشوں سے (۴) پرانے سڑے گلے بیمار "کانا" لگے ہوئے گنوں و پتوں سے (۵) مٹی میں ملے ہوئے پھپھوندی کے بیجوں و ریشوں سے (۶) گھاس وغیرہ پر "کانا" لگنے پر پھپھوندی کے بیجوں سے۔ اسی طرح پھپھوندی کے گنے کے اندر داخل ہونے کے بھی پانچ طریقے ہیں۔

۱۔ بوئے ہوئے گنوں کے ٹکڑوں سے نئے کلوں میں داخل ہونا۔

۲۔ سوراخ کرنے والے کیڑوں کی بنائی ہوئی سرنگوں کے ذریعے۔

۳۔ نئی جڑوں اور پتیوں کے ٹوٹنے پر پڑتے ہوئے نشانوں کے ذریعے۔

۴۔ بونے والے کٹے سروں سے۔

۵۔ گنے پر اور زخموں سے

پتیوں پر پھپھوندی تین طریقے سے داخل ہوتی

ب

۱۔ سید عاپتی کو کاٹ کر (۲) کیڑوں کے ذریعے سوراخ ہوئی پتیوں سے۔ (۳) دیگر زخموں کے ذریعے جیسے طرح پتی پر اولے پڑنا۔ جانوروں کے چرنے یہ وغیرہ وغیرہ

یہ بیماری تین حالتوں میں ہوتی ہے۔

۱۔ تیزی سے بڑھنے والی کانے کی پھپھوندی کی ہستی

۲۔ گنے کی ایسی قسموں کا بونا جن کو پھپھوندی آسانی سے برباد کر سکتی ہے۔ اور

۳۔ ایسی آب و ہوا وغیرہ کا ہونا جس میں پھپھوندی لگنے پر آسانی سے قائم رہ سکے۔

روک تھام کے طریقے

"کانا" زیادہ تر بیمار گنوں کے بونے سے ہوتا ہے۔ اس لئے یہ بہت ضروری ہے کہ بیج انھیں کسان کے گنوں سے لیا جاوے جو اس بیماری سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ بیج کاٹتے وقت اگر کٹے ہوئے حصوں میں ذرا بھی ایسے لال دھبے ہوں جن سے "کانے" کا شک ہوتا ہو تو ایسے گنوں کو بوتے وقت الگ کر دینا چاہئے۔

(۲) پہلے کچھ ایسی مروجہ قسمیں لکھی گئی ہیں جن میں کانا بہت کم لگتا ہے۔ انہیں قسموں کو عام طور پر بونا چاہئے۔

(۳) "کانا" لگی ہوئی فصل کی پیڑی نہ لینا چاہئے۔

(۴) بیماری لگے ہوئے ٹکڑوں کو بونے سے پہلے بورڈو مکسچر و دیگر [illegible] وغیرہ زہریلی چیزوں ([illegible]) اور ۵۲ درجہ منٹ کے گرم پانی میں ہو منٹ رکھنے سے نقصان میں

بیماری بہت کم لگتی ہے۔ لیکن ان طریقوں میں بہت محنت اور زیادہ صرفہ لگنے سے کسان ان کو آسانی سے عمل میں نہیں لا سکتا۔

[illegible] سوکھا (مرجھاؤ) کی بیماری

نام کی پھپھوندی سے ہوتی ہے۔ صوبہ متحدہ میں پہلی مرتبہ نومبر میں دکھائی پڑتی ہے اور جنوری فروری تک زور پکڑتی ہے۔ ایک مرتبہ سوکھا لگنے سے گنا فوراً ہی مرجھانے لگتا ہے۔ پتیاں سوکھ جاتی ہیں۔ گنا کھوکھلا ہو جاتا ہے۔ اور اس میں سفید دھنی ہوئی روئی کی مانند پھپھوندی کے ریشے بھر جاتے ہیں گودے کا رنگ مٹیلا یا کتھئی ہو جاتا ہے اور "کانا" کی طرح گودے میں گنے کی موٹائی کے مقابل سفید دھاریاں نہیں ہوتیں۔ ایک مرتبہ بیماری لگنے سے پودا ایک مہینے کے اندر ہی اتنا سوکھ جاتا ہے کہ اس میں رس بالکل نہیں رہ جاتا ہے۔ نقصان کے سبب گنے اس سے نہیں مرتے۔ تجربے سے دیکھا گیا ہے کہ بونے والے ٹکڑوں میں اس بیماری کی پھپھوندی لگنے سے اگی ہوئی آنکھیں زیادہ نہیں مرتیں۔ اور نہ فصل کے وزن و رس نکلنے والی شکر کی مقدار پر کوئی اثر پڑتا ہے۔ ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سوکھے سے مرے ہوئے گنوں سے نکلی ہوئی پھپھوندی زیادہ نقصان دہ نہیں ہے۔ لیکن جب یہ پھپھوندی ایسے گنوں پر لگتی ہے جن میں "کانا" دیکھ، و سوراخ کرنے والے کیڑے لگے ہوں اور یہ بات ایسی جگہ جہاں پتیاں پیلی پڑ گئی ہوں تو وہ گنے سوکھ کر بہت جلد مرنے لگتے ہیں۔

ملاکٹ [illegible] بیماری زیادہ تر گورداسپور کے کم چونے والی زمین کے علاقوں میں پائی جاتی ہے تھوڑا بہت گوندہ، [illegible] گڑھ، [illegible] پور [illegible] کے آس پاس کے دیہاتوں میں بھی [illegible] [illegible] ہے [illegible] کوئمبٹور [illegible] کوئمبٹور [illegible] ایسی علاقہ پر [illegible] کی بیماری دیکھی گئی ہے۔

بچاؤ کے طریقے

[illegible] جب کھیتوں [illegible] سوکھ گئے اکٹھا کر کے جلا دینا چاہیئے [illegible] کو [illegible] ضرورت نہیں ہے۔

[illegible] کمزور فصل پر یہ بیماری اکثر لگتی ہے۔ اس لیے پودوں کو سوراخ کرنے والے کیڑوں سے اور دیمک سے اور دیگر بیماریوں سے بچانا چاہیئے۔

پوری [illegible] کا سڑنا (Collar [illegible])

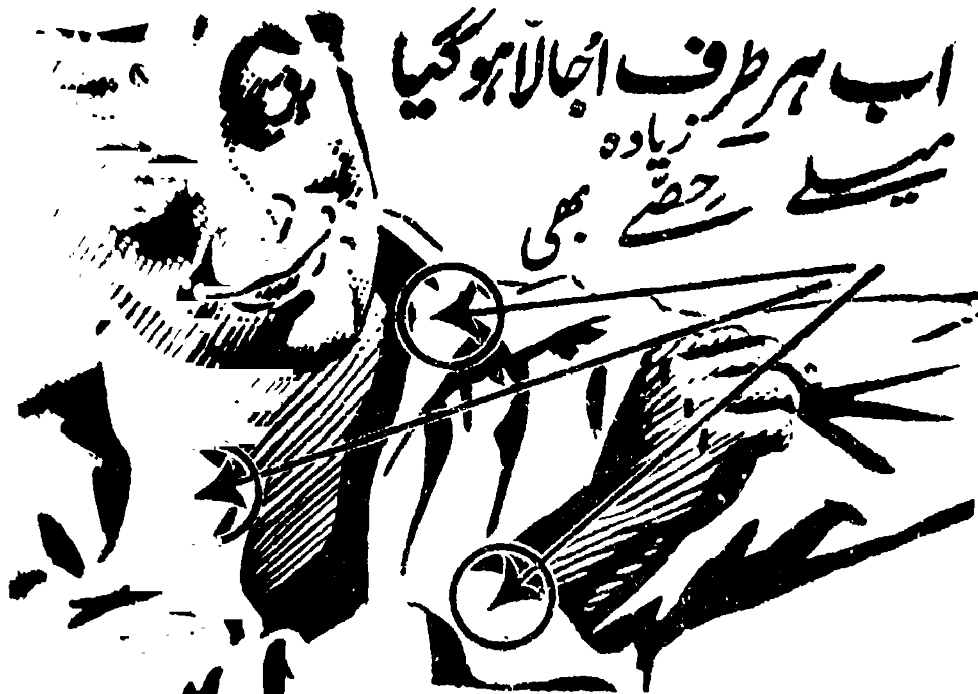
یہ بیماری [illegible] [illegible] بہت کم پائی جاتی ہے پچھلے چار سالوں میں ایک مرتبہ کوئمبٹور [illegible] پر بیماری اور ایک مرتبہ [illegible] پر [illegible] [illegible] پھپھوندی (Himantospora [illegible] Sacchari Butler) کے سبب ہوتی ہے۔ [illegible] علامات [illegible] [illegible] کی چھپنے [illegible] گانٹھوں پر لال رنگ کی [illegible] دیتے ہیں۔ [illegible] کھوکھلا ہو جاتا ہے۔ یہ بیماری [illegible] گنے کے زخمی حصوں سے [illegible] ہے۔ اس کے بچاؤ کے وہی طریقے ہیں جو [illegible] بیماریوں کے ہیں۔

گنے کے چھلکوں کی بیماریاں (Rind diseases)

[illegible] میں جو گنے [illegible] مارچ کے بعد کھڑے رہتے ہیں ان پر سوراخ کرنے والے کیڑوں کا حملہ [illegible] ہوتا ہے اور جو دوسرے وجوہات سے کمزور ہو گئے ہیں ان کے چھلکے جھریدار ہو جاتے ہیں اور [illegible] کے نیچے [illegible] کالی پھنسیاں بنتی ہیں جن سے ہزاروں [illegible] تندرست فصل میں لگتے ہیں یہ بیماریاں (Pleocyta Sacchari (Mass), Peteanuloyd, Botryodiplodia Saccharinum Died., Cytospora Saccari Butler) تمام کی تمام [illegible] کے ذریعہ ہوتی ہیں۔ اور عام طور پر [illegible] نقصان نہیں ہوتا ہیں۔ جب کسان کو شک ہو کہ [illegible] کی صورت میں اس کی فصل میں [illegible] تب اس کو چاہیئے کہ ایسے نمونوں کو [illegible] بھیج دیں تاکہ روک تھام کے طریقے جانچ پڑتال کرنے کے بعد بتائے جا سکیں۔

گنے والے ٹکڑوں کا سڑنا (Black Rot)

یہ بیماری Ceratostomella adiposum (Butler) [illegible] ایک کمزور [illegible] پھپھوندی سے ہوتا ہے اکثر چوہے و دیگر جانوروں [illegible] کی وجہ سے گنے گنوں پر فصل کاٹنے [illegible] [illegible] پر [illegible] ہوتی ہے اس سے کوئی نقصان [illegible] نہیں آیا۔ امریکہ میں جہاں [illegible] نقصان کرتی ہے بونے والے ٹکڑوں کو بورڈو [illegible] [illegible] میں ڈبو کر بونے



ہر ایک کپڑے کے کچھ ایسے حصے ہیں جو جلد میلے ہو جاتے ہیں اور وہ وہی حصے ہیں جب کہ انہیں تھوڑا صابن لگانا، پانی میں بھگونا اور پٹک کر دھونا فی صدی سے زیادہ نقصان پہنچاتا ہے۔ اپنے کپڑے سنلائیٹ کے طریقہ سے دھونا چاہیئے جس سے ان کے پھٹنے والے نقصان سے حفاظت ہوتی ہے۔

سنلائیٹ صابن کے کافی اور خود بخود صاف کرنے والے جھاگ کو بھیگے ہوئے کپڑوں میں سے آہستگی سے نچوڑیئے اور بعدازاں کھنگالئے، وہ (کپڑے) اُجلے اور عمدگی سے صاف ستھرے ہو جاتے ہیں۔ آپ کے کپڑے نہایت ملائم مثلاً نئے کے مانند ہو جاتے ہیں جو کہ اس خاص صابن کے استعمال کرنے والوں کی خوشی کا باعث ہے۔ سنلائیٹ آپکے پارچہ جات کیلئے قطعی مفید ہے۔ علاوہ ازیں وہ آپ کے ہاتھ کو بھی نرم و ملائم رکھتا ہے۔



وہ سنلائیٹ کے طریقہ سے دھویا گیا ہے!



سنلائیٹ صابن

S. 79-56 UD

Regd. No. A.—294.

ڈالڈا آپ کی دلپسند سبزی کو لذت دیتا ہے
اور آپ کو قوت بھی بخشتا ہے!

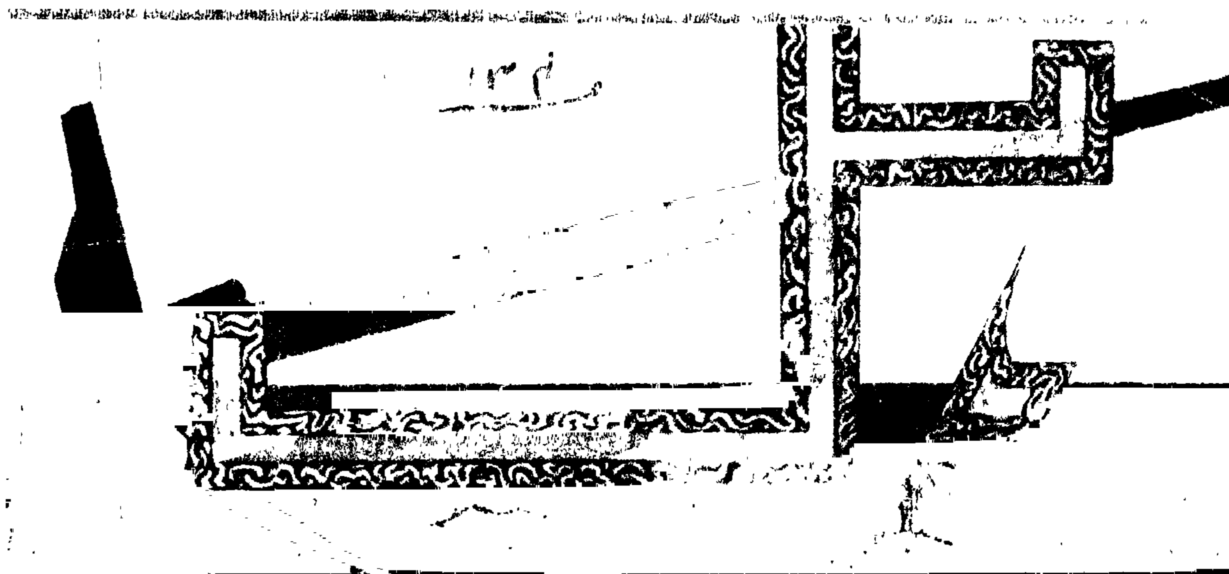




ڈالڈا سے پکائی ہوئی غذا کو ضایع نہیں کیا جائے گا! فوراً ہضم پذیر اور وٹامین سے مشتمل ڈالڈا انسادی رسوئی کو بھی اس کی شیریں لذت سے مالامال کرتا ہے۔ آپ کی روزانہ کی اُکتانیوالی غذا سے نجات دلاتا ہے + ڈالڈا سے پکاؤ اور اس خاص رسوئی کے سامان کے مشہور مقوی صفت کی امداد سے اپنی غذا کو درست کیجئے + یاد رکھیئے گا کہ ڈالڈا معمولی رسوئی کا سامان نہیں ہے۔ بلکہ وہ اہل وعیال کو تندرست رکھتا ہے اور اُنہیں زاید قوت بخشتا ہے +

★ ڈالڈا کی کھانا پکانے کی کتاب (بزبان انگریزی) سے اپنی رسوئی کا انتظام کیجئے + اس میں ۱۵۰ سے زاید لذت دار ہندوستانی کھانا پکانیکے طریقے درج ہیں جو ان کے جزو خوراک کے لئے چُنے گئے ہیں + اپنی کتاب کیلئے Dept. B412 P. O. Box No. 353, Bombay, کو ۴ آنہ کے ٹکٹ بھیج کر طلب فرمایئے +

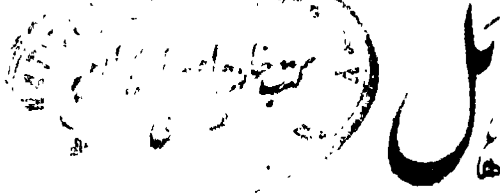
Printed by H. R. Wilson at the Lucknow Publishing House, Lucknow.



ہل

جلد ۱ نمبر ۹ | باتصویر ماہوار رسالہ | اگست سنہ ۱۹۳۶

فہرست مضامین



ہل

یو۔پی گورنمنٹ کے محکمہ گاؤں سدھار کا خاص رسالہ

اگست ۱۹۳۹ء — باتصویر ماہوار رسالہ — نمبر ۹

بورڈ آف ایڈیٹرس

جناب ونکٹیش نارائن تواری	جناب سکھ دیو بہاری مسر
جناب ڈاکٹر ذاکر حسین	جناب مہابیر تیاگی
جناب سمترانندن پنت	شریمتی تارا پانڈے

جناب منوہرداس چترویدی

ایڈیٹر

شری ناتھ سنگھ

پبلشر

انڈین پریس لمیٹڈ۔ الہ آباد

۱۹۳۹ء

سالانہ قیمت للعہ — ایک پرچہ ۶/

نئی کتابیں

دُنیا کی کہانی

از پروفیسر محمد مجیب بی، اے (آکسن) اس مختصر سی کتاب میں ہزار برس کی تاریخ اس طرح بیان کی گئی ہے کہ پڑھنے والا بادشاہوں کی لڑائیوں اور تاریخوں کے گورکھ دھندے میں پڑے بغیر وہ سب سمجھ جاتا ہے جو تاریخ کا اصل مفہوم ہے۔ قیمت ۸/

رحمۃ للعالمین

سیرت پاک پر الحاج مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوری مرحوم کی مشہور و معروف کتاب قیمت فی جلد ۸/

گؤدان

مصنفہ منشی پریم چند۔ یہ دیہات کے اَن پڑھ اور سادہ لوح انسانوں کی زندگی کا مرقع ہے ایک غریب دیہاتی خاندان اور اس کی سماجی زندگی کا نقشہ اس طرح پیش کیا گیا ہے کہ بُرائیوں سے نفرت اور خوبیوں سے رغبت پیدا ہو جاتی ہے۔ ۶۵۰ صفحات قیمت فی جلد ۸/

محکومیتِ نسواں

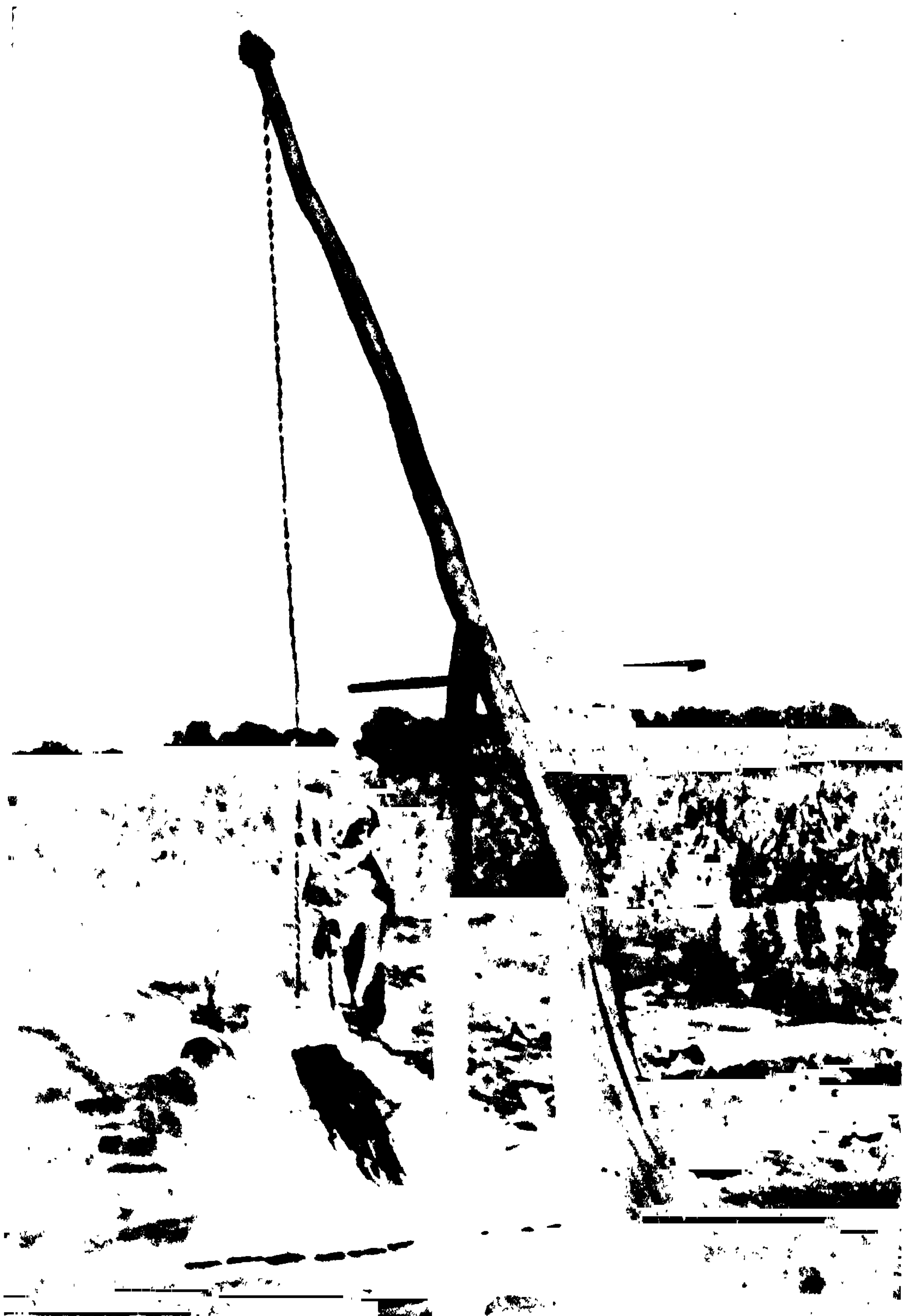
از معین الدین صاحب انصاری بی، اے (کینٹب) بار ایٹ لا۔ یہ مل کی معرکتہ الآرا تصنیف کا اُردو ترجمہ ہے۔ جس میں عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق دئے جانے کی پُر زور طریقے پر حمایت کی گئی ہے۔ قیمت فی جلد ۱۲/

خیالستان

از سید سجاد حیدر صاحب یلدرم بی، اے، یہ پہلی کتاب ہے جس کی اشاعت نے ادبِ اُردو میں ایک نہایت دلکش انداز پیدا کر دیا ہے۔ اور جس کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ ابتک نویں بار چھپ چکی ہے۔ قیمت فی جلد ۸/

مکتبہ جامعہ

دہلی ۔ نئی دہلی ۔ لاہور ۔ لکھنؤ ۔ بمبئی



सिंचाई



باتصویر ماہوار رسالہ

اگست سنہ ۱۹۳۹ء نمبر ۵ جلد ۱

برکھا

از محترمہ کنیز فاطمہ صاحبہ حیاؔ، مدیرۂ "حیا" لکھنؤ

برسات کی رُت ہے کیا سُہانی
سنسار ہے محوِ شادمانی

سبزے کا سنگار ہو رہا ہے
پھولوں کا نکھار ہو رہا ہے

کیا ہلکی پھوار پڑ رہی ہے
مسرور دلوں کو کر رہی ہے

ہر شئے کو بھگو کے دھو رہی ہے
شاداب فضا بھی ہو رہی ہے

ہر چیز سے ہے عیاں لطافت
نکھری ہوئی ہے جہاں کی رنگت

دھرتی پہ اُگے جو پھول پودے
آکاش پہ اُس کے رنگ پھوٹے

رنگینی سمٹ کے آ گئی ہے
دُنیا پہ بہار چھا گئی ہے

سبزے کو ہوا جگا رہی ہے
کلیوں کو بھی وہ ہنسا رہی ہے

اٹھلاتی، سمٹتی، کھلکھلاتی
بَل کھاتی، لجاتی، مسکراتی

کس ناز و ادا سے چل رہی ہے
شاعر کا بھی دل مسل رہی ہے

لو! نغمہ سرا ہوا پپیہا!
اک درد سا دل میں آہ اُٹھا!

پی، پی، کی صدا لگا رہا ہے
بس اپنی ہی دُھن میں گا رہا ہے

ہو کاش تجھے خبر پپیہے!
دن کیسے کسان پر یہ گذرے

آباد ہے جس کے دم سے کھیتی
ہے جس سے بہارِ بزمِ گیتی!!

"دہقان" کی محنتوں کا ثمرہ
دراصل ہے اک بہارِ تازہ!

"ہل" اور "کسان" کی یہ محنت!
ہے جانِ بہار درحقیقت!

کثیر المقاصد انجمنہائے امداد باہمی

دیہاتی حلقوں میں لوکل سلف گورنمنٹ کی ایک اسکیم

از ڈاکٹر کیلاش ناتھ کاٹجو۔ ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ ڈی۔ وزیر صنعت وحرفت وترقیات

دیہاتوں میں زیادہ سے زیادہ اصلاحات کرنے کی سخت ضرورت کی طرف عوام کو متوجہ کیا گیا ہے اور اب اس کا احساس ہوگیا ہے کہ دیہاتوں سے غفلت برتی گئی ہے اور وہاں کے حالات نہایت تکلیف دہ اور افسوسناک ہیں۔ ڈسٹرکٹ بورڈوں نے دیہاتوں کی اندرونی حالت پر توجہ نہیں کی ہے ان کی ساری سرگرمیاں ضلع کے وسائل آمد و رفت، ترقی، تعلیم، حفظان صحت عامہ، اور اسی طرح کے دوسرے کاموں کی طرف جن کا تعلق کل ضلع سے بحیثیت مجموعی رہا ہے مبذول رہی ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انھیں گانوں کی اندرونی حالت سے جیسے کوئی مطلب ہی نہیں رہا ہے۔ مزید براں ڈسٹرکٹ بورڈوں نے گاؤں والوں کی اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کی بھی کوئی کوشش نہیں کی۔ ممکن ہے کہ کہیں کہیں انھوں نے بیج گودام قائم کر دیا ہو ورنہ دیہاتی حلقوں میں پیداوار اور پیداوار کی خرید و فروخت کے مسائل یا گھریلو صنعتوں کی ہمت افزائی اور ترقی کے بارے میں ان کی طرف سے بھی کچھ نہیں ہوا ہے۔

بہرحال گاؤں سدھار اور گاؤں کی اصلاح کی ضرورت تسلیم کر لی گئی ہے اور تقریباً ہر صوبہ میں اس سمت ترقی کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی اسکیم خواہ وہ بہت بلند ہو خواہ معتدل مرتب کی گئی ہے۔ اسی غرض کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ مناسب سمجھا گیا ہے کہ دیہاتوں میں مقامی خود اختیاری (سلف گورنمنٹ) ادارے قائم کر دئے جائیں۔ خیال یہ ہے کہ ان اداروں کو جو خود گاؤں ہی کی پیداوار ہوں گے مقامی تائید اور مقامی تعاون دونوں حاصل ہوں گے اور ان کی بدولت مقامی لوگوں کو خود سے کام کرنے کا موقع ملے گا اور اس طرح یہ ادارے حکومت خود اختیاری کے فن میں گاؤں والوں کی سیاسی تعلیم اور ماحول کی ترقی کے لئے ایک مفید آلہ ثابت ہوں گے اور خیال کیا جاتا ہے کہ اگر پنچائتیں نہایت وسیع پیمانہ پر قائم ہو جائیں تو یہ مقصد حاصل ہو جائیگا۔ یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ چونکہ پنچایت ایک پرانا ادارہ ہے جو لوگوں کے مزاج کے مطابق ہوتا ہے اس لئے گانوں والے اسے پسند کرینگے اور ترقی یافتہ اسکیموں پر عمل کرانے کے لئے وہ ایک موثر وسیلہ ثابت ہوگا۔ چنانچہ اخبارات میں برابر یہ خبر آتی رہتی ہیں کہ اکثر صوبوں میں اور بعض ریاستوں میں بھی دیہاتوں میں پنچائتیں قائم کرنے کے لئے یا تو قانون بنا دیا گیا ہے۔ یا بنایا جا رہا ہے میں اچھی طرح نہیں جانتا کہ یہ پنچائتیں کس طور پر قائم کیجا رہی ہیں مگر مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جو طریقہ سب سے زیادہ پسند کیا جا رہا ہے وہ انتخاب کا ہے۔ وسیع معنوں میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ پنچائتوں کو ہمارے موجودہ میونسپل اداروں کے طور پر مرتب ہونا چاہیئے حق رائے دہندگی ضرور زیادہ ہو سکتا ہے پنچ بالغوں کے ووٹوں سے منتخب ہو سکتے ہیں مگر بحیثیت مجموعی مشینری وہی ہوگی پنچوں کا انتخاب کچھ سالوں کے لئے ہوگا اور جو پنچایت اس طرح مرتب ہوگی وہ ایسی جماعت ہوگی جسے انتظامی اور محصول لگانے دونوں کا اختیار ہوگا اسے تمیزی اور لازمی دونوں اختیارات حاصل ہوں گے۔ اس کے پاس خود اس کی رقم ہوگی اور تھوڑا سا مقامی ٹیکس لگا کر اس رقم میں وہ اضافہ بھی کر سکے گی۔

میں اس قسم کی لوکل سلف گورنمنٹ کی خوبیوں اور نقائص پر زیادہ بحث نہیں کرنا چاہتا۔ نہ میں اس پر زور دینا چاہتا

ہوں کہ انتخابات بعض حالتوں میں جھگڑے اور رقابت کا باعث ہوں گے اور گاؤں میں امن و آشتی کے بجائے نااتفاقی اور خرابیاں پیدا کریں گے۔

میں اس مسئلہ کے دو پہلوؤں پر البتہ زور دینا چاہتا ہوں۔ ایک تو یہ کہ نمائندہ حکومت ایک ایسا طریقہ ہے جو ایسے ہی موقع پر برتا جانا چاہئے جہاں ایک خاص رقبہ میں آدمیوں کی کثرت کی وجہ سے یہ ممکن نہ ہو کہ مقامی معاملات کا انتظام اور عوام کو انفرادی یا جماعتی حیثیت سے دیا جاسکے۔ جہاں کم آدمیوں کی وجہ سے گاؤں والوں کے لئے اپنے معاملات کا انتظام براہ راست اور قابلیت کے ساتھ کر سکنا آسان ہو تو میرے خیال میں ہر شخص یہ تسلیم کرے گا کہ لوکل سلف گورنمنٹ کا یہ بہترین طریقہ ہوگا نمائندہ اداروں کی ایک بدنصیبی یہ ہے کہ منتخب کرنے والوں اور ان کے نمائندوں میں باہمی ارتباط ختم ہوجانے کا اندیشہ رہتا ہے۔ ہر شخص اس ضرورت کو تسلیم کرتا ہے کہ ایک انفرادی شہری یا مقامی حلقہ کا باشندہ مقامی معاملات میں کافی اور مسلسل دلچسپی لیتا رہے تاکہ جماعت کے منتخب شدہ نمائندوں کے عمل اور پالیسی پر اثر انداز ہونے اور اس کی رہنمائی کے لئے ہمیشہ ایک مضبوط اور مفید رائے عامہ قائم رہے۔ مگر ہر جگہ یہی دیکھا گیا ہے کہ یہ مقصد کبھی نہیں حاصل ہوا ہے اور جہاں تک ہندوستان کا تعلق ہے اگر گذشتہ تجربہ کوئی وقعت رکھتا تو یہ ماننا پڑیگا کہ خواہش کے مطابق بہت کچھ پورا ہونے سے رہ گیا منتخب کرنے والے مقامی معاملات کا انتظام بہت کچھ اپنے نمائندوں پر چھوڑ دیتے ہیں اور صرف وقتی انتخابات کے موقعوں پر بیدار ہوتے ہیں۔

میرے نزدیک دوسرا کافی اہم مسئلہ وہ بنیادی فرق ہے جو گاؤں کی ایک جماعت کی ضروریات اور شہری حلقہ کے باشندوں کی ضروریات میں ہوتا ہے۔ شہری حلقوں کے لوکل سلف گورنمنٹ اداروں کا کام خواہ وہ بڑے ہوں یا



آنریبل ڈاکٹر کیلاش ناتھ کاٹجو

چھوٹے خواہ وہ میونسپل بورڈ ہوں یا نوٹیفائڈ ایریا کمیٹی زیادہ تر یہ ہے کہ وہ باشندوں کے فوائد کے لئے تسلیم شدہ سہولتیں مہیا کریں مثلاً عمدہ نالے اور نالیاں صاف پانی کی فراہمی اچھی سڑکیں روشنی کا معقول انتظام بازاریں مذبح پارک اور تفریح گاہیں۔ ان سب کے علاوہ ایک فرض یہ بھی ہے کہ میونسپلٹی کے حدود کے اندر ابتدائی تعلیم کا انتظام کیا جائے میونسپلٹیوں کا بحالت موجودہ باشندوں کی اقتصادی حالت سے کوئی سروکار نہیں ہے اور یہ واقعہ ہے کہ شہری حلقوں میں باشندوں کے پیشے اتنے مختلف النوع ہیں کہ کسی میونسپلٹی کے لئے یہ ناممکن ہے کہ وہ ان کی بہبود کے لئے کوئی خاص کوشش کرسکے۔
اسکے برخلاف دیہی حلقوں میں گاؤں کے لوگوں میں باوجود ظاہری اختلاف کے صحیح معنوں میں اتحاد ہوتا ہے۔ اور سب کا ایک خاص مشغلہ ہوتا ہے یعنی کاشتکاری اور اسکی متعلقہ صنعتیں ان کی ضرورتیں جہاں تک خود آبادی میں سہولتوں کا تعلق ہے بہت کم ہیں تاوقتیکہ کسی گاؤں میں بہت زیادہ آبادی

نہ ہو تازی ہوا کافی ہوتی ہے اور پینے کے لئے صاف پانی کی فراہمی کی سہولتیں یا تو موجود رہتی ہیں یا اُن کا آسانی سے انتظام ہو سکتا ہے۔ گاؤں کی اصلاح اور ترقی (جیسا کہ ہم ان میں شہری حلقہ کے معیار پر سمجھتے ہیں) منحصر ہوتی ہے، زیادہ تر گاؤں والوں کی اقتصادی حالت کی ترقی پر اور مزید برآں ان کے لئے اتنی ہی مسلسل توجہ کی ضرورت نہیں ہوتی اگر گاؤں سدھار کے معنی صرف یہی ہیں کہ گاؤں کی گلیاں چوڑی ہو جائیں، کچھ کنوئیں دبا دئے جائیں اور گھروں میں روشندان کھولدئے جائیں تو اگر روپیہ پاس ہو تو سارا کام چند مہینوں میں انجام پا جائیگا۔ لیکن میرا تصور یہ ہے کہ گاؤں سدھار کا مقصد پیداوار اور بازار کی خرید و فروخت (مارکٹنگ) کے طریقوں اور گھریلو صنعتوں کو ترقی دیکر گاؤں کے ہر آدمی کی آمدنی میں اضافہ کرنا ہے۔ اگر گاؤں والوں کی آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے تو مجھے اس میں شک نہیں کہ زندگی کے حالات بھی بہتر ہو جائینگے اور خوشحالی کے ساتھ ساتھ سہولتیں بھی ہونگی۔

اسکے علاوہ اور ایک ضروری بات بھی ہے۔ گاؤں کی آبادی میں اصلاحات کرنے کے لئے پنچایت کا طرز جو وقتاً فوقتاً مقرر ہوتی رہے موثر ہو سکتا ہے کیونکہ اس قسم کے اصلاحات کرنے کے لئے گاؤں کے ہر فرد کی مسلسل دلچسپی اور تعاون کی ضرورت نہیں ہے لیکن اگر آپ زراعت میں کافی ترقی دیکھنا چاہتے ہیں اگر آپ دیہاتی کو اس پر آمادہ کرنا چاہتے ہیں کہ وہ بہتر کاشت کے طریقے استعمال کرے تاکہ اسکی پیداوار زیادہ ہو اور اگر آپ کی یہ خواہش ہے کہ وہ مارکٹنگ کے منظم اور باقاعدہ طریقوں پر عمل کرے تاکہ اسے اپنی پیداوار کی مناسب قیمت مل سکے تو میرے خیال میں یہ کام پنچائت کا نہیں ہے جس میں صرف چند آدمی ہوتے ہیں۔ اسکے لئے ضرورت ہے گاؤں کے ہر آدمی کی رضاکارانہ اور مسلسل تعاون کی۔ آپ کو ہر کاشتکار کو یہ یقین دلانا ہے کہ جو کچھ کیا جا رہا ہے وہ اسی کے فائدہ کے لئے ہے۔ اور یہ کہ جو طریقہ استعمال کر رہا ہے اب پرانے ہو چکے ہیں اور ان میں دوسرے طریقوں کی خاطر ترک کر دینا چاہیئے۔ اسے ترغیب دلانا ہوگا اور اسکی رضامندی اس سے ذاتی اپیل کرکے حاصل کرنا ہوگی خواہ وہ اپیل انفرادی حیثیت سے کیجائے خواہ کسی انجمن کی معرفت جس کا وہ خود بھی ممبر ہو۔ اگر ہم قانون کے مسئلہ کو اس نقطہ خیال سے دیکھیں تو مجھے یقین ہے کہ اس سے یہ ظاہر ہو جائیگا کہ ہمیں دیہی حلقوں میں لوکل سلف گورنمنٹ ادارے قائم کرنے کے لئے دوسرے ذرائع کو تلاش کرنا چاہیئے اور میری تجویز ہے کہ قابل عمل فائدہ مند اور مفید طریقہ امداد باہمی کا طریقہ ہوگا۔ یہ امر نہایت قابل افسوس ہے کہ اس وقت تک کواپریٹیو ڈپارٹمنٹ کی سرگرمیاں ایک خاص قسم کی سرگرمی پر کواپریٹیو اصول کی تطبیق کے مترادف ہو گئی ہیں یعنی دیہاتی کے لئے آسانی سے قرضہ مہیا کرنا۔ علاوہ بریں یہ محدود سرگرمی بھی سرکاری محکمہ کے زیر سرپرستی ہوتی رہی ہے۔ یہ امر تعجب انگیز نہیں کہ اس تمام عرصہ میں "کواپریشن" (امداد باہمی) غیر سرکاری کارکنوں پر اثر انداز نہیں ہو سکا مگر اب حالات بدل گئے ہیں۔ صوبجاتی خودمختاری کے بعد اب یہ وقت نہیں محسوس ہو سکتی کہ محکمہ سرگرمیوں کو خالص قوم پرست طرز پر وسعت دی جائے اور امداد باہمی کے طریقوں پر سارے دیہاتوں کو منظم کیا جائے۔

میرے نزدیک ایک سلف گورنمنٹ (خود اختیاری) انجمن کی جو خاص ضروری شرطیں ہونا چاہیں ان کا تذکرہ میں نے کر دیا ہے۔ اب میں مختصر الفاظ میں اسکا اعادہ کئے دیتا ہوں۔ سب سے پہلے وہ ایک ایسی انجمن ہونا چاہیئے جسکا ہر دیہاتی ممبر ہو اور جس میں وہ خود کافی دلچسپی لیتا ہو۔ اور دوسرے وہ انجمن گاؤں کی زندگی پر بحیثیت مجموعی نظر رکھے اور محض آبادی کی ضروریات تک نہ محدود رہے یعنی انجمن ان کی تمام دیگر ضرورتیں بھی پوری کرے۔ جیسا کہ میں اس سے قبل کہہ چکا ہوں انجمن کو گاؤں کے ہر باشندہ کا اسکی پیدائش سے مرتے وقت تک خیال کرنا چاہیئے۔

میری تجویز ہے کہ حسب بالا ضروری شرطیں ۱۲۰۰ سے ۱۵۰۰ تک کی آبادی کے دیہاتوں میں کثیر المقاصد انجمنائے

امداد باہمی کی مکمل طور پر تنظیم سے پوری ہو سکتی ہیں۔ میں کم سے کم کوئی حد مقرر نہیں کرنا چاہتا ہوں لیکن زیادہ سے زیادہ حد مقرر کرنا ضروری ہے اس لئے کہ ایسی ہی انجمن کی تشکیل ہونا چاہئے جو محض اپنے اراکین کی تعداد کی وجہ سے ناقابل عمل نہ بن جائے۔

گاؤں کے ہر خاندان کو اس کثیر المقاصد سوسائٹی کے دستور العمل کے مطابق ایک یونٹ قرار دینا چاہئے۔ میرے خیال میں اگر اس وقت بھی وسیع نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو ہر خاندان دیہاتی زندگی کا ایک یونٹ بھی سمجھا جاتا ہے اگر آپ کسی دیہاتی سے پوچھیں کہ اس کے دیہات کی آبادی کیا ہے تو زیادہ تر وہ اپنے جواب میں یہ نہیں بتائے گا کہ وہاں اتنے آدمی رہتے ہیں بلکہ یہ کہے گا کہ ہمارے گاؤں میں سو یا ڈیڑھ سو گھر ہیں یعنی اتنے خاندان آباد ہیں۔ اس لئے ہم کو اپنی سوسائٹی کے دستور العمل کے لئے ہر خاندان کو ایک یونٹ ماننا چاہئے اور ہر گھر سے ایک یا اگر خاندان بڑا ہو تو دو نمائندے سوسائٹی میں آنا چاہئیں۔ یہ نمائندہ عام طور سے بزرگ خاندان ہونا چاہئیں لیکن اگر کسی خاندان کا بزرگ بہت ضعیف ہو تو وہ اپنے چھوٹے بھائی یا لڑکے کو بھی نمائندہ بنا سکتا ہے۔ بہر حال خاندان کو سوسائٹی سے بلاواسطہ وابستہ رہنا چاہئے۔ اس طرح اگر کسی گاؤں میں زیادہ سے زیادہ دو سو یا ڈھائی سو گھر یعنی خاندان آباد ہیں تو ہماری سوسائٹی کے ممبران کی تعداد بھی اتنی ہوگی۔ (سوسائٹی سے میری مراد کثیر المقاصد امداد باہمی سوسائٹی ہے) اور میرے خیال میں ایک ایسی انجمن کو اپنے طور طریقے تجارتی بنانے میں کوئی دشواری نہ ہوگی۔ ہم جانتے ہیں کہ ہر برادری کی پنچایت الگ ہوتی ہے۔ یہ برادری اپنی پوری طاقت سے جمع ہوتی ہے اور غور و خوض کے بعد اپنے فیصلے مرتب کرتی ہے۔ اس لئے مجھے یہ کہنے میں کوئی دشواری نہیں معلوم ہوتی کہ دو ڈھائی سو ممبران کی یہ دیہاتی انجمن اپنی عام دلچسپی کی تمام معاشی زندگی اور سیاسی باتوں پر اچھی طرح غور کر سکے گی۔ ایک بار اس انجمن کے قائم ہو جانے کے بعد اس کے معاملات میں کوئی دشواری نہ پیش آئے گی۔ ہر انجمن اپنے اپنے قواعد اور قوانین کے مطابق کام کرے گی اور برادری سے خارج کرنے جرمانے کرنے یا اور دوسرے طریقوں سے سزا دینے کے جو اختیارات اس کو حاصل ہوں گے ان پر بوقت ضرورت عمل کرے گی۔

اس سوسائٹی کو دیہات میں ہر قسم کی مفید تحریک چلانا چاہئے۔ اس میں مختلف شعبے ہوں گے اور ہر شعبہ اپنے اپنے کام انجام دے گا۔ ایک شعبہ بہتر فارمنگ کا کام دیکھیگا دوسرا خرید و فروخت کا تیسرا دیہاتی صنعتوں کا چوتھا صفائی کا پانچواں لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم کا چھٹا تہذیب اور دیہاتی تفریحات کا غرض اس طرح مختلف کام مختلف شعبوں کے سپرد ہوں گے۔ یہ سوسائٹی مہینہ یا اس سے زیادہ یا کم عرصہ میں جیسا فیصلہ ہو ایک بار اپنا جلسہ کریگی اور اس کی پالیسی کے تمام مسائل خود اس سوسائٹی میں طے کئے جائینگے۔

اس طرح ہر دیہاتی کو ان باتوں پر اپنی رائے ظاہر کرنے کا موقع ملے گا جو اس کے گاؤں کی آبادی کی بہتری سے تعلق رکھتی ہیں مثلاً زراعت کے طریقے فارمنگ خرید و فروخت اور دیہاتی صنعتوں کی ترقی وغیرہ۔ قوم پرور محکموں یعنی زراعت صنعت امداد باہمی آبکاری اور آبپاشی وغیرہ کے افسران اس سوسائٹی کے جلسہ میں شریک ہو کر دیہات کی ساری آبادی سے اپنے تعلقات پیدا کر سکیں گے اور ایسی باتیں بتا سکیں گے جو ان کے دیہات کی ترقی اور بہتری کے لئے مفید ہوں گی۔ یہ ایک بہت مفید پہلو ہے اس لئے کہ تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ افسران کو تمام دیہاتوں سے ملنے اور ان کو اپنی معاشی حالت بہتر بنانے کا مشورہ دینے یا تدبیریں بتانے کا بہت کم موقع ملتا ہے۔

سوسائٹی کے اس دستور العمل کے مطابق نہ کسی طریقہ

کے الکشن کی ضرورت پڑیگی اور نہ گاؤں میں کنوسنگ کرنیکا کوئی موقع آئیگا - ہرخاندان اپنا نمائندہ خود چنے گا اور اس طرح جلسہ میں تمام دیہاتیوں کو جمع ہونے اور اپنے گاؤں کی ترقی اور بہتری کی تدبیریں پیدا کرنے کا موقع ملے گا -

سوسائٹی کے فیصلے کو نافذ کرنے کے لئے ایک مجلس عاملہ بھی ہونا چاہئے - یہ مجلس عاملہ پنچایت کہی جائے اور ہر سال منتخب ہو - یہ بہت بڑی جماعت نہ ہو لیکن اتنی بڑی ضرور ہو کہ ہر ذات ملت اور پیشہ کے لوگوں کو اس میں نمائندگی حاصل ہو سکے - جہاں تک مجھے معلوم ہے صوبجات متحدہ کے کئی دیہاتوں میں اس قسم کی انجمنیں قائم ہو چکیں ہیں اور یہ دیکھ کر کے خوشی ہوتی ہے کہ ان کے ممبروں نے بغیر کسی بالائی اثر کے اپنے آپ ہی ایسی مجلس عاملہ یعنی پنچایت بنائی ہے جس میں ہندو مسلم اور ہریجن تمام فرقوں کے نمائندے موجود ہیں یہ پنچایت بڑی خوبی اور یکجہتی سے کام کرتی ہے - جو پنچایتیں اس طور سے منتخب ہوں گی وہ اپنے روپیہ کے لئے سوسائٹی کے سامنے جوابدہ ہوں گی - ان کو ہر جلسہ میں یہ بتانا ہوگا کہ پچھلے جلسہ سے اس وقت تک انھوں نے کیا کام کیا اور سوسائٹی کے احکام کو کس درجہ تک کیا - پنچایت کے پاس کوئی علٰحدہ سرمایہ نہ ہوگا اور اس کو پالیسی طے کرنے کا بھی اختیار نہ ہوگا - یہ بڑے اور اہم معاملات پر اپنے فیصلے بھی نہ کرسکے گی مگر میرا خیال ہے کہ ان پنچایتوں کا کام کرنے سے وہ تمام قابل اعتراض باتیں دور ہو جائیں گی جو اکثر نوٹیفائڈ ایریا کمیٹیوں اور دوسری بڑی جماعتوں میں دیکھی جاتی ہیں -

سوسائٹی کے پاس اپنا سرمایہ ہوگا اور وہ خود اس کے بنائے ہوئے قاعدوں کے مطابق جمع کیا جائیگا - یہ ایسا مسئلہ ہے جو مقامی حالات کو سمجھنے کے بعد طے ہوتا ہے لیکن میں ممبری کا کم سے کم چندہ تجویز کئے دیتا ہوں - یہ چندہ ہر ممبر کو دینا ہوگا چاہے وہ زمیندار ہو یا کسان یا صرف ایسا مزدور ہو جسکے پاس کوئی زمین نہ ہو - یہ کم سے کم چندہ اتنا ہو کہ گاؤں کا ہر غریب سے غریب آدمی اس کو ادا کر سکے - میرے خیال میں ہریجنوں کے لئے یہ کم سے کم چندہ چار آنہ سال اور دوسرے طبقوں کے لئے آٹھ آنہ سال ہو -

لیکن اس چندہ کے ساتھ ساتھ میں ایک امدادی چندہ کے لئے بھی تجویز کرونگا - جو ممبر کی حیثیت کے مطابق مقرر کیا جائے - اگر ممبر زمیندار ہو تو وہ اپنی فرد مالگذاری کا کچھ فیصدی و نیز سیر اور خود کاشت کے نفع کا کچھ حصہ ادا کرے یہ مقامی حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک یا دو فیصدی ہونا چاہئے - اسی طرح کسان ممبر کے لئے اس کی پیداوار کے نفع کا تخمینہ کرکے امدادی چندہ مقرر کرنا چاہئے - بعض تجویزیں لگان واجب الادا کے حساب سے کی گئی ہیں - میرے خیال میں انکا اثر برا ہوگا اور اس سے کسانوں کے سب سے غریب طبقہ پر سب سے زیادہ بوجھ پڑے گا - مثال کے طور پر شرح معین یا دخیلکار کاشتکاروں کو لے لیجئے - یہ لوگ جو لگان دیتے ہیں وہ بہت کم ہے لیکن انکی اقتصادی حالت دوسرے کسانوں کے مقابلہ میں کہیں بہتر ہے سب سے زیادہ لگان شکمی یا قانونی کاشتکار ادا کرتے ہیں اور انکی اقتصادی حالت بہت خراب ہے - اب اگر انکے لگانکے حساب سے ان پر چندہ مقرر کیا جائے تو ان پر بڑی زیادتی ہوگی اس لئے میرا خیال ہے کہ کاشتکاروں سے جو چندہ لیا جائے وہ اپنی مزروعہ زمین کے نفع کے حساب سے یا ان کے مملوکہ ہل اور بیل یا کسی ایسی چیز کے حساب سے ہو جو انکی اقتصادی حالت سے بلا واسطہ تعلق رکھتی ہو -

اس خود اختیاری چندہ کے علاوہ اس سوسائٹی کو حکومت یا ڈسٹرکٹ بورڈوں سے بھی ان طریقوں سے مقررہ عطیے ملنا چاہئے جن پر میں آگے چلکر بحث کرونگا ان رقموں کے علاوہ سوسائٹی ان جرمانوں سے بھی اپنا سرمایہ مضبوط کر سکتی ہے جو اس کو قوانین کی پابندی نہ کرنے

والے ممبروں سے حاصل ہوں گے ۔ اسی طرح عدالتی پنچایتوں کے جرمانہ بھی حاصل ہوں گے جن کا ذکر میں بعد کو کروں گا ۔

یہاں میں یہ بھی ذکر کردوں کہ ہم نے پچھلے دو سالوں میں ان سوسائٹیوں کے بڑے پیمانہ پر کام کرنے کا تجربہ حاصل کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دیہاتیوں نے مفید دیہات کاموں کے لئے خود اختیاری چندہ دینے میں حیرت انگیز آمادگی ظاہر کی ہے ۔ میں نے جو رائے قائم کی ہے وہ یہ ہے کہ اگر آپ کسی دیہاتی پر چندہ لگائیں اور اس سے یہ کہیں کہ یہ روپیہ نہریں بنانے ہسپتال کھولنے یا اسی طرح کے کسی ایسے کام پر صرف ہوگا جو آسانی سے اس کے ذہن میں نہیں آتا تو وہ آپ کی طرف سے مشتبہ ہو جائے گا اور آپ کو اس سے چندہ لینے میں بڑی دقت ہوگی لیکن اگر آپ اس سے کہہ دیں کہ یہ روپیہ خود اس کے قبضہ میں رہیگا اور ایسے کاموں پر صرف ہوگا جن سے وہ اپنی روزانہ زندگی میں بڑے فائدے اُٹھا سکتا ہے ۔ جیسے آبپاشی یا پانی پینے کے دیہاتی کنویں بنانا دیہاتی گلیوں کو چوڑا کرنا سڑکوں سے ملنے والی نئی گلیاں بنانا یا پنچایت گھر بنانا تو وہ اپنی غریبی کے باوجود اپنا حصّہ ادا کرنے کے لئے تیار ہوجائیگا بلکہ اس میں بڑی سخاوت سے کام لے گا ۔ اس لئے مجھے اس بات کا یقین ہے کہ اگر باقاعدہ سوسائٹیاں قائم ہو جائیں اور وہ ایمانداری کے ساتھ کام کرنے لگیں تو ان کو کبھی ایسے کاموں کے لئے روپیہ کی زحمت نہ ہوگی جو دیہات کی ترقی اور بہتری سے تعلق رکھتے ہیں ۔

ہم نے بہت سی ایسی سوسائٹیاں قائم کی ہیں خصوصاً بہتر رہنے سہنے کی انجمنیں جو کثیر المقاصد امداد باہمی سوسائٹیوں کی بنیاد کے طور پر یو۔پی کے تمام ضلعوں میں کھولی گئی ہیں ہم نے یہ بھی بتایا ہے کہ ایک دیہات کی منظم اجتماعی زندگی کے لئے ایک ایسی عمارت بھی ضروری ہے جہاں پر شام کو تمام دیہاتی جمع ہوں اور دلچسپ موضوعوں پر آپس میں بات چیت کریں مقامی تیوہار منائیں ۔ عام تفریح کریں جیسے دیہاتی گانے یا ناچ ۔ دیہاتی کھیل یا ایسی ہی دوسری چیزیں ۔ اور ایک ایسی جگہ ہو جہاں وہ اپنے جلسے کریں ۔ مفت دوائیں تقسیم کریں اور کتب یا پاٹشالہ وغیرہ قائم کریں پنچایت گھروں کی تعمیر میں غیر معمولی مدد حاصل ہوئی ہے اور مجھے یقین ہے کہ جب یہ پنچایتیں قائم ہوجائینگی جنکا میں اس وقت ذکر کر رہا ہوں تو اُن کے پنچایت گھر بھی بہت جلد تیار ہو جائینگے ۔ لیکن جہاں کہیں اسکول کی عمارت موجود ہو وہاں سوسائٹی کے لئے یہی آسان ہوگا کہ وہ محکمہ تعلیم یا ڈسٹرکٹ بورڈ کی اجازت سے اس کو پنچایت گھر کے طور پر استعمال کریں ۔ بہت آسانی سے شرائط طے ہو سکتے ہیں اور دیہات کی ضرورتوں کے مطابق اسکول میں دو ایک کمروں کا اضافہ کیا جا سکتا ہے ۔

میں اس امر پر دوبارہ زور دینے کی ضرورت نہیں محسوس کرتا کہ بہتر خرید و فروخت اور بہتر فارمنگ کو ترقی دینا ان سوسائٹیوں کے اہم ترین فرائض میں داخل ہوگا ۔ اور وہ اس مقصد کے لئے بہتر بیجوں اور بہتر زراعتی آلات وغیرہ کی فراہمی کا انتظام کریں گی اور اگر ضرورت محسوس ہوگی تو ایک بیج گودام بھی قائم کرنے کی ممبروں کے زراعتی پیداوار کی بہتر خرید و فروخت اور زراعت سے تعلق رکھنے والی صنعتوں مثلاً تیل پیڑنا

گرنگ اور کھنڈ سار بنانا اور ڈیری فارم قائم کرنا وغیرہ کی دیکھ بھال کرنا بھی سوسائٹی کا ایک ضروری فرض ہوگا - ان کے علاوہ دوسری دیہاتی صنعتیں بھی ہوں گی مثلاً بنا کا تنا لکڑی کا کام اور چرم سازی وغیرہ - مختصراً اس سوسائٹی کا مقصد یہ ہوگا کہ وہ گاؤں والوں کے تمام اجتماعی فوائدوں کا خیال رکھے - ظاہر ہے کہ اس کو اپنے بہت سے فرائض ادا کرنے کے لئے سرمایہ کی ضرورت ہوگی اس لئے سوسائٹی کے شعبہ قرض کا سب سے اہم فرض یہ ہوگا کہ وہ بہتر فارمنگ اور بہتر خرید و فروخت کے کام کے لئے چندہ جمع کرے یہ ایک بیج گودام بھی کھول سکتی ہے اور بہتر آلات زراعت اور بیل وغیرہ بھی اپنے ممبروں کے استعمال کے لئے رکھ سکتی ہے - جو روپیہ کی ضرورت ہو وہ گاؤں کے ان حیثیت دار باشندوں و نیز امداد باہمی کے اداروں یعنی ضلع اور مرکزی امداد باہمی بینک سے جمع کیا جائے۔ اب اس موضوع کے اس پہلو پر زیادہ زور دینے کی ضرورت نہیں ہے -

میں سمجھتا ہوں کہ جب تک زمینداری کا موجودہ طریقہ رائج ہے انجمن کو یہ انتظام کر لینا چاہئے کہ وہ اپنے ممبروں کا لگان زمیندار کو یکمشت یا بہ اقساط ادا کرتی رہے اور زمیندار ایک ایک کاشتکار سے فرداً فرداً لگان وصول کرنے میں جو پریشانیاں اور اخراجات برداشت کرنا پڑتے ہیں ان سے بچانے کے معاوضہ میں لگان کم کرائے۔

اس سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ اگر یہ انجمن اچھی طور پر کام کرے تو یہ مقامی خود اختیاری حکومت کی ایک عملی اور کارآمد نمونہ ہوگی اور اس کی ایک خاص خوبی یہ ہوگی کہ اس کے ساتھ گاؤں کا ہر فرد تعاون کرے گا۔

سوال ہو سکتا ہے کہ یہ انجمنیں کیسے بنائی جائیں اور کیسے اپنا کام شروع کریں - اس کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر ہم اس کا انتظار کریں کہ گاؤں کے تمام گھرانے خود بخود سوسائٹی کے ممبر بن جائیں تو ہمیں یا تو کافی عرصہ تک اس کا انتظار کرنا ہوگا یا اکثر صورتوں میں یہ انجمنیں قائم ہی نہ ہو سکیں گی - اور ہم کسی غیر محدود مدت تک انتظار نہیں کر سکتے میں سمجھتا ہوں کہ یہ مشکل ایک آسان طریقہ سے حل ہو سکتی ہے - اس قسم کی انجمن بنانے میں تعداد کی کوئی قید نہیں ہے بلکہ گاؤں والوں کی اقلیت بھی یہ انجمن بنا سکتی ہے لیکن جب ہمیں یہ معلوم ہو جائے گا کہ اس انجمن میں گاؤں کی اکثریت کے نمائندے شریک ہو گئے تو ہم یہ قانون وضع کر سکتے ہیں کہ اس قسم کی انجمن کے فیصلہ پر غیر ممبروں کو بھی پابند ہونا پڑے گا - یہ اکثریت کیا ہوگی اس کی تفصیل درکار ہے یہ کہ اکثریت کسی گاؤں کی کل آبادی کا ایک ثلث بھی ہو سکتی ہے اور ۷۵ فیصدی بھی - رجسٹرار صاحب انجمن امداد باہمی کو یہ اختیار ملنا چاہئے کہ قبل اس کے کہ وہ کسی انجمن کے متعلق یہ اعلان کریں کہ اس کا وضع کیا ہوا قانون نافذ ہونا چاہئے وہ اس بات کا اطمینان کر لیں کہ انجمن میں گاؤں کی مناسب اکثریت شریک ہے انجمن باقاعدہ قائم کی گئی ہے اور وہ گاؤں کے مفاد کا لحاظ رکھتے ہوئے وہاں کے تمام معاملات بغیر کسی تعصب یا جنبہ داری کے کاروباری طور پر انجام دے گی۔ صرف یہی نہیں کہ اس کے فیصلے تمام ممبروں اور غیر ممبروں کے لئے یکساں طور پر ناطق ہوں گے

بلکہ اگر یہ کسی قسم کا چندہ اپنے ممبران پر لگائیگی تو وہ غیر ممبروں کو بھی دینا ہوگا اس پر بھی اگر غیر ممبر انجمن سے عدم تعاون رکھنا چاہئیں تو وہ اس کے لئے آزاد ہیں لیکن میرا یہ یقین ہے کہ جب انھیں یہ معلوم ہوگا کہ چندہ بہرصورت دینا ہے تو وہ فوراً انجمن میں شرکت کریں گے تاکہ قبل اس کے کہ کوئی فیصلہ ہو وہ خود اس کی کاروائی میں شریک ہوں اور اپنی رائے کا اظہار کرسکیں۔ اس کے علاوہ مجھے اپنے طور پر اس کا بھی یقین ہے کہ اس قسم کے معاملہ میں اگر ایک مثال بھی قائم ہوئی تو اس کی تقلید کی جائے گی۔ اور اگر گاؤں کے قرب و جوار میں ایک مرتبہ انجمنیں قائم ہوگئیں اور گاؤں والوں کو یہ معلوم ہوگیا کہ اس طرح کی انجمن کے قیام سے ان کو حکومت اور ڈسٹرکٹ بورڈ سے عطیے مل سکتے ہیں اور اس طرح پر ان کو حکومت خود اختیاری حاصل ہوجائیگی تو وہ فوراً وہ اس قسم کی انجمنیں بنانے کے لئے خود بخود تیار ہوجائیں گے تاکہ ان کو بھی حکومت اور ڈسٹرکٹ بورڈ سے عطیے مل سکیں۔ صوبجات متحدہ کے بہت سے ضلعوں میں ہمارا یہ تجربہ رہاہے کہ بہت سے مواضعات نے ضلع کی انجمن گاؤں سدھار سے درخواست کی ہے کہ ان کے گاؤں کو بھی گاؤں سدھار کے حلقہ میں شریک کرلیا جائے تاکہ ان میں گاؤں سدھار کی مفید اور کار آمد باتوں کا ان کے گاؤں میں بھی عمل در آمد شروع ہوسکے۔

میرے خیال میں گاؤں کی انجمن کی بنا پر ان سوسائٹیوں کی ضلع وار انجمنیں بھی قائم کیجائیں صورت حال کا لحاظ رکھتے ہوئے ۲۵ یا ۳۰ انجمنوں کا متحدہ ادارہ قائم کیا جائے۔ ہر انجمن اپنے متحدہ ادارہ کو ایک یا دو روپیہ جو طے ہو ماہوار دیاکرے۔ ہر انجمن اس متحدہ ادارہ کو اپنا ایک نمائندہ بھیجے۔ اس طرح پر اس متحدہ ادارہ میں تمام انجمنوں کی نمائندگی ہوجائیگی ایک سپروائزر رکھا جائے جو اس قسم کی متحدہ ادارہ کا سکریٹری ہو۔ ہمارے یہاں محکمہ امداد باہمی میں سپروائزر ہیں جو ۲۵ یا ۳۰ انجمہاے امداد باہمی کے انچارج ہیں اس متحدہ ادارہ کی تمام انجمنوں کی نگرانی کا کام سپروائزر کے ذمہ ہوگا۔ یہ نگرانی خاصکر اس بات کی ہوگی کہ انجمنوں کے حسابات باقاعدہ رکھے جاتے ہیں اور انجمنیں قواعد اور قانون کی پوری طرح پابندی کرتی ہیں اور انجمن کے کاروبار اور ان کے انتظامات کی دیکھ بھال بھی کی جائے گی اگر سپروائزر کسی کام میں بے قاعدگی دیکھے تو اس کا یہ فرض ہوگا کہ وہ متحدہ ادارہ کو اسکی اطلاع دے۔ ضلع کے تمام متحدہ ادارے ملکر ایک ضلع کی امداد باہمی واقعی انجمن بنائیں اور ہر متحدہ ادارہ (یونین) اس وفاقی انجمن کو اپنا ایک نمائندہ بھیجے۔ متحدہ ادارہ اور وفاقی انجمن (فیڈریشن) یونین یا فیڈریشن کے مشترکہ مفاد سے تعلق رکھنے معاملات پر غور کرے گی۔ نیز کاشت کی ترقی منڈی کی ترقی گھریلو صنعتوں کی ترقی سوسائٹی یا متحدہ ادارہ کے باہمی مشترکہ مفاد وغیرہ کے متعلق بھی سوچیگی۔ موجودہ امداد باہمی انجمنوں کے لئے انسپکٹروں اور آڈیٹروں کے عملہ کا تقرر کرتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ جب اس قسم کی انجمنیں زیادہ سے زیادہ تعداد میں قائم ہوجائیں تو حکومت خود ان انجمنوں کی دیکھ بھال کے لئے مناسب تعداد میں انسپکٹروں اور آڈیٹروں کے تقرر کی ذمہ داری لے اس کا بار حکومت پر ہو مگر سپروائزروں کی تنخواہوں کا خرچہ خود انجمنیں دیں یا امداد باہمی بینک اور انجمن دونوں ملکر دیں اور حسب تناسب سے اپنا اپنا حصہ رکھنا مناسب سمجھیں رکھیں۔

سرکاری اور ڈسٹرکٹ بورڈ کے عطیے براہ راست
متحدہ اداروں کو دئے جا سکتے ہیں اور یہ عطیے یا تو ہمیں
سوسائٹیوں کے لئے مخصوص کر دئے جائیں یا خود یونین کو
اختیار دیا جائے کہ وہ انھیں مختلف سوسائٹیوں میں
سوسائٹیوں کے مفاد کے لئے تقسیم کر دے جائیں اس
طرح یہ حکومت عملی طور پر شریک رہے گی اور گاؤں
والوں کو یہ احساس ہوگا کہ حکومت ان کے لئے کچھ
کر رہی ہے۔

قبل اس کے کہ میں تنظیم کے پہلو کو ختم کروں یہ
عرض کر دینا مناسب ہے کہ ہر ایک مناسب رقبہ کے گاؤں
کی ایک سوسائٹی ہونی چاہئے لیکن بہت سے گاؤں ایسے
بھی ہو سکتے ہیں جو بہت چھوٹے ہیں دو چار جھونپڑوں
کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے لہذا ان کے لئے میرے
خیال میں مناسب ہے کہ دو تین مواضعات ملا کر جس میں
۵۰ سے ۱۰۰ اسکے گھر شامل ہوں ایک انجمن بنائی جائے۔

ہر گاؤں کی انجمن کا ایک سکریٹری ہونا چاہئے
اور اس شخص کا انتخاب گاؤں کی خدمت کے جذبہ
کے لحاظ سے ہو۔ گاؤں کی انجمن اور اس کی مجلس
عاملہ دونوں کا سکریٹری ایک ہو مجھے اس میں کوئی شبہ
نہیں ہے کہ جوں جوں وقت گذرتا جائیگا ہر گاؤں میں
سکریٹری کی خدمت انجام دینے کے لئے ضروری اہلیت
اور ضروری جذبہ خدمت کا آدمی مل جائیگا۔ وہ چاہئے
اعزازی طور پر کام کرے یا اگر ضرورت ہو تو اس کے
کھانے کپڑے کے لئے ایک قلیل رقم بطور تنخواہ کے دیجائے
میں نے اس مسئلہ پر صوبجات متحدہ کے بہت سے
دیہاتوں میں تقریریں کی ہیں۔ میں نے لوگوں سے کہا کہ
تقریباً ہر گاؤں میں بہت سے سادھو اور پیر وغیرہ ہوتے
ہیں جن کو گاؤں والے بڑی خوشی سے کھلاتے اور
پہناتے ہیں اور جب گاؤں والوں کو یہ معلوم ہوگا
کہ ایک آدمی جس نے ان کے لئے اپنے کو وقف کر دیا ہے
اور خلوص سے ان کی خدمت کرنا چاہتا ہے تو ایسی حالت
میں اگر وہ غریب ہے تو گاؤں والے اس کی محنت کے
معاوضہ میں اسے خوشی سے کھلائیں اور پہنائیں گے۔ میرے
اس خیال کی عملی تائید ہوئی ہے وہ بہت ہمت افزا ہے۔

میں یہ بھی عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ سکریٹری یا
مجلس عاملہ کا یہ فرض ہوگا کہ وہ گاؤں کے تمام گھروں
کا ایک رجسٹر رکھے۔ واقعہ یہ ہے کہ فیض آباد کے ایک
گاؤں میں میں نے انجمن کے سکریٹری کے پاس رجسٹر
دیکھا جس میں گاؤں کے ہر باشندہ کے متعلق تفصیل
کے ساتھ اس کا نام صنعت عمر قوم اور مذہب درج تھے
اس قسم کا رجسٹر اگر تمام صوبہ میں رکھا جائے تو مردم
شماری کے لئے وہ بہت ہی قابل قدر ہوگا۔

گاؤں میں سماجی کام کے لئے اس انجمن کو (مثل اور
انجمنوں کے) اسکاؤٹ اور رضا کار بھرتی کرنے چاہئیں
میں نے دیکھا ہے کہ بہت سے گاؤں نے نئی کاشت کی
نگرانی اور خود گاؤں کی چوکیداری کا انتظام کیا ہے۔
ہر طریقہ کاشت اور منظم نفع بخش منڈیوں کی خاطر
پٹواری کی خدمات سے بھی فائدہ اٹھایا جائے۔ میرے
خیال میں پٹواریوں کو اس قسم کا انتظامی حکم بھی دیا جا سکتا
ہے کہ جہاں تک اس قسم کی انجمنوں کا تعلق زراعتی کاروبار
سے ہو وہاں تک یہ لوگ اس کے نائب یا معاون سکریٹری
بھی ہوں۔ اس کے علاوہ دوسرے کاموں میں بھی پٹواری
مدد دے سکتے ہیں۔

ان انجمنوں کا ایک بہت ہی ضروری کام یہ بھی ہے کہ
گاؤں میں مقدمہ بازی روکی جائے۔ میں نے بہت
سے مواضعات میں فخریہ کہتے سنا ہے کہ وہاں سالہا سال
سے کوئی مقدمہ مال یا فوجداری کا عدالت میں نہیں گیا۔ یہ
انجمنیں ثالثی فیصلہ کو بھی رائج کر سکتی ہیں۔ لیکن اس کے
ساتھ ہی ساتھ ہم کو چاہئے کہ ان چھوٹے چھوٹے مقدمات
کے لئے جن میں ثالثی نہیں ہو سکتی گاؤں میں چھوٹی چھوٹی

عدالتیں پنچائتیں بنائیں جن میں کچھ خرچہ نہ ہو۔ ہر گاؤں کیلئے عدالتی پنچایت کی ضرورت نہیں ہے۔ کسی ایک گاؤں میں عدالتی پنچایت کے لئے کافی مقدمات ہونے کی اُمید نہیں ہے۔ لہٰذا میری رائے میں اس کام کیلئے چند مواضعات کو ملاکر ایک حلقہ بنا دیا جائے اور اس حلقہ کے لئے ایک عدالتی پنچایت قائم کیجائے۔ ہر گاؤں کی انجمن جو ایک عدالتی پنچایت کے حلقہ میں ہو اس پنچایت کے لئے اپنے دو یا تین آدمی نامزد کرے جہاں تک ممکن ہو اس کام کے لئے مجلس عاملہ کے ممبر نہ منتخب کئے جائیں لیکن ان پر کوئی پابندی بھی نہ عائد کیجائے اگر کوئی شخص ایسا ہے جس پر گاؤں والوں کو پورا اعتماد ہے تو اس کے مجلس عاملہ کے ممبر ہوتے ہوئے بھی اسے نامزد کیا جا سکتا ہے۔ فرض کیجئے کہ پانچ انجمنوں کا ملاکر ایک حلقہ بنا تو اس طرح پر دس آدمی عدالتی پنچایت کے لئے ممبر ہوں گے۔ قاعدہ یہ ہونا چاہیئے کہ جب کسی گاؤں میں کوئی جھگڑا ہو تو عدالتی پنچایت کا سرپنچ تین پنچوں کے سامنے یہ معاملہ پیش کرے بہتر یہ ہے کہ یہ تینوں پنچ اس گاؤں کے نہ ہوں جس میں جھگڑا ہوا ہو۔ اس طرح پر جھگڑے کے فیصلہ کرنے میں پوری غیر جانبداری سے کام لیا جا سکتا ہے۔ ان پنچایتوں میں معمولی فوجداری کے مقدمے اور چھوٹے موٹے دیوانی کے مقدمے فیصل کئے جا سکتے ہیں۔ ان پنچایتوں کا طریقہ کار بہت آسان ہوگا اور یہاں کے فوجداری مقدمات کی نگرانی حاکم پرگنہ کے یہاں اور دیوانی مقدمات کی نگرانی منصف کے یہاں ہوگی۔

یہ اس اسکیم کا ایک محض معمولی خاکہ ہے جس سے کہ امداد باہمی انجمنیں گاؤں میں پوری طرح تمام خود اختیاری حکومت کے ادارہ کے طور پر کام کر سکتی ہیں اور ہر مناسب طریقہ پر گاؤں میں ترقی اور بہبودی کا باعث ہو سکتی ہیں یہ کوئی مفصل چیز نہیں ہے ابھی بہت سی تفصیلی باتوں پر کافی غور کرنا پڑیگا۔ بہت سے چھوٹے ہوئے حصوں کو پُر کرنا ہوگا اور مجھے اس کا احساس ہے کہ خود اس اسکیم میں کافی ترمیم کی گنجائش ہے۔ لیکن اس تمام اسکیم کا دار و مدار اصل امر کی کوشش پر ہے کہ گاؤں والوں کو خود اپنی اور اپنے گاؤں والوں کی نجات اور بہبودی کے لئے مسلسل دلچسپی لینے پر آمادہ کیا جائے۔

وطن کی محبت

(از حضرت ناظم انصاری)

ملی ہو کچھ مجھ سے خدمت وطن کی
رہے دل کو لوٹے محبت وطن کی

غریبوں ضعیفوں کا ہو یہ سہارا
الٰہی بڑھے ایسی طاقت وطن کی

جو سر دے تو دے اس میں سودا وطن کا
جو دل دے تو دے اسکو الفت وطن کی

نہ کمزور ہرگز ہوں گر ہم یہ سمجھیں
کہ خود اپنی طاقت ہے قوت وطن کی

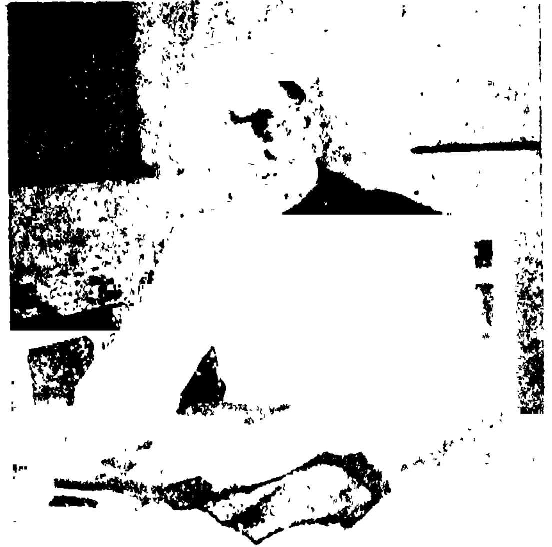
دور د اتنا مجھ کو تو اپنے وطن کا
دکھ اپنا سمجھوں مصیبت وطن کی

زمانے میں ہرگز نہ ہو اپنی ذلت
جو ہم کو ہو منظور عزت وطن کی

جو پوچھے یہ کوئی کہ ایمان کیا ہے
تو میں کہہ دوں ناظم محبت وطن کی

ہلکا ناج

از جناب منوہر : اسں چترویدی آئی۔ ایف۔ ایس



ہمارے دیہاتوں کی بربادی کا سبب کیا ہے اس مضمون میں جناب چترویدی صاحب نے اسی سوال کا بڑے دلچسپ انداز میں جواب دیا ہے۔ یہ وہ تقریر ہے جسے آپ نے آل انڈیا ریڈیو لکھنؤ سے گذشتہ ۱۸ رمئی کو براڈ کاسٹ کیا تھا۔ اور جو ریڈیو والوں و سامعین نے بہت پسند کیا تھا۔

کوئی چار پانچ روز کا قصہ ہے کہ میں دفتر سے جو لوٹا تو گرمی کی وجہ سے ایسا بُرا حال تھا کہ چارپائی پر جا لیٹا۔ لیٹے لیٹے اخبار دیکھنے لگا۔ پڑھتے پڑھتے میری نگاہ ڈاکٹر بے بس پرشاد کے ایک نہایت دلچسپ مضمون پر پڑی۔ آپ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے [illegible]ء میں جرمنی کے ایک کیمیاگر ہرسے ہلکا نے مٹی و چونے سے اناج بنانے کا طریقہ ایجاد کیا۔ اسی وجہ سے اب تک لوگ جس اناج کو ہم سب لوگ کھاتے ہیں 'ہلکا' کہتے ہیں۔ جس اناج کے پیدا کرنے میں 'ہل' سے کوئی سروکار نہ ہو اس کا نام 'ہلکا' پڑے یہ عجیب حسن اتفاق ہے ہلکا ناج پرانے زمانے کے کھیتوں میں پیدا کئے ہوئے اناج سے کہیں زیادہ خوبصورت، اچھا اور سب سے بڑی بات یہ کہ بیحد سستا ملتا ہے۔ ہرا، پیلا، سُرخ، سیاہ غرض جس رنگ کا بھی آپ چاہیں گیہوں، چاول، دال خرید سکتے ہیں۔ پھر تعریف یہ کہ رنگ پختہ پکانے میں اُڑتا نہیں۔ ڈاکٹروں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ہلکا ناج کھیتوں کے ناج سے کھانے میں بھی کہیں زیادہ مفید ہے کیونکہ ناج تیار کرتے وقت حسب مرضی وٹامین، پروٹین اور چکنائی وغیرہ ملائی جا سکتی ہے۔

'ہلکا' بنانے کے کارخانے بہت ہی جلد جگہ بہ جگہ یورپ میں قائم ہو گئے ہیں۔ ہمارے ملک میں جب یہ اناج پہلے پہلے آیا تو لوگوں نے بیحد اعتراض کیا۔ سخت احتجاج ہوا۔ بائی کاٹ کیا گیا 'ہلکے' کی دوکان پر پکٹینگ کی گئی۔ ہزاروں آدمی جیل گئے۔ مگر 'ہلکے' کا مقابلہ بھلا کھیتوں کا اناج کیا کر سکتا تھا؟ 'ہلکے' گیہوں، چاول، دال غرض ہر اناج، روپئے من بکنے لگا تھا۔ ۲۴ [illegible] کو دہلی کی فیڈرل گورنمنٹ نے کسان ممبروں کی کثرت رائے سے 'ہلکے' پر آٹھ آنہ فی من ڈیوٹی لگائی۔ مزدور سبھا کے

لیڈرکا مرینڈ مشہور خاں نے اِس ڈیوٹی کی مخالفت کرتے ہوئے فرمایاکہ یہ ناجائز ٹیکس غریب مزدوروں اور پیشہ وروں کے کھانے پر لگایا جا رہا ہے مگر کسانوں کی حکومت نے ایک نہ سُنی۔

اس ڈیوٹی کا اثر کسانوں پر اُلٹا پڑا۔ یعنی بجائے اسکے کہ کھیتوں میں پیدا ہونے والے اناج کی ترقی ہو ہمارے ملک میں آٹھ آنے من کا سہارا پاکر ہلکا بنانے کی ملیں جگہ جگہ قائم ہونے لگیں۔ ہلکا بنانے کا پہلا کارخانہ جاپانیوں نے کلکتے میں کھولا۔ رفتہ رفتہ ہلکے کے کارخانے سارے ملک میں کھل گئے۔ اس وقت صرف ہمارے ملک میں ۴۸۴ کارخانے کام کر رہے ہیں ہلکے کا دام روز بروز کم ہی ہوتا جاتا ہے۔ اتنا سستا غلّہ ہوتے ہوئے بھی لوگ اسے خرید نہیں سکتے۔ گاؤں کے لوگوں کے پاس پیسہ ہے ہی نہیں۔ پیسہ آئے تو کہاں سے آئے کوئی روپئے پیسے کی کھان تو ہے ہی نہیں۔ گاؤں والے پُرانے زمانے میں اناج پیدا کرتے تھے اس اناج کے بدلے ہی میں نمک تیل کپڑا اور دوسری چیزیں خریدتے تھے۔ اب گاؤں والے بالکل بیکار ہیں۔ کھیتی بند ہوگئی ہے۔ نہ اب ہل کی ضرورت ہے نہ بیلوں کا کام۔ نہ زمینداری ہی رہی نہ کاشتکار۔ کسانوں کا طبقہ ہی مٹ گیا اور اُن کے ساتھ ساتھ پٹواری، قانونگو، تحصیل کا عملہ کارندے زمینوں کے جھگڑے ومقدمے۔ بیل وبیل گاڑیاں غرض گاؤں کے گاؤں مٹ گئے جہاں کسی زمانے میں کھیتی ہوتی تھی وہاں آج جنگل ہیں گاؤں کے لوگ بھوکوں مر رہے ہیں۔ کوئی روزگار نہیں کوئی چیز پیدا نہیں کرتے جسکے بدلے غلّہ لے سکیں۔ ایسا عجیب قحط ہی نہیں دیکھا۔ اتنا سستا ہلکا اور لوگوں کو کھانا ہی نصیب نہیں۔ ڈاکٹر بے لبس پرشاد کی رائے کے مطابق جب تک دیہاتوں میں پھر سے کھیتی نہیں شروع ہوگی تب تک ہمارے گاؤں کے لوگ بچ نہیں سکتے اور کھیتی تبھی شروع ہو جب ہلکے کی ملیں بند ہوں۔ یہ مانا کہ کھیتوں کا پیدا کیا ہوا نہ اتنا خوبصورت ہی ہوتا ہے نہ اتنا سستا جتنا کہ ہلکا، لیکن اگر یہی حالت رہی تو ہلکے اناج کے خریدار ہی مٹ جائینگے۔ لوگ کھیتی کرنا بھول گئے۔ بیج سوائے عجائب گھروں کے کہیں اور میسر نہیں۔ جنگلوں کو توڑ کر پھر سے کھیت بنانا کوئی کھیل نہیں۔ کھیتی پھر سے شروع کرنا ایک بلند پہاڑ کی چڑھائی ہے۔ اتنے ہی میں میری آنکھ کھل گئی۔ ہلکے اناج سے ہمارے ملک کی یہ حالت ہوگی یہ اعتبار نہیں ہوتا۔ لیکن ہل کے کپڑوں سے ہمارے دیہاتوں کی آج جو بربادی ہوئی ہے اس پر بھی آج سے ۱۰۰ سال پہلے شاید ہی کسی کو اعتبار ہوتا ہوگا۔

آج مجھے ڈاکٹر بے لبس پرشاد کی طرح آپ کے ان کے غریب بھائیوں کی آواز بلند کرنی ہے جنکی بیکاری ہلکا، اناج نہیں بلکہ مل کا سُوت وکپڑا بڑھ رہا ہے۔ جنکے پاس نہ تن ڈھانکنے کو کپڑا ہے نہ پیٹ بھر کھانے کو روٹی۔ جنکے گھروں کے چھپر بارش ہو جانے کے بعد بھی گھنٹوں ٹپکتے رہتے ہیں جن کے چھوٹے چھوٹے بچے اکثر بھوکے روتے روتے سو جاتے ہیں۔ گاؤں والوں کا کوئی پُرساں حال نہیں۔ اگر پنڈت جی لڑکی کی شادی پر اپنا اُلّو سیدھا کرتے ہیں تو قاضی جی مرغ پلاؤ اُڑاتے ہیں۔ سیانوں کی جھاڑ پھونک، بنئے کا سود در سود، پٹھان کا اُدھار، زمین کا بقایا لگان فقیروں کے چٹکلے، پولیس کی جھڑپ، پٹواری کا بستہ، کچہری کا چسکا۔ برادری کی دھونس۔ اِن سب کا دیہاتوں میں جہالت کی تاریکی میں ایسا جال بچھا ہے کہ غریب کسان خواہ کتنی ہی کوشش کرے پنپ نہیں سکتا گاؤں میں ہر شخص کچھ نہ کچھ لینے ہی جاتا ہے کوئی لگان لینے تو کوئی اناج لینے۔ کسی کو تازہ گھی چاہیئے تو کسی کو گاڑی بھر بھوسہ۔ کوئی سود کی تلاش میں جاتا ہے تو کوئی ووٹ کے فراق میں۔ غرض گاؤں میں لینے والوں کا میلہ لگا رہتا ہے لیکن دینے کو سوائے تکلیف کے کوئی اور کچھ

نہیں دیتا۔

ہمارے صوبے کی آبادی آجکل کوئی پانچ کروڑ ہوگی اس میں سے کوئی چار کروڑ سے زیادہ لوگ گاؤں میں رہ کر کھیتی باڑی سے اپنا پیٹ پالتے ہیں۔ ان کی حالت دن بدن گرتی ہی جاتی ہے۔ وہ بیچارے آپ سے روپیہ نہیں مانگتے۔ آپ سے پیسہ نہیں چاہتے۔ اگر انھیں کوئی چیز درکار ہے تو وہ مزدوری ہے۔ کروڑوں ایسے انسان ہیں جنھیں مہینوں کوئی کام نہیں ملتا ہمارے گاؤں والوں کی اصلی بیماری بیکاری ہے۔

پرانے زمانے میں جسے ابھی ۵۰ سال بھی نہیں ہوئے گاؤں گاؤں گھر گھر سوت کاتا جاتا تھا۔ عورتیں علی الصباح اٹھکر سورج نکلنے سے پہلے ہی چرخہ چلا لیتی تھیں۔ دوپہر میں جب گھر کے کام کاج سے فرصت ہوئی تو پھر سوت کاتنے بیٹھ جاتی تھیں۔ مرد تکلی چلاتے تھے۔ دو تین تولہ سوت ہر شخص کات لیتا تھا۔ بوند بوند سے گھڑا بھر جاتا ہے یہی گھر گھر کا کتا ہوا سوت جولاہے بنکر کپڑا بناتے تھے۔ ہمارے ملک کا تیار کیا ہوا کپڑا دوسرے دور دور کے ملکوں تک جاتا تھا گاؤں گاؤں کھیتی کے ساتھ ساتھ کپڑے کا بھی کاروبار پھیلا ہوا تھا۔ دھنیے روئی دھنتے تھے، رنگریز رنگائی چھپائی کا کام کرتے تھے، کوری جولاہے صرف کپڑا ہی بنتے تھے۔ مگر خالی وقت میں سب سوت کاتتے تھے۔

جس ملک کا کپڑا دوسرے ملکوں میں جاتا تھا وہیں اسکے برعکس خود باہر سے کپڑا آنے لگا۔ گنگا الٹی بہنے لگی غریب دھنیے جولاہے بھوکوں مرنے لگے۔ گھر گھر سوت کتنا بند ہوگیا۔ بیکاری نے تپ دق کی طرح ہمارے ملک کو گھیر لیا۔ اسی نے غریبوں کے ہاتھ سے روٹی چھین لی۔ ولایتی کپڑا نہایت خوبصورت، رنگین اور سستا تو ضرور ملتا ہے مگر ہلکے اناج کی طرح اسے خریدیں تو کہاں سے۔ پہلے تو خالی وقت کے کاتے ہوئے سوت کے بدلے میں لوگ کپڑا لیتے تھے اب سوا اناج کے اور کس چیز کے بدلے میں کپڑا لیں؟ اور اگر اناج سے کپڑا لیتے ہیں تو کھائیں کیا۔

ہل کے سوت اور کپڑوں کی وجہ سے کتنی بیکاری بڑھی ہے۔ اس کا آپ بڑی مشکل سے اندازہ کرسکتے ہیں۔ جیسا کہ میں نے آپ سے عرض کیا ہمارے صوبے کے دیہاتوں کی آبادی کوئی چار کروڑ ہوگی، اس میں سے بچے، بوڑھے، بڑھیا اپاہج، بیمار، فقیر، سادھو وغیرہ نکال دئے جائیں تو تقریباً ۳ کروڑ مرد اور عورتیں ایسی ہیں جن کے پاس سال میں قریب قریب چار مہینے کوئی کام نہیں۔ اگر ایک آدمی میں اتنی ہی طاقت مانی جائے جتنی کہ ایک تہائی گھوڑے میں تو تین کروڑ آدمیوں میں ایک کروڑ گھوڑوں کی طاقت ہوئی۔ یہ ایک کروڑ گھوڑے سال میں چار مہینے بالکل بیکار رہتے ہیں یا یوں کہئے کہ ۳۳ لاکھ گھوڑوں کی طاقت سال بھر بالکل بیکار جاتی ہے۔

سوت کاتنے کا کام گاؤں گاؤں پھر سے جانا بیحد مشکل ہے۔ جس صوبے میں باریک سے باریک سوت کاتا جاتا تھا وہاں لوگ سوت کاتنا ہی بھول گئے۔ جہاں گھر گھر چرخہ چلتا تھا وہاں چرخہ تلاش کرنے پر بھی نہیں ملتا۔ دیہاتوں میں روئی کی کاشت بند ہوگئی ہے۔ ہاتھ کا کتا سوت دوا کے لئے بھی دستیاب نہیں ہوتا۔

محکمۂ گرام سدھار نے جب کھدر کے کام کو جاری کرنے کا بیڑا اٹھایا تو سب سے پہلے کاتنے والے اُستاد تیار کئے۔ گورکھپور، فیض آباد، آناؤ میں سوت کاتنے کے مدرسے کھولے گئے اس وقت کوئی ۲۰۰ لڑکے سوت کاتنے کے ماہر تیار کئے جا رہے ہیں۔ ہمارے گورکھپور کے اسکول میں چرخہ بنانا تکوا تیار کرنا، گٹ بنانا، روئی دھننا غرضیکہ سوت کاتنے سے تعلق رکھنے والی سب باتیں سکھائی جا رہی ہیں۔ یہ لڑکے چھ مہینے میں ۲۵ سے ۳۰ نمبر کا سوت کاتنے لگتے ہیں۔ ایک تولہ روئی سے اگر ۱۲۰ گز سوت کاتا جائے تو وہ ایک نمبر کا سوت ہوا۔ اس حساب سے اگر ایک تولہ روئی سے ۱۲۰۰ گز سوت تیار کیا جائے ۱۰ نمبر کا سوت ہوا۔ زیادہ باریک سوت چرخے

سے نہیں کاتا جاسکتا جس سوت سے ڈھاکے کی ململ بنتی تھی جسکا ایک تھان انگوٹھی سے پار ہو جاتا تھا وہ سوت چرخے سے نہیں بلکہ تکلی سے کاتا جاتا تھا۔ ہمارے اسکول کا ایک لڑکا ۷۰ نمبر کا سوت اب بھی کات لیتا ہے۔

یہ لڑکے جب سوت کاتنے میں ہوشیار ہو جاتے ہیں تو دیہاتوں میں کاتنا سکھانے کے لئے بھیجے جاتے ہیں۔ ابھی ہم لوگ اسی کوشش میں ہیں۔ کم از کم عورتوں ہی کو سوت کاتنا آجائے۔ کاتنا سکھانے کے لئے ہم لوگ روئی، چرخہ، دھنکی سب مفت دیتے ہیں۔

جب عورتیں ۱۰ بارہ نمبر کا سوت کاتنے لگتی ہیں تو آدھے دام پر چرخہ و دھنکی دیجاتی ہے۔ روئی کا بھی انتظام کیا جاتا ہے۔ اس کام میں جو غور کی بات ہے وہ ہے کتائی کی مزدوری۔ ہر پندرھویں دن ہمارا آرگنائزر کاتنے والیوں کو نقد مزدوری تقسیم کرتا ہے۔

گاؤں کی عورتیں جنھیں روپئے کی صورت دیکھنی نہیں نصیب ہوتی وہ بڑی محنت سے سوت کاتنے لگ جاتی ہیں۔ ایک دوسرے کو دیکھکر، مزدوری کے لالچ میں دوسری عورتیں بھی کاتنا سیکھنے لگتی ہیں اور کتائی دھیرے دھیرے گاؤں بھر میں پھیلنے لگتی ہے

خوش قسمتی سے ابھی اس ملک میں جولاہے موجود ہیں۔ یہ ابھی اپنا ہنر نہیں بھولے۔ ان جولاہوں کو آدھے داموں نئے کرگے دئے جاتے ہیں نئے نئے پکے رنگ و ڈیزائن بتائے جاتے ہیں۔ جب کپڑا تیار ہو جاتا ہے تو ہماری اصلی مشکلیں شروع ہوتی ہیں۔ کپڑا بکے کیسے؟ ابھی ہمارا کپڑا نہ تو ایسا باریک ہے نہ ایسا خوبصورت ہے اور نہ اتنا مضبوط ہے جتنا مل کا اول تو ہم لوگ کاتنے والی عورتوں ہی کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ اپنی ضرورت کا کپڑا ہمیں سے لیں ہمارا کپڑا مہنگا ہونیکی وجہ سے تو وہ تیار نہیں ہوتیں مگر جب ہم اُن سے یہ کہتے ہیں کہ وہ ہمارا کپڑا نہ لیں گی تو ہم سوت لے کر کیا کرینگے تو انکے ہوش ٹھکانے لگ جاتے ہیں۔ کیونکہ جن عورتوں کو دو تین روپیہ ماہوار کا چسکا لگ جاتا ہے وہ آسانی سے اس آمدنی کو کھونے کو تیار نہیں ہوتیں۔ تھوڑے دنوں کے بعد سوت کے بدلے میں ہم آدھا کپڑا اور آدھا دام دینے لگتے ہیں۔ جو عورتیں پہلے غلہ کے بدلے میں کپڑا خریدتی تھیں وہ اب خالی وقت میں کاتے ہوئے سوت کے بدلے میں کپڑا اور مزدوری دونوں ہی پالیتی ہیں۔

مگر ہمارا سب کپڑا کاتنے والی عورتوں ہی میں نہیں فروخت ہوسکتا۔ ایک عورت اگر تین گھنٹہ روزانہ کے اوسط سے بھی ۱۲ نمبر کا سوت کاتے تو سال بھر میں ۱۰۰ گز کپڑے کا سوت تیار کرلیتی ہے اور سال بھر میں ایک اوسط خاندان کا کپڑے کا خرچ جس میں میاں بیوی و دو بچے ہوں ۵۰ گز سے زیادہ نہیں ہوسکتا۔ اسکے یہ معنی ہوئے کہ ایک عورت اپنے ہی خاندان کے لئے نہیں بلکہ ایک اور خاندان کے لئے بھی کپڑے کا سوت کات لیتی ہے اگر دیہات میں ہر دو گھر کے بعد ایک گھر میں بھی سوت کتنے لگے تو گاؤں کے کپڑوں کا سوال حل ہو جائے مگر مشکل تو یہ ہے کہ جن گھروں میں سوت نہیں کاتا جاتا انھیں ہم اپنے کپڑے خریدنے پر مجبور کیسے کریں، وہ جاپانی کپڑے کے مقابلے میں ہمارے کپڑے چھوتے بھی نہیں۔ اُن سے یہ کہہ نہیں سکتے کہ وہ ہمارا کپڑا نہ لینگے تو ہم ان کا سوت نہ لینگے۔ اس لئے ہم لوگ شہری بھائیوں کی امداد کے بغیر کیسے آگے بڑھیں۔

مجھے پوری اُمید ہے کہ آپ لوگ اپنے گاؤں کے گمراہ بھائیوں کی طرف ضرور دست امداد بڑھائیں گے اگر آج کی اس درد بھری کہانی کے سُننے کے بعد آپ نے ایک روپئے کا بھی کھدر خرید لیا تو آپ یقین کیجئے کہ آپ گاؤں کے کئی چھوٹے چھوٹے بچوں کو بھوکے پیٹ سوتے سے بچالیں گے۔

آداب عرض۔

ضلع بدایوں میں گاؤں سدھار

از جناب رگھوبر سہائے چیرمین گرام سدھار کمیٹی بدایوں

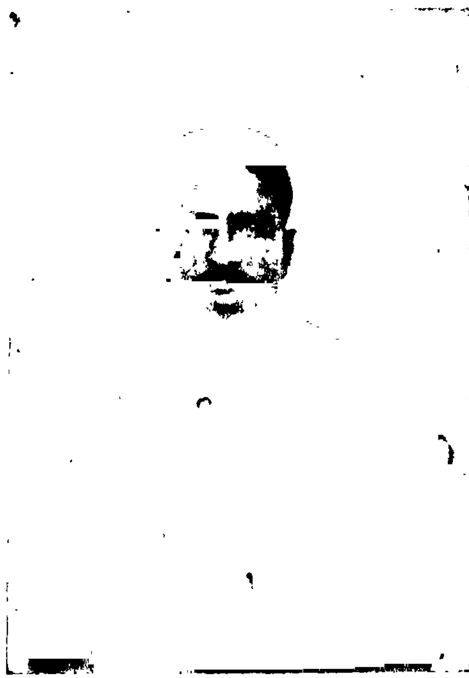
گاؤں سدھار کے بارے میں لوگوں میں اب بھی بہت کچھ غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے۔ انگریزی اخبارات پاینیر۔ لیڈر گاؤں سدھار اسکیم کے خلاف لکھتے ہیں اور برابر یہ کہتے ہیں کہ اس سے صوبے کو کوئی بھی فائدہ نہیں ہوا۔ محض روپئے کا فضول خرچ ہو رہا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ وہ جتنی ترقی دیکھنا چاہتے ہیں اتنی انھیں نظر نہیں آتی لیکن وہ گورنمنٹ اور محکمہ کی مشکلات کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتے۔ اور نہ اس بات کی طرف کہ یہ کام جلد نہیں ہو سکتا ہے۔ اس سلسلے میں ضلع بدایوں کے اندر اس سال ۳۹-۱۹۳۸ء میں گرام سدھار ایسوسی ایشن نے جو کام کیا وہ ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

ضلع میں ۲۴ سینٹر ہیں۔ تحصیل بدایوں میں ۶ تحصیل سہسوان میں ۵۔ دسولی میں ۴ داتاگنج میں ۵ اور گنور میں ۴۔ بجائے ۲۴ آرگنائزرس کے ضلع میں ۱۰ آرگنائزرس رہے باقی نے استعفیٰ دیدیا اور کچھ علٰحدہ کر دئے گئے۔ اس ضلع میں تقریباً ۵ ماہ سے انسپکٹر نہیں ہے پھر بھی ۵۵ بالغوں کے مدرسے قائم ہو چکے ہیں جن میں ۲۵ سے لیکر ۴۰ تک کی حاضری ہوتی ہے۔ ہندی اردو کی کتابیں اور معمولی حساب کتاب پڑھایا جاتا ہے۔ ہندی اردو کے اخبار پڑھکر سنائے جاتے ہیں بھجن وغیرہ بھی گائے جاتے ہیں اور عام باتوں کے متعلق آرگنائزرس اکثر انھیں سمجھاتے ہیں۔ ان اسکولوں کا ڈسٹرکٹ بورڈ کے سب انسپکٹرس باقاعدہ معائنہ کرتے ہیں اور آرگنائزروں میں دو سپروائزر کر دیئے گئے ہیں وہ بھی معائنہ کرتے ہیں اور معائنے کی رپورٹ باقاعدہ دفتر گاؤں سدھار کو بھیجدی جاتی ہے۔ ضلع کے اندر اسکولوں کی بہت ضرورت ہے لیکن روپیہ زیادہ نہ ہونے کی وجہ سے زیادہ اسکول نہیں کھولے جا رہے ہیں۔ اس کے علاوہ گذشتہ سال پچپن پختہ کنوئیں گاؤں سدھار کے دیہاتوں میں تعمیر کرا دئے گئے ہیں۔

۴۲ زیر تعمیر ہیں جو بہت جلد تیار ہو جائینگے۔ ۱۰ کنوؤں کی مرمت ہو گئی ہے۔ اس طرح تقریباً ۱۱۶ کنوئیں پختہ بنائے گئے ہیں کنوؤں کا کام بہت تیزی سے ہو رہا ہے۔ زیادہ تر چمار، بھنگی اور کسان کھیتی وغیرہ کے لئے کنوئیں بنوائے جا رہے ہیں۔ جن کو اب تک پانی پینے کی سخت تکلیف ہوتی تھی عام طور سے ۱۱۰ روپئے کی لاگت کے کنوئیں بنوائے جاتے ہیں جن میں تقریباً ۶۰ روپئے محکمے سے دئے گئے ہیں باقی گاؤں والے محنت مزدوری کی شکل میں دیتے ہیں۔ کنوئیں بنوانے کی بھی بڑی مانگ ہے لیکن روپیہ اتنا نہیں ملتا۔ دستکاری وغیرہ کی ترقی کے لئے اور زراعت کے نئے طریقوں کا مظاہرہ کرنے کے لئے پانچ نمائشیں کموسرہ، آصف پور، قاسم پور، داتاگنج اور گنوڑا میں کی گئی جس میں گنوڑے کی نمائش بہت بڑے پیمانے پر کی گئی اور جسے قریب ۹ لاکھ کسان دیکھنے آئے ان نمائشوں کی وجہ سے گاؤں گاؤں میں بننے کاڑھنے کا کام شروع ہو گیا ہے۔ جنگلی گایوں سے فصلوں کے نقصانات روکنے کے لئے پتیا پختہ میں کانٹے دار تار لگانے کا انتظام کیا گیا جو تقریباً ایک میل تک لگے گا۔ ہر سینٹر پر تین تین دواؤں کے بکس رکھوا دئے گئے جن سے گاؤں والوں کو مفت دوائیں ملتی ہیں۔ تقریباً ۲۰۰ آدمیوں کو ان بکسوں سے ہر ماہ دوا تقسیم کی جاتی ہے۔ ایک دواؤں کا اسپتال معظم پور میں ضلع کی مدد پر باقاعدہ کھولا گیا ہے جس میں ایک ہوشیار ڈاکٹر ہر وقت موجود رہتا ہے۔ اس ہسپتال کی حاضری کا اوسط سو سوا سو مریضوں کا ہوتا ہے۔ اس سال ۱۵۶۴ گھور آبادی سے باہر ہٹائے گئے۔ پرانے مکانات میں ۴۴۲ روشن دان لگوائے گئے ہیں۔ ۲۲۲ نئے کھاد کے گڑھے بنوائے گئے ہیں۔ ۲۱۰ عمدہ قسم کے آم کے درخت سہارنپور سے منگوا کر گاؤں سدھار کے دیہاتوں میں لگائے گئے۔ ۵۹ زندگی سدھار جماعتیں بنائی گئی ہیں جنکی رجسٹری کے لئے کاغذات

بھیجے جا چکے ہیں۔ پانچ کتاب گھر کھولے گئے ہیں جن میں اُردو ہندی کتابوں کے علاوہ دونوں زبانوں کے ہفتہ وار اور ماہوار رسالے منگائے جاتے ہیں۔ اس ضلع میں عمدہ قسم کے بیج تقسیم کرنے کے لئے، بیج گودام پہلے سے موجود تھے، اور نئے کھولے گئے ہیں۔ تین اور کھولنے کی تجویز زیر غور ہے۔ ضلع میں ایک کرگھا اور ۳۲ چرخے تقسیم کئے گئے ہیں۔ آصف پور میں شری پربھو داس گاندھی کی نگرانی میں ایک کپڑا بُننے اور مہین سوت کاتنے کا اسکول بھی کھولا جا رہا ہے جس کے ذریعے سارے ضلع میں سوت کاتنے اور کپڑا بُننے کا پروپیگنڈہ کیا جائیگا۔ ۴۴ سینٹروں میں سے ۱۱ جگہ خود چیرمین معائنے کے واسطے گئے اور ہر سنٹر پر ۵، ۶ گاؤں میں جاکر معائنہ کیا اور ۱۲ مقامات پر خود جلسوں میں جاکر تقریریں کیں۔

یہ سب کام سال بھر کے اندر کیا گیا ہے جبکہ یہ تسلیم شدہ بات ہے کہ بہت سے آرگنائزر ٹھیک کام نہیں کرتے۔ نگرانی کا بھی ٹھیک انتظام نہیں ہے اور گورنمنٹ کے لئے بھی ایک نئی پالیسی کے چلانے میں جو دقتیں پیش ہوتی ہیں وہ نظر میں رکھنی ہونگی۔ یہ کام بہت زیادہ تو نہیں ہے لیکن اسے نظر انداز بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس سال پکے راستوں کی درستگی اور مدرسوں کا زیادہ تعداد میں کھولنا زیادہ کنوؤں کا بنوانا۔ تین گاؤں ہر سنٹر میں نمونے کے تیار کرنا جن کے مکانات کے اندر روشن دان ہوں۔ سب کنوئیں مرمت شدہ اور پکے بنے ہوں نالیاں پکی بنی ہوں۔ پاخانے اور پیشاب خانے اور سوکھنے والے گڑھے بنے ہوں۔ کھاد کے لئے باقاعدہ گڑھے کھدے ہوں۔ ہر ایک گاؤں میں ایک بالغوں کا مدرسہ ہو۔ دوا کا بکس ہو راستے صاف اور چوڑے ہوں اُن میں دوا خانے بھی ہوں۔ بیج گودام اور کتاب گھر ہوں۔ ایسے



مضمون نگار

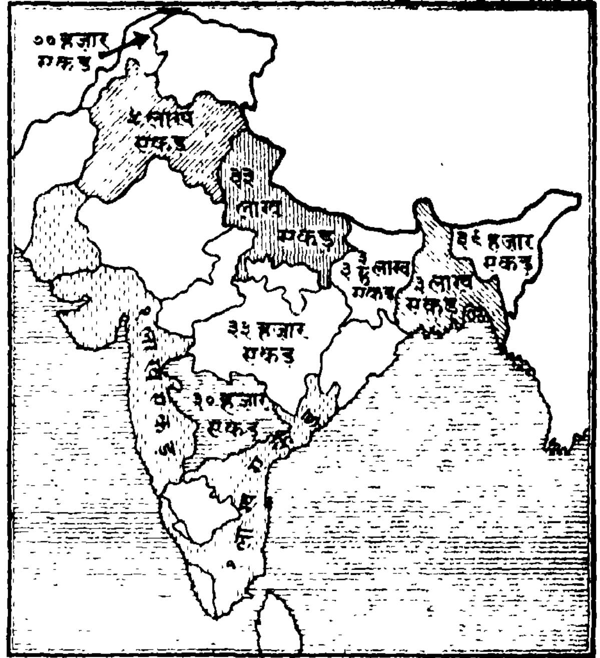
تین تین گاؤں کے تیار کرنے کا بھی پروگرام رکھا گیا ہے۔ اس بات کی کوشش کیجا رہی ہے کہ جو کام بھی ہو وہ یہاں کے لوگوں فطرت، عادت اور معاشرت کا خیال رکھتے ہوئے ہو۔ مغربی ممالک کی بالکل نقل ہی نہ ہو۔ اس بات کا بھی خیال رہے کہ ہمارے یہاں چیرمین اور سکریٹری میں پورے اتحاد سے کام ہوا ہے اور دوسرے کاری افسران نے بھی پوری امداد کی ہے اُمید ہے کہ گرام سدھار کا کام آئندہ سال اس سے بھی زیادہ ہوگا پبلک کو انتظار کرنا چاہئے اور اس کام کو بجائے اس کے کہ تنقید کی نیت سے دیکھا جائے ہمدردی کے ساتھ دیکھنا چاہئے۔

گڑ کی صنعت

ازجناب ایل سی گپت - بی - ایس - سی

اگرچہ ہمارے ملک میں شکر کی کافی ملیں کھل گئی ہیں اور کھلتی جا رہی ہیں لیکن دیہاتوں میں گڑ کی صنعت ابھی بند نہیں ہوئی ہے۔ اس صنعت میں تھوڑا سا سُدھار ہو جانے سے کسانوں کی حالت میں بڑا فرق ہو جائیگا۔
اس مضمون میں اس صنعت کے بارے میں بہت کچھ مفید باتیں بتائی گئی ہیں۔

ہندوستان میں دنیا کے سبھی ممالک سے زیادہ گنا پیدا ہوتا ہے۔ ۱۹۳۷-۳۸ء میں اس ملک میں ۱۵ء۳۸ لاکھ ایکڑ گنا بویا گیا تھا۔ جس میں کہ آدھے سے زیادہ یعنی ۲۱ء۳۱ لاکھ ایکڑ صوبہ متحدہ ہی میں بویا گیا اِس صوبے میں ہندوستان کے سب صوبوں سے زیادہ گنا پیدا ہوتا ہے۔ مندرجہ ذیل نقشہ سے یہ صاف ظاہر ہوگا۔



ہندوستان

صوبہ متحدہ کی زمین آب وہوا اور آب پاشی کی سہولت گنے کی پیداوار کے لئے بہترین اور معاون ہیں۔ اس لئے یہاں کے کسان اس کو بہت کم لاگت میں پیدا کر لیتے ہیں۔

ہندوستان میں گنے کی ۱۴۰ ملیں ہیں۔ ان میں بیشتر صوبہ متحدہ میں ہی ہیں۔ صوبۂ متحدہ میں ان کی تعداد ۶۸ ہے۔ ان ملوں سے ہندوستان میں کافی شکر تیار ہوتی ہے ۱۹۳۸-۳۹ء میں ہندوستان میں شکر کی پیداوار ۴۰ء۱۵۰۳۲۵ من تھی اس میں نصف سے زیادہ یعنی ۲۰۳۱۵۰۴۴۱ من ہمارے صوبے ہی میں تیار ہوئی تھی۔ شکر کی ملوں کی طرف ہزاروں گاڑیاں گنا جاتے دیکھکر بہتوں کو یہ غلط فہمی ہوگئی ہے کہ گنے کی کھپت کا ذریعہ شکر کی ملیں ہی ہیں۔ اُنھیں یہ جان کر تعجب ہوگا کہ گنے کی دو تہائی پیداوار کا صرف گڑ بنتا ہے۔۔ ایک تہائی کا نصف یا صرف ۱/۶ حصہ مل کے ذریعہ شکر میں تبدیل ہوتا ہے بقیہ ۱/۶ حصہ دوسری مدوں میں جیسے بیج بونے، چوسنے اور کھانڈ والی شکر بنانے کے کام میں آتا ہے۔

اس سے یہ ظاہر ہے کہ گڑ کی صنعت میں ملوں میں جانے والے گنے سے ۴ گنا زیادہ گنے کی کھپت ہوتی ہے۔ ہر سال اس صوبے میں چار پانچ کروڑ من گڑ بنتا ہے۔ جسکی قیمت نرخ کے مطابق ۱۲ سے ۱۵ کروڑ روپے تک ہوتی ہے۔ صرف اِسی بات سے یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ گڑ کی صنعت اس صوبے میں کیا ممتاز جگہ رکھتی ہے۔

گڑ بنانا ایک گھریلو صنعت ہے۔ اس میں صرف تین کام ہوتے ہیں گنے سے رس نکالا جاتا ہے، رس صاف کیا جاتا ہے اور صاف کئے ہوئے رس کو پکاکر گڑ بنا لیا جاتا ہے۔ یہ صنعت دیہاتوں میں ہی پرورش پاتی رہی ہے اور عموماً جاہل لوگ ہی اُسے کرتے آئے ہیں۔ اسلئے اِس صنعت میں اصلاح کی بڑی گنجائش ہے۔ موجودہ حکومت



نئے قسم کا کولھو

اِس صنعت کی طرف خصوصیت کے ساتھ متوجہ ہوئی ہے اور اس نے اِس صنعت کے لئے "شعبہ ترقی گڑ" قائم کیا ہے۔

اِس صنعت میں ترقی کرنے کے لئے تین نظریئے ہیں۔

۱۔ گنے میں گڑ کے پرتے کا اضافہ۔ یہ اچھے قسم کے کولھوؤں کو استعمال کرنے سے ہو سکتا ہے۔

۲۔ عمدہ قسم کا گڑ بنانا۔ یہ دو طرح ہو سکتا ہے۔

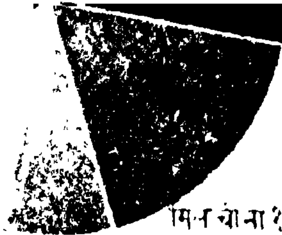
(ا) رس کی اچھی طرح صفائی۔

(ب) صوبہ متحدہ اور دیگر صوبوں میں جہاں گڑ کم پہنچتا ہو زیادہ گڑ پہنچانے سے نیز۔

(ج) ہندوستانیوں کو گڑ کو اپنی خوراک میں خاص جگہ دینے کے لئے متوجہ کرنے سے۔

عام طور پر جو کولھو استعمال ہوتے ہیں ان میں رس کا پرتہ ۵۵ فیصدی یا اس سے بھی کم پڑتا ہے انکی جگہ عمدہ قسم کے کولھو لگا کر ۶۵ سے ۷۰ فیصدی تک رس نکالا جا سکتا ہے۔ اگر ۵ فیصدی کے بجائے ۶۰ فیصدی بھی اس کا پرتہ پڑے تو بھی ۵½ کروڑ من کی جگہ ۶ کروڑ من گڑ بنایا جا سکتا ہے۔ اس سے زیادہ آدھ کروڑ من گڑ کی قیمت ۲ روپئے من کے درسے بھی ایک کروڑ روپیہ ہوتی ہے۔

اسی طور پر مال اچھا بنانے پر ۳ آنہ من بھی مال کے دام زیادہ مل جائیں تو ۵ کروڑ من گڑ کی پیداوار پر



مل چینی ۱۷½%   کھنڈ سال ۷½%   بیج و چوسنا ۱۰%

ایک کروڑ روپیہ کا فائدہ ہو جاتا ہے۔ مال کی فروخت کا ٹھیک انتظام کرنے اور فروخت کے خرچ کو کم کرنے سے بھی کسان کو ۳ آنہ من کی بچت آسانی سے ہو سکتی ہے۔ جس سے ایک کروڑ روپیہ کا فائدہ ہو سکتا ہے۔

اس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ گڑ کی صنعت کی معمولی ترقی ہونے سے بھی کسان کی آمدنی ۳ کروڑ روپئے سے بڑھائی جا سکتی ہے۔

جمنا پار

جمنا پار کا پہناوا، چال ڈھال اور رہنی مذاق مشہور ہے
اس مضمون میں باجپئی جی نے اسکا جیسا صحیح اور دلچسپ
ذکر کیا ہے ویسا آج تک شاید ہی قارئین
نے ملاحظہ فرمایا ہو

ازجناب مارکنڈے باجپئی ایم۔اے۔ ایل۔ ایل۔ بی

بہت دنوں سے جمنا پار کا نام سنتا چلا آتا تھا۔ سنا تھا وہاں بہت گنوار قسم کے آدمی ہوتے ہیں۔ قد و قامت بہت لمبا چوڑا ہوتا ہے اور دماغ بالکل خالی ہوتا ہے وہ بات کی لاٹھی چلا دیتے ہیں اور دیہاتوں میں ہمیشہ لڑتے ہی رہتے ہیں۔ وہاں کی عورتیں بھی بڑی شہ زور اور زبردست قسم کی ہوتی ہیں۔ یہ سب تو سنا ہی تھا لیکن جمنا کے کنارے سیر کا ایک موقع مجھے بھی ملا تھا۔

جب میں دسویں درجہ میں پڑھتا تھا تو اسکول کی طرف سے کچھ مقامات دیکھنے کے لئے ہم لوگ بھیجے گئے تھے۔ گھومتے گھومتے ہم لوگ متھرا پہنچے جمنا کنارے بڑی بڑی توند والے بیشمار چوبے مگرمچھوں کی طرح پڑے تھے اور بھانگ کے نشے میں مست ہوکر آنے جانے والی عورتوں کو چھیڑ رہے تھے ہم لوگ لکھنؤ کی تہذیب میں پلے تھے۔ شریفانہ زبان اور شریفانہ حرکتوں کے عادی تھے۔

پہلے تو اُن چوبوں کو دیکھکر سخت غصہ آیا لیکن بعد میں یہ خیال آیا کہ یہ قصور اُن چوبوں کا نہیں۔ یہ قصور تو ہے اس ہندوستانی سماج کا جو لکیر کی فقیر کرتا چلا جاتا ہے۔ اور سب تیرتھوں اور درگاہوں پر اُن شہدوں اور غنڈوں کو اکٹھا کرتا ہے جو مفت کھا کھا کر موٹے ہوتے ہیں اور ڈنڈ پیل پیل کر مضبوط ہوکر شریفوں کی عزت کے لئے خطرہ بن جاتے ہیں۔ افسوس تو ہوتا ہے پڑھے لکھے ان ہندو اور مسلمانوں پر جو اپنے والدین اور سماج کا روپیہ ایسی تعلیم پر صرف کرتے ہیں جنھیں تعلیم حاصل کرنے کے بعد بھی عقل نہیں آتی۔ ہم لوگوں کو باہری جانور سمجھکر ایک مگرمچھ اُٹھا اور ہم لوگوں کے ساتھ ہولیا۔ ایک سنگ مرمر کے گھاٹ پر پتھروں میں نام کھدے ہوئے تھے۔ ہم لوگوں کے دریافت کرنے پر پتہ چلا کہ وہ نام وہاں اس لئے کھدے ہیں کہ آتے جانے والے سنت سادھو کے نام ان پر پڑیں ہم میں سے ایک کٹر سناتن دھرمی اُس مگرمچھ سے بول اُٹھا کہ سنتوں کے ساتھ بدمعاشوں کے پاؤں بھی تو ان پر پڑتے ہوں گے۔ اس کا اتنا کہنا تھا کہ اس مگرمچھ نے لاٹھی چلا دی اور اگر کچھ لوگ ساتھ لاٹھی پکڑ نہ لی ہوتی تو اس لڑکے کی لاش ہم لوگوں کے ساتھ آئی ہوتی۔ اسی طرح متھرا میں رفع حاجت کے بعد جمنا میں آبدست لے سکتے ہیں لیکن صابن لگا کر جمنا میں نہانے پر دیانند کی سو سالہ برسی کے موقع پر سناتنی آریہ سماجی فساد ہوگیا تھا۔ جمنا کنارے کے لوگوں کی عقل کے ایسے اوندھے نمونے اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا اسلئے جمنا پار کے لوگوں کے بارے میں جب عجیب و غریب قصّے سنتا تھا تو انھیں صحیح مان لیتا تھا۔

کافی دنوں پہلے کا ذکر ہے۔ ایک بار ہم لوگ چترکوٹ گئے میری ماں، دو چھوٹی بہنیں اور ایک چھوٹا بھائی ساتھ تھے تیسری بہن گود میں تھی۔ میری ماں کے علاوہ باقی سب چھوٹے ہی چھوٹے تھے میری ماں کا ننہال جمنا پار ہے اور چترکوٹ ہی میں ہے۔ میری ماں جمنا پار کے قصے سنکر خفا بھی ہوجاتی تھیں چترکوٹ میں انھوں نے کہا کہ میرے ننہال چلو۔ وہاں معلوم ہو جائیگا کہ قصے صحیح ہیں یا غلط ہم لوگ راضی ہوگئے اور بیل گاڑی پر سوار ہوکر دھچکے کھاتے ہوئے روانہ ہوئے پہاڑیوں کے قریب سے راستہ نکلا تھا اور بڑا سہانا سماں تھا۔ راستہ ناہموار تھا آس پاس کی زمین ہی برابر نہ تھی۔ راستہ کیونکر ہموار ہوتا۔ جیسے ہی ہم لوگ اُچک کر کوئی پہاڑی دیکھنے لگتے ویسے ہی بیل گاڑی کے پہئے اونچے نیچے ہوجاتے تھے اور ہم لوگ ایک دوسرے کی کھوپڑی یا ناک سے زور آزمائی کرنے لگتے تھے جب تک ہوش حواس درست ہوں بیل گاڑی دو چار پتھروں کے اوپر سے نکل جاتی اور ہم لوگ دو فیٹ ہوا میں اُچھل کر پھر دھم سے نیچے آگرتے تھے۔

اور کمر سہلانے لگتے تھے گاؤں تک پہنچتے پہنچتے ہڈیاں پسلیاں اچھی طرح درست ہوگئیں۔ گاؤں کے قریب پہنچکر ہم لوگ بیل گاڑی سے اتر پڑے اور پیدل چلنے لگے۔ ذرا ہی دور چلے ہوں گے کہ بہت سے لٹھ بازوں نے چاروں طرف سے آکر گھیر لیا اور ہم لوگوں کا معائنہ کرنے لگے میری ماں اپنے ننہال جا رہی تھیں۔ لڑکیوں کو بہت سجایا دھجایا تھا خود بھی شہر کے کپڑے پہنے ہوئے تھیں۔ سب کے معائنہ کے بعد لوگوں نے فرمایا۔ آؤ دیاکھو آسئے۔ ڈیرا پڑ رہیں۔ پتریاں آئی ہیں۔ بڑی نیکی نیکی پتریاں ہیں۔ شہراتو ہیں۔ میری ماں زمیندار کی بیٹی ہیں۔ ان لٹھ بازوں کی باتیں سُنکر آگ ببولا ہوگئیں اور پچاس باتیں ان لوگوں کو سناکر ایک لٹھ باز سے بولیں کہ کا ہے ہو ہم ..... کی بٹیا آہیں۔ اتنی جلدی بھول گیو۔ ساتھ میں دو چار خطاب بھی اُس آدمی کو دے ڈالے۔ وہ بیچارہ پانی پانی ہوگیا۔ چلاکر اپنے ساتھیوں سے بولا "سسرو! آندھر ہوئی گیو۔ دیکھت ناہیں ہو کہ بٹیا آئی ہیں۔ پتریا پتریا سارکبت ہو" خیر! اس کے بعد تو پھر بڑی آؤ بھگت ہوئی۔ جسے دیکھو وہی ہم لوگوں کی خاطر کرنے لگا یہاں اُس وقت تک آواز ہی بند تھی ایک تو یکایک اتنے لٹھ بازوں نے گھیر لیا تھا اور پھر بہنیں غصے سے لال ہو رہی تھیں۔ شہر کی لڑکیاں اور پھر انھیں کوئی پتریا کہہ دے۔ بیحد ناراض ہوئیں۔ ہم لوگوں نے ماں سے کہا کہ اب لوٹ چلو۔ بڑے اچھے لوگ تمہارے جمناپار میں بستے ہیں نمونہ دیکھ لیا۔ بہت کافی ہے" ماں بھی کچھ شرما گئیں اور گاؤں والے تو بیچارے اس وقت بہت کھسیائے ہوئے تھے ہی۔ شام ہو چلی تھی۔ واپس ہونا ناممکن تھا۔ اسلئے گاؤں جانا ہی پڑا۔ خاطر تو خوب ہوئی مگر اس طرف کا مذاق دیکھکر ہم لوگوں کے ہوش و حواس غائب ہوگئے۔ کھانا کھانے بیٹھے تو گاؤں بھر کی عورتیں جمع ہوکر کہنے لگیں :" ارے دیارے۔ اتنی چھوٹی

سی تو بٹیا۔ اور کتنا ٹھونسے ڈالتی ہے۔" منجھلی بہن تو جھٹ کر کھانے سے اٹھ گئیں۔ اُس کی تعریف ہو رہی تھی۔ ایک تو لکھنؤ کی رہنے والی اور پھر غیر جگہ یوں ہی غریب طرف کھانا سونگھ رہی تھی اس پر بھی جب اس کے حد سے زیادہ ٹھونسنے کی تعریف ہونے لگی تو اُسے کہاں برداشت بڑی مشکل سے اُسے منایا گیا اور سمجھایا گیا کہ اِس طرف کا مذاق اِس قسم کا ہوتا ہے اور اس پر خفا ہونے کی ضرورت نہیں میرے ماموں پہلے ہی سُنا چکے تھے کہ وہ ننہال گئے تھے تو وہاں کی ساری عورتیں انگلیاں چٹاچٹ پھوڑتے ہوئے انکے پاس یہ کہنے گئی تھیں کہ ارے دیا بھوت بن کے آیو ہے بھوت! ہم تو جب تمہرے مرے کا حال سُنا رہا تو تمہری تیرہیں میں گئی رہیں" اور ماموں بہت ناراض ہوئے تھے کہ کمبخت انھیں زندہ ہی مارے ڈالتی ہیں۔ اسی قسم کی حرکتیں ہم لوگوں کے ساتھ ہوئیں۔ نہ ہوتیں تو کہا جاتا کہ بھانجی کے بچوں کو کوئی پیار نہیں کرتا۔ جمناپار میں جتنا زیادہ بھانجے اور بھانجی کو پیار کیا جاتا ہے اتنا ہی اس کو زندہ ہی مردہ بناڈالنے کا ذکر کیا جاتا ہے۔ انگلیاں یہ کہہ کر چٹخائی جاتی ہیں کہ "ناس ہوئے ہم سب کا کھان آوا ہے اور کس صفائی سے وہ انگلیاں چٹخاتی ہیں کہ بس معلوم ہوتا ہے کہ جیسے سرگم نکالنے کی کوشش کرتی ہیں۔ اگر پہلے سے واقفیت نہ ہو تو اُس طرف پہلے پہلے جانے والے کا ان باتوں سے قافیہ تنگ ہو جائے۔ ہم لوگوں کو کچھ واقفیت تھی پھر بھی بُرا حال تھا۔ آتے جاتے اُٹھتے بیٹھتے مذاق کے مارے ناک میں دم تھا ایک عورت مجھے دیکھکر بولی ارے بھیا کتنے مٹائے ہو"۔ میں اس وقت بیماری سے اٹھا تھا۔ ایک تو یوں ہی دُبلا تھا اور اگر دُبلا نہ بھی ہوتا تو بھی موٹا آدمی اپنے کو موٹا کہلانا پسند نہیں کرتا۔ میرا جسم بھی عجیب ہے کبھی غبارے کی طرح پھول کر اُڑنا چاہتا ہے اور کبھی پچک کر بجلی کے کھمبوں سے برابری کرنے لگتا ہے۔ مجبوری کے مارے

میں اپنی ضرورت بھر کے کپڑے رکھتا ہوں کہاں تک درزی کو پریشان کروں کہ کپڑوں کو بڑا کردو یا چھوٹا کردو۔ اُس وقت دُبلے پن کی صورت میں اپنی موٹے پن کی تعریف مجھے بالکل پسند نہ آئی اور میں نے خفا ہوکر کہا۔ آپ نے مجھے پہلے کب دیکھا ہے جو موٹا بتا رہی ہیں " اتنے ہی میں ایک دوسری محترمہ نے فرمایا " بھیاہیاں تو ایسن ہنسی ہوت ہے " میں نے کہا " اچھی ہنسی ہوتی ہے اور وہاں سے کھسک گیا۔

جمنا پار کی زبان تو بڑی ہی مشکل ہے۔ اُسے جوں کا توں تبلانا تو میرے بس کی بات نہیں۔ لیکن قنوجیا گھرانوں میں پنجاب سے بنگال تک دیہاتی بولی قریب قریب ایک سی ہوتی ہے۔ صرف تھوڑے سے الفاظ کا ردّو بدل ہوتا ہے اسلئے مجھے کم ازکم قنوجیا گھرانوں کی بولی سمجھنے میں کہیں بھی زیادہ دقت نہیں ہوا کرتی۔

میری ماں بچپن میں اپنے ننہال میں بہت رہی تھیں ان کے ساتھ کھیلی ہوئی بہت سی لڑکیاں گاؤں میں تھیں۔ ایک دن ہم لوگوں کو ساتھ لے کر میری ماں میل ملاقات کو نکلیں۔ ایک گھر کے دروازے کی زنجیر انھوں نے بہت زور سے کھٹکھٹائی اور دھونکلیاں، دھونکلیا کی آوازیں لگائیں۔ تھوڑی دیر کھٹکھٹانے کے بعد دروازہ زور سے کھلا اور ایک ادھیڑ عمر کی عورت نظر آئی جس کے چہرے سے ناراضگی ظاہر ہو رہی تھی۔ وہ بڑبڑا رہی تھی " کو آئے دھونکلیا؟ دھونکلیا لگائے ہے۔ اور ہم لوگوں کے ٹھاٹ باٹ دیکھکر وہ کچھ سہم سی گئی۔ لیکن پارہ گرم ہوجانے کے بعد اُس کے سرد ہونے میں بھی تو کچھ دیر لگتی ہے۔ اُس عورت نے کچھ جھنجھلاہٹ کے ساتھ کہا۔ کو ہو۔ کیہکا پوچھت ہو؟ "یہ سُن کر میری ماں نے پوچھا "اری دھونکلیا! تو ہم کا پہچانس نہیں؟ اُس عورت نے میری ماں کو غور سے دیکھا اور پھر لپک کر میری ماں کے گلے سے چمٹ گئی اور کہنے لگی۔ ارے یہ تو...... آئے۔ ہم پہچنے نہیں کیِن۔ بہت دنوں ماں ملیو۔ کیسی رہیو؟ کب آیو؟" ہم لوگ یہ زبردست ملاپ دیکھکر گھبرا گئے اور کچھ کچھ کھسک کر پیچھے ہٹ گئے اگر ایسا ملاپ ہم لوگوں کے ساتھ ہوتا تو ہماری ساری ہڈیاں پسلیاں غائب ہوجاتیں وہ عورت اور میری ماں ایک ساتھ ہی اونچی آواز میں ایک دوسرے سے سوالات کر رہی تھیں اور جواب کا انتظار کئے بغیر نئے نئے سوالات کرتی جاتی تھیں۔ تھوڑی دیر یہی حالت رہی پھر میری ماں سب سے چھوٹی بہن جو اپنی بڑی بہن کی گود میں تھی رونے لگی۔ وہ گھبرائی ہوگی کہ اُس کی ماں کو کوئی مار رہا ہے اور خوب لڑائی ہو رہی ہے یا یہ سمجھکر رونے لگی ہوگی کہ اپنی ماں کو یہ یاد دلا دے کہ اسکے رہتے ہوئے اس کی ماں سے کسی اور کو اسکی ماں سے اتنی دوستی کا حق نہیں ہے۔ خیر! ہم لوگوں سے ملاقات کرائی گئی اور ہم لوگوں کی بڑی خاطریں ہوئیں۔ ننگی پیٹھ پر گھوڑ سواری کیِن ندی کے نہانے کی باتوں نے میری ماں اور اُن کی سہیلی کے کئی گھنٹے لگائے۔ پھر گاؤں کے حالات اور پرانی سہیلیوں کے احوال عرض کئے جانے لگے۔ ہم لوگ وہ باتیں سُنتے سُنتے اوب گئے تب کہیں ماں نے وہاں سے اُٹھنے کا نام لیا۔ راستے میں انھوں نے اپنی بھاوج یعنی ہم لوگوں کی مومانی کا ایک بہت پُرلطف قصہ سنایا۔ وہ بھی جمنا پار کی ہی تھیں اور تھیں بیچاری بہت سیدھی۔ ان کے باپ بڑے زمیندار تھے اور کھانے پینے کے بڑے شوقین تھے۔ بھرے ہوئے کریلوں کی ترکاری اُنھیں بہت پسند تھی۔ برسات کے دن تھے زمیندار صاحب کہیں سے کچھ موٹے موٹے کریلے لے آئے اور اپنی لڑکی سے انھیں پکانے کی فرمائش کی۔ لڑکی کو وہ بوٹیا کہا کرتے تھے۔ چراغ کی ٹمٹماتی ہوئی روشنی میں رات کو وہ کھانا کھانے بیٹھے۔ پوری اور ترکاری تھی۔ جمنا پار میں پوریوں کا بہت رواج ہے پوری کے ساتھ وہ ایک کریلا کھانے لگے۔ وہ بہت سخت معلوم ہوا۔ پھر بھی انھوں نے کوشش کرکے اُسے تھوڑا سا کھایا ہی۔ لیکن جب کچھ مزا نہ ملا تو انھوں نے زور سے کہا۔ بوٹیا ذرا دیا لے کر آ تو ادھر"

ہو گیا چراغ سے کر جب پہنچی تو دیکھا کہ اُسکے پتا کے پیٹ میں ایک مینڈک سے تڑپ رہے ہیں۔ گلے میں ہاتھ ڈال ڈالکر تے کی گئی۔ لیکن اندھیرے میں کھانا کھانے میں تو ایسا ہوا ہی کرتا ہے کھانا کھانے کے وقت تو ہمیشہ روشنی اپنے پاس رکھنی چاہئے کم از کم اتنی قریب تو ہو کہ اُس روشنی سے یہ تو معلوم ہو سکے کہ کیا کھایا جا رہا ہے یا کڑھائی میں کود ہوا برساتی مینڈک اُس روز سے جب تک ہم لوگ جمنا پار رہے کھانا بہت دیکھ بھال کر کھاتے رہے۔

کھانے کا تو اُس طرف عجیب حال ہے۔ ایک بڑے زمیندار کا لڑکا موتی جھالے میں بیمار پڑا۔ باندھ سے علاج کے لئے سول سرجن بلایا گیا۔ اُنیس دن روز بخار اترنے پر ڈاکٹر سے پوچھا گیا کہ کھانے کو کیا دیا جائے تو ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ بہت ہلکی غذا دیجائے۔ لڑکے کی ماں نے کہا کہ تب تو پوری اور کھانڈ کا سالن دے سکتے ہیں۔ غریب ڈاکٹر کو اپنے مریض کے لئے یہ ہلکی غذا سنکر خود غشی آگئی۔ خدا کے فضل سے اس طرف تندرستی اچھی ہوتی ہے اس لئے کھانا بھی اچھا اور اچھی طرح سے کھایا جاتا ہے۔ یہاں تو پہلے روز ہی تھال دیکھکر بھوک بھاگ گئی تھی۔ کھانے کا تو ذکر ہی کیا۔ اُس طرف کے رئیس کھانے ہی میں نہیں بلکہ ہر بات میں رئیس ہوتے ہیں۔ ایک رئیس کے صاحبزادے ایک شہر میں وکالت کرنے گئے۔ ان کے ساتھ کے لئے چھ نوکروں کا انتظام ہوا ایک کھانا پکانے کے لئے تھا ایک سودا لانے کے لئے تھا ایک برتن مانجھنے کے لئے تھا اور ایک پیر دابنے کے لئے تھا ایک گھر صاف کرنے کے لئے تھا اور ایک اس لئے تھا کہ للو کا جی گھبرائے تو بتا دے کہ لئے بھی تو کوئی چاہئے۔ وکیل صاحب کی یہ جماعت دیکھکر شہر بھی گھبرا اُٹھا۔ آمدنی شاید پانچ روپیہ تھی اور وہ بھی شاید چھٹے ماہ اور خرچ تھا تقریباً دوسو روپئے ماہوار کا، آجکل وکالت بھی تو ایسے ہی گھر کے رئیس کر سکتے ہیں معمولی اسامیوں کا اب اس پیشے میں بغیر دغا فریب کے گزر ہے ہی کہاں۔

دھرم کرم کے بھی جمنا پار میں لوگ بڑے پکے ہوتے ہیں۔ ایک رئیس کے یہاں ان کا محل ہر وقت دھلا ہی کرتا ہے کیوں کہ بات بات میں چھوت لگ جاتی ہے۔ اُنکے یہاں جانے کیلئے دریا یا دلدل میں چلنے کی تھوڑی بہت عادت ہونی چاہئے ورنہ اس ہر وقت بہتے ہوئے پانی میں سے ہوکر انسان کسی کمرے میں پہنچے بھی تو کیسے پہنچے۔ چھوت کی بیماری تو ایک بیڈ صاحب ہے کہ بغیر کسی نوٹس کے وہ کسی بھی کمرے میں پہنچ جاتی ہے اور وہ کمرہ معہ سامان کے سال بھر کے لئے بند ہو جاتا ہے۔ ایک صاحب کے کپڑوں میں ایک بار چھوت لگ گئی اور دوسرے صاحب کے فاؤنٹین پین میں چھوت لگی۔ وہ بیچارے سوچتے ہی رہے کہ بغیر کپڑے اور قلم کے کیسے کام چلے گا لیکن چھوت کے آگے بس نہ چلا۔

جمنا پار میں ایسی ہی بہت سی باتیں دیکھیں اور سنیں لیکن مجھے تو وہاں کوئی خاص گنوارپن نظر نہیں آیا اپنی اپنی جگہ کے رسم و رواج الگ الگ ہوتے ہیں۔ لوگوں میں بھی فرق ہوتا ہے۔ پوشاک اور چال ڈھال میں فرق ہوتا ہے لیکن کسی جگہ کو ایسا گنوار بتا دینا جیسا جمنا پار کو بتایا جاتا ہے اس جگہ کے ساتھ سراسر زیادتی ہے۔ اور مذاق تو ہر جگہ کا اڑایا جا سکتا ہے۔

جنگل کی قومی دولت

(از جناب ایم حلیم الدین صاحب پی - ایف - ایس - ڈویژنل فاریسٹ افسر)

انسان کے لئے اس کے فائدے

قدرت نے پہلے زمین کی سطح پانی یا نباتات سے ڈھانک دی۔ انسان اپنی پیدائش کے ابتدائی دور میں کسی نہ کسی شکل میں اپنے فائدے کے لئے نباتات کا استعمال کرتا رہا۔ دراصل ابتدا میں جنگلی پیداواروں پر ہی اسکی زندگی کا انحصار تھا۔ وہ اپنے جسم کو پتیوں، گھاسوں، اور کھائے کے لئے مارے جانے والے جانوروں کی کھالوں اور پروں سے چھپا لیتا تھا۔ وہ زیادہ تر قند مول، بیر اور پھلوں سے ہی زندگی گذارتا تھا۔ جیسے جیسے اسکی ضرورتیں بڑھتی گئیں اور وہ روز بروز عقلمند ہوتا گیا وہ لکڑی اور گھاس کی جھونپڑیاں بنانے لگا۔ مویشی پالنے لگا اور انھیں جنگلوں میں چرانے لگا۔ آبادی کے اضافہ اور تہذیب کے عروج کے ساتھ ساتھ انسان جنگل صاف کرنے لگا۔ مویشیوں کو جوتنے لگا۔ ہل بنانے لگا۔ فصلیں اگانے لگا۔ پیشے اور لکڑیاں کام میں لانے لگا اور بیل گاڑیاں، کشتیاں، گھر، پل، ریل اور ملیں بنانے لگا اور ایسی صنعتوں کو ترقی دینے لگا جو کسی نہ کسی صورت میں بالواسطہ یا بلاواسطہ جنگل اور اسکی پیداوار سے تعلق رکھتی ہیں۔ سائنس دانوں نے تحقیق کے بعد یہ بات ثابت کی ہے کہ ہر ایک ملک کا کم از کم فیصدی رقبہ نباتاتوں سے ڈھکا رہنا چاہئے۔ صوبۂ متحدہ کا صرف فیصدی حصہ زمین میں ہی جنگل ہیں۔ زمانہ قدیم سے ہی ہندوستان ایک زراعت پیشہ ملک رہا ہے اور زراعت خاص طور سے بارش، زمین کی زرخیزی اور مویشیوں پر ہی منحصر ہے۔ اور ان تینوں ذریعوں کا انحصار جنگل اور ان کی حفاظت پر ہے۔

ملک کے لئے اسکے فائدے

(۱) **حرارت**۔ جنگلوں کے ہونے سے انکے قرب وجوار کے مقامات کی حرارت کی شدت کم ہو جاتی ہے۔ یہ بات جنگل کے بیرونی اور اندرونی رقبوں کی حرارت دیکھکر ثابت ہو چکی ہے۔ ہر ایک سیاہ کا بھی یہی تجربہ ہے کہ دن میں درختوں کے نیچے میدان کی بنسبت زیادہ ٹھنڈک رہتی ہے اور رات میں میدان کے مقابلہ میں درختوں کے نیچے زیادہ گرمی رہتی ہے اسلئے بڑے جنگلوں کے آس پاس کی زمین پر انکا اوسط درجے کا اثر پڑتا ہے۔

(۲) **بارش**۔ اسی طرح جنگل کے اندرونی اور بیرونی رقبوں کی بارش کا اندازہ کرنے سے یہ بات ثابت ہے کہ جنگلوں کی درختوں سے ڈھنکی ہوئی زمین میں ایسی زمین کے مقابلے میں زیادہ بارش ہوتی ہے جہاں درختوں کی کمی ہے یا درخت بالکل نہیں پائے جاتے۔ مثال کے طور پر دیہ دون سے گورکھپور تک ترائی میں ۵۰ انچ سے ۸۰ انچ تک سالانہ بارش ہوتی ہے لیکن وہاں سے جیسے جیسے دکھن اور پچھم کی طرف چلئے ویسے ویسے درختوں کی کمی کے ساتھ ساتھ بارش بھی گھٹتی جاتی ہے۔

(۳) **مٹی کی کٹائی اور سیلاب**۔ ساری دنیا میں یہ بات دیکھی گئی ہے کہ جنگلوں اور نباتاتوں سے ڈھکی ہوئی پہاڑیوں اور میدانوں میں ایسی جگہوں کی بنسبت جہاں انسانوں نے درخت اجاڑ دیئے ہیں مٹی کی کٹائی کم ہوتی ہے اور سیلاب بھی کم آتے ہیں۔ ایسے رقبے میں جہاں کی زمین درختوں سے ڈھنکی ہوئی ہے بارش کا بہت زیادہ پانی درختوں کی جڑوں کے ذریعہ جذب کرلیتی ہے۔ اور برسات کے بعد کے موسموں میں چشموں اور ندیوں کو پانی دیتی رہتی ہے اور میدان کے کنوؤں میں پانی کی سطح کو





مجیرا الموڑہ : درّان گا جنگل جو ۸۰۰۰ فیٹ کی اونچائی پر واقع ہونے پر بھی کٹائی اور چرائی کی وجہ سے دھیرے دھیرے ضائع ہو رہا ہے -

(موٹو گرافی ایچ - جی چمپئن کے مہربانی سے)

ٹھیک طرح پر رہتی ہے - لیکن ایسی پہاڑیوں اور میدانوں میں جہاں درخت نہیں ہوتے ، پانی بارش کے پانی کو رکاوٹ نہیں ملتی اور وہ ڈھالوں پر سے بہ نکلتا ہے جس سے زمین دھنس جاتی ہے ، سطح کی مٹی دُھل جاتی ہے زیادہ مقدار میں ریت بہنے لگتی ہے خوفناک سیلاب آتے ہیں اور نیچے کے زرخیز میدانوں میں ریت جمع ہو جاتی ہے جس سے وہاں کے لوگوں کو مفلسی گھیر لیتی ہے - یہ کتنی افسوس ناک بات ہے کہ لوگ اپنے جیسے دیگر بھائیوں کی غلطیوں کے باعث جو دوسری جگہ رہتے ہیں تکلیف اٹھاتے ہیں اور اُس کا سبب بدقسمتی یا قہر الٰہی بتاتے ہیں -

رائے عامہ

عام لوگوں کا اور تعلیم یافتہ و ذمہ دار لوگوں کا بھی یہی خیال ہے کہ جنگل کسی مفید مصرف میں نہیں آتے - وہ کسی کی بھی ملکیت نہیں ہیں اور ہر ایک شخص کو یہ حق حاصل ہونا چاہئے کہ وہ اپنے بزرگوں کی طرح آزادی کے ساتھ جنگلوں کو کاٹ سکے، جلا سکے، زمین صاف کر سکے، چرائی کر سکے، کھیتی کر سکے اور جنگلوں کو اجاڑ سکے۔ وہ محکمہ جنگلات کے ملازمین کو غیر ضروری سمجھتے ہیں جو سرکاری خرچ سے کیمپ کی زندگی گزارنے اور گولی چلانے کے علاوہ اور کوئی مفید کام نہیں کرتے اور جن میں سے کچھ خوش قسمت لوگوں کو ہاتھی کی سواری بھی مفت ملتی ہے ایسے لوگ جو پختہ سڑکوں اور محفوظ پلوں پر چلتے ہیں اور ریل گاڑی، موٹر، لاری یا کم از کم تانگوں کی آرام دہ سواری کرتے ہیں - وہ درحقیقت جنگل کے سفر اور جنگل کے ملازمین کی راہ میں آنے والی دشواریوں کا بہت کم اندازہ کر سکتے ہیں - اپنے فرائض کے سلسلے میں انہیں دھوپ میں ایسی جگہ آگ بجھانے کے لئے دوڑنا پڑتا ہے



دریائے کوہ کے ذریعہ ستی کا کٹنا ۔ یہاں پہلے کوٹ دوارا نام کا پرانا شہر بسا ہوا تھا ۔ یہ مقام لینس ڈاؤن ڈویژن میں واقع ہے
(فوٹو شری ایف ۔ سی ۔ فورڈ راورٹسن کے مہربانی سے)

جہاں کوئی سڑک یا پگڈنڈی نہیں ہوتی ۔ یا برسات میں جب ندیوں اور چھوٹے نالوں میں بھی طغیانیاں آجاتی ہیں تب انھیں گرتی ہوئی عمارت یا ایسی سڑک یا پل کی حفاظت کرنی پڑتی ہے جن کے کٹ جانے کا خطرہ ہوتا ہے ۔ ایسے موقع پر صرف ہاتھی کی سواری ہی کیجا سکتی ہے ۔ درخت لگانے کے کام جو آج کل بڑھائے جارہے ہیں زیادہ تر برسات ہی میں کئے جاتے ہیں ۔ اُن کی کامیابی اور عوام کی لگی ہوئی زیادہ رقم کے فائدے ۔ یہ باتیں برسات میں موقع موقع پر بیہن کی نگہداشت کرنے ، درخت لگانے اور ان کی حفاظت کرنے پر ہی پورے طور پر منحصر ہیں ۔

یہ کام زیادہ تر بغیر ہاتھی کی مدد کے نہیں کئے جاسکتے ۔ بارش کے بعد فوراً ہی موقع پر جاکر سڑک کی عمارتوں اور پلوں کی سالانہ مرمت کے تخمینوں کی جانچ کرنا کفایت شعاری اور ساتھ ساتھ جنگل کے کاموں کو شروع کرنے کے لئے راستہ ٹھیک کرنا نہایت ضروری ہے یہ بھی ایسے موقع پر ہاتھی کی مدد کے بغیر نہیں ہوسکتا جب جنگل کی سڑکیں اور پل خراب ہوگئے ہوں ۔ پکنک کے شائقین کو جب وہ شہروں کے ہنگاموں سے فرصت پاکر کچھ دنوں کے لئے باہر جاتے ہیں خوشگوار تبدیلی ہونے کے باعث خواہ جنگل باغ پر بہار نظر آئے پھر بھی میں سوچتا ہوں کہ اس قسم کے لوگوں میں کتنے

ایسے ہوں گے جو اپنی زندگی کے تقریباً ۳۰ بہترین سال تنہا ویران جنگل میں اپنے عزیزوں سے دور رہ کر سماجی زندگی اس کی مسرتیں اور موقعہ بموقعہ پر حاصل ہونے والی ڈاکٹری امداد سے محروم رہ کر اپنے بچوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت کی قربانی کرتے ہوئے، ملیریا بخار، تلی گنٹھیا پیچش وغیرہ بیماریوں کا مقابلہ کرتے ہوئے گزاریں گے جنھیں کسی بھی قسم کے پکنک خواہ وہ کتنی ہی مسرت بخش کیوں نہ ہو، دور نہیں کر سکتی۔ اس طرح محکمۂ جنگلات کے ملازمین اور ان کے افسروں کی زندگی اتنی قابل رشک نہیں ہے جتنی کہ پکنک کے شائقین سمجھتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ان میں سے جو جنگلی زندگی کے بہت خواہش مند ہوں گے وہ بھی اگر ان کی روزی جنگل ہی پر منحصر ہو جائے تو جلد ہی اس زندگی سے آسودہ ہو جائیں گے اور صرف یہی نہیں کیونکہ جنگل کے ملازمین کو محنت کر کے پسینہ گرانا پڑتا ہے جسے کوئی نہیں دیکھتا اور عموماً بغیر حوصلہ افزائی یا انعام کے کام کرنا پڑتا ہے۔ وہ ٹریننگ یافتہ انجینیر، امین، درخت اگانے والے تاجر اور اسٹیٹ منیجر اور وکیل ہیں۔ وہ خود بلڈنگیں عمارت اور ریلوں کے نقشے تیار کرتے اور انھیں بناتے ہیں۔ وہ سڑکیں۔ نہریں اور رڑاموے بنواتے اور ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ وہ زمین کی پیمائش کرتے، نقشے بناتے اور حدود مقرر کرتے ہیں۔ وہ نئے درخت اگاتے ہیں اور پرانے درختوں کو گراتے ہیں۔ وہ جنگل کی جائداد اور جنگل کے دیہاتوں کا انتظام کرتے، جھگڑوں کا تصفیہ کرتے اور جنگل کے مقدموں کا جنگل کے ایکٹ اور کورٹ کے مطابق فیصلہ دیتے ہیں۔ اس طرح اوسط طور پر ہر ایک فارسیٹ افیسر کو روزی کمانے کے لئے روزانہ ۴ سے ۶ گھنٹے تک دفتر کا کام اور اتنی ہی دیر تک دفتر سے باہر بھی کام کرنا پڑتا ہے۔ وہ کس طرح عوام کی خدمت کرتے ہیں یہ بات ان لوگوں پر چھوڑ دی جاتی ہے جو غیر جانب دارانہ طور پر اسکے اچھے اور برے دونوں پہلوؤں پر غور کر سکتے ہیں۔

جنگل کی قومی دولت کا اقتصادی پہلو

یہ بہتر ہوگا کہ ایک ضلع کے جس میں میں کام کر رہا ہوں اعداد شمار دئے جائیں اور پھر جو فیصلہ ہو اسے اس صوبے کے دیگر اضلاع کے لئے بھی واحد سمجھا جائے جن میں ایسے جنگل ہیں جنکا حکومت کی طرف سے انتظام ہوتا ہے اور جو محفوظ جنگل کہلاتے ہیں۔

اس ضلع گڑھوال کے جنگل پہاڑیوں میں سمندر کی سطح سے تقریباً ایک ہزار اور ۱۲ ہزار فیٹ کی بلندی پر ہیں۔ ان جنگلوں کے تین ڈویژن ہیں۔ گڑھوال لینس ڈاؤن اور کالاگڑھ۔ انکا رقبہ تقریباً ۱۱۰۰ مربع میل ہے اوسط طور پر ان جنگلوں سے تقریباً ۷ لاکھ سالانہ کی آمدنی ہوتی ہے جس میں تقریباً ۳½ لاکھ خرچ ہو جاتا ہے اور تقریباً ۳½ لاکھ روپئے کی بچت ہوتی ہے۔

ظاہر منافع

اوسطاً ہر سال ۳½ لاکھ روپئے ملازمین کے رکھنے کے لئے جنگل کے اندر سڑک اور پل بنانے جنگل کی پیداوار باہر بھیجنے آگ سے حفاظت کرنے سرحد بنانے درخت لگانے اور جنگل کی پیداوار کے لئے اصلاحی کام کرنے میں صرف ہوتے ہیں۔ ان ۳½ لاکھ روپوں سے ۵۰ فیصدی سے زیادہ روپیہ یہاں کے مزدوروں اور چھوٹے چھوٹے ملازمین میں جن میں بیشتر لوگ ضلع گڑھوال کے باشندے ہیں، صرف ہوتا ہے اور شاید ۲۵ فیصدی روپیہ بیرونی لوگوں میں صرف ہوتا ہے ۳½ لاکھ کی بچی ہوئی رقم اس صوبے کی مرکزی آمدنی میں جمع کیجاتی ہے اور جس کسی ضلع کی آمدنی کم ہوتی ہے وہاں کے عوام کے فائدے کے کاموں میں جیسے قانون اور حکم کی حفاظت کرنے، اسپتال، اسکول،



ہونڈا ڈویژن کے ایک گاؤں کا منظر زیادہ چرائی سے گہری گھاٹیاں بن گئی ہیں اور مٹی کا کٹنا ابھی جاری ہے (فوٹو مسٹر آئی۔ اے انیز تعزکی مہربانی سے)

سڑک اور پل وغیرہ کی تعمیر میں صرف کیجاتی ہے اس طرح ہر سال تقریباً، لاکھ روپے کسی نہ کسی صورت میں عوام کے کاموں میں صرف ضلع گڑھوال کے جنگلوں کی آمدنی سے خرچ کئے جاتے ہیں۔

اندرونی منافع

یہ ایک تسلیم شدہ امر ہے کہ جنگل کے ٹھیکے داروں کو ٹھیکے کی رقم کی لگنی اور چوگنی رقمیں جنگل کی پیداواروں کو بازار میں لانے کے پہلے کٹائی چرائی اور ڈھلوائی کی صورت میں خرچ

کرنی پڑتی ہیں مثال کے طور پر ۵ ہزار کے ٹھیکیدار کو میدانوں اور پہاڑیوں کے جنگلوں کی پیداوار وں کو مناسب طریقہ پر بیچنے کے لئے ۱۵ ہزار سے ۲۰ ہزار روپئے صرف کرنے ہونگے۔ بات یہ ہے کہ محکمۂ جنگلات کھڑے درختوں اور بانسوں ہی کو فروخت کرتا ہے۔ ٹھیکیدار انھیں کاٹتا ہے اور فروخت ہونے والی چیزوں کی صورت میں جیسے شہتیر، کڑی، سلیپر اور تختے بنا کر بازار میں بیچتا ہے۔ اسلئے ٹھیکیدار کو خرید کی قیمت کی تگنی اور چوگنی رقم صرف کرنی پڑتی ہے محکمۂ جنگلات شال کی لکڑی تقریباً آٹھ آنہ اور دوسری لکڑیاں تقریباً ۴ آنہ فی مکعب فیٹ اور بانس تقریباً ۲ آنہ فی کوڑی کے حساب سے بیچتا ہے۔ اوسطاً بازار میں شال کی لکڑی تقریباً ۱۲ آنہ فی مکعب فیٹ اور بانس تقریباً ۱ـ۴ روپیہ فی کوڑی کے حساب سے بکتا ہے۔ بہت زیادہ مقابلہ ہونے سے ٹھیکیدار کو لکڑی میں ایک آنہ مکعب فیٹ یا بانس میں بھی ایک آنہ فی کوڑی سے زیادہ فائدہ نہیں ہوتا خرید کی قیمت اور فروخت کی قیمت میں جو فرق ہوتا ہے وہ کٹائی، گڑھائی اور ڈھلوائی کا صرفہ ہے۔ اس طرح صرف ضلع گڑھوال کا محکمۂ جنگلات تقریباً ۷ لاکھ کی سالانہ آمدنی کرتا ہے اور ٹھیکیدار اس رقم کی تگنی اور چوگنی رقم یعنی تقریباً ۲۲ ہزار سے ۲۸ ہزار روپئے سالانہ تک کٹائی، گڑھائی اور ڈھلائی کی صورت میں اس ضلع کے مزدوروں میں صرف کرتے ہیں۔ یہ مزدور لکڑی اور بانس کاٹتے، چیرتے اور ڈھوتے ہیں اور زیادہ تر اضلاع گڑھوال، کمایوں اور بجنور سے آتے ہیں۔ اس ضلع اور اسکے پڑوس کے اضلاع سے سینکڑوں خچر، بھینسے، بیل اور اونٹ لکڑی اور بانس ڈھونے کیلئے لائے جاتے ہیں۔ نیپال کے مزدور بھی جو دوتیل کہلاتے ہیں یہاں ایسی گہری جگہوں میں سے لکڑی نکالنے کیلئے آتے ہیں جہاں یہ جانور کام نہیں کرسکتے۔ ایسے جانور اور آدمی اپنے کنبے کے ساتھ ہر سال شروع جاڑے میں اپنا گھر چھوڑ کر یہاں آتے ہیں اور جنگل بھر میں پھیلکر جھونپڑیاں بنا کر رہتے ہیں۔ اسطرح وہ چار چھ ماہ تک روزی کماتے ہیں اسلئے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ صرف ضلع گڑھوال کے محفوظ جنگل ہی ہر سال بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر تقریباً ۲۸ لاکھ یا ۲۵ لاکھ روپئے صرف کرکے کئی لاکھ جانوروں اور انسانوں کو روزی دیتے ہیں اسکے علاوہ محفوظ جنگلوں کے دس میل کے حلقے میں رہنے والے گاؤں والوں کو مویشی چرانے عمارت کیلئے پتھر لینے، چھپر بنانے کیلئے گھاس لینے گھر بنانے اور کھیتی کے آلات و نیز جلانے کے لئے لکڑی لینے کی سہولتیں حاصل ہیں۔ اسکے لئے انھیں یا تو کچھ دینا نہیں پڑتا یا جنگل کے بندوبست میں دی جانے والی رعایت کے مطابق برائے نام رقم دینی پڑتی ہے۔ اگر مذکورہ بالا چیزوں کی قیمت لگائی جائے تو کئی لاکھ روپیہ ہوگی۔

یہ دیکھکر تعجب ہوگا کہ ۱۱۰۰ مربع میل جنگل کی زمین پہاڑی اور دشوار گذار جگہ میں ہوتے ہوئے بھی محکمۂ جنگلات کی نگرانی میں رہنے کی وجہ سے بالواسطہ اور بلاواسطہ طور پر قرب و جوار کے عوام کیلئے ۳۵ لاکھ روپیہ سالانہ دیتی ہے۔ لیکن مذکورہ رقبے کی چوگنی زمین میں جو لینس ڈاؤن اور کالاگڈھ جنگل ڈویژنوں کے نیچے گنگا اور رام گنگا کے درمیان ایسی جگہ میں ہے جو دشوار گذار نہیں ہے اور جہاں پہلے اچھے جنگل پائے جاتے تھے غیر سرکاری انتظام ہونے کے باعث ایک کروڑ کی جگہ شاید ہی چار لاکھ سالانہ آمدنی ہوتی ہو۔ اس کا سبب یہ ہے کہ انتظام مناسب نہیں ہوتا اس سے یہ بات پوری طرح ثابت ہوتی ہے کہ محفوظ جنگلوں کا بجا طور پر انتظام ہونے سے فائدہ ہوتا رہیگا اور انکی تعداد بھی آئندہ بڑھتی رہے گی۔ لیکن انتظام ٹھیک نہ ہونے سے یا درختوں کو زیادہ تعداد میں گرانے سے لکڑیاں ایندھن اور دیگر جنگلی پیداوار کی کمی ہو جائے گی اور سینکڑوں جانور بھوکے مریں گے۔

اس صوبے کے دس اضلاع میں چودہ محفوظ جنگلوں کے ڈویژن ہیں جن سے تقریباً ۴۳ لاکھ کی آمدنی ہوتی ہے جیسا اوپر ضلع گڑھوال کیلئے کہا گیا ہے اسی حساب سے مذکورہ رقم کی تگنی رقم یعنی ۱۲۹ لاکھ روپئے ٹھیکے داروں





پہاڑی سبزہ

کے ذریعہ کٹائی گڑھائی اور ڈھلائی کی صورت میں مزدوروں کو ملتے ہیں اس طرح گیارہ اضلاع کے محفوظ جنگلوں کے ذریعہ صرف ٹھیکیداروں اور تاجروں کو ہی تجارت اور صنعتی ترقی کرنے کی سہولیت نہیں حاصل ہوتی بلکہ اس صوبے کے بیشتر مزدوروں کو روزی بھی ملتی ہے۔

جنگلوں کے ذریعہ ہونے والے فائدوں کو بتلانے کے لئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ سیکڑوں گاؤں والے اپنی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے، ہزاروں جانور چرائی کے لئے اور مختلف قسم کے کھیتی کے آلات اور آبپاشی کے لئے محفوظ جنگلوں پر ہی منحصر رہتی ہے اگر ان سب چیزوں کی قیمت لگائی جائے تو کئی لاکھ روپیہ سالانہ کی رقم نکلے گی۔

جنگل سے ملک کو ہی بالواسطہ اور بلاواسطہ فائدے ہوتے ہیں اور اسی لئے جنگل قومی ملکیت کہے جاتے ہیں۔

جس رفتار سے اس وقت جنگل برباد کئے جا رہے ہیں اگر یہی سلسلہ جاری رہا تو کچھ عرصہ میں یہ گاؤں، مویشی اور کھیتی تباہ ہو جائے گی۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ کئی ملک قدرتی جنگلوں کے کاٹے جانے سے اُجڑ گئے اگرچہ یہ کام رفتہ رفتہ ہوتا ہے گر ہوتا ضرور ہے۔ سائنس دانوں کے ذریعہ کچھ ملکوں کے قدیم آثار دریافت کرنے پر ان کی پرانی عظمت ظاہر ہوتی ہے جو جنگلوں کی کٹائی کے ساتھ تباہ ہو گئی اور بالآخر ملک کی آب و ہوا بارش زمین کی زرخیزی اور دیگر اقتصادی ذریعے برباد ہو گئے۔

اس لئے ایسے لوگوں کو متنبہ کرنا چاہئے جو صوبے کی دولت برباد کرنے میں دلچسپی لے رہے ہیں اور بھولے بھالے لوگوں کو موجودہ اختیارات بڑھوانے کے لئے بھڑکا رہے ہیں



پہاڑوں کے جنگل

اور خود کو بہت بڑے مصلح اور بہادر ثابت کرنے کے لئے محفوظ جنگلوں میں بھی کھیتی ہونے پر زور دے رہے ہیں۔ ایسے لوگ جاہل لوگوں کو تعلیم دیکر اور جنگلوں کی حفاظت کرنے اور موجودہ جنگلوں کو وسیع کرانے میں امداد دیکر ملک کی سچی خدمت کر سکتے ہیں۔

جنگلوں کا بندوبست

عوام میں محفوظ جنگلوں کے بندوبست اور اُن میں رہنے والوں کی قانونی حالت، حقوق اور رعایتوں کے بارے میں بہت بڑی غلط فہمی پھیلی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ ۶۰ یا ۷۰ سال پہلے جب برطانی حکومت نے صوبے کے اِن قدرتی جنگلوں کو برباد ہوتے دیکھا تو اُس نے جنگلوں کی حفاظت کے لئے قانون بنایا اور اُن میں رہنے والے لوگوں کے حقوق کا انڈین فارسٹ ایکٹ (۱۸۶[illegible]ء کا ۲۶ واں ایکٹ) کی ۲۰-۴ دفعات کے مطابق بندوبست کیا۔ عام طور پر ہر ایک جنگل کے بندوبست کے لئے ایک تجربہ کار سویلین فارسٹ سٹلمنٹ افیسر کے طور پر تعینات کیا گیا۔ اِس افسر نے محفوظ کئے جانے والے جنگلوں کے قرب و جوار کے دیہاتوں میں اخباروں میں اشتہار چھاپ کر نوٹسیں نکال کر اور منادی کرا کے (ا) مجوزہ جنگلوں کے حدود متعین کئے۔ (ب) ایسے جنگلوں کے محفوظ کئے جانے کے باعث ہونے والے نتیجے بتلائے۔ اور (ج) لوگوں کو تین ماہ کے اندر فارسٹ سٹلمنٹ افسر کے پاس اپنے حقوق اور معاوضے لکھ کر داخل کرنے کا موقع دیا گیا۔ اس کے بعد فارسٹ سٹلمنٹ افسر نے موقع پر جا کر سبھی حقوق کی تحقیقات کی، تاریخ مقرر کر کے گواہوں اور کاغذات کی تحقیقات کی اور لوگوں کو ایسے حق دے دئے جو تحقیقات کرتے وقت ثابت ہو گئے تھے۔ موروثی حق بھی مان لئے گئے اور باقی سبھی باتیں نامنظور کر دی گئیں۔

ایسے جنگلوں کے بڑھنے کا بھی انتظام کر دیا گیا جن میں



زیادہ چرائی سے زمین کا کٹنا

لوگوں کے حقوق مان لئے گئے تھے۔ لیکن ایسے جنگلوں میں جہاں بہت سے لوگوں کے حق ہونے کے باعث جنگلوں کی حفاظت نہیں ہو سکتی تھی، یا تو کئی حق داروں کے حق ایک میں ملا دئے گئے یا ایسے جنگل محفوظ نہ ہو کر گاؤں والوں کے لئے چھوڑ دئے گئے۔

فارسیٹ سٹلمنٹ افسر کے آرڈروں سے مطمئن نہ ہونے والے لوگوں کو تین مہینے کے اندر لوکل گورنمنٹ کی طرف سے قائم ہونے والی اپیل عدالت میں، جو عموماً اُسی ڈیویژن کے کمشنر کی عدالت ہوتی تھی اور جسے ہائی کورٹ کے اختیارات حاصل تھے، اپیل کرنے کا موقعہ دیا گیا تھا۔ ایسے فیصلوں کی نگرانی کا حق لوکل گورنمنٹ کو حاصل تھا۔ فریقین کو یہ حق تھا کہ ان دونوں عدالتوں میں اُن کی طرف سے وکیل پیروی کر سکیں۔

اِس طرح ہم دیکھیں گے کہ یہ سرکاری جنگل قانون کے مطابق ہی محفوظ کئے گئے ہیں اور جنگلوں کا بندوبست کرتے وقت لوگوں کے حقوق کا خیال کرتے ہوئے سبھی ضروری قانونی کارروائیاں کی گئی ہیں۔ اِن جنگلوں کے گاؤں اور قصبوں کی ضرورتیں گھٹنے بڑھنے سے مذکورہ حقوق گھٹ بڑھ نہیں سکتے۔ ۱۸۷۶ء کے انڈین فارسیٹ ایکٹ کے مطابق محفوظ سرکاری جنگل میں نہ تو کوئی نیا حق پیدا ہو سکتا ہے اور نہ کوئی بنایا ہی جا سکتا ہے۔

دلچسپی لینے والی جماعتوں اور جھگڑا کرنے والے لوگوں کا کہنا ہے کہ اُن پچھلے دنوں کے لوگ پورے عقلمند اور تعلیم یافتہ نہیں تھے۔ لیکن اسی طرح یہ کہنا ٹھیک نہ ہوگا کہ اُس وقت کے سٹلمنٹ افسر اور ان کے ملازمین جنھوں نے رہنما کا کام دیا پورے عقلمند اور پڑھے لکھے نہیں تھے۔ اِس لئے حقیقتاً گذشتہ بندوبست کی طرف سے مطمئن نہ ہونے کا کوئی سبب نہ ہونا چاہئے۔ روزانہ سارے ملک میں ہائی کورٹوں میں جنگل کے بندوبست سے بڑھ کر مقدمے کے فیصلے ہوا کرتے ہیں۔ اُن کے فیصلے آخری فیصلے کی شکل میں تسلیم کئے جاتے ہیں اور مدتوں کے بعد اُن کی نگرانی کی درخواست نہیں دی جاتی۔



کھیت کی چڑیل

(از شری نا تھ سنگھ

(۱)

دن بھر کے کام کے بعد، شام کو تکان مٹانے اور دل بہلانے کے مختلف لوگوں کے مختلف طریقے ہیں۔ مہیش اور اُسکے ساتھیوں کا طریقہ بالکل نرالا تھا۔ یہ لوگ کچھ رات گزرنے پر قریب کے گاؤں میں جاتے اور کچھ نہ کچھ چُرا کر کھاتے۔ جب تک ان سب کے پیٹ میں کچھ پہنچ نہ جاتا یہ واپس نہ ہوتے۔ چاہے صبح ہی کیوں نہ ہو جائے۔ پھاگن کے دنوں میں یہ مہوے کی چوری کرتے۔ جیٹھ اساڑھ میں آم کی۔ ساون بھادوں میں کھیرے اور ککڑی کی کنوار کاتک اور اگھن میں جوار باجرہ کی بالیں چُراتے اور جاڑے میں چنے مٹر کی پھلیاں۔ مطلب یہ کہ کھیت اور باغوں میں موسم کے لحاظ سے جو چیز بھی انھیں ملتی یہ چُراتے اور کھاتے۔

یہ سب ملاحوں کے لڑکے تھے اور ضلع الہ آباد میں مناکے کنارے بھبھور نامی گاؤں میں رہتے تھے۔ دن بھر ناؤ چلاتے یا مچھلی مارتے یا کھیتوں میں کام کرتے یا ر کوئی محنت مزدوری کا کام کرتے۔ لیکن شام کو سب ع ہوتے اور ساتھ ساتھ چوری کرنے نکلتے۔ مہیش انکا ر تھا۔ آس پاس کے گاؤں میں برابر یہ شکایت سُنائی تی تھی کہ کل کسی نہ کسی کے یہاں چوری ہو گئی۔ لیکن لاکھ کوشش کرنے پر بھی یہ کوئی نہ جان سکا کہ چور کون ہے؟ اسکی ایک وجہ شاید یہ بھی تھی کہ یہ لوگ ایک کھیت یا باغ میں صرف ایک ہی بار چوری کرنے جاتے تھے اور اپنے کام سے زیادہ کی چیزیں نہیں چُراتے تھے۔ اسلئے جس کا نقصان ہوتا تھا وہ اسکو معمولی سمجھ کر کوئی خیال نہیں کرتا تھا۔

بھبھور سے ملا ہوا جمنا کے اُس پار ایک گاؤں مجھیاری ہے اس گاؤں کے لوگ خوب کسرتی اور لٹھیت ہوتے ہیں۔ مہیش اور اُسکے ساتھیوں کی ابھی تک مجھیاری کی طرف قدم اٹھانے کی ہمت نہ ہوئی تھی۔ لیکن مجھیاری کے کچھار میں گرمی کے دنوں میں جو تربوز ہوتے ہیں انھیں اپنے گاؤں میں بکنے کے لئے آتے دیکھ کر اُن سب کے مُنہ میں پانی بھر بھر آتا تھا۔ ایک بار ہمت کرکے مہیش اور اُس کے ساتھیوں نے تربوز کھانے کی ٹھان ہی لی۔

چاندنی رات تھی اور دس بجے کا وقت تھا۔ ہوا نیم کے پھولوں کی خوشبو سے معطر تھی۔ بیچ بیچ میں کوئل کی کوک رات کے سناٹے کو چیر کر مہیش اور اُسکے ساتھیوں کے دلوں کو اور بھی زیادہ ہمت اور جوش سے بھر رہی تھی۔

مہیش کے ایک ساتھی نے کہا۔ آخر ہم سب لڑکے ہی ہیں مجھیاری والے بڑے لٹھیت ہوتے ہیں۔ اگر ان کا سامنا ہو گیا تو زندہ لوٹنا مشکل ہے۔

مہیش بولا۔ ہم لوگوں کو تو صرف تربوزوں کے کھیت میں جانا ہے جو گاؤں سے بہت دور ہے اور پھر گاؤں والے لٹھ چلانے میں کتنے ہی تیز ہوں دوڑنے میں تو ہم لوگوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ایک تربوز بھی ہاتھ لگ گیا تو ہم لوگ بھاگ نکلیں گے اور خطرے سے باہر ہو جانے کے بعد کسی کھیت میں بیٹھ کر اطمینان سے کھائیں گے۔

بھبھورا اور جھباری کے بیچ میں جمنا کی ایک پتلی دھار بہتی ہے جو گرمی سے سوکھ جاتی ہے اور پانی کی جگہ پر رات کو بھی ریت کی سفیدی دیکھ کر پانی کا دھوکا ہوتا ہے۔

جس وقت مہیش اور اس کے ساتھی ریت پر پہنچے اس وقت چاند اپنے پورے عروج پر تھا۔ کھیتوں کے بیچ میں محافظ اپنی اپنی چارپائیوں پر پڑے خراٹے لے رہے تھے اور دور سے صاف دکھائی دے رہے تھے۔ اُن کے سونے کا اس لئے اور بھی یقین تھا کہ اگر وہ جاگتے ہوتے تو مہیش اور اس کے ساتھیوں کو دیکھ سکتے تھے۔ چاندنی چٹکی ہوئی تھی چھپنے کے لئے کہیں کوئی چھوٹی سی جھاڑی بھی نہیں تھی۔ مہیش کے ساتھیوں کی رائے ہوئی کہ لوٹ چلنا چاہئے۔ اور کہیں مہوہ وغیرہ توڑ کر کھانا چاہئے۔ مگر مہیش نے کہا "نہیں آج تو ہم تربوز ہی کھائیں گے چاہے پکڑے ہی کیوں نہ جائیں۔

ابھی تک یہ لوگ کہیں پکڑے بھی نہیں گئے تھے اس لئے ہمت بڑھی ہوئی تھی اور پانچوں دوستوں کی عمریں ۱۵ اور ۱۸ سال کے درمیان تھیں۔ مہیش سب سے تندرست، پھرتیلا اور ہمت ور تھا۔ اُس کی عمر ۱۸ سال تھی اور وہ سب کے آگے چل رہا تھا۔ تربوز کا پہلا کھیت چھان ڈالا لیکن انھیں ایک بھی تربوز نہ ملا۔ دوسرے کھیت میں دور پر بانسوں کا ایک چھپر کھڑا تھا۔ چھپر کے نیچے تھوڑی آگ تھی جو شاید محافظ نے تمباکو پینے کے لئے جلائی تھی۔ چھپر کے باہر کھلی ہوئی جگہ میں ایک چارپائی پڑی ہوئی تھی اُس پر کوئی لیٹا سا معلوم ہوتا تھا۔

مہیش نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ دوستو! بڑھے آؤ اس کھیت میں ضرور ہم لوگوں کو اچھے تربوز ملیں گے۔ گرمی کے اندر آگ کھلی پڑی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نگوارا (محافظ) دوبارہ تمباکو پینے کا ارادہ نہیں رکھتا اور رات بھر کے لئے سو گیا ہے۔

مگر مہیش کے ساتھیوں کی آگے بڑھنے کی ہمت نہ ہوئی۔ وہ سب کھیت کی مینڈ پر کھڑے ہو گئے اور بولے۔ "انجان گاؤں میں ہمیں آگے بڑھنے میں ڈر لگتا ہے۔"

چاندنی رات ہوتے ہوئے بھی کھیتوں پر تربوز کے پتوں کا کچھ ایسا سایہ پڑ رہا تھا کہ کہیں کوئی تربوز نظر نہیں آتا تھا۔ پتوں کے بیچ میں کوئی کالی اور گول سی چیز مہیش کو نظر آئی۔ اُس نے سوچا ضرور یہ کوئی تربوز ہے۔ مہیش دبے پاؤں وہاں تک گیا اور جھک کر اس کالی چیز کو دیکھنے لگا۔ مہیش کو جھکا ہوا دیکھ کر اُس کے ساتھی یہ سمجھے کہ وہ کسی تربوز کے پاس پہنچ گیا ہے اور اسے توڑنا ہی چاہتا ہے۔ وہ بھی دبے پاؤں مہیش کے پاس تک پہنچ گئے۔

لیکن یہ کیا؟ جیسے ہی مہیش نے اُس گول چیز میں ہاتھ لگایا تھا کہ ایک نوجوان لڑکی "چور پکڑ لیا" کہتی ہوئی اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ دراصل جس چیز کو مہیش تربوز سمجھ رہا تھا وہ اُس لڑکی کا سر تھا۔ چوروں کو پکڑنے ہی کے لئے وہ پتیوں میں چھپ کر وہاں لیٹی تھی۔ اُس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے مہیش کو پکڑ لیا اور بولی "بس اب بھاگنے کی کوشش نہ کرنا!"

مہیش کے ساتھی یہ سین دیکھ کر وہاں سے اِس طرح بھاگے جیسے کھیت میں ذرا سا بھی کھٹکا ہوتے ہی گیدڑ بھاگتے ہیں۔

مہیش چلانے لگا۔ "دوستو! مجھے اکیلا نہ چھوڑو۔ ٹھہرو! ٹھہرو! یہاں کوئی نہیں ہے۔ یہ تو صرف ایک عورت ہے۔ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔

مگر دوستوں نے مہیش کی ایک نہ سنی اور وہ اکیلا رہ گیا۔ پہلے تو مہیش نے سوچا کہ اس لڑکی سے ہاتھ چھڑا لیں اور وہ بھی اپنے ساتھیوں کے پیچھے بھاگ نکلے۔ مگر زندگی میں یہ پہلا ہی موقع تھا جب ایک لڑکی نے اس طرح اُس کا ہاتھ پکڑا تھا۔ اُس نے سوچا کہ یہ نامردی ہوگی۔ لڑکی سے ہاتھ چھڑا کر بھاگنے کے بجائے اُس نے اُس لڑکی کے ہاتھوں سزا پانا زیادہ پسند کیا اور بولا "اچھا میں تمھارا قیدی ہوں مجھے جو چاہو سزا دو۔"

(۳)

لڑکی مہیش کو پکڑے ہوئے تربوز کے پتوں کو بچاتی ہوئی

کھیت میں سنبھال سنبھال کر قدم رکھتی ہوئی اُس جگہ پہنچی جہاں کھاٹ پر اُس کا دادا سو رہا تھا۔ لڑکی نے ہلا ڈلا کر اُس کو جگایا اور مہیش کا ہاتھ اُس کے ہاتھ میں دیدیا۔ مہیش کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پاتے ہی وہ آدمی اُٹھ بیٹھا اور بولا۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم اس گاؤں کے رہنے والے نہیں ہو۔ جسے ذرا بھی عقل ہوگی وہ چمپا ملاّح کے کھیت میں پیر رکھنے کی جرأت نہ کرے گا۔ "تم کہاں کے رہنے والے ہو"؟

مہیش ڈرتے ڈرتے بولا: "بابا میرا گھر بھبھور میں ہے۔ اور بہت سے لوگ تربوز توڑنے آئے تھے وہ سب بھاگ گئے میں اکیلا رہ گیا۔ میں چوری نہیں کرتا صرف اُن کے ساتھ چلا آیا تھا۔" مہیش نے ہاتھ سے اپنے گاؤں کی سمت اشارہ کیا۔

"اچھا تو تم بھبھور میں رہتے ہو۔ ملاّح ہو؟"

"ہاں!"

"تب تو تمھیں میرے کھیت میں اور بھی نہ آنا چاہئے تھا۔ ملاّح کے لڑکے کو چوری کرتے ہوئے یہ میں نے پہلی ہی بار دیکھا ہے کیا تمھارے ماں باپ تمھیں کبھی روکتے نہیں؟

مہیش نے کہا۔ "دادا آپ بالکل ٹھیک کہتے ہیں۔ میں چوری کرنے کے ارادے سے نہیں آیا تھا۔

بوڑھا بولا۔ "تمھارے ماں باپ زندہ ہیں؟"

"ہاں"۔

"سمجھ گئے! اس لئے تم چور نکلے۔ کیونکہ اگر ماں باپ زندہ ہوتے تو ضرور روک تھام کرتے۔ خیر تمھارے گھر میں اور کوئی ہے؟ بھائی ہیں، بہن ہیں، کھیت کتنے ہیں؟ باغ، مال مویشی کچھ ہیں؟"

مہیش بولا۔ گھر میں سبھی کچھ ہے اور ہمارے ماں باپ بھی زندہ ہیں۔

بوڑھے نے گھوم کر مہیش کی طرف دیکھا اور بولا مجھے افسوس ہے کہ تمھارے پاس کچھ نہیں ہے۔ مگر میں تمھیں چھوڑ نہیں سکتا۔ تمھارے جیسے ہٹے کٹے آدمی پر مجھے ترس نہیں آتا۔ میری طرف دیکھو ۷۸ سال کا ہو گیا ہوں۔ اتنا بڑا جسم بنانے کے لئے تمھیں کم از کم ۲۰۰ سال چاہئیں۔ مجھ میں ہمت ہے اور میں اب بھی کم از کم ایک اچھے تندرست نوجوان کا مقابلہ کر سکتا ہوں۔ میرا دل ابھی تھکا نہیں ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ تمھارے پاس کچھ نہیں ہے۔ نہیں تو اسی وقت چل کر تمھارا چھپر اُتار لاتا۔

مہیش کی سمجھ میں قطعی نہ آیا کہ یہ بوڑھا کیا کہہ رہا ہے اور اُس کی باتوں کے مفہوم غلط کیوں سمجھ رہا ہے۔ مہیش نے اُس لڑکی کی طرف دیکھا جو اب بھی اس کے پاس کھڑی تھی۔ حالانکہ مہیش نے اُس سے کچھ کہا نہیں لیکن اُس کی خواہش یہی تھی کہ لڑکی اُس کے بارے میں کچھ بتلائے۔

لڑکی نے کہا۔ آپ ڈرئیے نہیں صرف ہاں ہاں کہتے جائیے میرے دادا بالکل بہرے ہیں انھیں کچھ سنائی نہیں دیتا۔

بوڑھے نے لڑکی کی طرف دیکھ کر کہا۔ کلاوتی ذرا آگ تو جلا۔ روشنی میں میں دیکھوں گا کہ یہ کون آدمی ہے۔

لڑکی نے چھپّر میں سے کچھ پھوس کھینچ کر اُسے آگ پر رکھا اور تھوڑی دیر تک اُس میں پھونک ماری۔ جب آگ جل اُٹھی تو بوڑھا مہیش کو جھونپڑی کے اندر لے گیا اور اُس کے چہرے کو بڑے غور سے دیکھا۔ بوڑھے نے کہا۔ کہو۔ کیا چاہتے ہو۔ تم کو چھوڑ دوں یا سزا دوں؟

مہیش بولا۔ میں آپ کا قیدی ہوں۔ آپ جو طے کریں گے میں منظور کروں گا۔

بوڑھے نے کہا۔ میں جانتا تھا تم یہی کہو گے کہ مجھے چھوڑ دو۔ مگر میں تمھیں چھوڑنے والا نہیں ہوں۔ تم بڑی مشکل سے میرے قبضے میں آئے ہو تمھیں میری ایک بات منظور کرنی ہوگی۔ جب تک تم میری ایک بات منظور نہ کرو گے تب تک میں تم کو چھوڑوں گا نہیں۔ اور اگر نہ مانو گے تو رات جانے سے پہلے میں تمھیں اسی ریت میں گاڑ دوں گا اور دوسرے لوگ صبح تمھارا پتہ بھی نہ پائینگے۔

بات یہ تھی کہ بوڑھا مہیش کو پہچان گیا تھا۔ وہ اس کے ساتھ اپنی نواسی کی شادی کرنی چاہتا تھا۔ مگر مہیش کا باپ کسی طرح راضی نہ ہوتا تھا۔

مہیش نے چمپا کی طرف دیکھا۔ شائد وہ اُس کی کچھ مدد کرے اُسے اپنے ساتھیوں کا خیال آیا۔ اُس نے ایک لمبی سانس لی۔

اُسے یہ بھی خیال آیا کہ وہ یکایک بھاگ کھڑا ہو۔ لیکن پھر سوچا کہ شائد اس میں کامیابی نہ ہو۔ کیونکہ اب وہ کھیت کے بیچ میں کھڑا تھا اور راستہ سے ناواقف تھا۔

"اچھی بات ہے۔ تمھیں معقول سزا ملے گی۔" کہتے ہوئے بوڑھا اُسے جھونپڑے کے باہر کھینچ کرلے آیا اور اپنی چارپائی پر اُسے بٹھا کر بوڑھا خود اُس کے پاس بیٹھ گیا اور اُس کے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھ کر بولا۔ بولو تم یہ کھیت چاہتے ہو؟ تم تربوز توڑنے آئے تھے اب میں تم کو پورا کھیت دینا چاہتا ہوں۔ ہمت ہے لینے کی؟ بولو!

مہیش نے لڑکی کی طرف دیکھا۔ لڑکی مسکرا دی اور مہیش کو ایسا محسوس ہوا گویا اُس پر کسی نے جادو کر دیا ہو۔

لڑکی نے کہا۔ دادا کسی کی سُنتے نہیں صرف اپنی ہی بکتے ہیں۔ آپ ہاں۔ ہاں کرتے جائیے۔ بس۔

بوڑھا بولا۔ جانتے ہو تربوز کیسے پیدا ہوتا ہے۔ تھالے بنانے پڑتے ہیں۔ اُن میں اچھی کھاد دینی پڑتی ہے۔ جب پودا بڑھکر پھیلتا ہے تو اُس کی اس طرح نگہبانی کرنی پڑتی ہے جیسے آدمی اپنے بچوں کی کرتا ہے۔ دِن کو رات اور رات کو دن کرنا پڑتا ہے۔ تب کہیں تربوز دکھائی دیتے ہیں۔

لڑکی پھر مسکرائی اور اُس کے ساتھ مہیش بھی مسکرایا۔ بوڑھا بولا ذرا میری طرف دیکھو۔ میں ۷۴ سال کا ہو گیا ہوں۔ اس گاؤں میں اس عمر کے گنے چنے لوگ ہوں گے۔ میں اب بھی اتنی طاقت رکھتا ہوں کہ موت بھی آئے تو اُسکو دولات مار دوں۔ اور یہ صرف اس لئے ہے کہ مجھے لڑکپن ہی سے سخت محنت کرنے کی عادت ہو گئی ہے۔ میں محنت سے کبھی نہیں ہارتا۔ میں اپنا کھیت خود جوتتا ہوں۔ پانس ڈالتا ہوں۔ اُس میں اچھے بیج تلاش کرکے بوتا ہوں۔ اگر میں ایسا نہ کرتا تو میری بھی تمھاری طرح چوری کرنے کی عادت پڑ جاتی اور تمھاری طرح یا تو چار باتیں سُنتا یا جیل خانے میں سڑ کر مر جاتا۔

مہیش نے بوڑھے سے بحث کرنا فضول سمجھا اور سر ہلا دیا۔

"اب ٹھیک ہے" (لڑکی بولی)۔

مہیش کے اس برتاؤ سے بوڑھا بہت خوش ہوا اور لڑکی سے بولا۔ کلاوتی! اس سے پوچھو اگر یہ بھوکا ہو تو اِسے کچھ کھانے کو دیا جائے۔ میرا ایک لڑکا اسی کے برابر ہو کر مرا تھا اس لئے مجھے اِس پر ترس بھی آتا ہے۔

بوڑھے کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور وہ اپنی کمر سے پھٹی ہوئی دھوتی کا کونا کھول کر اُسے آنکھوں کے پاس لے جانے کی کوشش کرنے لگا۔

(۳)

دوسرے روز صبح جب مہیش بھیمور نہیں پہنچا تو اُسکے چاروں ساتھیوں کو کچھ فکر ہوئی اور اُنھیں اپنی بزدلی پر شرم بھی آئی۔ وہ مہیش کا پتہ لگانے کی ترکیب سوچنے لگے۔ مہیش کے گھر میں اس سلسلے میں اُن لوگوں نے کچھ کہنا مناسب نہیں سمجھا۔ اس کے متعلق اُنھوں نے گاؤں میں کسی سے کچھ ذکر کرنے سے پہلے اُنھوں نے خود اُس جگہ جانے کا ارادہ کیا جہاں وہ مہیش کو چھوڑ آئے تھے۔

اُن سبھوں نے مسافروں کا بھیس بنایا۔ ایک نے کاندھے پر لوٹا اور ڈور رکھی، دوسرے نے کپڑے میں مٹی باندھ کر اُس کی پوٹلی بنائی اور اُسے سر پر رکھی۔ تیسرے نے سوت کے بُنے ہوئے ایک تھیلے میں کچھ کچے آم رکھے اور چوتھے نے سُرتی اور سپاری کی تھیلی ہاتھ میں لی اور سُرتی ملتا ہوا چلا۔

دھیرے دھیرے یہ لوگ اُسی کھیت پر آئے اور کھیت کے بیچ سے گزرنے لگے۔ کھیت میں سناٹا تھا اور نام کو بھی کہیں کوئی نہیں نظر آتا تھا۔ اُن لوگوں نے کہا کہ دن میں تربوزوں کی چوری کرنا رات کی بہ نسبت آسان معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ ڈھونڈھنے سے بھی کوئی آدمی نظر نہیں آتا۔ مگر اُن سب کا خیال اس وقت تربوزوں کی چوری کی طرف نہیں تھا۔ وہ سب اپنے ساتھی کے لئے پریشان تھے۔ اُسی کا

پتہ لگا رہے تھے اور اُسی کے لئے اِدھر اُدھر نظر دوڑا رہے تھے۔
رفتہ رفتہ ان کی ہمت بڑھی اور یہ اُس کے کھیت کے چاروں طرف چکر لگانے لگے لیکن اُنھیں کہیں بھی مہیش کے پیروں تک کے نشان نہ ملے۔ اُس چھپر کے نیچے بھی گئے جس میں رات کو محافظ کی آنکھوں کی طرح آگ کی چنگاری چمک رہی تھی۔ وہاں تمباکو کی کچھ چلمیں پڑی تھیں اور ایک کونے میں راکھ کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ بہت دیر تک یہ لوگ چھپر کے نیچے کھڑے رہے۔ ان کا ارادہ یہ تھا کہ کوئی اِدھر سے نکلے تو پوچھیں کہ یہ کھیت کس کا ہے تاکہ مہیش کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکے۔

مگر وہاں کوئی نہ ملا۔ تب یہ اور آگے بڑھے۔ کچھ دُور جانے پر آم کے باغ کی آڑ میں اُنھیں ایک پورہ نظر آیا۔

یہ پورہ ابھی مچھیاری کے گاؤں ہی سے ملا ہوا ہے اور اس میں بھی زیادہ تر ملّاح رہتے ہیں۔ چونکہ یہ سب ملّاح ہی کے لڑکے تھے اس لئے اُس پورہ میں جانے سے اِنھیں کوئی ڈر نہیں لگا۔

پہلے ہی گھر کے دروازے پر اُن کو ایک لڑکی کھڑی ہوئی ملی۔ اُس کی صورت شکل کچھ کچھ ایسی ہی تھی جیسی اُنھوں نے رات کو تربوز کے کھیت میں دیکھی تھی۔ یہ لوگ بڑی ہمت کر کے اُس کے دروازے تک گئے اور لڑکی سے پوچھنے لگے "سوتے کے پاس جو تربوزوں کا کھیت ہے وہ کس کا ہے؟"

"کیوں، کیا آج رات تربوز توڑنے آؤ گے؟" (لڑکی نے مسکرا کر پوچھا)۔

"نہیں نہیں ہم ملّاح کے لڑکے ہیں۔ ملّاح کبھی چوری نہیں کرتے۔ ہمارا ایک ساتھی اُس راستے سے کل مچھیاری جا رہا تھا اُس کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے۔ اُن کا کہنا ہے کہ اُس کھیت میں ایک چڑیل نے اُسے پکڑ لیا ہے"۔

"وہ چڑیل مَیں ہی ہوں" لڑکی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ رمیش کے سب ساتھی بھی ہنس دئے۔

اِسی عرصے میں وہ بوڑھا ملّاح بھی آ پہنچا اور بولا۔ تم لوگ کون ہو جو میری ناتن کو اس طرح بہکا رہے ہو۔ اب مجھے تمھاری ضرورت نہیں۔ مجھے بہت اچھا اڈّا مل گیا ہے۔ بھاگو یہاں سے۔

مکان کے اندر مہیش دکھلائی دیا اور وہ سب چلّائے۔ "مہیش! مہیش!"

اشاروں سے بوڑھا سمجھ گیا کہ وہ سب مہیش کے ساتھی ہیں۔ بوڑھے نے اُن سب سے کہا۔ اچھا تم بھی ملّاحوں کے لڑکے ہو۔ بھبھور میں رہتے ہو۔ خیر! تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ میں نے اپنی ناتن کی شادی طے کر لی ہے اور وہ اِسی چور کے ساتھ ہوگی۔

بوڑھے نے مہیش کی پیٹھ پر ایک زور کا گھونسہ مارا۔ دروازے پر کھڑی ہوئی اس کی نواسی مسکرا پڑی اور اُسکے ساتھی بولے۔ "مہیش تمھیں چوری کی اچھی سزا ملی"۔

پھولوں کی طرح ہنس ہنس کے ہمیں شبنم کی طرح رونا ہی پڑا

(از حضرت علامہ شفق رضوی عماد پوری)

دل پر کچھ ایسی چوٹ پڑی آنکھوں سے لہو رونا ہی پڑا
چہرے کا جو بدلا رنگ شفقؔ منہ آنسوؤں سے دھونا ہی پڑا

ہم ایسے جاگنے والے تھے تا حشر نہ آتی نیند مگر
وہ آکے سُلا گئے قبر میں جب مجبور ہوئے سونا ہی پڑا

جب یک نہ مثالی دل سے خودی وہ مل نہ سکا ہم پا نہ سکے
جب پا گئے اُس کو نامِ خدا اپنے کو ہمیں کھونا ہی پڑا

کیا جانے فرشتوں نے کیا کیا برسوں لکھ لکھ کے سیاہ کیا
اعمال کے سارے دفتر کو اشکوں سے ہمیں دھونا ہی پڑا

غم بھی ہے خوشی کے ساتھ شفقؔ اِک رنگ پہ کب ہے باغِ جہاں
پھولوں کی طرح ہنس ہنس کے ہمیں شبنم کی طرح رونا ہی پڑا

(عالمگیر)



سن رسیدہ (بوڑھی) عورتوں میں چرخے کا استعمال

صوبجات متحدہ میں گرام سدھار

(از جناب ایم۔ ایل۔ گرگ، ایف۔ آر۔ ایچ۔ ایس)

اس صوبہ کی کانگریسی حکومت گرام سدھار کے کاموں میں بلاشبہ دیگر صوبوں کی رہنمائی کر رہی ہے۔ یہ بات نہیں کہ مذکورہ حکومت نے دیگر حکومتوں کی بہ نسبت گرام سدھار کے کاموں میں صرف روپئے زیادہ خرچ کئے بلکہ ان روپئوں کے ذریعے اُس نے مسرت، خوشحالی اور صحت کی دولت بھی بخش دی۔ ان چیزوں کی اس صوبے کو سخت ضرورت تھی تحریک گرام سدھار کا بھی یہی مقصد تھا۔

جناب ایم۔ ڈی چترویدی افیسر محکمہ گرام سدھار دیہاتوں میں پھلوں کے درخت لگانے کی اسکیم کو عملی جامہ پہنا رہے ہیں۔ ہزاروں پھلدار درختوں کے پودے اس غرض سے لگائے اور تقسیم کئے جا چکے ہیں کہ اس صوبے کے ہر ایک شخص کو پھل مل سکیں اور جلانے کے لئے ایندھن بھی مل سکے۔ ایسا ہو جانے سے گوبر کھاد کی صورت میں استعمال کیا جا سکے گا۔

چترویدی صاحب موصوف نے ایک سال کے اندر ہی محکمۂ گرام سدھار میں ایک نئی زندگی پیدا کر دی۔ آپ نے تعلیم، صحت، سڑک، آبپاشی، ویٹرینری، امداد باہمی اور زراعت وغیرہ محکموں کو برابر کی جگہ دی اور انھیں گرام سدھار کے کاموں کی طرف متوجہ کیا تاکہ گاؤں والوں کو زیادہ سے زیادہ فائدہ ہو سکے۔ مختلف محکموں کے تجربے کار اور دلچسپی لینے والے افسر اپنے اپنے محکموں کے کام اس طرح کر رہے ہیں کہ ایک سے دوسرے محکمے کو مدد مل سکے۔ ان سبھی محکموں کا دا



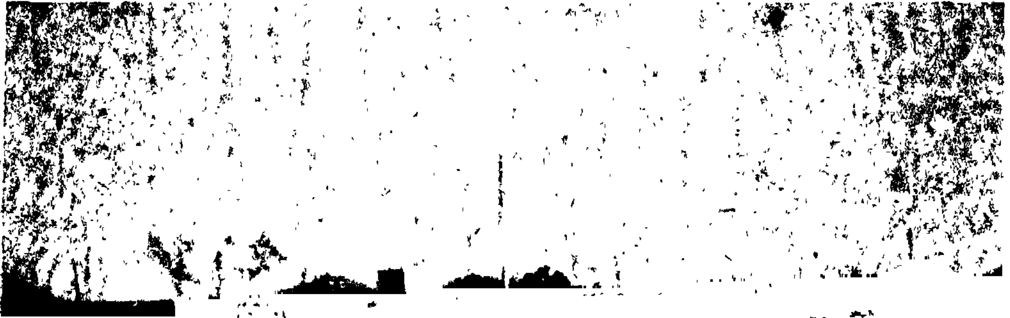
گرام سدھار والنٹیر گونڈا

مقصد یہ ہے کہ گاؤں والوں کی امداد ہوسکے۔

کھیتی کا سب سے بڑا مسئلہ ہے اُس کی پیداوار بڑھانا۔ سبھی کام اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے کئے جا رہے ہیں۔ بیج گودام لوگوں کو اصلاح شدہ بیج دینے کے لئے کھولے گئے ہیں۔ مویشی اِس لئے دئے جا رہے ہیں کہ وہ ہل وغیرہ کھینچنے کے کام میں لائے جاسکیں اور اُن کی مدد سے ڈیری جیسی فائدہ بخش تجارت بھی کی جاسکے۔ کھیتی کے آلات اس لئے دئے جا رہے ہیں کہ اُن سے جوتائی اور گوڑائی اچھی طرح ہوسکے۔ کھاد حاصل کرنے کی بھی سہولیتیں بہم پہنچائی جا رہی ہیں۔

جناب ایس مایا داس جوائنٹ ڈائریکٹر زراعت، یو۔پی پھل اور ترکاری کی کاشت کرنے کے لئے لوگوں کو حوصلہ دلا رہے ہیں۔ آپ نے یہ بات محسوس کی ہے کہ گاؤں والوں کی غذا میں وٹامن اور مائنرل ضرور ہونا چاہئے۔ یہ چیزیں پھلوں اور ترکاریوں میں کافی مقدار میں پائی جاتی ہیں۔ کھیت میں اُگائی ہوئی ترکاریاں زیادہ ہوتی ہیں اور اُن کا مقابلہ بازار کی ترکاریاں نہیں کرسکتیں۔ کسان ایسی ترکاریاں اُگاکر خود فائدہ اُٹھا سکتا ہے اور اپنے پڑوسیوں نیز متعلقین کو بھی فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ زیادہ مقدار میں ترکاری اُگانے کے متعلق یہ سوال تھا کہ کسانوں کو اس کے لئے کس طرح تیار کیا جائے۔ اِس راہ میں روپیے اور فرد خشگی کی مشکلیں تھیں۔ مسٹر مایا داس نے ترکاریوں سے دلچسپی پیدا کرنے کے لئے ایک اسکیم بنائی۔ آپ نے مسرس ایل۔ آر۔ برادرس، سہارنپور کے اشتراک سے ہر موسم میں ترکاریوں کے بیج کے ......ا پیکٹ صوبہ بھر میں تقسیم کرنے کا انتظام کرلیا۔ آپ کے اس انتظام سے گاؤں کے ہر ایک کسان کو کھانے کے لئے ترکاری اُگانے کی سہولیت حاصل ہوگئی۔

ترکاری اُگانے کے سلسلے میں کی جانے والی اِس تحریک کا خاص مقصد یہ ہے کہ ہر ایک گھر والا اپنی ضرورت کے مطابق اپنے گھر کے پاس ہی تازہ ترکاریاں اُگاسکے۔



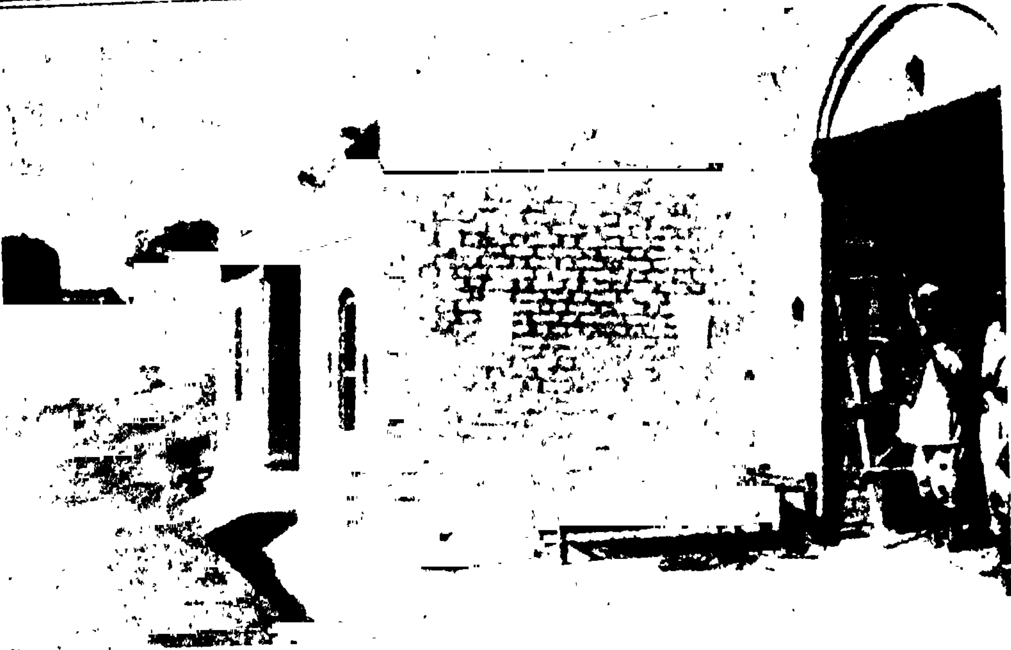
گرام سدھار آرگنائزر سسر/ نینی

یہ درست ہے کہ جب لوگ خود ترکاری اُگانے لگتے ہیں تو وہ پہلے کے مقابلے میں ترکاریوں کا زیادہ استعمال کرتے ہیں۔ یہ بات قابل توجّہ ہے کہ پھل اور ترکاری زیادہ مقدار میں کھانے سے صحت سدھرتی ہے، بیماریاں دور ہوتی ہیں اور زیادہ کام کرنے کی قوت پیدا ہوتی ہے اور اِس سے آمدنی بھی بڑھ جاتی ہے اور انسان صحت مند بھی رہتا ہے۔ پھل اور ترکاری لگانے سے ایک بات کا اور فائدہ ہوتا ہے کہ جو زمین پہلے پرتی پڑی رہتی تھی اور بے کار سمجھی جاتی تھی وہ خوبصورت باغ کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ یہ جگہ خواہ کسی فارم میں ہو، کسی گاؤں میں ہو، یا کسی شہر میں ہو۔ ایسی جگہیں بچّوں اور بوڑھوں کے لئے دلچسپی اور تعلیم کا مرکز ہو سکتی ہیں۔

محکمہ گرام سدھار کی طرف سے دئے جانے والے بیجوں اور پودوں کا مناسب استعمال کرنے اور انھیں کامیابی کے ساتھ اُگانے کے لئے راقم الحروف کچھ ایسے قاعدے بتا رہا ہے جو ماہ جون کے لئے موزوں ہوں گے۔ اِس سے عام طور سے شہر والوں کو اور خاص طور سے گاؤں والوں کو ترکاری اور پھل اُگانے میں مدد مل سکے گی۔

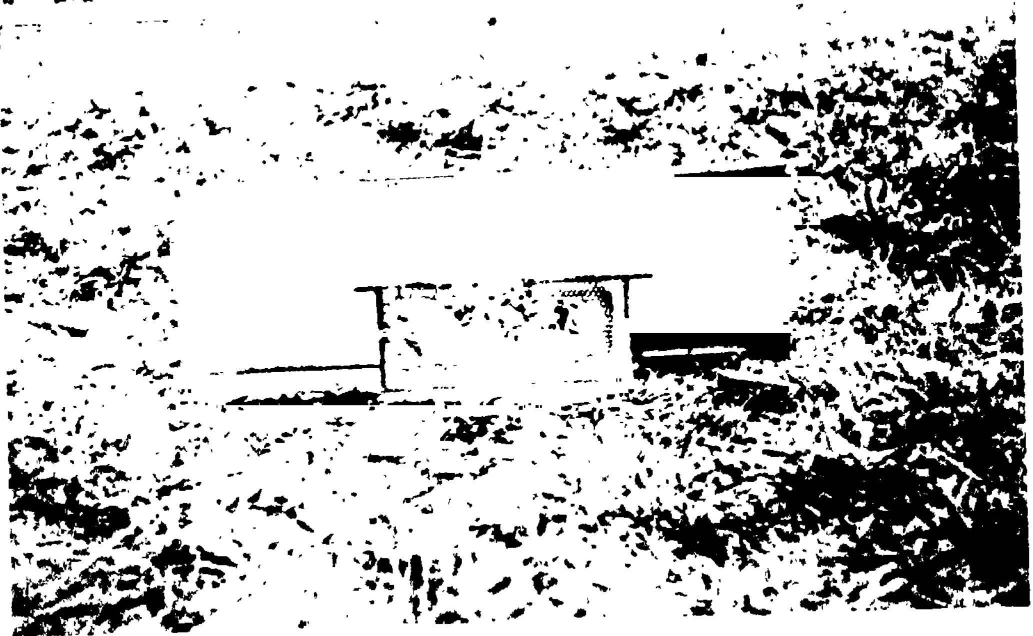
جون، سال کا سب سے گرم مہینہ ہے۔ اِس ماہ میں بہت تیز دھوپ ہوتی ہے اور اِس ماہ کے آخر میں کچھ مانسونی ہوائیں چلتی ہیں۔ گرم ہوائیں قریب قریب مہینے بھر چلا کرتی ہیں۔ ایسی جگہوں میں جہاں گرم ہوا اپنا اثر نہیں ڈالتی، گرمی پڑتی ہی ہے۔ یہ مہینہ کسانوں کے لئے سستی کا ہو سکتا ہے لیکن باغبانوں کے لئے ایک اہم مہینہ ہے۔ بڑے بڑے شہروں کے نزدیک رہنے والا باغبان گرمی میں محنت دیکھ بھال اور کوشش کر کے گرمی کی ترکاریاں پیدا کر کے بازار میں بیچتا ہے۔ نئے باغبانوں سے ایسی امید نہیں کی جا سکتی۔

باغبانی میں کامیاب ہونے کے لئے گرمی کے موسم میں زمین کو گہرائی تک کھود دینا ضروری ہے۔



میرٹھ کے ایک گاؤں کا بیج گودام

غذا کے اجزا خام صورت میں مٹی میں ملی رہتی ہیں۔ گرمی ان اجزا کو پکا دیتی ہے اور انھیں اس قابل بنا دیتی ہے کہ پودے اُن کی خوراک بنا سکیں۔ گرمی سے کیڑے مکوڑے مرجاتے ہیں۔ اس سے بوئی جانے والی ترکاریوں کی بھی حفاظت ہوتی ہے کیونکہ ان میں اکثر کیڑے مکوڑے لگ جاتے ہیں۔ اُگی ہوئی گھاسوں سے بھی ترکاریوں کو نقصان پہنچتا ہے۔ کیونکہ انھیں گرانے میں کافی رقم صرف کرنی پڑتی ہے اور یہ چیزیں زمین کی کافی



شہد کی مکھی کا چھتا جیلی کوٹ نینی تال

خوراک کھینچ لیتی ہیں۔ گرمی انھیں برباد کر دیتی ہے۔ یہ بہتر ہوگا کہ مئی میں یا تو زمین کی گہری جوتائی کر دی جائے یا وہ کھود دی جائے۔ فارم یا دڈ کی کھاد ڈال کر تب تک برابر جوتائی کی جائے جب تک بارش نہ ہو۔

بوئی جانے والی ترکاریوں کو حسب ضرورت کبھی کبھی سینچ دینا چاہئے۔ اس کے لئے صبح یا شام کا وقت ہی موزوں ہوگا۔ ضرورت کے مطابق نرائی بھی کرنی چاہئے۔ سڑے ہوئے پھل توڑ کر انھیں جلا دینا چاہئے۔ تیار پھل استعمال کرنے کے لئے صبح کے وقت توڑ لینا چاہئے۔ لوکی اور ایسی ترکاریاں جو زمین پر اُگ کر پھیلتی ہیں زیادہ تر برسات کے موسم میں بوئی جانی چاہئیں۔ آرٹی چوک کے پودے کھود کر لگائیے۔ بیہن تیار کرنے کے لئے اونچی زمین پر کیاریاں تیار کرنی چاہئیں۔ ان میں کھاد اچھی طرح ملا دینی چاہئے۔ کیاریاں تین فیٹ چوڑی ہوں اور اُن کی لمبائی حسب ضرورت درست کی جائے سیم، لوکی، کھیرا وغیرہ برسات میں بوئی جانے والی ترکاریوں کو مانسون شروع ہوتے ہی بو دینا چاہئے۔ بیگن، مرچ، سب سے پہلے بوئی جانے والی گوبھی، کرم کلا اور ٹماٹر کی بیہن پہلے سے ہی تیار کی گئی کیاریوں میں لگا دینی چاہئے۔

پھل

برسات شروع ہونے سے پہلے ہی پھلدار درخت لگانے کے لئے ۳ فیٹ گہرے اور اتنے ہی لمبے چوڑے گڑھے کھود لئے جائیں۔ ان گڑھوں میں اچھی طرح سڑی ہوئی فارم یا دڈ کی کھاد بھر دی جائے۔ اتنی ہی مقدار میں ریت اور سطح کی مٹی بھر دی جائے۔ ان گڑھوں کو دھنسنے دیا جائے تاکہ وہ برسات کے موسم میں پھلدار درخت لگانے کے قابل بن سکیں۔ پھل کے درخت لگانے کے لئے اگر گرمی میں زمین اچھی طرح کھود دی جائے اور بارش شروع ہونے پر کھاد ڈال کر جوت لی جائے تو بہت فائدہ ہوگا۔

امرود۔ پپیتا اور شریفہ کے پودوں کو جو فروری اور مارچ میں لگائے گئے تھے اس مہینے میں نرا دینا اور سینچ دینا چاہئے۔

رازِ انسانیت

کسی کو دیکھکر دکھ میں جسے رونا نہیں آتا — شریکِ محفلِ ماتم جسے ہونا نہیں آتا
صداقت کیلئے جس شخص کو مرنا نہیں آتا — پرائی آگ میں جس شخص کو جلنا نہیں آتا
جسے شفقت غریبوں اور یتیموں پر نہیں آتی — نہیں جس دل کو کوئی درد کی آواز تڑپاتی
جسے مظلوم کا دل توڑنے سے ڈر نہیں ہوتا — نہیں انسانیت کا جذبہ جسکے دل کو گرماتا
جو دولت کو جمع کرکے زمیں کا پیٹ بھرتا ہے — خدا کی بہترین مخلوق سے نفرت جو کرتا ہے
تڑپتا دیکھتا ہے درد سے بیمار لوگوں کو — بلکتا دیکھتا ہے بھوک سے نادار لوگوں کو
وہ اس دنیا کے دامن پر سیہ دھبہ ہے عصیاں کا — کھلا دشمن ہے انساں کا بڑا بھائی ہے شیطاں کا

(پرکاش)

پنچایت گھر

از جناب ایم - ایس - رندھاوا - آئی - سی - ایس - سکریٹری

محکمہ ترقیات فیض آباد

آنیوالے زمانے میں پنچایت گھروں کی ایک خاص جگہ ہوگی - اُنکے متعلق مسٹر ایم - ایس رندھاوا کا ایک مضمون ہم پچھلی گذشتہ اشاعت میں شایع کر چکے ہیں یہ مضمون اُسی کی دوسری قسط ہے اور ویسی ہی دلچسپ ہے

(گذشتہ سے پیوستہ)



میوزیم

تہذیب اور خوبصورتی کے لحاظ سے ہمارے گاؤں سونے اور اُداس نظر آتے ہیں پھر بھی ہم تھوڑے صرفے میں گاؤں کے گھروں کو خوبصورت بنا سکتے ہیں -

ہمیں ایسے پنچایت گھر بنانے تھے جو صفائی، روشنی اور خوبصورتی کے لحاظ سے نمونے کے گھر ہوسکیں - اسلئے پنچایت گھر تصویروں، پوسٹروں اور بہت کم دام میں خریدی ہوئی مٹی کی مورتوں (بسٹ) سے سجادئے گئے - اس طرح سجائے گئے پنچایت گھر سجے ہوئے میوزیم معلوم ہوتے ہیں - سکریٹری صاحب دیوار کلب، فیض آباد کی مہربانی سے ہمیں السٹریٹیڈ ویکلی آف انڈیا نامی اخبار کے دو سال کے فائل حاصل ہوگئے اس ہفتہ وار اخبار میں عموماً دو رنگ کی تصویریں شایع ہوتی ہیں - انمیں سے بیشتر تصاویر دیہاتی دنیا کے متعلق شائع ہوتی ہیں اور انمیں دیہاتی مناظر بھی دکھائے جاتے ہیں اس طرح بغیر ایک پیسہ خرچ کے ہم لوگوں کو ۲۰۰ تصویریں مل گئیں - آفتاب پریس کے مالک رائے صاحب شمبھو دیال بھٹناگر نے اپنے پریس میں ان تصویروں کو دفتی میں لگانے کا مفت انتظام کردیا - آپ نے تصویروں کے نیچے ہندی اور اردو میں انکے نام بھی لکھا دیئے - ان تصویروں کے نام لکھتے وقت ان سے حاصل ہونے والے سبق پر بھی توجہ کی گئی مثلاً ایک کلنڈر میں ایک لڑکی کی تصویر تھی جسکے دانت موتی کی طرح چمک رہے تھے - اس تصویر کے نیچے یہ لکھدیا گیا روزانہ صبح مسواک سے اپنے دانت صاف کیا کیجئے،، ایک مقامی بڑھئی پانچ آنہ فی تصویر کے حساب سے ان تصویروں میں فریم لگادئے - شری ہرکشن لال منوچا نے جو ایک مشہور مخیر ہیں فریم کے سارے اخراجات اپنی جیب سے ادا کردیئے اس طرح ہمیں دیہاتوں کے لئے ۲۰۰ خوبصورت تصویریں مل گئیں جس سے ہم نے اپنے پنچایت گھر سجادئے گاؤں والے ان تصویروں کو خوب پسند کرتے ہیں - اور انھیں دیکھنے کے لئے گاؤں والوں کا اجتماع ہوا کرتا ہے -

ہر ایک پنچایت گھر کے بڑے کمرے (ہال) کی پچھلی دیوار میں ایک طاق بنا دیا گیا جو دو فیٹ چوڑا، ۳ فیٹ اونچا، اور دس انچ گہرا ہے اور اندر سے نیلے رنگ سے رنگ دیا گیا ہے - موضع پانڈے پکاول کے دیارام نامی ایک کمہار نے جو بنارس ہندو یونیورسٹی سے مٹی کا برتن بنانا سیکھ چکا ہے - رویندر ناتھ ٹیگور، گوکھلے، رنجیت سنگھ بودھ اور اشوک جیسی عظیم المرتبت ہستیوں کے مٹی کے



تحسین پور (ضلع فیض آباد) کے پنچایت گھر کا اندرونی منظر۔ پوسٹر، رویندر ناتھ ٹیگور کا مجسمہ اور ریڈیو وغیرہ نظر آ رہے ہیں۔

مجسمے تیار کر دیئے۔ اس نے پہلے گیلی مٹی کے مجسمے تیار کئے اور اُن کے سانچے بنا لئے۔ ان سانچوں کے ذریعے مٹی کے مجسمے ڈھالے گئے وہ دھوپ میں سکھائے گئے اور مٹی کے معمولی برتنوں کی طرح آنچ میں پکائی گئی۔ اسکے بعد وہ سفید مٹی سے رنگ دیئے گئے ۲فیٹ×۱فیٹ کے مجسمے بنانے میں دو روپیہ فی مجسمہ صرف ہوا۔ یہ مجسمے بازار میں بکنے والے پیرس کے مجسموں سے کسی طرح خراب نہیں ہیں۔ نیلے طاق میں رکھے جانے والے یہ سفید مجسمے اتنے بھلے معلوم ہوتے ہیں کہ انھیں دیکھکر روم کے ویٹکن میوزیم کے مجسموں کی گیلری یاد آ جاتی ہے۔ ٹین کے سیاہ ٹکڑوں پر اُردو اور ہندی میں ان عظیم شخصیتوں زندگی سے متعلق مختصر نوٹ لکھے گئے ہیں۔ ان نوٹوں میں انکے اہم کام اور ان سے ملنے والی نصیحتوں کا ذکر ہے۔ یہ ٹین کے تختے طاقوں کے نیچے لگا دئے گئے ہیں۔ ان تصاویر کے ذریعے گاؤں والوں کو نہ صرف اپنے بزرگوں کے نیک کاموں کا ہی خیال آتا ہے اور انھیں نصیحت آمیز باتیں ہی نہیں معلوم ہوتیں بلکہ انکے ذریعہ فن کے لحاظ سے پنچایت گھروں کی رونق بھی بڑھتی ہے۔

ہم لوگوں نے پوسٹروں کے ذریعے بھی پنچایت گھر سجائے ان پوسٹروں پر اصلاح شدہ کھیتی اچھی نسل کے مویشی صحت اور زچہ بچہ سے متعلق سوالات تصاویر کے ذریعے سمجھائے گئے اور ساتھ ساتھ بچپن کی شادی مقدمے بازی، نشہ خوری پیدائش شادی اور موت کے وقت ہونے والے اخراجات زیور پہننا وغیرہ سماجی اور اقتصادی برائیاں دکھلائی گئی تھیں۔ یہ پوسٹر پلائی ووڈ (لکڑی) پر لگا دیئے گئے ان پر فریم بھی لگا دئے گئے اور وہ زمین سے ۵ فیٹ کی بلندی پر ٹانگ دئے گئے برآمدے میں ٹنگے ہوئے پوسٹر بورڈوں کے اوپر جالی لگا دی گئی اور اُن پر مضبوط کیلیں ٹھونک دی گئیں۔ ان پوسٹر بورڈوں کو لوگ آسانی سے دیکھ سکتے ہیں۔ گرام سیوکوں کو ہدایت دی گئی ہے کہ وہ ہر پندرہ روز میں پوسٹروں کو بدلتے رہیں۔ ایسا کرنے سے گاؤں والوں کی دلچسپی قائم رہے گی۔



گاؤں والے پورا بازار (ضلع فیض آباد) کے کا بجو۔ پنچایت گھر میں کتابیں پڑھ رہے ہیں اور گرام سیوک کے ذریعے ملک کی خبریں سُن رہے ہیں

دیہاتوں کے کتاب گھر و اخبار گھر

سات پنچایت گھروں میں اخبار گھر اور کتاب گھر کھولے گئے ہیں یہ کتاب گھر اور اخبار گھر ایسے ہی دیہاتوں کے پنچایت گھروں میں کھولے گئے ہیں جہاں کے پڑھے لکھے لوگوں کی تعداد زیادہ ہے۔ ان کتاب گھروں میں محکمہ گرام سدھار کی طرف سے ملے ہوئے اخبار، ماہوار رسالے، کتابیں اور محکمۂ زراعت و محکمہ حفظانِ صحت کی طرف سے شائع ہونے والے پرچے رکھے جاتے ہیں۔ ان سے گاؤں والوں کا بہت فائدہ ہو رہا ہے شہر کے لوگوں نے بھی ان کتاب گھروں کو کتابیں اور اخبار عطا فرمائے ہیں بالغوں کے مدرسوں کے مدرّسوں کی نگہداشت میں یہ کتاب گھر چلائے جا رہے ہیں اور اُنھیں پر اُنکی ذمہ داری بھی عاید ہے گاؤں کے پڑھے لکھے لوگ آسان ہندوستانی میں لکھی ہوئی باتصویر کتابیں زیادہ پسند کرتے ہیں۔

پورہ بازار، ردہنی اور تحسین پور کے پنچایت گھروں کے کتاب گھروں میں شام کے وقت گاؤں والوں کا بہت بڑا مجمع کتابیں اور اخبار پڑھنے کے لئے جمع ہوتا ہے۔ رات ہونے پر گرام سیوک جاہل لوگوں کو اخباروں میں سے چیدہ چیدہ خبریں پڑھکر سناتے ہیں۔ اس وقت گاؤں والے حق اراضی بل کے متعلق خبریں بڑے غور سے سُنتے ہیں۔

شبینہ مدارس

رات کے مدرسوں کیلئے پنچایت گھر بہت زیادہ مفید ثابت ہوئے ہیں۔ پہلے یہ مدرسے زمینداروں کے ٹوٹے پھوٹے مکانوں اور گوشالوں میں قائم تھے۔

پنچایت گھروں کے ہال میں بچوں اور بالغوں کی بھیڑ پڑھنے کے لئے جمع ہوتی ہے لوگ حلقہ بنا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ بیچ میں ایک لالٹین رکھ دیجاتی ہے۔ پڑھنے کیلئے آنیوالے لوگ اکثر خوش نظر آتے ہیں مدرسہ بالغان کے ہر مدرّس کو محکمہ گرام سُدھار کی طرف سے تین روپیہ ماہوار تنخواہ ملتی ہے اور اُسے ہر ایک مدرسے میں ۲۵ سے ۴۰ بالغوں تک کو پڑھانا پڑتا ہے۔ ضلع فیض آباد میں پچھتر مدرسے محکمۂ گرام سدھار کیطرف سے چلائے جا رہے ہیں ان مدرسوں کی روزانہ اوسط حاضری ۲۰۱۰ ہے۔ ان مدرسۂ بالغان کے ماتحت ۲ لڑکیوں کے بھی مدرسے ہیں۔

ریڈیو

اس ضلع کے بڑی خورد، روہنی، تحسین پور، کمہا اور



کھروی پنچایت گھر (ضلع فیض آباد) کا ایک رات کا مدرسہ

سمدا نامی دیہاتوں کی پنچایت گھروں میں ریڈیو لگائے گئے ہیں۔ یہ فلپس بیٹری سیٹس ہیں جن میں سے ہر ایک کی قیمت ۲۷۵ روپیہ ہے۔ حکومت نے بیٹری چارج کرنے کا مسئلہ حل کر لیا ہے۔ اس کام کے لئے ایک ریڈیو انجینیر مقرر کیا گیا ہے جو موٹر سائیکل پر سوار ہو کر ہر ماہ ریڈیو دیکھنے کے لئے آتا ہے خرچ ہو جانے والی بیٹری کی جگہ چارج کی ہوئی بیٹری لگا دیتا ہے اور ریڈیو سیٹ میں پیدا ہونے والی چھوٹی موٹی خرابیاں بھی دور کر دیتا ہے۔ یہ ریڈیو لکھنؤ سے ۸۰ میل قطر میں لگائے گئے ہیں اس سے ریڈیو سے متعلق خرچ میں بھی کمی ہو گئی ہے۔

گاؤں والوں نے ریڈیو بہت پسند کیا ہے۔ ریڈیو کی مقبولیت کے ساتھ ساتھ پنچایت گھروں کی مقبولیت بھی بڑھ گئی ہے ریڈیو کی دیکھ بھال کا کام گرام سیوکوں کو سونپا گیا ہے اور انھیں ہدایت دی گئی ہے کہ وہ رات کو ۷ ½ بجے سے ۹ ½ بجے تک جبتک ہندوستانی میں خبریں براڈ کاسٹ ہوتی ہیں گاؤں والوں کے لئے ریڈیو کا استعمال کریں۔ لکھنؤ ریڈیو اسٹیشن سے براڈ کاسٹ ہونے والے پروگرام میں دیہاتیوں کے لئے کوئی چیز نہیں ہوتی اور یہ اُمید کی جاتی ہے کہ گاؤں والوں کے لئے کم از کم ایک گھنٹے کے پروگرام



گاؤں والے رونہی (ضلع فیض آباد) کے قدوائی پنچایت گھر میں ریڈیو سُن رہے ہیں۔

کا انتظام کیا جائیگا۔ کسُنہا کے باشندے تو ریڈیو کے اتنے شائق ہوگئے ہیں کہ جب وہاں کے ریڈیو کو پورہ بازار کے پنچایت گھر میں لگانے کا سوال آیا تو کسہا کے سرپنچ نے بڑی عاجزی سے یہ درخواست کی کہ وہاں کا ریڈیو کم از کم ایک ماہ تک کہیں نہ ہٹایا جائے۔

ریڈیو گاؤں والوں کی خشک اور اداس زندگی کو پُر کیف بنانے میں بڑی حدتک کامیاب ہوا ہے اور تہذیب ومعلومات کی اشاعت کے لئے ریڈیو سے بڑھکر دوسرا کوئی ذریعہ نہیں ہوسکتا۔

کھردوں کی پنچایت ایک جھگڑے کا تصفیہ کر رہی ہے۔

دیہاتی کھیل

یو۔پی کے دیہاتی باشندوں کی صحت بہت خراب ہوگئی ہے لوگوں کی اس گری ہوئی صحت کی اصلاح کے لئے صرف مقوّی غذا ہی کی ضرورت نہیں ہے بلکہ دیہاتی کھیلوں اور دیگر کسرتوں کی بھی سخت ضرورت ہے۔ پنجابی دیہاتوں میں اکثر لوگ اکٹھے ہوکر گاؤں کی چراگاہوں میں کبڈی کھیلتے ہوئے د



کسُہا (ضلع فیض آباد) پنچایت گھر کا اندرونی منظر۔



رام دلارے سنگھ برئی خورد (ضلع فیض آباد) میں بلیس اٹھا رہے ہیں۔

بیٹھک لگاتے، کشتی لڑتے، اور ایک دوسرے کے جسم میں کڑوے تیل کی مالش کرتے ہیں رسّہ کشی، فٹ بال، اور کبڈی کے کھیل اشتراک کا سبق دیتے ہیں کشتی بیٹھک دوڑ وغیرہ کسرتیں نہ صرف نوجوانوں کی صحت کی اصلاح کرتی ہیں بلکہ جسم میں پیدا ہونے والے جوش کو پابند رکھتی ہیں جو کسرت نہ کرنے پر بڑھ جانے سے لڑائی دنگے، چوری وغیرہ کی صورت میں ظاہر ہو کر ہی رہتی ہے۔ ان سبھی باتوں کا خیال کر کے ہم لوگوں نے پنچایت گھروں کے سامنے اکھاڑے کھول دیئے۔ ہم لوگوں نے وزن اٹھانے کے آلے خرید لئے اور انھیں اکھاڑوں میں رکھوا لئے۔ یہ کسرتی آلے ۱۶ روپیہ فی آلے کے حساب سے خریدے گئے۔

موضع برئی خورد میں ہم لوگوں کو رام دلارے سنگھ نامی ایک اسکول کا لڑکا ملا جو ایک ہی جھٹکے میں ۲ من کا وزن اٹھا لیتا ہے۔ اسکے علاوہ وہ ایک اچھا اسکاؤٹ اور کشتی باز ہے۔ وہ اپنے گاؤں کی فٹ بال ٹیم کا کیپٹن بھی ہے۔ رونہی نامی دیہات میں مسلمان کسان بھی وزن اٹھانے میں دلچسپی لے رہے ہیں ان میں پیر بخش نامی ایک کسان کو وزن اٹھانے میں کافی مہارت ہو گئی ہے۔ پھروتی نامی گاؤں کے لڑکوں کو نیلے جانگئے اور گلابی قمیضیں نصف دام میں دی گئیں ہیں یہ لڑکے گیت گاتے ہوئے لیزم کی خوب کسرتیں کرتے ہیں۔ موضع پورہ بازار میں کبڈی بہت مقبول ہو گئی ہے اور گاؤں کے بڑے بوڑھے لوگ بھی اس صحت بخش اور دلچسپ کھیل میں حصّہ لیتے ہیں۔ ہم لوگ دیہاتوں میں کبڈی رسّہ کشی اور والی بال کا ٹورنامنٹ کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ اس سے گاؤں والوں میں اپنی صحت کی اصلاح کا شوق ہوگا اور لوگ چرخہ، میسٹن ہل اور کربی کاٹنے کی مشین انعام کی صورت میں لینے کے لئے مقابلے میں دل کھول کر حصّہ لیں گے۔

بیج گودام اور کھیتی کی اصلاح شدہ آلات

ہر ایک بڑے پنچایت گھر میں بیج رکھنے کے لئے ایک کمرہ علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ اس کمرے میں محکمۂ زراعت کی طرف



پورہ بازار کے سامنے کبڈی میچ ہو رہا ہے

سے بانٹے جانے کے لئے لائے جانے والے بیج اکٹھا کئے گئے ہیں۔ یہ بیج گاؤں والوں کو سوائی کے طریقے پر دیئے جاتے ہیں۔ کسان فصل کاٹ لینے پر گودام سے اُدھار بئے جانے والے بیج ادا کر دیتا ہے۔

کربی کاٹنے کی مشین، مسٹن ہل وغیرہ کھیتی کے اصلاح شدہ آلات کے مظاہرے اور اُنکی فروخت میں بھی پنچایت گھروں کے ذریعہ بہت کچھ .. د ملتی ہے۔ ہم اُمید کرتے ہیں کہ اس قسم کے آلات فروخت کرنے والے فرم اس موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیں گے۔ کسانوں کے ذریعے کھیتی کے کام میں لائے جانے والے پُرانے طرز کے ہل اور گنڈاسے میسٹن ہل اور کربی کاٹنے کی مشینوں سے زیادہ مفید نہیں ہو سکتے۔ اِس سلسلے میں شبہ کرنا بیکار ہے۔ اب صرف یہی سوال ہے کہ اِن اصلاح شدہ آلات کے بیچنے والوں اور خریدنے والوں کو پنچایت گھر میں جمع کیا جائے۔

کوآپریٹو اسٹور

اس بات کی بھی تجویز ہو رہی ہے کہ دیہاتوں کے کوآپریٹو اسٹور پنچایت گھر کی عمارت میں جائیں۔ مٹی کا تیل نمک اور شکر ہی دیہاتی زندگی کی ضروری چیزیں ہیں۔ یہ چیزیں تھوک میں قصبوں سے خرید لی جائیں اور گرام سیوکوں یا سرپنچ کے ذریعے مناسب داموں فروخت کی جائیں۔ کامیابی ہونے پر حسب ضرورت ایک اور آدمی بھی کوآپریٹو اسٹور کا کام کرنے کے لئے رکھا جا سکتا ہے۔ یہ آدمی سرپنچ اور گرام سیوک کی نگرانی میں کام کرے گا۔

نرسریاں اور باغیچے

کھرونی اور تندولی نامی گاؤں کے پنچایت گھروں کے سامنے کافی زمین ہے اسلئے وہاں پپیتا اور لیموں جیسے فائدہ بخش درخت لگانے کی تجویز ہوئی ہے پپیتے کے درخت میں بہت زیادہ تعداد میں پھل لگتے ہیں جو مقوی اور ہاضم ہوتے ہیں پپیتے کے درخت کا سایہ چھوٹا ہوتا ہے۔ اسی سے اس سے دوسری فصلوں کو نقصان نہیں پہنچتا۔ یہ کھیتوں کی مینڈ کے پاس آسانی سے لگایا جا سکتا ہے پپیتے کے پودے صرف لاگت دام میں ہی نرسریوں کے ذریعے گاؤں والوں کو دئے جائینگے۔ پنچایت گھر کے سامنے پھول لگانے پر بھی زد..

دیا جارہا ہے۔ گیندے اور چمیلی کے مضبوط پودے اس کے لئے ٹھیک ہوں گے۔ یہ بھی تجویز پیش ہے کہ پھولنے والے درخت لگائے جائیں اس لئے گولڈ مُہر، املتاس، جیکیرینڈا کے درخت ٹھیک ہوں گے۔ جن پر مارچ، اپریل اور مئی میں لال، پیلے اور نیلے پھول چھا جاتے ہیں جب یہ باغ تیار ہو جائیں گے تو پنچایت گھر دیہاتوں میں خوشنما جزیرہ کیطرح خوبصورت نظر آئینگے انھیں دیکھکر دیہات والوں میں اپنے گھر کے قریب کی صفائی کرنے اور اپنے مکانوں کے اگلے حصّوں کو خوبصورت بنانے کا شوق پیدا ہوگا۔

دورہ کرنے والے کارکن

دورہ کرنے والے صفائی کے انسپکٹر، ہیلتھ آفیسر، ٹیکا لگانے والے ویٹرینری اسسٹنٹ، کوآپریٹو انسپکٹر اور سپروائزر زراعت سرپنچ کے حکم سے پنچایت گھر میں ٹک سکتے ہیں۔ اصلاحی محکموں کے ان کارکنوں کو دیہاتوں میں ٹکنے کے لئے مناسب جگہ نہ ملنے سے مشکلوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس لئے ان میں جلد سے جلد دیہاتوں کا کام ختم کرکے شہر کی طرف بھاگ جانے کی عادت پائی جاتی ہے۔ پنچایت گھر سے انھیں اپنے کام میں مدد ملے گی وہ ٹیکا دینے اور صحت سے متعلق ہدایتیں دینے کے لئے گاؤں والوں کو پنچایت گھر میں بلا سکتے ہیں۔ ان پنچایتوں کے ذریعے کارکنوں کی لیاقت بڑھ جائے گی۔ صرف اتنی ہی بات سے پنچایت گھروں کے فائدے ظاہر ہو جاتے ہیں۔

دیہات کے جھگڑوں کا تصفیہ

اس وقت دیہاتوں میں جو بات زیادہ ترقی کر رہی ہے وہ ہے مقدمے بازی ہمارے ضلع میں سڑکوں پر چلنے والے بیشتر عوام ضلع کی کچہری کی طرف جاتے نظر آتے ہیں۔ ریلوے اور موٹر لاریاں مقدمہ لڑنے والوں کو زیادہ تعداد میں لاتی ہیں۔ ایسے لوگ دستاویز اور فیصلے کے پلندے باندھ کر چلتے ہیں۔ بہت سے گاؤں والوں کے لئے مقدمہ بازی ہی دل بہلانے کا ذریعہ



والنٹیر ایک گاؤں کے لئے سدھرا ہوا بیج دلا رہا ہے

ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے ضلع کی عدالت ہی تفریح کا مرکز ہے جہاں وہ جرح میں وکیلوں سے دماغ لڑاتے ہیں۔ دیہاتوں میں وکیلوں کے دلال بھرے پڑے ہیں۔ ایسے لوگ ہمیشہ جھگڑوں بکھیڑوں کا سراغ لگایا کرتے ہیں اور اسی قسم کا جھگڑا شروع ہونے پر وہ گاؤں والوں کو چوسنے کے لئے اُنکے بہت بڑھتی کل دیدیتے ہیں۔ تعزیرات ہند کی دفعہ ۳۲۳ کے مطابق چلائے جانے والے مقدمے کو اپیل کی کچہری تک لیجانے میں فریقین میں سے ہر ایک کے سو روپئے سے کم نہیں صرف ہوتے۔

کسانوں کی گاڑھی کمائی کا روپیہ وکیلوں، مختاروں، محرّروں، عرائض نویسوں اور کچہری کے چپراسیوں، اہلمدوں اور پیشکاروں کی جیب گرم کرنے میں صرف ہوتا ہے۔

کیا ہی اچھا ہو کہ اس طرح ضائع ہونے والی عقل روپیہ اور طاقت تعمیری کاموں میں صرف کیجائے۔ ہم صرف پنچایت اور پنچایت گھر ہی سے ایسی امید کرسکتے ہیں۔ پنچایت گھر دیہات والوں کے سامنے نیا نظریہ پیش کریگا اور ان کے خیالات کو وسعت بخشے گا۔ خود غرضی اور تنگ خیالی ہی کے باعث بہت سے مقدمے لڑے جاتے ہیں پنچایت گھر کے کتاب گھر، ریڈیو، پوسٹر اور

تصویریں بڑی حد تک لوگوں کی تنگ خیالی دور کر دینگے۔

پنچایت گھروں کا پہلا مناسب استعمال یہ ہے کہ وہاں گاؤں والے جمع ہو کر اپنے تنازعات کا تصفیہ صلح کرکے یا سرپنچ مقرر کرکے کریں۔ اگر ان پنچایتوں کی حکومت کی طرف سے حوصلہ افزائی کی جائے تو بڑی حد تک دیہاتوں میں امن و سکون قائم ہو سکتا ہے۔

گاؤں کی صفائی

اگر پنچایت کو یہ اختیار مل جائے کہ وہ ایسے لوگوں پر جرمانہ کر سکے جو آبادی میں گوبر جمع کرکے گاؤں کو گندہ کر دیتے ہیں تو گاؤں کی صفائی کا مسئلہ بڑی اچھی طرح حل ہو سکتا ہے۔ اس طرح جرمانے کی موصول شدہ رقم سوکھنے والے گڑھے اور نالیاں بنانے و گاؤں کی سڑکیں پختہ کرنے میں صرف کیجا سکتی ہے۔ فی ہل کے حساب سے کچھ ٹیکس لگا کر پنچایت دیہاتوں کے راستوں اور گلیوں کی صفائی کے لئے ایک مہتر ملازم رکھ سکتی ہے۔ پنجاب کی پنچایتوں کو اس قسم کے اختیارات حاصل ہیں۔ راقم الحروف کے گاؤں (ضلع ہوشیار پور) میں ایک پنچایت گزشتہ دس سال سے کامیابی کے ساتھ کام کر رہی ہے۔ مذکورہ گاؤں کی سبھی سڑکیں پختہ ہو گئی ہیں اور پنچایت کی طرف سے ایک بھنگی بھی ملازم ہے ان سب کاموں میں جرمانے کی رقم اور ہلوں پر لگائے ہوئے ٹیکس سے ملی ہوئی رقم خرچ کی گئی گاؤں والے یہ جان لینے پر کہ جرمانے کی رقم گاؤں کی حالت سُدھارنے ہی میں صرف ہوگی جرمانہ دینے میں آنا کانی نہ کریں گے۔

گاؤں کا مہمان خانہ

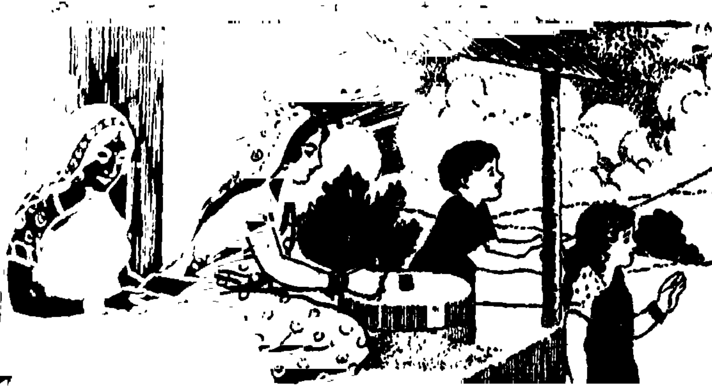
پنچایت گھر گاؤں کے مہمان خانے کی صورت میں استعمال کئے جا سکتے ہیں۔ ہم لوگوں کے پنچایت گھروں میں گاؤں میں آنے والی کئی براتیں ٹھہری تھیں۔ براتیوں کو ہال (بڑا کمرہ) اور برآمدہ استعمال کرنے کی اجازت دیدی گئی تھی۔ بچوں کو ہال میں نہیں رہنے دیا گیا۔ کیونکہ اُن کے رہنے سہنے سے تصویروں کے خراب ہونے کا خوف تھا۔ پنچایت گھر میں ٹھیرنے کے لئے سرپنچ کی اجازت ضروری ہے جو براتیوں کو ہدایت دیتا ہے کہ وہ پنچایت گھر کا جائز استعمال کریں اور اُس میں جگہ جگہ پر تھوک کر یا کمروں کے پاس کھانا پکا کر عمارت کو نقصان نہ پہنچائیں۔ کبھی کبھی اُن سے ٹھہرنے کے کرائے کی صورت میں بہت معمولی رقم بھی لی جاتی تھی جو دوائیں خریدنے میں خرچ کی گئی۔ اتفاقیہ طور پر آکر رہنے والوں کو بھی ایسی حالتمیں پنچایت گھر میں آکر رہنے کی اجازت دیدی جاتی ہے جب میزبان کے گھر میں ٹھہرنے کی جگہ نہیں ہوتی۔

مرمت

پبلک عمارتیں لاپروائی کے باعث برباد ہو جاتی ہیں اسلئے ہم لوگوں نے یہ قاعدہ بنا لیا ہے کہ پنچایت گھر کی عمارت کی مرمت ضرور ہونی چاہئے اور برسات گزر جانے پر عوام کے چندے سے اُس کی صفائی بھی ہونی چاہئے۔

خاتمہ

ہم اُمید کرتے ہیں کہ پنچایت گھر مشعل راہ بنکر دیہات والوں کو تہذیب علم اور مسرت کی طرف لے چلیگا۔ پنچایت گھر کی یہ روشنی گاؤں کے کونے کونے میں پھیل کر جہالت اور رسمی تقلید جیسی لعنتوں کی تاریکی کو دور کر دے گی۔ اس سے ہمارے کسان بھائیوں کے دل و دماغ میں نئے خیالات پیدا ہونگے یہ کسان بھائی بے زبان جانور نہیں ہیں جیسے کہ وہ ظاہر کئے جاتے ہیں انکی زندگی میں نیا جوش پیدا ہوتے ہی یہ صدیوں کی کاہلی اور سستی کھو دینگے۔ ہمیں ایک ایسی صوبائی تحریک کی ضرورت ہے جو قریب قریب ہر جگہ پنچایت گھر کھولنے پر زور دے۔ اگر پورے طور پر ہمدردی کے ساتھ رہنمائی کیا جائے اور محبت کے ساتھ کام کیا جائے تو گاؤں والے ان سبھی کاموں کی طرف ضرور رجوع ہوں گے۔ گاؤں والوں کو اس وقت پُرجوش رہنمائی اور زیادہ سے زیادہ رہنمائی کی ضرورت ہے۔



زمانۂ قدیم میں لڑکی اور اُس کی تعلیم

(از شری متی تارا پانڈے)

ہمیں اپنی ترقی کا اندازہ کرنے کے لئے کبھی کبھی پُرانی تاریخ پر بھی نظر ڈالنی پڑتی ہے یہ سچ ہے کہ آج ہندوستان اپنی آزادی کے لئے بہت جدوجہد کر رہا ہے اور کانگریس حکومتوں کی اسکیموں سے ہماری اُمیدیں تازہ ہوگئی ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ طبقۂ نسوان کی ترقی کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں کی جا رہی ہے۔

زمانہ قدیم کی یاد کرکے ہمیں خوشی بھی ہوتی ہے اور افسوس بھی۔ خوشی اس لئے کہ ہماری ماضی کی تاریخ ہماری بہادری عقلمندی وغیرہ کی داستانوں سے لبریز ہے اور افسوس اسلئے کہ آج جب ساری دنیا بہت آگے بڑھ چکی ہے اُس وقت بھی ہم گہری نیند سو رہی ہیں۔

بلاشبہ آج کی طرح رِگ وید کے زمانے میں لوگ لڑکی کی بہ نسبت لڑکے کی زیادہ خواہش کرتے تھے۔ لڑکی والدین کی پریشانی کا سبب سمجھی جاتی تھی۔ اُسکے لئے قابل بر تلاش کرنا جس کے ساتھ اُس کی زندگی کا دُکھ سکھ منحصر رہتا ہے بہت مشکل ہوتا تھا۔ ساتھ ہی لڑکی سے بنس کی حفاظت، پتروں کا شرادھ ترپن (مردہ روحوں کو ثواب پہنچانے) کی بھی اُمید نہیں کی جاتی تھی۔ اسلئے لڑکی کی پیدائش کے وقت خاص خوشی نہیں منائی جاتی تھی۔

تعلیم۔ پیدائش کے روز ہی سے اپنے والدین کی پریشانیوں کا سبب ہوتے ہوئے بھی لڑکی اُنکی محبت اور شفقت سے محروم نہیں رہتی تھی۔ ماں لڑکے ہی کی طرح اُسے کھلاتی پلاتی پرورش کرتی اور لڑکے لڑکی کی پرورش میں خاص امتیاز نہیں رکھتی تھی۔ اکثر اپنی تمیزداری، خوش سلیقگی، بھولے پن اور اچھے برتاؤ سے وہ گھر بھر کی لاڈلی ہو جاتی تھی۔ بڑے بھائی اُس سے بہت محبت کرتے تھے اور بہن پر ناز کرتے تھے۔ ماں بھی شائد اُس سے ضرورت سے زیادہ پیار کرتی اور اُس کی پاسداری کرتی۔ شائد اس لئے کہ جلد ہی شادی ہو جانے پر وہ ہمیشہ کے لئے اُس سے بچھڑ جائے گی یا اس لئے کہ لڑکی ہمیشہ ماں کی مددگار ہوتی تھی۔ لڑکا جیسے جیسے بڑا ہوتا جاتا تھا ماں سے دور ہوتا جاتا تھا کیونکہ اُسے ہمیشہ اپنے باپ یا اُستاد کے پاس رہنا پڑتا تھا۔ لیکن لڑکی ہمیشہ ماں کے پاس رہتی تھی، اُس کے گھریلو کاموں میں معاون ہوتی تھی اور اُس کے دُکھ سُکھ میں شریک ہوتی تھی۔ اس لئے وہ اپنے والدین کی اور خصوصاً ماں کی لاڈلی کیوں نہ بنتی۔

والدین ہی لڑکی کو کیوں نظر انداز کرتے؟

چنانچہ لڑکی کی تعلیم سے لاپروائی نہیں برتی جاتی تھی۔ اُنکے وقت کے مطابق تعلیم دی جاتی تھی۔ تعلیم یافتہ طبقہ لڑکی کی تعلیم کے بارے میں اتنا آزاد خیال تھا کہ وہ لڑکوں کے ساتھ ہی لڑکیوں کو اعلیٰ تعلیم دلاتا تھا۔ اس تعلیم ہی کے اثر سے وہ سماج میں اپنے حقوق کو محفوظ رکھ سکیں۔ رِگ وید کے عہد میں خاتون رشیوں کا ذکر ہے۔ وہ رچائیں بناتی تھیں یگیہ کرتی تھیں، وید پڑھتی تھیں، مشہور سام ویدوں کی محفل میں اُن کو ممتاز جگہ حاصل تھی۔ راجکماری گھوشا ایک مشہور رشی تھی اسی طرح لوپا مُدرا، ممتا، اپالا، سوریا، اندرانی بھی۔ ساربراگی اور وشووارا بھی رشی تھیں۔ آخری خاتون وشووارا نے اگنی کی دُعائیں

مہرت ۔ جا ئین ہی نہیں بنائیں بلکہ ایک یگ میں ریتوج کا بھی کام کیا تھا ۔ یہ حق رگ وید کے ابتدائی زمانے میں حاسد، خود غرض اور تنگ خیال پروہتوں نے عورتوں سے چھین لیا ۔ اپالا نے اِندر کے استقبال کے لئے ایک رچا بنائی اور خود سوم دان دیا۔

اندر کی مہربانی سے اُس کا چرم کا مرض دور ہو گیا تھا۔ اسی چرمی مرض کے باعث اُس کے شوہر نے اُسے چھوڑ دیا تھا۔ اُس کے والد کا سر گنجا ہو گیا تھا اور اُس کے کھیتوں کی پیداوار برباد ہو گئی تھی ۔ اپالا کی پُر خلوص اور سچے دل سے مانگی ہوئی دُعا سے ہی اِندر نے اُس کے باپ کا گنجاپن دور کر دیا اور اُس کے کھیتوں میں خوب اناج پیدا ہونے لگا۔

عورتیں کبھی کبھی اپنے شوہر کے ساتھ لڑائی میں شریک ہوتی تھیں۔ راجہ کھیل کی رانی، وِشپلا، کی لڑائی میں ایک ٹانگ ٹوٹ گئی تھی اور اشونوں کی مہربانی سے ایک لوہے کی ٹانگ لگائی گئی تھی ۔ مُدگل رشی کی بیوی مُدگلانا یا اندر سینا نے اپنی گائے کے چوروں کا پیچھا کرنے میں اپنے شوہر کی مدد کی تھی اور جب اُس کا شوہر گھر گیا تو اُس نے رتھ ہانکا اور اپنے پتی کی کمان اور ترکش لیکر اُن سے لوہا لیا اُن کو ہرایا اور کھوئی ہوئی دولت واپس لی ۔

اِن سب مثالوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ رگ وید کے زمانے کے آریوں کی گھریلو اور سماجی زندگی میں عورتیں ایک خاص جگہ رکھتی تھیں اور اُن کو صرف اعلیٰ تعلیم ہی نہیں دیجاتی تھی بلکہ اخلاقی تعلیم بھی اعلیٰ درجے کی تھی ۔ مردوں کی طرح اُن کی جسمانی نشوونما اور جنگی تعلیم کی طرف بھی خاص توجہ کی جاتی تھی ۔ کبھی کبھی تو وہ بہادری، علوہمتی اور عقلمندی میں مردوں سے بھی بازی لے جاتی تھیں ۔ رگ وید میں بہادر عورتوں کا بھی ذکر ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُنھیں سپاہی بنانے کے لئے فوجی تعلیم بھی دیجاتی تھی ۔

وشوا وارا نے سچی بھگتی سے اگنی دیو کو بُلایا تھا اور اُس نے ازدواجی زندگی کے باہمی تعلقات کو مذہبی پابندیوں کے اندر رکھنے کی درخواست کی تھی ۔ اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اُس وقت کی نوجوان عورتوں کو سماج سدھار کی بھی دھن تھی ۔ اور وہ خانگی زندگی کو پاک بنا کر گھر والوں کو سُکھی اور مسرور بنانا چاہتی تھیں ۔

اِن سب مثالوں کو پیش کرنے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ ہم پیچھے ہی کی طرف دیکھ کر خاموش بیٹھی رہیں خواہ کتنی ہی مشکلیں کیوں نہ ہوں ہمیشہ آگے ہی بڑھتے رہنا چاہئے ۔ طبقۂ نسواں کی بیداری کے لئے تنظیم کی اشد ضرورت ہے ۔ جہالت ایک لعنت ہے لیکن سب سے بڑی لعنت تو غلامی ہے ۔ مدت سے غلامی کی زنجیر میں جکڑی ہوئی ہندوستانی عورت کی شکل آج اتنی بدل گئی ہے کہ پہچاننا بھی مشکل ہے ۔ ہماری دعا ہے کہ ہندوستان کی عورتوں کی ترقی پرانی اور نئی تہذیب کے میل سے ہو کر دنیا کے سامنے تعلیم کی ایک قابل تقلید مثال پیش کرے جس سے مُلک کی عورتیں متاثر ہوں ۔

رنگ برنگی پتّیاں

(از جناب حسان ۔ ایڈیٹر پیام تعلیم دہلی)

خورشید :۔ اَبّا اَبّا آج ماسٹر صاحب نے کہا ہے کہ اگلے پیر کو سب لڑکے کوئی نہ کوئی چیز جمع کرکے لائیں۔

حامد :۔ بھئی واہ یہ بھی اچھا حکم ہے ! آخر کیا چیز ؟

خورشید :۔ یہی ابّا جیسے پر، تتلیاں، پھول، ڈاک کے ٹکٹ، دیا سلائی کے لیبل، مشہور عمارتوں کی تصویریں۔

حامد :۔ تمھارے ہیڈ ماسٹر صاحب بہت سمجھدار معلوم ہوتے ہیں۔ ہاں مجھے یاد آیا ۔ کسی زمانے میں مجھے بھی ٹکٹ اور پتّیاں جمع کرنے کا شوق تھا ۔

خورشید :۔ سچ مچ ابّا ! تو پھر مجھے بھی بتائیے میں کیسے جمع کروں ؟

حامد :۔ بھئی ہمارا تو خیال ہے کہ تم پتّیاں جمع کرو ۔ ٹکٹ تو بہت سے لڑکے جمع کرکے لائیں گے ۔

خورشید :۔ (مُنہ لبسور کے) پتّیاں جمع کرنا بھی کوئی کام ہے ۔

ماسٹر صاحب دیکھ کر ہنس دیں گے اور لڑکے مذاق اڑائینگے کہ کچھ نہیں ملا تو پتیاں ہی اُٹھا لائے۔

حامد:- نہیں بیٹا۔ اِس میں بہت فائدے ہیں۔ پہلا تو یہ ہے کہ پتیوں کی تلاش میں تم خوب گھومو پھروگے۔ اِس سے تمھاری تندرستی اچھی رہیگی، دوسرے، درختوں کے بارے میں تمھیں ایسی نئی نئی باتیں معلوم ہو جائیں گی جو تمھارے بڑوں کو بھی معلوم نہ ہوں گی۔ تیسرے تم میں چیزوں کو تلاش کرنے اور اُنھیں سلیقے سے رکھنے کی عادت پیدا ہو گی۔

خورشید:- ہاں ابا پھر تو میں جمع کروں گا۔

ابا:- اچھا تو ایک کام کرو۔ اپنے ماموں کو ساتھ لے لو اور پاس کے باغ سے پتیاں توڑ لاؤ۔

خورشید:- بہت اچھا ابھی جاتا ہوں۔

حامد:- مگر ایک بات کا خیال رکھنا کوئی پتی سڑی گلی نہ ہو، نہ کٹی ہوئی ہو اور نہ اُس پر مکڑی کا جالا ہو۔

(تھوڑی دیر بعد)

خورشید:- یہ لیجئے ابا۔ اِتنی بہت سی پتیاں لے آیا۔

حامد:- شاباش! کن کن درختوں کی ہیں؟

خورشید:- یہ نیم کی ہے، یہ ببول کی ہے، یہ املی کی، یہ امرود کی۔

حامد:- اچھا میں اِن سے اچھی پتیاں چھانٹتا ہوں۔ اتنے میں تم الماری سے جاذب کے دو بڑے بڑے تختے لے آؤ۔ بالکل صاف ہوں۔ روشنائی کا داغ نہ ہو۔

خورشید:- یہ لیجئے ابا۔ مگر جاذب کس کام آئے گا؟

حامد:- ابھی بتاتا ہوں۔ اچھا اب اِن پتوں کو بالکل الگ الگ جاذب پر پھیلا دو۔

خورشید:- اِس طرح؟

حامد:- ہاں اب اِس پر جاذب کا دوسرا تختہ رکھ دو۔ رکھ دیا۔ اچھا اب اِسے تمھاری ممی کے صندوق کے نیچے دبائے دیتے ہیں۔

خورشید:- اِس سے کیا ہو گا؟

حامد:- اِس سے یہ ہو گا کہ پتیاں خشک ہو جائیں گی۔ بہت دنوں تک محفوظ رہ سکیں گی۔ بات یہ ہے کہ پتیوں میں پانی ہوتا ہے۔ تم نے ابھی پتیاں توڑی ہیں۔ پانی ضرور نکلا ہو گا۔

خورشید:- جی ہاں نکلا تھا۔

حامد:- جس چیز میں پانی ہوتا ہے وہ جلد سڑ جاتی ہے گیلی شکر میں پکا ہوا کھانا پانی سے پکے ہوئے کھانے کے مقابلہ میں زیادہ دنوں تک رہ سکتا ہے۔

خورشید:- جی ہاں۔

حامد:- اگر پتوں کو ہم اس طرح چھوڑ دیں تو دو چار ہی دن میں سڑ جائیں گی۔ دھوپ میں سکھانا ٹھیک نہیں۔ پتیاں مُرجھا جائیں گی اور شکل بدل جائے گی۔ اس لئے سب سے اچھا طریقہ یہی ہے۔ جاذب ان سب کا پانی چوس لے گا اور ان کی شکل نہیں بدلیگی اور یہ بہت دنوں تک اسی حالت میں رہیں گی۔

خورشید:- تو ابا۔ یہ کب تک سوکھ جائیں گی؟

حامد:- بھئی۔ کوئی آٹھ دس روز لگیں گے۔ ہاں بیچ میں ایک دو بار جاذب کے تختوں کو بدل دینا۔ یا پھر ان پتیوں کو ہٹا کر دھوپ میں رکھ دینا اور پھر جب سوکھ جائیں تو پتیاں پھر اسی طرح رکھ کر جاذب کو صندوق تلے دبا دینا۔

(دس روز بعد)

خورشید:- ابا۔ پتیاں تو اب سوکھ گئی ہوں گی؟

حامد:- ہاں یہ دیکھو۔ تمھارے کہنے سے پہلے ہی میں نکال لایا۔ سب سوکھ گئی ہیں۔ مگر ابھی ایک خطرہ ہے۔

خورشید:- وہ کیا؟

حامد:- کہیں انھیں کیڑے مکوڑے نہ کھا جائیں۔

خورشید:- تو پھر؟

حامد:- میں ان کے لئے ایک زہریلا نمک بازار سے لیتا آیا تھا۔ اسے کراسیو سلمنٹ کہتے ہیں۔ اسے پانی میں گھول لو۔ اور اپنے ڈرائنگ کے برش سے پتیوں کے دونوں طرف لگا دو۔ اور پتیوں کو تھوڑی دیر تک دھوپ میں رکھو۔ دو تین بار ایسا کروگے تو کیڑوں کا خطرہ نہیں رہیگا۔ مگر ابھی ایک کام اور رہ گیا۔

خورشید:- وہ کیا کام ابا؟

حامد :- تم ان پتیوں کو اس طرح اپنے ماسٹر صاحب کے پاس لے جاؤگے ؟

خورشید :- جی ہاں۔ ہم انھیں اپنی کتاب میں رکھ کر لے جائینگے۔

حامد :- بھئی واہ۔ یہ بھی تم نے کیا حماقت کی بات کہی۔ اچھا دیکھو الماری میں سب سے اوپر کے تختے پر سُرخ کتاب کے نیچے آٹھ دس موٹے موٹے کاغذ رکھے ہیں۔ سب لے آؤ۔ بیچ والے تختے پر مہین کاغذ رکھا ہے وہ بھی اُٹھاتے لانا ہاں میری شیروانی کی جیب سے چاقو اور اپنا فیتا بھی لیتے آؤ۔

خورشید :- لیجئے۔ سب لے آیا۔

حامد :- اب اس موٹے کاغذ کے آٹھ آٹھ انچ لمبے اور چھ چھ انچ چوڑے تختے کاٹ لو۔ باریک کاغذ کی پتلی پتلی پٹیاں یا چیٹیں کٹیں گی۔ اپنی امی سے قینچی لے آؤ۔

خورشید :- لیجئے۔ پتیاں بھی کٹ گئیں۔ اور موٹے کاغذ کے تختے بھی کاٹ لئے۔

حامد :- اب پتیاں اُٹھا لاؤ۔ ارے ایک چیز کو بھول ہی گئے۔ لیس پکوانا تھی۔ خیر۔ میری میز سے گوند دانی اُٹھا لاؤ۔ اور ان باریک کاغذ کی چیٹوں کے دونوں طرف صفائی سے گوند لگاؤ۔ اب یہ ببول کی پتی لو۔ اسے موٹے کاغذ کے تختے پر دو چیٹوں کے بیچ میں رکھو۔ چیٹیں موٹے کاغذ پر چپکا دو۔ سب پتیاں الگ الگ کاغذوں پر اسی طرح چپکیں گی۔

خورشید :- آہا۔ یہ تو بہت اچھا معلوم ہونے لگا۔

حامد :- ابھی ذرا ٹھہر جاؤ۔ کیا ماسٹر صاحب کے پاس اس طرح لے جاؤگے ؟ وہ ہر پتی کے بارے میں پوچھیں گے۔ یہ کس درخت سے توڑی تھی۔ اس درخت کے کیا کیا فائدے ہیں تو کیا جواب دوگے ؟

خورشید :- ابا آپ ہی بتا دیجئے۔

حامد :- واہ بھئی، سب باتیں ہم ہی بتائیں۔ اچھا ببول کی پتی تم نے کس تاریخ کو توڑی تھی ؟

خورشید :- ۱۲ دسمبر کو۔

حامد :- ببول کی پتی کے نیچے یہ تاریخ لکھ دو۔ تم نے توڑتے وقت یہ اندازہ کیا کہ یہ درخت کتنا اونچا ہوتا ہے ؟

خورشید :- جی ہاں۔ کوئی بیس پچیس فٹ اونچا ہوتا ہے۔

حامد :- اس کا کوئی اور نام بھی ہے ؟

خورشید :- جی ہاں۔ کیکر کہتے ہیں۔

حامد :- اس میں کانٹے تو نہیں ہوتے ؟

خورشید :- ہوتے ہیں۔ کوئی ڈیڑھ ڈیڑھ انچ لمبے۔

حامد :- پھول ؟

خورشید :- ایک بار میں جنگل گیا تھا۔ بہت سے چھوٹے چھوٹے زرد زرد پھول لگے تھے۔

حامد :- یہ کسی کام بھی آتا ہے ؟

خورشید :- اس کی نرم شاخ کی مسواک بہت اچھی ہوتی ہے۔

حامد :- اس سے گوند بھی تو نکلتا ہے۔

خورشید :- جی ہاں اس میں گھی، شکر ملا کر کھاتے ہیں۔

حامد :- اور اس کی چھال کتنی مفید ہے۔ کتنے ہی تو رنگ بنتے ہیں پھر اس میں چمڑہ پکاتے ہیں۔ اس کے پتوں اور پھلیوں سے تمھارے لئے بہت عمدہ روشنائی تیار ہوتی ہے۔ اس کی لکڑی بھی بہت مضبوط ہوتی ہے۔ دیہات میں کسان اس سے ہل، بلو اور گاڑیاں بناتے ہیں۔ ایندھن کے کام بھی آتی ہے۔ اس کے کوئلے کی آنچ بہت تیز ہوتی ہے۔

خورشید :- ابا آپ نے تو بہت سی باتیں بتا دیں۔

حامد :- ہاں بیٹے۔ یہ سب باتیں ببول کے پتی کے نیچے لکھ لو۔ دوسری پتیوں کے نیچے بھی اسی طرح سب کچھ لکھا جائیگا۔ مگر اب مجھے فرصت نہیں۔ تم کتابوں میں دیکھو اور اپنے استاد سے پوچھو۔ ہاں ایک بات اور یاد آگئی۔ میز کی دراز میں سے ذرا سوجا اور موٹا ڈورا نکال لاؤ۔ ان کاغذ کے تختوں کو سی دیں۔ لو میاں تمھاری کتاب تیار ہوگئی۔ اسے البم کہتے ہیں۔ اب اسکے سروں پر خوبصورت سی ڈرائنگ کردو تمھارا البم بہت خوبصورت معلوم ہوگا۔

خورشید :- بہت اچھا میں اس پر پتوں ہی کی شکلیں بناؤں گا۔

حامد :- دیکھو کیسی اچھی چیز تیار ہوگئی۔ اگر تم اس مشغلے میں لگے رہے تو کتنی نئی نئی باتیں معلوم ہونگی اور اپنے آس پاس کی چیزوں سے کتنے واقف ہو جاؤ گے۔ اور ہاں بھئی کیا اب بھی تمھارے ماسٹر صاحب ان پتیوں کو دیکھ کر ہنسیں گے اور لڑکے مذاق اُڑائیں گے ؟

خورشید :- ہرگز نہیں ابا۔ اب تو ماسٹر صاحب بہت ہی خوش ہونگے اور لڑکوں کی تو کیا مجال ہے جو مذاق اُڑائیں۔

ہمارے جانور



مویشیوں کی پرورش

از مسٹر جے - ایم - لوبجو پربھو - آئی - سی - ایس کلکٹر جمیر پور

گائے ہندوؤں کے لئے ایک مقدس جانور ہے - اس تقدس میں ایک راز بھی ہے کسان کے لئے اس سے زیادہ مفید کوئی دوسرا جانور ہے ہی نہیں - بیل - ہل اور گاڑی کھینچتا ہے گائے دودھ اور گھی دیتی ہے - گائے اور بیل سے گوبر ملتا ہے جو آپکی کھاد اور ایندھن کے کام آتا ہے اور کھالیں بھی ملتی ہیں جن سے آپکے جوتے اور مشکیں بنتی ہیں - یہ اندازہ کیا گیا ہے کہ پیداوار اور طاقت کی صورت میں ہر ایک مویشی سے کسان کو ایک روپیہ فی ہفتہ فائدہ ہوتا ہے - یعنی صوبے میں کسان کو مویشیوں سے ۱۵۰ کروڑ روپئے سالانہ ملتے ہیں پھر کیا تعجب اگر گائے کی پوجا کیجاتی ہے -

عموماً یہاں کے مویشیوں میں پنجاب میں عمدہ نسل کے پائے جانے والے عام مویشیوں کے مقابلے میں کام کرنے کی آدھی قوت اور دودھ دینے کی ½ طاقت ہوتی ہے - اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ خواہ بہت سے مویشیوں کو رکھ لیں پھر بھی وہ اس تعداد کے ایک قلیل حصے کے برابر مفید ہوں گے اسلئے آپکو وہ نقائص دور کرنے ہیں جو آپکے مویشیوں میں طاقت اور پیداوار کو کم کرتے ہیں -

پہلا نقص مویشیوں کو پیدا کرنے میں ہوتا ہے - مقامی مویشیوں میں بہت سے مویشی اُن کی عمر سانڈوں سے پیدا کرائے جاتے ہیں جن سے ساتھ میں چرنے والی گائیں جفتی کھاتی ہیں - آپ کمزور بیلوں سے پیدا ہونے والی نسل کو اُس وقت تک نہیں روک سکتے جب تک آپکے بیل جلد ہی آختہ نہ کر دیئے جائیں - جیسا پنجاب میں کیا جاتا ہے - چار سال تک انتظار کرنے سے جیسا کہ آپ لوگ کرتے ہیں ایک ناقابل بیل کو عام طور سے ۳۰ بار جفتی کھانے کا موقع ملتا ہے پہلے یا دوسرے سال میں آختہ کر دینے سے صرف نا گائے کی ہی بچت نہیں ہوتی بلکہ بیل کی جسمانی ترقی کی بھی اصلاح ہو جاتی ہے آپکی اس غلطی کی یہی وجہ ہے کہ آپ میں کسی کام کو اُس وقت تک ٹالنے کی عادت ہے جب تک کہ اُسکا کرنا بہت زیادہ ضروری نہ سمجھا جائے آپ کو صرف اتنا ہی کرنا ہے کہ گاؤں کے بیلوں کو اس مقررہ دن اکٹھا کریں، جب ڈاکٹر آئے اور تھوڑے ہی وقت میں اُس طریقے سے بیلوں کو آختہ کر دے جس میں اُنھیں بالکل تکلیف نہ ہوگی - کیا ایسے کام کیلئے جو خود آپکے لئے بہت مفید ہے آپ سے درخواست کرنا بہت بڑا مطالبہ ہے -



تندرست بیلوں پر ہی کھیتی منحصر ہے - کمزور بیل ہل کو کافی گہرائی تک اور گاڑی کو کافی دور تک نہیں کھینچ سکتے -

گاؤں میں رہنے والا پورا بڑھا ہوا سانڈ بھی جفتی کھلانے کے کام کے لئے اچھا نہیں ہوتا۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں وہ عام طور پر کسی شخص کے ذریعہ مذہبی خیرات کی صورت میں چھوڑا جاتا ہے اور بہت اچھی نسل کا نہیں ہوتا - اور اگر بہترین نسل کا ہو بھی تو وہ آپکے اُن مویشیوں میں سے ہے جو سینکڑوں سال تک قبل از وقت جفتی کھانا اور کم چارہ ملنے وغیرہ کی مصیبت برداشت کرتے آئے ہیں - اس کو کام بھی بہت کرنا پڑتا ہے اور آپکے جانوروں پر وہ اپنی کمزوری اور خرابیوں کی مہر لگا سکتا ہے- آپ کو اُسکی جگہ اصلاح شدہ نسل کا سانڈ رکھنا چاہیئے جو ۲۲ روپئے کی معمولی رقم میں ہی مل سکتا ہے- تجربہ یہ ثابت کرچکا ہے کہ ایسے سانڈوں کی نسل آپکے مویشیوں کی طرح مضبوط ہوتی ہے اور اُس میں نسل بڑھانے کی قوت بھی ہوتی ہے - آپ اسکے بچھڑے کو ۲۰ روپئے میں فروخت کر سکتے ہیں جبکہ آپکا دیسی بچھڑا پانچ روپیہ میں بھی نہیں فروخت ہوسکتا - اس نسل کے پورے قد کے مویشی آپکے دیسی مویشیوں سے زیادہ قیمتی ہوتے ہیں - ۲۲ روپئے کی حقیر رقم میں جو اگر گاؤں میں تقسیم کیجائے تو فی آدمی کچھ آنے ہی پڑیں گے - آپ مویشیوں کی ایک قیمتی نسل ضرور حاصل کر رہے ہیں جسے آپ بہت بڑے فائدے کے ساتھ یا تو رکھ سکتے ہیں یا فروخت کر سکتے ہیں - اگر آپ ایسا سانڈ حاصل کرنے میں دیر کریں تو آپ خود اپنے دشمن ہونیکے علاوہ کچھ نہیں کہے جاسکتے -

نسل کے بعد قریب قریب اُتنی ہی ضروری چیز مویشیوں کی چرائی ہے اسوقت آپ شاید میرٹھ کے علاوہ دوسرے مقامات پر آپ مویشیوں کو بھوکا رکھتے ہیں - گھاس چرنے کے لئے آپ انھیں سڑک کے کنارے یا پرتی زمین میں چھوڑ دیتے ہیں - آپ اپنے مویشیوں سے اتنے لاپروا ہیں کہ اگر انکے چرنے کی کسی زمین میں گھاس خوب اُگنے لگتی ہے تو

آپ اُسے فصل بونے کیلئے فوراً جوت ڈالتے ہیں۔ حکومت جنگل اور چراگاہ بنانیکے متعلق غور کر رہی ہے۔ لیکن اس درمیان میں اگر آپ چراگاہ کی زمین کو بدلتے رہیں اور اُن میں سے کچھ کو کسی مقررہ وقت کے لئے بند کردیں تو آپ اُس گھاس کو جو اس وقت مل رہی ہے بڑھا سکتے ہیں۔ اسیطرح اگر آپ موجودہ چراگاہ کی زمین کو نہ جوتیں تو اسکی حفاظت ہو سکتی ہے۔ لیکن مویشیوں کے چارے کا زیادہ حصہ چارے کی فصلوں ہی سے لینا ہوگا۔ اِس وقت آپ اُنھیں پیدا نہیں کرتے کیونکہ آپ اُنہیں بازار میں فروخت نہیں کرسکتے اور اسلئے آپ اُسے بیکار سمجھ رہے ہیں آپ یہ محسوس نہیں کرتے کہ ایک گائے آپکے دیئے ہوئے کھانے کو فوراً ہی دودھ کی صورت میں واپس کر دیتی ہے وہ اسکے لئے ایک مشین سی ہے۔ آپ یہ نہیں محسوس کرتے کہ اپنے مویشیوں کو بھوکا رکھکر آپ انکی عمر کم کرتے ہیں۔ اسطرح آپکو بار بار مویشی خریدنے میں روپئے خرچ کرنے پڑتے ہیں۔ آپ یہ نہیں سوچتے کہ ایک بھوکا بیل ہل کو کافی گہرائی تک اور گاڑی کو کافی دور تک نہیں کھینچ سکتا۔ آپکی بیوقوفی آپکی لاپرواہی کا باعث ہے۔ آپ ایک ایسے مویشی کو جو محنت کرکے آپ کو رزق دیتا ہے بھوکا رکھتے ہیں۔ کیونکہ وہ اسکے خلاف کوئی آواز نہیں اُٹھا سکتا۔ بندیلکھنڈ میں ۱۰۰ گایوں کیلئے آپ ۲½ ایکڑ چارا پیدا کرتے ہیں اور باقی صوبے میں ۴ ایکڑ سے کم اوسط میں ۵۰۰ گایوں کی بہ نسبت ایک آدمی کے کھانے کے لئے آپ زیادہ زمین میں فصلیں بوتے ہیں اور پھر بھی آپ بہانہ کرتے ہیں کہ آپ گائے کی پوجا کرتے ہیں۔ یہ نہایت ضروری ہے کہ آپ اپنی چارے کی فصل بڑھائیں۔ یہ نہ سوچئے کہ اِس سے اناج کی فصلیں کم ہو جائینگی۔ تجربات ثابت کرتے ہیں کہ چارے کی فصل کی پیداوار زمین کو اناج کی فصل کیلئے جو اسکے بعد بوئی جاتی ہے اچھا بنا دیتی ہے تاکہ آپ ایک ہی فصل میں اور اُسی زمین میں دو فصلوں کے برابر اناج پیدا کرسکتے ہیں۔ اس اندازے میں کوئی مبالغہ نہیں ہے۔ اگر اپنے کھیتوں میں سلسلے وار چارے کی فصلیں پیدا کرتے رہیں گے تو زمین کی غلہ پیدا کرنیکی طاقت بڑھ جانے سے اناج کی فصل کی ایسی پیداوار ہوگی جو کسی طرح بھی غلے کی اُس فصل سے کم نہ ہوگی جو کہ اُس ساری زمین میں ہوتی ہے۔ جب آپ کو کوئی نقصان نہیں ہوتا تو آپ اپنی گائے کو چارے سے کیوں محروم رکھتے ہیں۔ آپکو یہ محسوس کرنا چاہئے کہ اگر آپ اپنے یہاں اچھی نسل رائج کرنا اور انکی خوبیوں کو قائم رکھنا چاہتے ہیں تو انھیں اچھی طرح کھلانا نہایت ضروری ہے۔

مویشیوں کی بیماریوں پر قابو رکھنا بہت ضروری ہے۔ موجودہ زمانے میں حالانکہ آپ کہتے ہیں کہ آپ گائے کی پوجا کرتے ہیں پھر بھی آپ اس کا علاج اسوقت تک نہیں کراتے جب تک آپکو یہ خوف نہ ہو کہ وہ مرجائیگی۔ بیماری طویل ہوجانے پر خواہ وہ جان لیوا نہ ثابت ہو، جسکا آپ نے علاج نہیں کرایا ہے آپکا مویشی آپ پر قرض کے بار کی طرح ہے نہ کہ پونجی کی طرح۔ جب پھیلنے والی بیماریاں پھیلتی ہیں تو آپ مویشیوں کو علیحدہ علیحدہ رکھنے کا پہلا کام بھی نہیں کراتے آپ بیمار مویشیوں کو اپنے ہی اور گاؤں والوں کے مویشیوں کے جو انکے ساتھ چرتے ہیں ملنے دیتے ہیں اور انکے ذریعے پانی اور چراگاہوں میں بھی بیماری کے کیڑوں سے بھر دیتے ہیں۔ آپ تھوڑی سی بھی تکلیف نہیں کرتے اور اُن جانوروں کو جنکی آپ پوجا کرتے ہیں اس طرح مرنے دیتے ہیں۔ آپ خود مویشیوں کے ڈاکٹر سے مدد نہیں لیتے اور جب پٹواری کی دیر سے کی ہوئی رپورٹ سے اس قسم کی مدد ملنے والی ہوتی ہے تو آپ اُس کا خیر مقدم نہیں کرتے اور ٹیکہ لگوانے کے معاملے میں آپ خاص طور سے مخالفت کرتے ہیں۔ کیا آپ خود اپنے دشمن نہیں جبکہ آپ مویشی جیسی قیمتی دولت کو ضائع ہونے دیتے ہیں جو کہ بچائی جاسکتی ہے۔ اگر آپ اپنے دھرم کی پرواہ کرتے ہیں اگر آپ کو دنیاوی فائدے کا خیال ہے تو پہلے جو مویشی بیمار ہوجائے اُسے اوروں سے علیحدہ کردیجئے اور فوراً ہی ڈاکٹری امداد حاصل کرنیکی کوشش کیجئے۔ اس سے کم تدبیر کرنا گناہ ہے۔

آپ ایک عمدہ گائے کی صحیح قیمت نہیں جانتے۔ آپکی گائے اور اصلاح شدہ سانڈ سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ اوسطاً ۳ سیر دودھ آٹھ ماہ تک دے گا یہ کم ازکم ۹۰ روپئے کا ہوگا۔ اُسکا بچھڑا کم ازکم ۱۰ روپئے کی قیمت کا ہوگا۔ مختلف بچھڑوں کے پیدا ہونے کے درمیانی وقت میں جسے آپ فراخ دلی سے ۱۸ ماہ سمجھ سکتے ہیں آپ ۱۲۰ روپئے کماتے ہیں۔ اِس رقم میں گوبر کی قیمت شامل نہیں ہے



مویشیوں کو کھوکا اور گندا رکھنا انکی عمر کم کرتا ہے اگر انھیں صفائی سے رکھا جائے اور پیٹ بھر کھلا دیا جائے تو کسانوں کی وہ بڑی رقم بچ جائے جو مویشیوں کے مرجانے پر نئے مویشی خریدنے میں ہر سال خرچ کرتے ہیں ۔

گائے کی اسی وقت کی چرائی آدھے ایکڑ زمین پر اُگے ہوئے چارے پر ہوگی ۔ اِس زمین کے لگان کے لئے آپکو زیادہ سے زیادہ ۵ روپئے دینے ہوں گے ۔ اسکے علاوہ دو روپئے بیج میں اور ۳ روپیہ باقی اخراجات میں صرف ہوگا ۔ اگر آپ اپنی محنت نکال دیں تو آپکے دس روپئے کی لاگت سے ۱۲۰ روپئے کی آمدنی ہوتی ہے ۔ کیا یہ آپکی اس محنت کا کافی عوض نہیں ہے جو آپ نے اپنی گائے کو اصلاح شدہ نسل کے سانڈ سے گابھن کرانے میں اور اسے کافی چارہ کھلانے میں کی؟ آپ اتنی آمدنی کیسے چھوڑ سکتے ہیں ؟ آپ دولت پیدا کرنے کے اس ذریعے کو کیسے نظر انداز کرسکتے ہیں جو فصل سے بہت بھرے ہوئے کھیتوں کی آمدنی سے بھی اچھا ہے ؟ میں پھر کہتا ہوں کہ اس بات کی بڑی ضرورت ہے کہ آپ عمدہ نسل کے بیل دوسری جگہ سے لائیں اور اپنے مویشیوں کے لئے کافی چارہ اگائیں ۔ اگر آپ گرام سدھا کے اتنے ہی پروگرام پر عمل کریں تو جو لگان آپ دیتے ہیں اُسے دیتے ہوئے بھی کچھ ہی سالوں میں آپ زیادہ مالدار ہو جائیں گے ۔

ان لوگوں کیلئے جو گائے نہیں پال سکتے بکری بڑی آمدنی کا ذریعہ ہوسکتی ہے اگر آپکے پاس گاؤں میں اچھی نسل کا گابھن کرنے والا بکرا ہو تو گاؤں والے ایک معمولی ایک ڈیڑھ روپئے کی قیمت والی بکری خرید کر بکری پالنے کا کام شروع کرسکتے ہیں اس بکری کا دودھ چار مہینے تک ایک سیر روزانہ کے اوسط سے ہوگا ۔ جس کا ہر ایک بچہ کم از کم دو روپئے میں فروخت ہوگا ۔ اگر آپ بکریوں کو باندھکر کھلائیں تو دودھ کی مقدار زیادہ ہوجائے گی ۔ جن لوگوں کے بچے ہوں انکو ایسے مویشی رکھنے چاہئیں جنھیں خریدنے اور پالنے میں بہت دام نہیں لگتے ۔ زیادہ غریب لوگوں کے لئے یہ آمدنی کا ذریعہ ہوسکتے ہیں اور امیر آدمیوں کو ان سے دودھ مل سکتا ہے ۔ جو بچوں کی تندرستی کے لئے بہت ضروری ہے ۔

مرغیوں یا اور پالتو پرندوں کا پالنا بھی آمدنی کا ایک معقول ذریعہ ہوسکتا ہے ۔ لیکن آجکل یہ کام بہت زیادہ غریب لوگوں کے ہاتھ میں چھوڑ دیا گیا ہے ۔ جنکے پاس کامیابی حاصل کرنے کے

لئے نہ تو دولت ہے نہ عقل ۔ دوسرے ملک کے لوگ مرغی پالکر یہاں کے معمولی کسان کی اُس آمدنی کی بہ نسبت کہیں زیادہ آمدنی کمالیتے ہیں جو وہ اپنے کھیت سے پیدا کرتا ہے ۔ مرغیوں کی نسل کو اچھا بناکر اور انھیں اچھی غذا دیکر انکے پالنے کا کام بڑھا دینا ضروری ہے ۔ اِن دونوں باتوں کے اشتراک سے انکے جسم اور انڈے دینے میں اضافہ ہوگا ۔ عمدہ نسل بنانے کا آسان ترین طریقہ یہ ہے کہ سرکاری یا بہت سے نجی فارموں سے پلے ہوئے اچھے مرغے لائے جائیں ۔ ان مرغوں سے پیدا ہونے والی نسل طاقتور ہوتی ہے اور کافی انڈے دینے والی ہوتی ہے یہ امر غور طلب ہے کہ ایسی نسل کی مرغیاں عام طور پر سال میں ۲۵۰ کے اوسط سے انڈے دیتی ہیں جو گاؤں کی عام مرغیوں کی بہ نسبت دس گنا زیادہ ہوتی ہے ۔ یہ فائدہ ظاہر ہے اور یہ کام کرنے کے قابل ہے خواہ اِس میں دوسری جگہ سے لائے ہوئے اور آب و ہوا کو موافق بناتے ہوئے مرغوں کے مرجانے کا خوف ہی کیوں نہ ہو ۔ بہترین طریقوں پر مرغیوں کے پالنے کا کام جتنا ہمارے دکھی بھائیوں کو اپنی آمدنی بڑھانے میں مدد دے سکتا ہے اتنی کوئی دوسری اکیلی صنعت نہیں دے سکتی ۔

آجکل اس بات کی سفارش کیجاتی ہے کہ شہد کی مکھیوں کے پالنے کا کام کسانوں کے لئے ایک مفید تجارت ہے ۔ اس تجارت میں کچھ واقفیت اور ہوشیاری کی ضرورت پڑتی ہے جو زیادہ مالدار کسانوں میں ہی پائی جاتی ہے انھیں کیلئے اس آزمائش کی سفارش کیجاتی ہے ۔ انکی کامیابی سے گاؤں کے دوسرے لوگ بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں کیونکہ دوسرے لوگ کامیاب ہونے والوں کی تقلید کرینگے ۔ اس طرح پھولوں کی وہ پیداوار جو اس وقت برباد ہوتی ہے شہد کی صورت میں گاؤں والوں کو ملنے لگے گی ۔

اریںڈ کے پتوں سے جینے والے ریشم کے کیڑوں کے پالنے کا کام پہلے اِس صوبے میں ہوتا تھا اور یہ اس وقت بہار میں بہت پُرمنافع تجارت ہے ۔ یہ جتنا فائدہ بخش ہے اتنا ہی آسان بھی ہے وہ کیڑے جو کہ انڈوں کی ایک مقدار سے نکالے جا سکتے ہیں جس کی قیمت صرف آٹھ آنہ ہے سال بھر میں ایک من ریشم کے کوئے پیدا کر سکتے ہیں جن کی قیمت ۱۵۰ روپیہ ہوتی ہے ۔ ریشم کے کیڑوں کو صرف ۱۴ روز تک کھلانا پڑتا ہے اور اس درمیان میں جو کچھ ضروری ہے وہ یہ ہے کہ اریںڈ کی پتیاں جمع کیجائے اور وہ ٹوکری صاف کیجائے جس میں یہ کیڑے رکھے جاتے ہیں حقیقی فائدے کے لئے یہ تکلیف بہت کم ہے ۔

کھیتی اپنے ہی پیروں پر کھڑی نہیں رہ سکتی اور پرانے وقتوں میں بھی ایسا نہیں ہوا تھا ۔ انکی غریبی کا بہت کچھ حصہ اُن بہت سے کاموں کو لاپروائی سے دیکھنے کا باعث ہے جنکا کھیتی سے تعلق ہے ۔ اس لاپروائی کے لئے کوئی جائز وجہ نہیں ہو سکتی جبکہ آپ اپنی محنت کے سوا سبھی چیزوں کی طرف سے غریب ہیں ۔ اگر یہی محنت عقلمندی سے کام میں لائی جائے تو وہ کھیتی کو ایک فائدہ بخش تجارت بنا سکتی ہے جیسا کہ دوسرے ملکوں میں ہے اور اس ملک میں بھی ہونا چاہئے ۔ یہ بات اِس وقت ہی ضروری ہے کہ کم از کم آپکے مویشی آپکی آمدنی کا ذریعہ ہو جائیں ۔ ان کو ایسا بنانا آسان ہے ۔ انکے لئے کافی چارہ پیدا کیجئے ۔ پورے نہ بڑھے ہوئے اور چھوٹے قد کے بیل دوسرے مقامات سے منگوائے ۔ اگر آپ اِس ذرا سے کام میں گڑبڑ کرتے ہیں تو آپ خود ہی اپنی غریبی کا سبب ہیں اور خود ہی اپنے دشمن بنے رہتے ہیں ۔

سوال و جواب

دیہاتوں سے تعلق رکھنے والے سب سوالوں کا جواب بذریعہ ڈاک بھیجا جائیگا۔ شرط صرف یہ ہے کہ سوال کرنے والے جوابی کارڈ بھیجیں۔ جو سوال عام دلچسپی کے ہونگے انکو اور انکے جواب ہم یہاں بغیر نام اور پتہ وغیرہ کے چھاپینگے لیکن ہرحالت میں سوال کرنے والوں کو اپنا نام اور پتہ صاف صاف لکھنا چاہیئے۔

سطح کی مٹی کا کٹنا

سوال۔ برسات میں کھیت کے اوپر کی مٹی کا بہہ جانا کسطرح رُوکا جاسکتا ہے؟

جواب۔ برسات میں پہاڑی اور ڈھالو زمین کی اوپر کی تہہ بہہ جایا کرتی ہے۔ تہہ کی مٹی ہی بہت اُپجاؤ ہوتی ہے۔ اسلئے اس کا بہکر چلا جانا کھیتی کیلئے بہت نقصان دہ ہے۔ اسے روکنے کے لئے ایسی تدبیریں عمل میں لائی جائیں جن سے زمین پانی کو زیادہ مقدار میں جذب کرے۔ گہری جوتائی کرنے سے زمین خوب پانی جذب کرے گی اور اوپر کی تہہ کے کیمیاوی اجزا پودے کی جڑ تک پہنچکر اُسے فائدہ پہنچائینگے۔ ڈھالو زمین پر اس طرح کھیتی کرنی چاہیئے کہ ۹۰ ڈگری کا زاویہ بنجائے۔ اس طرح کھیتی کرنے سے زمین کے اپجاؤ حصے کو برسات کا پانی نہ بہاسکے گا۔ اگر زمین ڈھلوان ہو تو گھاس کی کھیتی کرنی چاہیئے۔ گھاس زمین کی تہ کو محفوظ رکھتی ہے۔ ڈھالو زمین میں جو ہل چلایا جائے وہ ڈھال کے خلاف ہو نہ کہ ڈھال کے موافق۔

کندھے کی سوجن

سوال۔ ہل کھینچنے سے کبھی کبھی ہمارے ایک بیل کا کندھا سُوج اُٹھتا ہے۔ مہربانی فرماکر سوجن دور کرنے کی کوئی تدبیر بتائیے

جواب۔ گاڑی یا ہل کھینچنے سے اکثر بیلوں کے کندھے پھول اُٹھتے ہیں اِس سے انھیں بہت تکلیف ہوتی ہے اور اکثر شروع میں احتیاط نہ کی گئی تو کبھی کبھی اُنکے کندھوں سے خون بھی بہنے لگتا ہے اور وہ بیکار ہو جاتے ہیں۔ گھونگھے کے پانی سے سوجی ہوئی جگہ کو مل مل کر دھونے سے سوجن جاتی رہتی ہے۔ ہلدی کا پتہ پیسکر گرم کرکے لگانے سے بھی سوجن دور ہو جاتی ہے۔ سب سے سہل ترکیب یہ ہے کہ سوجی ہوئی جگہ پر لوہا گرم کرکے داغ دیا جائے۔ ہلدی اور چونا ایک ساتھ ملاکر گرم کرکے پھولی ہوئی جگہ پر مالش کرنے سے مرض اچھا ہو جاتا ہے۔ السی کا تیل گرم کرکے سوجے ہوئے کندھے پر ملنے سے بھی سوجن دور ہو جاتی ہے۔

گرم کھانا

سوال۔ کیا گرم کھانا ٹھنڈا کھانا کھانے سے اچھا ہوتا ہے

جواب۔ گرم کھانا کھانے سے ٹھنڈا کھانا کھانا زیادہ اچھا ہے کیونکہ گرم کھانے میں رال آسانی سے مل جاتی ہے اور ہضم کرنے میں مدد دیتی ہے۔ ٹھنڈے کھانے میں رال دیر میں ہضم ہوتا ہے۔ گرم کھانا مقوی ہوتا ہے اور پیٹ میں پہنچتے ہی ہضم کرنے والے اعضا سے کام لینے لگتا ہے۔ گرم کھانے پر ٹھنڈے کھانے کی بہ نسبت بہت کم مکھیاں بیٹھتی ہیں۔

ہماری دستکاریاں

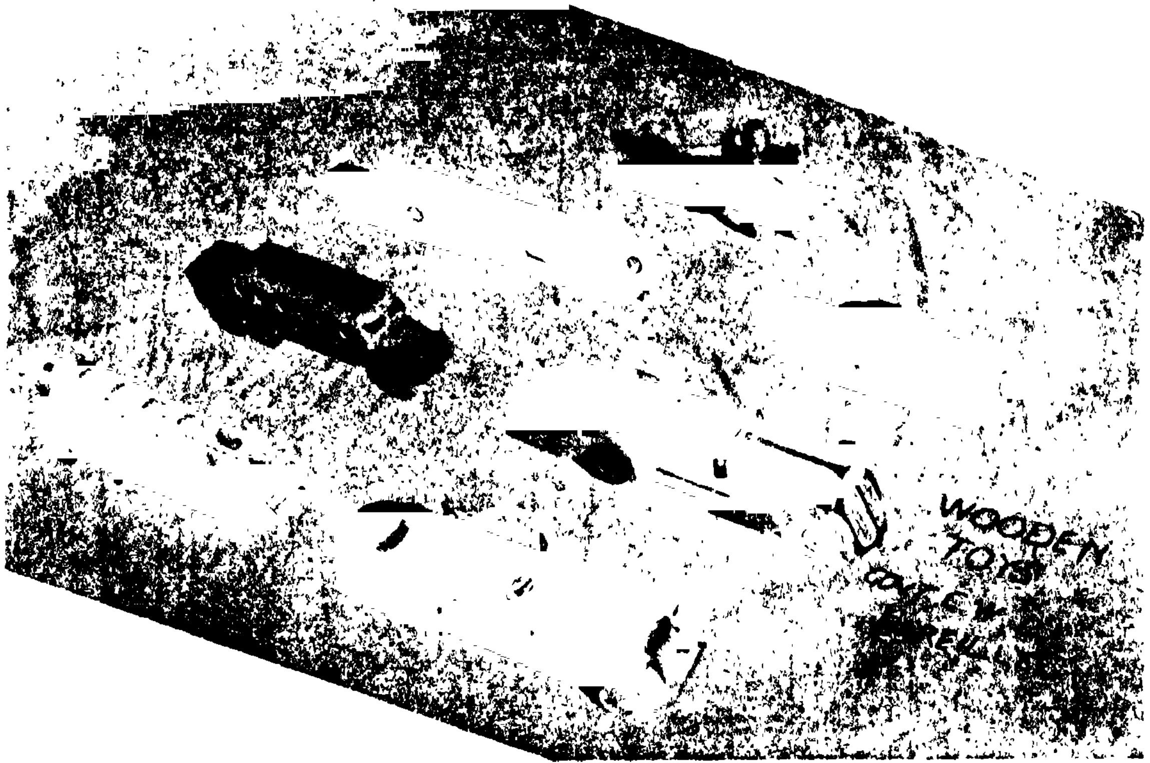
لکڑی کے کھلونے بنانا

(از مسٹر ایس۔ بی۔ نائیڈو۔ بی۔ ای۔، اے۔ ایم۔ آئی۔ ای۔ ووڈ ٹیکنیکل جسٹ ٹو گورنمنٹ یو۔پی)

زمانۂ قدیم سے مٹی کے بعد لکڑی ہی اس ملک میں کھلونا بنانے کے لئے اچھی چیز مانی گئی ہے۔ بنارس ہمیشہ اس صوبے میں لکڑی کے کھلونوں کے لئے مشہور رہا ہے۔ یہاں دو قسم کے کھلونے بنائے جاتے ہیں۔ اُن میں سے ایک تو خراد پر تیار ہو کر رنگین چپڑے سے رنگا جاتا ہے۔ اور دوسرا لکڑی کو معمولی اوزاروں سے تراش کر اور گوند ملے ہوئے سستے رنگوں سے رنگ کر تیار کیا جاتا ہے بنارس کے لکڑی کے کھلونے بہت مقبول ہیں اور سستے ہونے کے باعث یہ ہمیشہ اس طرح مقبول رہیں گے اور بکیں گے لیکن اگر بنارسی لکڑی کے کھلونے ولایتی کھلونوں کے طرز پر نہ بنائے جائیں گے تو یہ صنعت دیرپا نہ ثابت ہوگی۔ کیونکہ اس وقت مشینوں کے ذریعے بنے ہوئے خوبصورت ولایتی کھلونوں کی کافی کھپت ہو رہی ہے۔ اِن کھلونوں کا آج کل کے بچوں پر کافی اثر ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ روز بروز باتصویر کتابوں اور دائی خانوں سے نئی نئی باتیں سیکھ رہے ہیں۔ کوئی وجہ نہیں کہ ایسے کھلونوں کی فروخت اِس ملک میں نہ ہو جبکہ ولایتی لکڑی کے کھلونوں کی فروخت یہاں ہوتی ہے۔ بلاشبہ ابتدا میں ایسے کھلونے تیار کرنے میں زیادہ صرف ہو سکتا ہے لیکن یہ دشواری تو ہر ایک صنعت کی ابتدا میں پیدا ہوتی ہے۔

گورنمنٹ سنٹرل ووڈ ورکنگ انسٹی ٹیوٹ بریلی میں مشینوں کے ذریعے تیار کئے جانے والے نئے ولایتی کھلونوں کے طرز پر کھلونے بنانے کی آزمائش کی گئی اور یہ بات ثابت ہوئی کہ عمدہ قسم کے لکڑی کے کھلونے تیار کرنے کے لئے بورنگ بہترین لکڑی ہے۔ کھلونے بنانے کی لکڑی سوکھی ہونی چاہیے ورنہ اس کے سوکھ کر سکڑنے پر رنگ کے اُدھڑ جانے کا ڈر رہتا ہے۔ کھلونے بنانے کے لئے دوسری لکڑیاں بھی کام میں لائی جا سکتی ہیں۔ لیکن یہ لکڑی ایسی ہونی چاہیئے کہ اُس پر آری (فریٹ سا) آسانی سے چلائی جا سکے۔ سب سے ضروری بات یہ ہے کہ ایسی لکڑی بہت پولی نہ ہونی چاہیئے۔ وہ ایسی ہونی چاہئے کہ اس پر رنگ اچھی طرح چڑھایا جا سکے۔ لکڑیوں کی پیٹیاں جو بہت زیادہ تعداد میں اور مناسب داموں میں ملتی ہیں ان کھلونوں کے بنانے کے کام میں لائی جا سکتی ہیں۔

اس کے لئے جن اوزاروں کی ضرورت پڑتی ہے وہ مہنگے نہیں ملتے۔ اس کے لئے ایک آری (فریٹ۔سا) کی ضرورت پڑتی ہے۔ (آری، فریٹ۔سا، اپنے یہاں بھی تیار کی جا سکتی ہے یا لکڑی پر نقاشی کرنے والے سہارنپور کے ایسے تاجروں سے خریدی جا سکتی ہے جو آری، فریٹ سا، تیار کرتے ہیں) اور بڑھئی گیری کے اوزاروں کا ایک سیٹ ایک چھوٹا اسپرے پینٹنگ پلانٹ (اگر مل سکے) یا رنگنے کے



گورنمنٹ سینٹرل دوڈ ورکنگ انسٹی ٹیوٹ، بریلی کے بنے ہوئے لکڑی کے کھلونوں کے کچھ نمونے

کچھ برش اور رنگنے کے کچھ پیالے۔

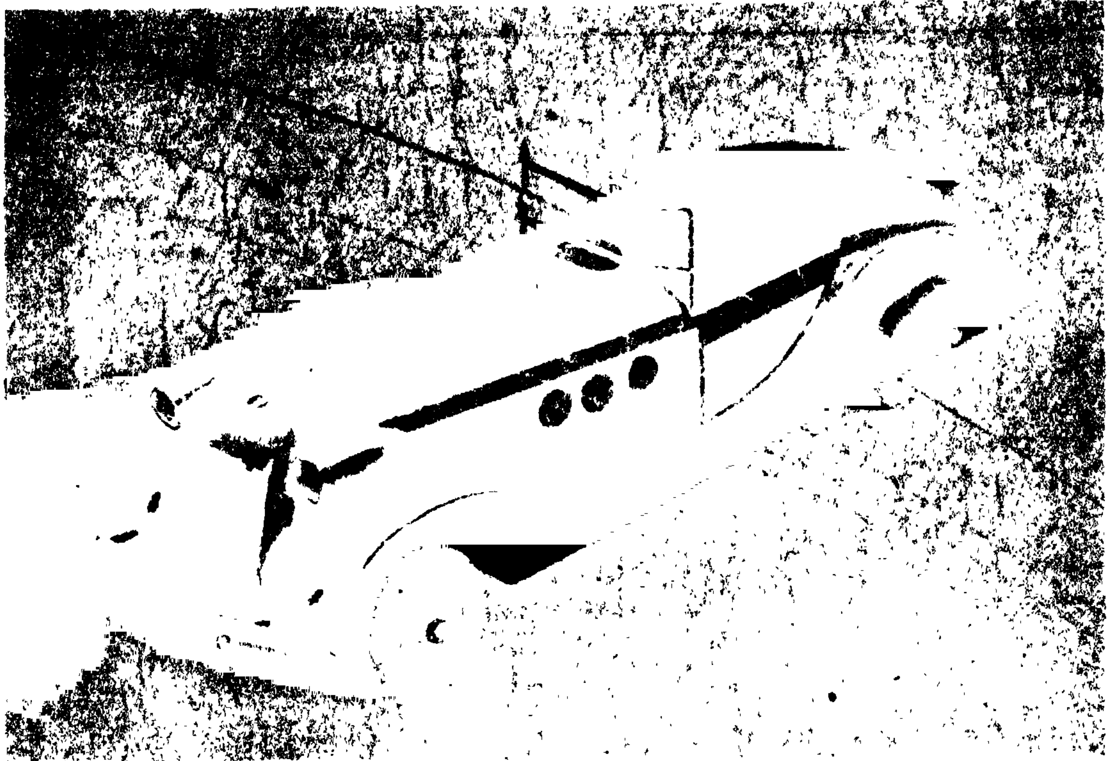
ولایتی کھلونے عموماً سیلیولوز۔لیکرسے رنگے ہوئے ہوتے ہیں۔ مختلف رنگ کے سیلیولوز لیکر۔ اس ملک میں مل سکتے ہیں۔ لیکن انھیں استعمال کرنے کے لئے ایک اسپرے پینٹنگ پلانٹ، کا ہونا ضروری ہے۔ کچھ قسم کے سیلیولوز لیکر۔ بریلی میں بھی تیار کئے جا رہے ہیں۔ لیکن جب تک یہ آسانیاں فراہم نہ ہوسکیں تب تک کسی بھی رنگ والے سے ایک پونڈ یا نصف پونڈ والے وارنش کے ڈبے لے لئے جائیں وارنش کی رنگائی برش کے ذریعے کی جا سکتی ہے۔

چلتے پھرتے کھلونے تیار کرنا بہت آسان ہے۔ کیونکہ ایک چھوٹے سے شکنجے، ہتوڑی، کاٹنے کے لئے ایک چاقو، برما اور ایک ٹین کاٹنے والی قینچی کی مدد سے اس کے حصے تیار کئے جا سکتے ہیں۔

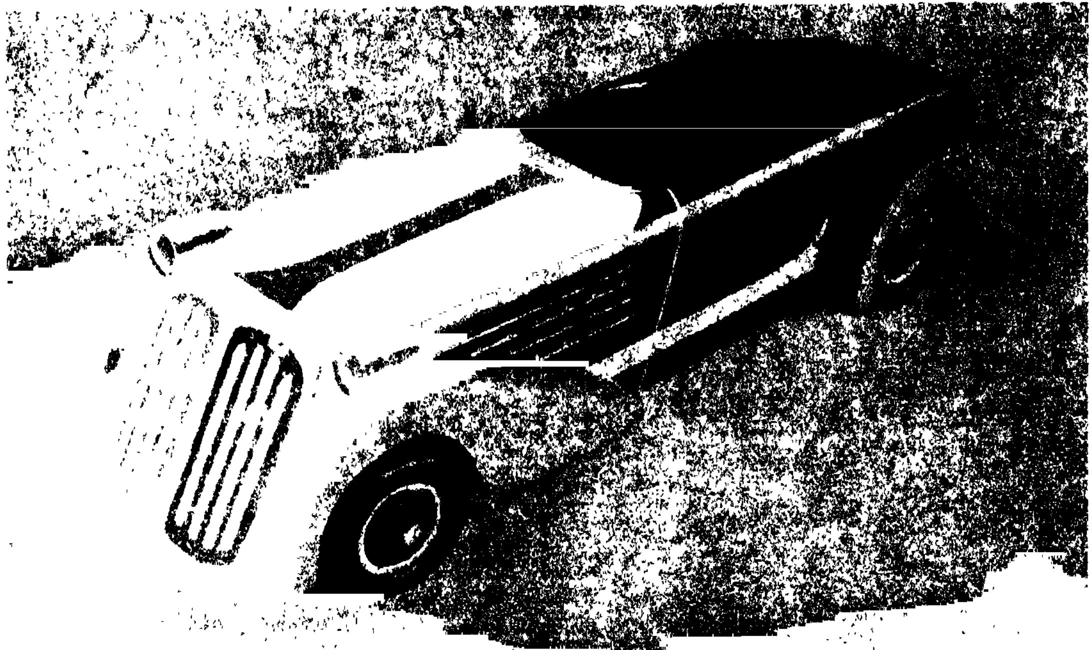
گورنمنٹ سنٹرل دوڈ ورکنگ انسٹی ٹیوٹ بریلی میں ابھی تک اس سلسلے میں آزمائشیں ہو رہی ہیں۔ اور وہاں کے بنے ہوئے لکڑی کے کھلونوں کی تصویروں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر یہ کام اچھی طرح شروع کیا جائے تو کہاں تک لکڑی کے کھلونے صاف اور خوبصورت بنائے جا سکتے ہیں۔ لکڑی کا ایک معمولی کھلونا بنانے کا طریقہ سمجھانے کے لئے ایک بطخ کے کھلونے کے پورے سائز کی تصویر دی گئی ہے۔

آپ حسب ذیل طریقے پر معمولی کھلونے بنائیں۔

پہلے سامانوں کی فہرست ملاحظہ فرمالیجئے۔ اس سے آپ کو لکڑی کے ٹکڑوں کی ٹھیک لمبائی اور موٹائی معلوم ہو جائے گی اور لوہے کے اُن سامانوں کا بھی پتہ چل جائے گا جو چلتے پھرتے کھلونے تیار کرنے کے



دوڑنے والی موٹر



سفری موٹر



گھوڑے سے کھینچی جانے والی توپ

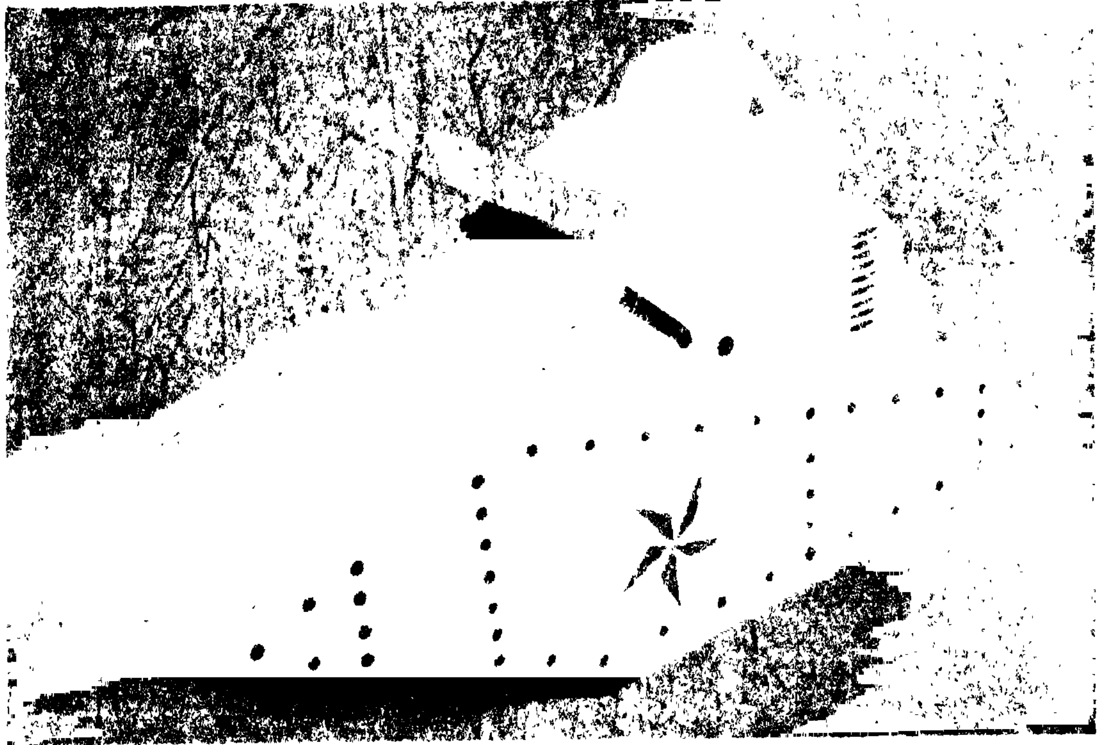
لئے ضروری ہیں۔ اس کام کے لئے ملائم لکڑی کا انتخاب کیجئے لکڑی کی پٹیاں اس کام کے لئے آسانی سے استعمال کی جا سکتی ہیں۔

رسالے سے تصویر نکال لیجئے۔ اور تصویر کی عکسی کاغذ پر اُتار لیجئے اُس میں سے دھڑ اور پھڑپھڑاتے پروں کا حصّہ الگ کر لیجئے اور اُسے پھر پوسٹ کارڈ سے موٹی دفتی پر اُتار لیجئے۔ دفتی پر بنی ہوئی شکل کو اس طرح کاٹ لیجئے کہ ہمیشہ کے لئے ایک سانچہ تیار ہو جائے۔ اب ہوشیاری کے ساتھ اس سانچے کے باہر پنسل گھما کر لکڑی کے اوپر اس کا نمونہ اُتار لیجئے۔ دھڑ "$\frac{3}{4}$ اور پر "$\frac{1}{4}$ موٹی لکڑی پر تیار کیجئے۔ پٹیوں کا گول ہونا ضروری ہے۔ ورنہ کھلونے آسانی سے دوڑ نہ سکیں گے۔

لوہے کے حصّے تیار کرنے اور اُنھیں جوڑنے کی ترکیب تصویر میں صاف صاف سمجھا دی گئی ہے اور تھوڑی سی ہوشیاری اور کوشش سے کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔

لکڑی کے ٹکڑوں کو جوڑنے کے پہلے اُنھیں سریس کاغذ سے صاف کر لینا چاہئے۔ ایک چھوٹی ریتی لکڑی کے نقائص معلوم کرنے اور اُس کے کُھردرے کناروں کو ٹھیک کرنے میں مدد دے گی۔

جب آپ کو اسپرے لیکر نہ مل سکے تو سریس میں کھریا مٹی ملا کر یا میتھلیڈ اسپرٹ میں گھول کر



ٹینک

اور چینی مٹی ملا کر رنگائی کریں ۔ سوکھنے پر اُسے ہلکے ہاتھوں سے صفر نمبر کے سریس کاغذ سے رگڑ دیں اور جب خوب اچھی طرح رنگ سوکھ جائے تو اپنی مرضی کے مطابق اُسے دارنش سے رنگ دیجئے ۔ آپ اِس بات کا ہمیشہ خیال رکھیں کہ کھلونوں کی رنگائی ہمیشہ قدرتی رنگوں کے مطابق ضروری نہیں ہے ۔ اگر بطخ کی رنگائی قدرتی رنگوں کے مطابق کی جائے تو وہ بھوری ہوگی یا سفید ہوگی ۔ لیکن آپ یہ تسلیم کریں گے کہ بچے اِس قسم کے رنگ پسند نہ کریں گے ۔ بچے بھڑکیلے رنگ پسند کرتے ہیں ۔ خصوصاً چمکیلا لال ، نیلا ، پیلا اور ہرا وغیرہ ۔ اگر یہ رنگ دوسرے رنگوں کے ساتھ ٹھیک طور پر لگائے جائیں تو کھلونے اچھے لگیں گے اور اُن کی فروخت بھی بہت بڑھ جائے گی ۔

کام کی کتابیں



(اُردو)

کیوں اور کیسے؟ مرزا عظیم بیگ صاحب چغتائی اردو کے مشہور مزاح نگار ہیں۔ اُردو میں آپ کی بہت سی کتابیں شائع ہو کر مقبول ہو چکی ہے۔ مرزا صاحب کبھی کبھی بچوں کے لئے بھی لکھا کرتے ہیں۔ چنانچہ بچوں کے لئے بھی کئی قصوں کی کتابیں لکھ چکے ہیں۔ یہ کتاب بھی آپ نے خاص طور سے بچوں کے لئے لکھی ہے لیکن اس میں آپ نے بچوں کے لئے جن مفید معلومات کا ذخیرہ جمع کیا ہے اُس سے صرف بچے ہی نہیں بلکہ بڑے بھی فائدہ اُٹھا سکتے ہیں مثلاً کتنے ہی بڑے بوڑھوں سے اگر یہ سوال کیا جائے کہ آندھی کیسے چلتی ہے تو وہ اس کے سوا کہ ہوا کے بہت تیز چلنے کو آندھی کہتے ہیں اور کوئی تشفی بخش جواب نہ دے سکیں گے لیکن ایک وہ بچہ جس نے اِس کتاب کے ڈھائی صفحات کا اچھی طرح مطالعہ کیا ہو وہ آپ کو بڑی آسانی سے سمجھا دیگا کہ آندھی کیسے چلتی ہے؟ کب چلتی ہے؟ اور کس جگہ کس رفتار سے چلتی ہے۔ اسی طرح اور بھی بہت سی باتیں نہایت اختصار کے ساتھ اور آسان زبان میں سمجھائی گئی ہیں۔ مثلاً:- ہوا کیسے چلتی ہے؟ تم بولتے ہو یا ہوا بولتی ہے؟ موٹر کیسے چلتی ہے؟ اور سینما کیسے چلتا ہے؟ وغیرہ وغیرہ ہمارے خیال میں والدین کو اپنے بچوں کو ایسی کتابیں ضرور پڑھانی چاہئیں کتاب کی ضخامت ۱۰۲ صفحات ہے۔ کاغذ اور کتابت و طباعت اچھی ہے اور کتاب مجلد ہے۔ قیمت ایک روپیہ ہے اور نظامی پریس بدایوں سے منگائی جا سکتی ہے۔

ادبِ لطیف۔ (ڈراما نمبر) یہ رسالہ لاہور سے نکلتا ہے اور اس کا شمار اُردو کے اچھے رسالوں میں ہے۔ اس نے اپریل، مئی کی مشترکہ اشاعت ڈراما نمبر کے نام سے شائع کی ہے۔ اِس نمبر میں فنِ ڈراما نگاری کے متعلق کئی مضمون ہیں جو کافی محنت سے لکھے گئے ہیں۔ ڈراموں میں قریب قریب سبھی چھوٹے بڑے ڈرامے اچھے ہیں۔ احمد ندیم قاسمی کا منظوم ڈراما اردو میں نئی چیز ہے۔

اس نمبر کی ضخامت ۲۲۲ صفحات ہے اور قیمت ۱۱ر ہے سالانہ قیمت ۸ہے ہے اور مکتبہ اُردو لاہور سے منگایا جا سکتا ہے۔

(ہندی)

راشٹر لچھمی (پندرہ روزہ) اڈیٹر شری رادھے شیام دوویدی پبلشر شری وِٹھل شرما چتر ویدی۔ سوامی گھاٹ متھرا قیمت سالانہ عہ۔

یہ پندرہ روزہ اخبار حال ہی سے شائع ہونے لگا ہے۔ اس کا پانچواں نمبر ہمارے پیش نظر ہے۔ اس نمبر میں گائے کے پالنے کے متعلق کئی مفید مضمون ہیں۔ کچھ مضمون سائنٹفک نقطۂ نظر سے لکھے گئے ہیں۔ ان مضامین کے علاوہ پرورش مویشیان کے متعلق اور بھی کئی ضروری باتیں بتائی گئی ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ اِس اخبار کے ذریعے پرورش مویشیان سے متعلق ادب کی ترقی ہوگی جو دیہاتی ترقی کے لئے ضروری ہے۔ اخبار کی چھپائی صفائی بھی اچھی ہے۔

ہونہار (ماہوار۔ اردو۔ ہندی) یہ ماہوار رسالہ پستک بھنڈار لہریا سرائے سے گذشتہ اپریل سے ہندی اور اردو خطوں میں شائع ہونے لگا ہے۔ دونوں کے مضامین اور زبان ایک ہی ہوتی ہے اور ہندی اردو دونوں ایڈیشن علیحدہ علیحدہ نکلتے ہیں۔ اس کے اڈیٹر شری رام ورکش بینی پوری اور جناب انیس الرحمان ہیں جو اس رسالے کو ہر طرح دلچسپ بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہر نمبر میں کئی مضامین تصویردار ہوتے ہیں۔ لکھائی چھپائی اچھی ہے۔ ہم اس کی کامیابی کے خواہاں ہیں۔ قیمت سالانہ ۳ر اور ایک نمبر کی قیمت پانچ آنہ (۵ر) ہے۔



از جناب دین بندھو مصرا آرگنائزر ایٹونجا

یہاں ہم نہ جانے کوئی نہ کوئی ایسا گیت چھاپا کرینگے جو کسی نہ کسی ضلع کے دیہاتوں میں رائج ہے یہاں جو گیت چھاپا جا رہا ہے وہ ضلع لکھنؤ میں بہت رائج ہے اور وہیں کی بولی میں لکھا گیا ہے

بھیّا مانو ہمری بات

پاوت جو تم دن دن دکھ ہو   جانت ناجگ کو نو سکھ ہو
دیکھت سب کا پیچھے شکھ ہو   چلت نہ سودھے کونو رکھ ہو

لوگ لگائے تم پر گھات

بھیّا مانو ہمری بات

گھر پڑوس کی کرو صفائی   کوڑا کرکٹ دور رہو بھائی
کنڈن کھاد نہ دیو جلائی   باہر گڑھن جان بھر دائی

اوپر سے ڈارو کھریات

بھیّا مانو ہمری بات

بیلن کی سیوا تم دیا کھو   اچھی نسل کے پشو پہچانو
ان پر غصہ کرو نہ ناکھو   ان سے سب کچھ لے تم چاکھو

ناحق سکھو ونا نج گات

بھیّا مانو ہمری بات

جھگڑا جھنجھٹ دور بھگائی   ہل مل سب جن رہو ایائی
پنچایت کے رار مٹائی   جاؤ نہ کبھو عدالت بھائی

عملہ والے لوسے کھات

بھیّا مانو ہمری بات

بنا پڑھے نر پشو کہاوے   دنیا ماں کبھو جان نہ پاوے
تہجے لڑکن دیو پڑھائی   اپنے اوپر کشٹ اٹھائی

بدّیا بنا اندھیری رات

بھیّا مانو ہمری بات

کھیتن کی خوب کرو جُتائی   ان ماں پانس دیو پہنچائی
نئے بیج کی کرو بوائی   بیچن کی سیکھو چترائی

بنین سے راکھو نا نات

بھیّا مانو ہمری بات

چلنی مہیاں گائے دوہائے   کرم لکھے نا دیکھو بھائے
سستی سگری دور بہائے   لگو کرم کربے میں دھائے

مت جیہیں دکھ کی سب بات

بھیّا مانو ہمری بات

پنچایت او بیاہ کاج ماں   مروٹ کے نیوتا سماج ماں
سوچ سمجھکر خرچو دام   پاچھے پرسے رام سے کام

سہو مہاجن کی نا لات

بھیّا مانو ہمری بات

کانگریس سرکار بنی ہے   تمہرے ہت کچھ کرے ٹھنی ہے
تمہو تو اب کرو سہائے   جیہتے بیڑا پار ہے جائے

دین بندھو کی دیا دکھات

بھیّا مانو ہمری بات

دیش بدیش کی بات

از جناب رائے بہادر پنڈت سکھدیو بہاری مشر

ان دنوں ہندوستان میں سیاست کی رفتار بہت تیز ہے ریاست راجکوٹ کی بابت مہاتما گاندھی نے جیت کر زبردستی کے حقوق چھوڑ دئے ہیں اصلاحات سے متعلق معاملات اب وہاں چیونٹی کی سی رفتار سے چل رہے ہیں۔ پھر بھی اس معاملے میں مہاتما گاندھی کی غلطی نہیں مانی جا سکتی۔ راجکوٹ ریاست ہے ہی کتنی بڑی جسکی بابت تلخ برتاؤ کیا جائے۔ اگر وہ کچھ بھی اصلاحات نہ کرے گی تو بھی جیسے سب ریاستوں کے معاملے چلیں گے ویسے ہی وہاں بھی طے ہو جائینگے۔ ہندوستان میں ۱۰۹ اسلامی والی ریاستیں ہیں۔ جن میں سے ۶ اکیس توپوں کی ہیں (جنمیں قلات بھی شامل بہ خلیج فارس پر ہے) پانچ ۱۹ توپوں کی ۱۳ سترہ توپوں کی ۱۶ پندرہ توپوں کی ۱۶ تیرہ توپوں کی اور باقی ۵۲ میں سے گیارہ اور نو توپوں کی سلامی والی ۲۹ اور ۲۴ ہیں۔ ۹ والے رئیس ہز ہائینس نہیں کہلاتے، باقی سب ہز ہائینس کہلاتے ہیں۔ اور نظام ہز اکزالٹیڈ ہائینس ہیں۔ ان ۱۰۹ رئیسوں کے علاوہ عموماً ۵۰۰ اور چھوٹے چھوٹے رئیس ہیں۔ ان سب کے اختیارات میں بھی بہت کچھ فرق ہے۔ ان دنوں جنوری میں حکومت نے ان کے پاس آخری فرمان بھیجا اور تحریر کیا کہ ۶ ماہ کے اندر یہ لوگ الگ الگ منظوری یا غیر منظوری کا آخری جواب ہاں یا نہیں بھیج دیں ایک بار فیڈریشن میں شامل ہونے سے پھر کبھی وہ باہر نہیں ہو سکتے رئیسوں کو کونسل آف اسٹیٹ میں ۱۰۴ نشستیں ملی ہیں شرط یہ ہے کہ کم از کم اتنے رئیس آجائیں جو ۵۲ نشستیں پا سکیں اور جنکی ریاستوں کی آبادی



پنڈت جواہر لال نہرو کیمپ ہندوستانی مزدوروں کے مسئلے کی جانچ کیلئے لنکا گئے ہیں۔

کل ریاستوں کی آبادی سے نصف سے کم نہ ہوں۔ رئیسوں کے ملنے کی حکومت کو اتنی امید تھی کہ ۳ روز ولایت میں اس قانون میں ترمیم کا ایک ایسا مسودہ پیش کیا گیا جس کی رو سے رئیسوں کے اختیار اور بھی کم کئے جا سکتے۔ اور وائسرائے کو یہی

اختیار حاصل ہوتا کہ سرکاری صوبائی ریاستیں اگر لڑائی کے وقت فوج وغیرہ کے بڑھانے میں حکومت کو کافی مدد نہ دیں تو صوبائی حکومت معطل کرکے مرکزی حکومت خود وہاں کا مناسب انتظام کرنے لگے ۔ اس ترمیم سے کانگریس اور والیان ریاست ناخوش تھے ۔ ان دنوں گوالیار بمبئی وغیرہ میں جلسے کرکے والیان ریاست نے یہ طے کیا ہے کہ ان کا فیڈریشن میں شامل ہونا ان کے لئے مضر ہے ۔ والیان ریاست کی چیمبر والی مجلس میں وائسرائے نے گذشتہ مارچ میں یہ مشورہ دیا تھا کہ والیان ریاست کو ریاستوں میں ترقی کرنی پڑے گی ۔ کیونکہ ڈھانچہ اب نہیں چل سکتا ۔ اس سلسلے میں اپنے اپنے صوبوں میں کئی ریذیڈنٹوں نے چھوٹے چھوٹے والیان ریاست کو یہ مشورہ دیا کہ عدالت وغیرہ کئی محکموں میں انھیں آپس میں ملکر اور کچھ بڑا صوبہ بناکر اُن میں پولیس، ہائیکورٹ، انجینیرنگ وغیرہ کے متحدہ محکموں کے ذریعہ مشترکہ طور پر کام کرنا چاہیئے ۔ کیونکہ وہ علٰحدہ علٰحدہ اتنی چھوٹی ہیں کہ اُن میں مالی کمی کے باعث اچھے افسر نہیں مقرر ہو سکتے جس سے معقول انتظام نہیں ہو سکتا ۔ ان باتوں سے والیان ریاست میں سے بہت سے کچھ گھبرائے ہوئے معلوم ہوتے ہیں ۔ ان کو سارے ملک کی ترقی کا اتنا خیال نہیں ہے جتنا اپنے اپنے حقوق کی حفاظت کا ایسا معلوم ہوتا ہے ان میں اس وقت طرح طرح کی صلاحیں ہو رہی ہیں ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان جھگڑوں کی وجہ سے حکومت اب ترمیم نہیں کرے گی لیکن اسے اتنی اُمید ضرور ہے کہ تھوڑی بہت کمی بیشی کرکے والیانِ ریاست کی کافی تعداد کو وہ فیڈریشن میں شامل ہونے کے لئے ضرور راضی کرے گی ۔ مرکزی کونسل کے لئے تو والیان ریاست کے منتخب ممبر جائینگے لیکن اسمبلی میں جب تک ریاستوں کی رعایا کے ذریعے چنے ہوئے ممبران کی طرف سے نہ جائینگے تب تک کسی حالت میں فیڈریشن نامنظور کرے گی ۔

ادھر کانگریس اس فیڈریشن کو ایسا بُرا سمجھتی ہے کہ خواہ جھگڑے میں صوبجاتی حکومتوں کا حق بھی ہاتھ سے چلا جائے تو بھی جہاں تک اسکا بس چلیگا وہ اِسے موجودہ شکل میں نہ چلنے دیگی ۔ یوروپ میں سال دو سال سے نئے جھگڑوں کا روزانہ اتنا خوف رہتا ہے کہ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اگر کانگریس ایسے موقعہ پر اکڑ جائے تو حکومت سے کچھ کرتے دھرتے نہ بنے ۔ اور اسکے نہ چاہنے پر بھی ہندوستان کو مکمل آزادی مل جائے ۔ کانگریس کی شہ سے ٹراونکور، جے پور، کاشمیر، میسور، تالچر، ڈھینکانال، راجکوٹ وغیرہ کئی چھوٹی بڑی ریاستوں میں رعایا کی طرف سے زبردست تحریک جاری تھی ۔ اُدھر سناتنی ہندوؤں اور آریہ سماجیوں کی طرف سے حیدرآباد میں کافی شورش ہندو حقوق کی بابت مچی ہوئی ہے حکومت نے ہندوستانیوں کی رائے کے خلاف برطانیہ سے تجارتی معاہدہ زبردستی کر لیا ۔ اتنا ہوتے ہوئے بھی مہاتما گاندھی نے ستیاگرہ کو بڑھانا تو دور جو کچھ ہو رہا تھا وہ بھی فی الحال بند کر دیا ۔ اس بات سے کانگریس کے بائیں بازو والوں کو مہاتما جی کے دائیں بازو والی کانگریس پارٹی سے سخت اختلاف ہوا ہے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پھر بھی بوس بابو کی مہاتما جی سے صلح ہو ہی جائیگی لیکن ایسا نہ ہوا اور بوس بابو کو کانگریس کی صدارت سے مستعفی ہونا پڑا ۔ اور ڈاکٹر راجندر پرشاد کانگریس کے صدر منتخب ہوئے ۔ تریپوری میں جو کانگریس ہوئی تھی اس میں آل انڈیا کانگریس کمیٹی کو یہ حق دیا گیا تھا کہ وہ ایسے قاعدے بنائے جن سے کانگریس میں جو گندگی پیدا ہوئی ہے وہ دور ہو جائے ۔ حال ہی میں بمبئی میں ایک میٹنگ کر کے اس کمیٹی نے ایسے قاعدے بنائے جن سے بائیں بازو والوں کے ذریعے جو گڑبڑی پیدا ہو رہی تھی وہ بھی دور ہو جائے ۔ پنڈت جواہر لال نہرو ایک ایسے لیڈر ہیں جو بائیں بازو والے ہوتے ہوئے بھی گاندھی جی کا ساتھ چھوڑنے کو تیار نہیں ہیں ۔ شاید انھیں کے لحاظ سے دائیں بازو والوں نے ایک آدھ ایسا بڑا قاعدہ نظر انداز بھی کر دیا جسکے نہرو جی بہت خلاف تھے ۔ پھر بھی اتنے اور ایسے قاعدے بن چکے ہیں کہ بائیں بازو والے یا تو کانگریس کو چھوڑینگے یا ملک میں کانگریس کے خلاف کوئی خاص شورش نہ پیدا کر سکیں گے ۔

بائیں بازو میں پورا اتحاد بھی نہیں ہے ۔ آج کل اس میں ۳ پارٹیاں نظر آتی ہیں ۔ کمیونسٹ، مسٹر بوس کا فارورڈ بلاک اور عام سوشلسٹ

کمیونسٹوں کے اصول سب سے کھرے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ امیروں کی ساری دولت ضبط ہوکر غریبوں میں تقسیم ہوجائے یا کم از کم قانون اس وصول کے بہت قریب چلا جائے۔ بوس پارٹی کا خیال ہے کہ جائداد ضبط تو نہ ہو لیکن کانگریس اپنے قائم شدہ اصولوں سے گھٹ کر کسی سے صلح نہ کرے اور اُن پر سختی کے ساتھ عمل کرے۔ عام سوشلسٹ کانگریس کی مخالفت نہیں کرنا چاہتے۔ اور محبت سے ملے رہ کر جتنی ترقی ہوسکے اُسے تیزی کے ساتھ آگے بڑھانا چاہتے ہیں جس سے کانگریس کے اصول تھوڑی سے صلح کے ساتھ بھی سہی لیکن تیزی سے عملی صورت اختیار کرسکیں۔ یہ لوگ مزدوروں اور کسانوں کو ملاکر بائیں بازو والوں کے ساتھ چلکر ترقی کے سلسلے میں زور ڈالنا چاہتے ہیں۔ وہ مذکورہ دونوں جماعتوں کو زیادہ گرم سمجھتے ہیں۔ اُدھر کمیونسٹ سبھاش بابو کی جماعت کو بہت سرد مانتے ہیں اور انکے ساتھ ایک حد تک ہی صرف کچھ اصولوں پر اشتراک کرنے کو تیار ہیں۔ ان دنوں بمبئی اور دہلی میں جو جلسے ہوئے ان سے مذکورہ بالا باتوں کا علم ہوا ہے۔ ان تینوں جماعتوں کو ملانے کی بمبئی میں کافی کوشش ہوئی۔ ان وجوہ سے بائیں بازو کا زور کچھ زیادہ نہیں معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ وہ بہت گری ہوئی ہے آجکل مسٹر بوس کہنے کو تو مہاتما گاندھی جی کو مانتے ہیں لیکن مسٹر جناح ظفر علی خان اور امبیدکر وغیرہ انکے سارے مخالفین سے ملکر کانگریس کے خلاف پارٹی بنانا اور زبردست پروپگینڈے میں مصروف ہیں مسلم لیگ سے بھی ملنے کی کوشش میں ہیں۔ ان لوگوں کے اتنی شورش مچاتے ہوئے بھی مہاتما گاندھی نے ریاستوں میں کانگریسی ستیاگرہ ملتوی کردیا اور یہ بھی کہا کہ کانگریس کو اپنے مطالبوں میں کچھ کمی بھی کرنی پڑیگی۔ ان باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت کے ساتھ گاندھی جی کا کوئی پوشیدہ معاہدہ ضرور ہوچکا ہے۔ ورنہ اتنے زیادہ دبنے کی نہ تو ضرورت تھی نہ گاندھی جی کا کبھی ایسا رویہ رہا ہے۔

جب کانگریس نے فیڈریشن کے خلاف تیزی سے کہا سنی ہورہی تھی تو کچھ انگریزوں نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ ۱۹۳۵ء کے ایکٹ کی ترمیم کے بغیر ڈومینین اسٹیٹس کی سی صورت ہندوستان میں ہوسکتی ہے۔ جیسے صوبائی حکومت میں گورنروں کے اختیارات تو ایسے ہیں کہ وہ چاہیں تو وزیروں کو کچھ بھی نہ کرنے دیں۔ لیکن وہ ان اختیارات کو کام میں نہیں لاتے اور وزرا پورے اختیارات کے ساتھ حکومت کررہے ہیں اسی طرح مرکزی حکومت میں بھی معاملہ چل رہا ہے ایسا ان لوگوں کا قول ہے۔ سنٹرل اسمبلی کے ممبر جو ابھی عوام کے ذریعے براہ راست منتخب نہ ہوکر اُنکے نمائندوں کے ذریعے چنے جاتے ہیں کی بات ہے وہ اسی قانون کے اندر بدلکر براہ راست عوام سے چناؤ ہوسکتا ہے۔ اسی طرح وائسرائے کو حالانکہ یہ اختیار ضرور ہے کہ وہ وزیر مال ہوتے ہوئے بھی اپنا نجی مشیر نہ بناکر وزیر مال کو ہی کام کرنے دے اسی طرح والیان ریاست کے محکمے میں پولٹیکل ایجنٹ کو پورا اختیار دیدے اور بری افواج کو فوجی معاملات میں اختیار دیکر صرف جنگی اختیارات سپہ سالار کو دیدے۔ اس طرح اپنے ہاتھ میں صرف صلح اور جنگ کا کام لے لے اور باقی پورا حکومت کا بار وزیروں پر چھوڑ دے۔ ایسی حالت میں گویا ڈومینین اسٹیٹس کا اختیار صلح اور جنگ کے علاوہ سب کا سب ہندوستان کے ہاتھ میں آجائے۔ اگر برطانیہ ہندوستان کے ساتھ دوستانہ برتاؤ کرے جو موجودہ دستور میں غیر ممکن نہیں تو ہم لوگوں کو برطانیہ کے دشمنوں سے ملنے کی کیا ضرورت ہے کیونکہ برطانیہ کو چھوڑ دینے سے صرف اپنی طاقت سے ہم آزادی ابھی دس بیس برس تک برقرار بھی تو نہیں رکھ سکتے۔ اسکے لیے جس طاقت کی ضرورت ہے وہ ابھی ہم میں ہے بھی تو نہیں۔ اگر ایمانداری سے فوجی تعلیم جاری رکھی جائے تو ممکن ہے کہ ہندوستان دس بیس سال میں اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کے قابل ہوسکے۔ ابھی تو ہم تکلیف سے آنا ڈرتے ہیں کہ اگر برطانیہ کی کسی زبردست دشمن سے جنگ چھڑ جائے تو ہم ہندوستانی حکومت اور گورنمنٹ کی خیر خواہی بگاڑ کر برطانیہ کی فتح کو شبہ میں ڈال دینگے۔ بظاہر معاملات ایسے ہی نظر آتے ہیں لیکن اندرونی حالات خدا کو معلوم ہیں۔ یہ شبہ ضرور پیدا ہوا تھا کہ جب چھوٹا سا تجارتی معاملہ انصاف کے ساتھ نہ طے کیا گیا تو اتنی بڑی بات کا فیصلہ کون کریگا؟ اس پر کچھ دوست یہ جواب دیتے ہیں کہ جب تک معاملہ پورا پورا نہ طے ہوجائے تب تک حکومت اپنا اختیار کیوں کم کرے۔

آجکل جنوبی افریقہ اور لنکا و برما سے ہندوستانیوں کا جھگڑا چھڑا ہوا ہے۔ جنوبی افریقہ تو بہت دنوں سے اپنے یہاں کے ہندوستانیوں کو تکلیف دے رہا ہے اپنی حکومت کی بھی اس کے خلاف کوشش پوری طرح کارگر نہیں ہو رہی ہیں۔ پھر بھی اُمید ہے انجام اچھا ہی ہوگا۔ برہما میں بہت سے ہندوستانی آباد ہیں۔ عام برمی ہمارے مقابلے میں کچھ سست اور ناقابل ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اگر وہاں لاکھوں کی تعداد میں ہندوستانی آباد نہ ہوتے تو وہاں کی تجارت اتنی نہ بڑھتی جتنی اس وقت ہے ہندوستان کا مال برما میں تھوڑا ہی جاتا ہے لیکن اُس کا مال یہاں بہت آتا ہے۔ اگر ہندوستان یہ مال خریدنا بند کر دے تو برہما سے کچھ کرتے دھرتے نہ بنے۔ اور ہمارا نقصان بہت تھوڑا ہو اگر ہم وہاں کے صرف چاول لینا بند کر دیں تو ان کے ہوش درست ہو سکتے ہیں اور اپنے یہاں کا نرخ بڑھ جانے سے یہاں کے کسانوں کو فائدہ بھی پہنچا سکتے ہیں۔ اسلئے برما کا سوال تو کسی طرح حل ہو ہی جائے گا۔ وہاں کی حکومت تو کچھ بولتی ہی نہیں۔ لیکن پبلک ہندوستانیوں کی آبادی بڑھتی ہوئی دیکھکر اپنے دیسی بھائیوں کا نقصان سمجھتی ہے۔ کچھ حد تک یہ بات درست بھی ہو سکتی ہے لیکن ہندوستانیوں کے نکل آنے سے وہاں کی حالت بہت کچھ بگڑ سکتی ہے۔ لنکا میں بھی بہت زیادہ آبادی نہیں ہے اور پوری آبادی کی تہائی تعداد ہی وہاں ہندوستانیوں کی ہے۔ ان کے مقابلے میں لنکا والے محنت مزدوری اچھی نہیں کر پاتے اور خود وہیں کے دولتمند لوگ وہاں والوں کو ملازم رکھنے کے بجائے ہندوستانیوں کو ملازم رکھتے ہیں اس لئے لنکا والوں میں بیکاری بڑھ رہی ہے۔ اگر ہندوستانی وہاں سے چلے آئیں تو وہاں کی کئی تجارتیں برباد ہو جائیں اور ترقی مرجائے۔ پھر بھی اپنے ملکی بھائیوں کی بیکاری دیکھکر وہاں کے وزیر تاجروں کی بات نہ سنکر فی الحال ....۲ ہندوستانیوں کو نکالنا چاہتے ہیں۔ وہ ہم لوگوں کو سرکاری ملازمتوں سے برخاست کرنے کا حکم دے چکے ہیں اور اُن کا لنکا والوں پر زیادہ ٹیکس



جنرل سلےووز اسکلا ڈووسکی۔ آپ پولینڈ کے موجودہ وزیراعظم ہیں

لگانا چاہتے ہیں جو ہندوستانیوں کو نوکر رکھتے ہیں۔ ہمارا مال وہ بہت خریدتے ہیں اور ہم ان کا تھوڑا ہی مال خریدتے ہیں۔ پھر بھی سمجھا جاتا ہے کہ ہمارا جیسا سستا مال انھیں دوسری جگہ سے نہ مل سکے گا۔ اور ہم اگر اُن کا ناریل والا کاروبار بند کر دیں تو انھیں کافی نقصان ہو اور ہندوستان میں ناریل کا کام بڑھ جانے سے ہمیں نقصان کی جگہ اور فائدہ ہو۔ آج کل بڑے لاٹ صاحب اور کانگریس دونوں اس سوال کو خوبصورتی کے ساتھ طے کرانا چاہتے ہیں۔ تجارت سے متعلق معاملہ لنکا کے وانسرائے کے سامنے پیش ہونے والا ہے اُس میں انھوں نے آبادی کا بھی سوال پیش کیا ہے۔ ابھی تو حکومت لنکا کچھ اکڑی ہوئی نظر آتی ہے لیکن پیچھے سے کچھ دبتی بھی معلوم ہوتی ہے کانگریس نے پنڈت نہرو کو یہ مسئلہ رضامندی کے ساتھ طے کرنے کیلئے لنکا بھیجنے کا فیصلہ کیا ہے۔ آپ ایک بار وہاں پہلے جا چکے ہیں اور آپ کا استقبال شاندار ہوا تھا۔ ان استقبال کرنے والوں میں سے کچھ اس وقت وہاں کے وزیر بھی ہیں اسلئے پنڈت جی کو معاملہ باہم رضامندی سے طے ہوجانیکی پوری اُمید ہے۔ آپ وسط جولائی میں ہی وہاں جانے والے ہیں۔ دیکھئے کیسے نبھتی ہے۔ آپ

ہرنین سے مشورہ کرکے معاملے کا تصفیہ کرنے کی کوشش کرینگے
ہماری مرکزی حکومت بھی یہ جھگڑ شاذری ہوئی ہے کہ دیکھیں
انکے وہاں جانے کا کیا نتیجہ ہوتا ہے -

آجکل لکھنؤ میں مدح صحابہ اور تبرا کو لیکر سُنی اور شیعہ
مسلمانوں میں سخت اختلاف ہوگیا ہے جو آل انڈیا شکل اختیار
کر رہا ہے - اُمید ہے کہ حکومت اور مسلمانوں کی کوشش سے یہ
جھگڑا اسٹے ہو جائیگا - چین میں جاپانی طاقت بظاہر کافی ترقی
نہیں کر رہی ہے - روس نے تو صاف صاف کہہ دیا ہے کہ وہ
چین کی مدد کر رہا ہے - کچھ دنوں سے اُسکی جاپان سے چھوٹی
موٹی لڑائیاں بھی ہو رہی ہیں لیکن یہ جھگڑا ابھی زیادہ نہیں بڑھا
ہے چین میں چار چھ ایسے شہر ہیں جہاں برطانیہ فرانس امریکہ اور
جاپان کا انتظام ہے اور وہاں سبھی کا مال بلا روک ٹوک آ سکتا
ہے جاپان کا ارادہ ہے کہ انھیں جگہوں کے ذریعے یہ طاقتیں چین
کی مالی و اسلحاتی امداد کرتی آئی ہیں اور وہ جاپان سے ہارتیں
اسلئے جاپان ان جگہوں پر اپنا ایسا قبضہ کرلینا چاہتا ہے کہ ایسی
کارروائی نہ ہو سکے اس نے ٹینٹسن پر انگریزوں سے جھگڑا شروع
کیا اور کئی انگریزوں کی کافی بے عزتی کی - ابھی وہ امریکہ سے جھگڑا
نہیں بڑھا رہا ہے - کیونکہ ان تینوں سے لڑائی کرنے میں وہ اپنی
بھلائی نہیں سمجھتا اُدھر جرمنی اور اٹلی اُسے بڑھاوا دے رہے ہیں
اور یہ بھی کہتے ہونگے کہ وہ یورپ میں گڑبڑ مچا دینگے جس سے
برطانیہ اور فرانس مشرق بعید میں جاپان کا کچھ بگاڑ نہ سکیں گے
پھر بھی سب باتوں کا خیال کر کے وہ ایک ساتھ چین، روس، برطانیہ
فرانس اور امریکہ سے لڑنے کی ہمت نہیں کر رہا ہے - امریکہ بھی
برطانیہ سے ہمدردی تو رکھتا ہے لیکن براہ راست اپنے
نقصان کے بغیر صرف برطانیہ کے لئے لڑنے کو تیار نہیں ہے -
فرانس اور برطانیہ ہر حال میں متحد ہیں - پہلے یہ خیال تھا کہ سیام
جاپان سے ملا ہوا ہے لیکن وہ آجکل برطانیہ اور فرانس کیطرف بھی
جھکتا ہوا نظر آتا ہے - ٹینٹسن میں جاپان پہلے تو لڑائی کرنے کا
خواہاں تھا لیکن وہ آجکل برطانیہ سے صلح کی گفتگو کر رہا ہے پھر
بھی اسکے شرائط صلح کچھ سخت ہیں - دیکھنا ہے کہ کیا نتیجہ ہوتا ہے

وزیر اعظم چیمبرلین صلح ہو جانے کی اُمید میں ہیں - جاپان بھی مخمصے
میں ہے اگر وہ ان بندرگاہوں پر قبضہ نہ کرے تو چینی لڑائی ملوں
تک چلنے کا ڈر ہے جسکے باعث آخر میں اُسکا ہارنا ضروری سا ہے -
اگر لڑے تو سب سے لڑنا بھی آسان نہیں - یہ طاقتیں اُسے اتنا
بڑا تجارتی دھکا پہنچا سکتی ہیں کہ چینی لڑائی کی وجہ سے اُسکی مالی
حالت بگڑ سکتی ہے جس سے لڑائی جاری رکھنا ناممکن ہو جائیگا
ادھر یہ طاقتیں اگر چین کی اندرونی امداد بند کر دیں تو انکا اور
ہندوستانی تجارتی نقصان کچھ کم نہیں ہے - بہرحال اب جاپان
کی جیت اب کچھ دور نظر آتی ہے - برطانیہ سے صلح کی جو باتیں
ہو رہی ہیں اسکے نتیجے سے اس سوال پر کافی روشنی پڑ سکتی ہے -
اگر جاپان ظاہر طور پر روس سے جنگ شروع کر دے تو مغرب
میں مطمئن ہو جانے سے روس بمباری کے ذریعے اُسکے بڑے
شہروں اور کارخانوں کو بہت بڑا نقصان پہنچا سکتا ہے اور
روسی شہر وغیرہ اُس طرف ہیں بھی بہت کم - اس طرح جاپانی
ہوائی جہاز اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے اگر مغرب میں روس، فرانس
اور برطانیہ کی صلح ہو جانے سے اٹلی اور جرمنی کے جنگی حوصلوں
میں کمی آجائے گی تو جاپان کے خلاف چینی جنگ میں مذکورہ
طاقت کا کافی اثر پڑ سکتا ہے کیونکہ ایسی حالتیں جاپان سے لڑنیکو
روس اپنی پوری طاقت سے بے فکر ہو جائے گا - جاپان بھی
تو برطانیہ سے محبت ظاہر کرتا ہے اور کبھی اکڑنے لگتا ہے - ایسا
معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ سے تو وہ ابھی نہیں لڑنا چاہتا لیکن
صلح کے شرائط طے نہ ہونے سے فرانس اور برطانیہ سے لڑ بھی جائے
تو تعجب نہیں - نہ لڑنے سے اس کی اتنی بڑی چین کو ہرانے
کی کوشش بیکار ہوتی ہے اور اگر امریکہ بھی کود پڑا تو اُس سے
کچھ سنبھالے نہ سنبھلے گا - اس لئے مشرق بعید کا معاملہ دو رخا
سا ہے -

آج کل کناڈا اور ممالک متحدہ امریکہ میں ملک معظم کا
خیر مقدم تو بہت شاندار ہوا لیکن اس کا اثر سیاسی تعلقات
کے اضافے کی صورت میں کتنا پڑے گا یہ نہیں معلوم - کچھ لوگوں
کا خیال ہے کہ خالص سیاسی معاملات ایسے سماجی سوالوں کے

پہلے ملکی بھلائی بڑائی کے خیالات سے فیصل ہوتے ہیں۔
حال ہی میں امریکہ کے پریسیڈنٹ مسٹر روزویلٹ نے کانگریس سے یہ اختیار طلب کیا کہ جنگ کے دوران میں وہ جس ملک کے ہاتھ چاہیں اسکے ہاتھ اسلحات فروخت کرسکیں۔ یہ تجویز کانگریس نے نامنظور کر دی جس سے صدر کے طرفدار بہت ناخوش ہوئے۔ صدر امریکہ کہتے ہیں کہ اس وقت یوروپ میں جنگ چھڑنے کا جو شدید خطرہ ہے وہ یہ اختیار حاصل نہ ہونے سے اور بھی بڑھ سکتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ امریکہ کو اس جنگ میں شامل ہونا پڑے۔

یوروپ کی سیاست آجکل روز بروز نیا رنگ بدلتی ہے کبھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بس لڑائی چھڑنے والی ہے اور کبھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب محض دھمکی ہی دھمکی ہے الیکزینڈریٹا کا صوبہ متحدہ دیکر فرانس نے بھی ترکی سے معاہدہ کر لیا۔ رومانیا کی کوششوں اور برطانیہ و فرانس کا ترکی سے معاہدہ ہوجانے سے بلقانی طاقتیں بھی سنبھلنے لگی ہیں جس سے یونان اور یوگوسلاویہ بھی دوست طاقتوں کی طرف رجوع ہو رہی ہیں۔ رومانیہ کے ایک وزیر ان خیالات کی اشاعت کے لئے ان دنوں ترکی یوگوسلاویہ، یونان وغیرہ گئے جہاں ان کا اچھا استقبال ہوا۔ اب صرف بلغاریہ سے میل ہونا باقی ہے۔ اس کا ایک صوبہ گذشتہ جنگ عظیم کے موقع پر رومانیہ کو مل گیا تھا اور ایک یونان کو اس کی خواہش ہے کہ اگر یہ دونوں صوبے یاکم ازکم رومانیہ والا صوبہ اُسے واپس مل جائے تو وہ بھی دوست طاقتوں میں شامل ہو جائے۔ رومانیہ کچھ واپس کرنا نہیں چاہتا بلغاریہ کا ۸۰ فیصدی کاروبار جرمنی سے ہے ہی اور اسکی بابت کوئی معاہدہ بھی ہونے والا ہے۔ لیغا رنیہ بھی کہہ رہا ہے کہ بین اقوامی سوال پر وہ یوگوسلاویہ سے متفق ہے۔ اٹلی نے رومانیہ کی یہ حرکتیں دیکھکر اُسے متنبہہ کیا ہے کہ ایسا کرنے میں اس کی خیریت نہیں ہے۔ اس پر اس نے صاف صاف جواب دیدیا کہ ملک کا خارجی تعلق اٹلی سے متعلق نہ ہوکر اسی ملک کے ساتھ ہے۔ اس طرح دوست طاقتوں کی کوشش سے ایکسیس طاقتوں کے دوسرے



مسٹر چرچل جو لڑائی چاہتے ہیں

ملکوں پر قبضہ کرنے یا رعب جمانے کی زیادتی میں کمی آگئی ہے۔ جرمنی اس کارروائی کو اپنی حفاظت کہتا ہے۔ حالانکہ دوست طاقتوں کا قول ہے کہ اگر ایکسیس طاقتیں دوسروں کے معاملات میں دست اندازی نہ کریں تو اس سے انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا حقیقت یہ ہے کہ اٹلی اور جرمنی دونوں میں کچھ سالوں سے جنگ کے متعلق زیادہ اخراجات کے باعث پبلک پر ٹیکس اتنا پڑگیا ہے جو صرف زمانۂ جنگ میں پبلک برداشت کرتی تھی۔ عام طور سے نہیں اتنا خرچ کرکے بھی اگر کوئی نتیجہ نہ نکلے تو پبلک ہٹلر اور مسولینی سے ناخوش ہوسکتی ہے۔ پھر آجکل جرمنی میں جنگ سے متعلق کام زیادہ ہونے سے پبلک میں بیکاری بالکل نہیں ہے لیکن اگر ہٹلر جنگ کا ارادہ بدل دیں تو ان کاموں کے رُک جانے سے بہت سے کارکن بیکار بھی ہوجائینگے اور پبلک میں اضطراب بھی پیدا ہوگا ان وجوہ سے جرمنی کا یکایک جنگ کا ارادہ بدل دینا ذرا مشکل ہے۔ کچھ دنوں سے ڈینزک اور کاریڈر لے لینے پر تلا ہوا ہے۔ ڈینزک آزاد شہر ہے لیکن وہاں قریب قریب کل آبادی جرمن ہونے سے اُسکا نمائندوں کے ذریعے انتظام اندرونی طور پر جرمنی سے ملا ہوا ہے ان دنوں جرمنی کا اُن سے اتنا میل بڑھ چکا ہے کہ درحقیقت وہاں جرمنی ہی کا قبضہ سا ہے صرف کہنے کو وہ آزاد ہے۔ پولینڈ اسے کسی طرح جرمنی سے نہیں

ملنے دینا چاہتا۔ کاریڈر میں ۹۰ فیصدی آبادی پولوں کی ہے۔
لیکن وہ دونوں طرف سے جرمنی سے گھرا ہے۔ پولینڈ کی ۵۰۰۰ میلوں
کی غیر محفوظ سی سرحد جرمنی سے ملتی ہے اور ۲۰۰ میلوں کی زیکوسلاویکیا
سے اس طرح جرمنی کی طاقت سے اُسکی حفاظت مشکل ہے۔
اور صرف روس کی مدد سے ہوسکتی ہے اگر کاریڈر بھی نکل جائے
تو پولینڈ کا سمندر سے تعلق ہی منقطع ہو جائے گا۔ ایسی حالت
میں اس کا اثر قریب قریب فنا ہو جائیگا۔ ادھر کاریڈر کے بغیر
صوبہ پرشیا بھی اُس سے الگ ہے۔ اور کاریڈر بہت زمانے
سے اس کا رہا بھی تھا۔ خوف ہے کہ ۲۰ جولائی کے قریب ہر ہٹلر
ڈینزگ جائیگا اور اس وقت اسکا جرمنی سے ملنے کا اعلان
ہو جائیگا۔ جرمنی اس بات سے انکار کرتا ہے اور اگر دوست
طاقتوں کا روس سے معاہدہ ہوگیا تو شاید وہ رُک بھی جائے
پولینڈ ڈینزگ کے سوال پر جنگ کے لئے تیار ہے۔

روس سے اور دوست طاقتوں سے معاہدہ کی باتیں
تقریباً تین ماہ سے ہو رہی ہیں لیکن دونوں طرف سے مول
تول کی بات ایسی بڑھی ہوئی ہے آخری فیصلہ مہینے ڈیڑھ
مہینے میں ہوتا ہوا بتلایا جاتے ہوئے بھی دن بدن بڑھتا
ہی جاتا ہے۔ پھر بھی اُمید یہی ہے کہ ہفتہ دو ہفتے میں
معاملہ طے ہو جائیگا۔ کیونکہ فرق بہت کم باقی رہ گیا ہے۔

ممالک متحدہ امریکہ بھی دوست طاقتوں سے ہمدردی رکھتا
ہے۔ لیکن وہاں کی رعایا جنگ سے دور رہنا چاہتی ہے
حالانکہ صدر روز ویلٹ یوروپین جھگڑوں سے دور رہنے میں
اپنے ملک کا بھی فائدہ نہیں سمجھتے۔ یہی معلوم ہوتا ہے کہ جنگ ہونے
سے امریکہ کی امداد دوست طاقتوں کو ضرور حاصل ہو جائیگی۔

روس کا خیال ہے کہ ایسٹونیا، لیٹویا اور فن لینڈ نامی جو
بالٹک قومیں ہیں ان میں سے کسی دو ایک پر قبضہ کر لینے سے
جرمنی روسی بحری بیڑوں کو نقصان پہنچا سکے گا۔ یہ طاقتیں
پہلے روس کے صوبے تھے جس سے ان میں سے کئی کو روس کی
سرپرستی میں آنے سے آئندہ اپنی آزادی کا خوف ہے اس سے
وہ لڑائیوں سے کنارہ کش رہنا چاہتی ہیں۔ اور جرمنی سے
یہ وعدہ بھی مل چکا ہے پھر بھی روس کا خیال ہے کہ لڑائی سے
کنارہ کش رہنے سے بھی ان کی آزادی برقرار نہیں رہ سکتی
جس سے اس کا جرمنی کی طاقت بڑھنے سے خیریت نہیں۔
لہذا ان کے نہ چاہنے پر بھی وہ ان کی حفاظت کرنا ہی چاہتا ہے
اب دوست طاقتوں نے بھی بے دلی سے یہ بات مان بھی لی
ہے کچھ تھوڑا سا فرق سمجھوتے کے لئے باقی ہے تینوں بالٹک
قومیں، پولینڈ، رومانیہ، ترکی، یونان، پرتگال اور بلجیم کے
امداد کرنے پر اب دونوں فریق تیار ہیں۔ لیکن روس، ہالینڈ
اور سوئزرلینڈ کے لئے رکھنے میں دوست طاقتوں کی مدد کرنا
نہیں چاہتا۔ ہالینڈ غیر جانبداری کے باعث مدد مانگتا بھی
نہیں۔ تنازع بھی جلد مٹ جانے کی اُمید ہے۔

اگر روس سے سمجھوتہ ہو جائے تو اسکے ذریعہ پولینڈ اور
رومانیہ کی پوری حفاظت پوری پوری ہوسکتی ہے اور اسکے
خوفناک ہوائی جہازوں سے جنگ میں جرمنی کے بڑے بڑے
شہروں کا کافی نقصان ہوسکتا ہے۔ یہ نقصان پولینڈ کے
ہوائی جہازوں سے بھی ممکن ہے لیکن ان جہازوں کی لڑائی کے
نقصانات پوری کرنے کو اُسکے پاس ایسے کارخانے نہیں ہیں
جن کی جرمن جہازوں سے واقعی حفاظت ہوسکے۔ یہی خوف
انگریزی کارخانوں کو بھی ہے۔ لیکن روس کو نہیں ہے کیونکہ وہ
ملک کے اندر ایسی جگہ ہیں جہاں جہازوں کے حملے نہیں ہوسکتے
اُدھر روسی ہوائی جہاز جاپان کا بھی بہت نقصان کرسکتے ہیں۔
روسی بری فوج بھی بہت بڑی اور طاقتور ہے ان وجوہ سے
جرمنی بھی روس سے دوستی کرنا چاہتا ہے لیکن روس جاپان کا
پرانا دشمن ہے اور چین کا دوست ہے اسلئے وہ جاپان کے دوست
اکسس طاقتوں سے نہیں ملنا چاہتا۔ آجکل یوروپ میں ایسی
ہی شطرنجی چالیں چل رہی ہیں۔ مسٹر چرچل کا قول ہے کہ
ستمبر تک جنگ شروع ہوکر ہی رہے گی۔ اس بات کا شبہ
جاپان اور جرمنی دونوں سے ہے۔ لیکن لڑائی کے خلاف
بھی کئی وجوہ ہیں دیکھئے کیا ہوتا ہے۔



گھاگھ کی ڈائری

جناب اڈیٹر صاحب

مجھے اجازت دیجئے کہ میں "ہل" کے ذریعے پنڈت رام نریش ترپاٹھی کا شکریہ ادا کردوں۔ آخر ہندوستان میں ایک آدمی تو نکلا جو یہ کہہ سکتا ہے کہ گرام سدھار کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔ شکر ہے پنڈت رام نریش ترپاٹھی کا کہ اُنھوں نے ہمت کرکے یہ بات نہ صرف کہی بلکہ ایک نئے ماہوار رسالے "کرم یوگی" میں چھپوا بھی دی۔ میں ترپاٹھی جی سے درخواست کرونگا کہ وہ اپنا یہ مضمون چھپوا کر ہر گاؤں اور ہر شہر میں بٹوا دیں۔

× × × ×

میں شروع ہی سے یہ کہتا آیا ہوں کہ گاؤں والوں کی حالت سدھارنے کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔ وہ ماں کے پیٹ سے ہی سُدھرے ہوئے پیدا ہوتے ہیں۔ کسان گاؤں میں کتنے خوش حال ہیں۔ اسکی تفصیل ترپاٹھی جی ہی کے الفاظ میں سُن لیجئے۔ "اتنی تھوڑی سی آمدنی میں ہی کسان کتنے خوش رہتے ہیں۔ میلے ٹھیلے میں گاتے ہوئے جاتے ہیں۔ بات بات میں ہنسی مذاق کرتے ہیں، گھر پر پھاگ، رامائن اور آلھا وغیرہ گایا کرتے ہیں۔ نہ اُنھیں کانٹے چُبھتے ہیں، نہ سانپ ڈستے ہیں۔ نہ وہ گڑھے میں گرتے ہیں" ایسے گاؤں کے آدمیوں کو بیوقوف، ڈرپوک، اور نکمّا کیوں کہا جائے؟

× × × ×

کویور پنڈت رام نریش ترپاٹھی نے کیا مزے کی بات کہی ہے۔ ترپاٹھی جی نے یہ بات ایک ضلع کے گرام سدھار کے جلسے میں کہی تھی اور اُن کا یہ بھی قول ہے کہ اُن کی تقریر نے سب کو سناٹے میں ڈال دیا۔ دھنّیہ ہے ترپاٹھی جی کو اور اُن کی تقریر کو۔ میرا تو خیال ہے کہ جس ضلع کے گرام سدھار کے جلسے میں ترپاٹھی جی کی یہ تقریر ہوئی، اُس ضلع میں گرام سدھار کا کام رُک گیا ہوگا۔ اور اگر نہیں رُکا تو رُک جانا چاہئے۔ میں ترپاٹھی جی سے درخواست کروں گا کہ وہ صوبے کی اسمبلی کے پھاٹک پر جاکر پھر یہی تقریر فرمائیں۔ میرا خیال ہے کہ اُن کی تقریر سے گورنمنٹ ضرور متاثر ہوگی۔

× × × ×

آج کل جسے دیکھئے وہی گاؤں کی بُرائی کرتا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ گاؤں والے گنوار ہیں، کوئی اُنھیں ڈرپوک بتاتا ہے، کوئی کہتا ہے کہ یہ صفائی سے واقف نہیں ہیں اور کوئی کہتا ہے کہ یہ اپنے گھر کے سامنے گھور لگایا کرتے ہیں۔ اور یہ سب کہہ کر لوگ اُن کا سدھار کرنے یا یوں کہئے کہ اُن کو تکلیف پہنچانے جاتے ہیں۔ کیا اچھا ہو کہ ترپاٹھی جی آگے آئیں اور اُن سدھارکوں کو روکیں۔

× × × ×

یہ آزادی کا زمانہ ہے۔ چاروں طرف آزادی کی پکار مچی ہوئی ہے۔ ایسی حالت میں سمجھ میں نہیں آتا کہ گاؤں والوں ہی کی آزادی چھیننے کی کیوں کوشش کی جارہی ہے۔ اُن کی خوشی ہو، جو جی میں آئے گا کریں گے اپنے دروازے پر وہ گھور لگائیں گے، کسی کے باپ کا سا جھا؟ کوئی کیوں اُن کے معاملہ میں پڑے؟ اور پھر اِن سدھار کرنے والوں کو اُن سے کہنے کا کچھ حق ہی کیا ہے۔ اُنھوں نے کونسی مذہبی کتابیں پڑھی ہیں۔ ترپاٹھی جی کا کہنا ہے کہ گاؤں کے معاملے میں اُن کو بولنا چاہئے جو پُرانے دھرم شاستروں اور کتابوں کے اچھے عالم ہیں۔ میری بھی یہی تجویز ہے کہ آج کل انگریزی پڑھے لکھے لوگ گاؤں کی اصلاح نہیں کرسکتے۔ گاؤں کی ترقی تو پُرانے زمانے میں

لکھی ہوئی کتابوں کے جاننے والے اچھے پنڈت یا مولوی ہی کر سکتے ہیں۔ اگر واقعی حکومت کا مقصد گاؤں کی اصلاح کرنا ہے تو اُسے چاہیئے کہ وہ بنارس کے پنڈتوں کے پاس جاکر اُن سے مشورہ کرے اور ان سے پوچھے کہ دیہاتوں میں کیا کرنا چاہیئے۔ ورنہ مجھے تو یہی خوف ہے کہ جن گاؤں والوں کو سانپ نہیں ڈس سکتے، جن کے پیر میں کانٹے نہیں چبھ سکتے اور جو گڑھوں میں نہیں گرتے اُن کو یہ سدھار کرنے والے ہڑپ جائیں گے اور اپنی ہی طرح بالکل نکما اور بے گھر گھاٹ کا بنا دیں گے۔

× × × ×

کیا اچھا ہوتا کہ شری متی رانی پریتم کنور صاحبہ زمینداروں کے جلسے میں تقریر کرنے سے پہلے پنڈت رام نریش ترپاٹھی سے مشورہ کرلیتیں۔ رانی صاحبہ نے اپنی تقریر میں فرمایا ہے! "اگر صوبے کے زمیندار چرواہوں سے ملتے، اُن کے جذبات سے باخبر رہتے، اُن کی مشکلات اور ضرورتوں کا پتہ لگاتے اور پھر اُنھیں پوری کرنے کی کوشش کرتے تو وہ کبھی ناکامیاب نہ ہوتے۔" اگر زمیندار چرواہوں سے ملنے جاتا ہے تو وہ زمیندار ہی کیسا جس وقت وہ چرواہے سے ملے گا اُسی وقت اُس کی عزّت خاک میں مل جائے گی۔ اور سچ پوچھئے تو زمیندار کی عزّت اور ڈھاک ڈانٹ پھٹکار ہی پر قائم ہے۔

× × × ×

دراصل ہندوستان کی نجات ناخواندوں کی تعداد بڑھانے سے ہی ہوسکتی ہے۔ ضرورت اِس بات کی ہے کہ جہاں بھی اسکول اور کالج ہو وہ سب توڑ دئے جائیں۔ پنڈت رام نریش ترپاٹھی کا قول ہے کہ ناخواندہ ہوتے ہوئے بھی ہندوستانی کسان اتنے اچھے انتظام کرنے والے ہیں کہ آپ کو کہیں تلاش کرنے سے بھی نہیں ملیں گے۔ بتلائیے کہ جس مُلک میں بلا پڑھے لکھے ہی لوگ دُنیا کے لئے نمونہ بن سکتے ہیں وہاں تعلیم پر کچھ بھی صرف کرنے کی کیا ضرورت۔

× × × ×

کبھی کبھی کانگریس والے بھی سمجھداری کی بات کہہ جاتے ہیں۔ شری سبھاش چندر بوس نے کہا ہے کہ شراب بندی ممکن نہیں ہے۔ یہی تو میں بھی کہتا ہوں، پچھلے دنوں جب یہ بمبئی میں تھے تو اُنھوں نے کہا تھا کہ اگر بمبئی کی حکومت شراب بند کرے گی تو وہ ڈگمگا کر گر پڑے گی میرا بھی خیال ہے کہ شرابیوں کے سامنے کبھی کوئی نہیں ٹھیر سکتا۔ بمبئی ایک بڑا شہر ہے چنانچہ وہاں شراب بند کرنے والوں کو سبھاش بابو کی بات ماننی چاہیئے۔ شراب بندی کی بات کہنے کے باعث ہی شرابیوں نے منسٹروں کو انڈوں سے مارا تھا۔ منسٹروں کا قول ہے کہ اُنھیں اُن انڈوں نے اتنا پریشان نہیں کیا جتنا سبھاش بابو کی بات نے۔ بمبئی کے وزیروں نے اگر سر تیج بہادر سپرو کی تقریر سُنی ہوتی یا پنڈت رام نریش ترپاٹھی کا مضمون پڑھا ہوتا تو شاید وہ اُسی وقت استعفیٰ دیدیتے اور شراب بندی دگرام سدھار کا نام تک نہ لیتے مجھے افسوس ہے کہ ہمارے صوبے کے وزیر کچھ اتنے سنگ دل ہیں کہ اُن پر عقلمندوں کی بات کا کوئی اثر ہی نہیں ہوتا۔

× × × ×

شری مہابیر تیاگی کو شکایت ہے کہ سبھاش بوس شراب بندی کے خلاف آواز کیوں اُٹھاتے ہیں یا مسٹر جناح سے ملاقات کیوں کرتے ہیں؟ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تیاگی جی کو شرابیوں سے کیوں اتنی دشمنی ہے کہ جو بھی اُن کی حمایت کرتا ہے اُس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ تیاگی کے معنے تو ہیں تیاگ کرنا۔ اگر پنڈت مہابیر تیاگی بیچارے شرابیوں کے خلاف اپنی اس پالیسی کا تیاگ نہیں کرتے تو وہ تیاگی کیسے؟ میں اُن سے درخواست کروں گا کہ وہ مصلح بننے سے پہلے مہربانی کرکے پنڈت رام نریش ترپاٹھی کا وہ مضمون پڑھ لیں۔

× × × ×

ترویندرم کی ایک خاتون شری متی مادھری دیوی ولایت میں گرام سدھار کی تعلیم حاصل کرنے گئی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ڈنمارک اور ویڈن میں رہ کر اُنھوں نے گرام سدھار کی اچھی تعلیم حاصل کرلی ہے اور ستمبر میں جب وہ ترویندرم لوٹیں گی تو یہاں گرام سدھار کا کام شروع کردیگی۔ مجھے نہیں معلوم کہ پنڈت رام نریش ترپاٹھی جب یہ خبر سنیں گے تو کیا کہیں گے۔

آپ کا۔ گھاگھ



ہمارے صوبے میں گرام سدھار

مئی سنہ ۱۹۳۹ء کے کام کی تفصیل

ماہ مئی میں کسانوں کو کچھ فرصت ملی۔ اس صوبے کے بیشتر حصے میں ربیع فصل کے کٹائی اور مڑائی ہو جانے سے کچھ دنوں تک دیہاتوں میں سناٹا چھایا تھا۔ لیکن اُسکے بعد سماجی تقریبوں کے شروع ہونے کا وقت آگیا۔ دعوت، شادی وغیرہ تقریبوں میں کسانوں کا زیادہ وقت صرف ہونے لگا۔ اُس وقت میدانوں میں زیادہ گرمی پڑ رہی تھی۔ پھر بھی ان چھوٹی بڑی سماجی تقریبوں کا تانتا بندھا رہا۔ گرام سدھار کے کارکنوں کے لیئے پرچار کے لحاظ یہ بہترین موقعہ تھا۔ اُس وقت گاؤں والوں کو تعلیم دینے کے لئے یہی موضوع موزوں تھا کہ وہ ان تقریبوں میں ہونے والی فضول خرچی روکے اور سماجی بُرائیاں دور کر دے۔ بالغوں کو خواندہ بنانے کے لئے رات کے مدرسے کھولنے کا یہی بہترین موقعہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس ماہ بالغوں کے لئے کھولے جانے درجوں کی تعداد ۱۹ سو سے زیادہ تھی گذشتہ کئی مہینے کی تعداد سے اِس ماہ کی تعداد زیادہ تھی۔

تنظیم

اس ماہ تقریباً ۲۰۰ زندگی سدھار سوسائٹیاں قائم کی گئیں اور ۱۲۸ زندگی سدھار سوسائٹیوں کی رجسٹری کی گئی اسکے علاوہ گاؤں کی سوسائٹیوں کے ۱۳ زندگی سدھار یونین قائم کئے گئے۔ ۱۲ فروختگی کی سوسائٹیاں، ۱ فراہمی کی سوسائٹیاں اور ۱۶ متفرق کاموں کی سوسائٹیاں قائم کی گئیں۔ ۴ قرض دینے والی امداد باہمی سوسائٹیوں کی کوآپریٹو سوسائٹیز ایکٹ کے مطابق رجسٹری کی گئی۔

بہت سی ضلع کی انتظامی کمیٹیوں نے گرام سدھار مرکزوں کو گھٹانے بڑھانے کی اسکیمیں پیش کی ہیں۔ انھوں نے صدر دفتر میں اپنی اسکیمیں پیش کر دی ہیں جہاں اُن پر غور کیا جا رہا ہے۔ ان اسکیموں کے لئے سرکاری منظوری حاصل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

زراعت

کسانوں سے درخواست کی گئی کہ وہ کھیت کا کوڑا کرکٹ جمع کرکے ملی ہوئی کھاد تیار کریں۔ اس کے لئے تقریباً ۵ ہزار نئے گڑھے کھودے گئے۔ پیشاب جمع کرنے کی کیاریاں صاف کی گئیں اور اُن میں کی جمع شدہ کھاد گڑھوں میں بھر دی گئی۔ کافی کوشش کرکے اِس بات پر زور دیا گیا کہ کسان پرانے طریقے پر اپنے کھیتوں میں کھاد چھینٹنا بند کر دیں۔ اس سلسلے میں اطمینان بخش کامیابی نہیں حاصل ہوئی۔ صرف اپنے گنے ہوشیار کسانوں کو چھوڑ کر باقی سبھی کسانوں نے گرام سدھار کارکنوں کی بات کی طرف کچھ بھی توجہ نہ کی۔ کسانوں کو یہ سمجھانا کوئی عیب نہیں تھا کہ مٹی میں کھیتوں میں کھاد بکھیر دینے سے مٹی کی تیز دھوپ کے باعث کھاد کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔ بات یہ ہے کہ اوسط طور پر کسان اِس سلسلے میں یہی عذر پیش کرتا ہے کہ وہ فرصت کے کھیتوں میں کھاد ڈالنے کا کام نہ کرے گا تو اس کام کے لئے اُسے بارش شروع ہونے پر مشکل سے وقت مل سکے گا۔ کھاد ڈالے ہوئے کھیتوں کو جوت کر سینچ دینا کسان کے لئے ایک خرچ کا کام ہے۔ اِس لئے اِس مسئلے کو حل کرنے میں زیادہ کامیابی نہیں ہوئی۔

۱۲۱ کنوؤں کی مرمّت کی گئی اور ۱۹۱ نئے کنوؤں کی تعمیر کا کام ختم ہوا۔ ۱۶۳ بندھیوں کے بنانے کا کام بھی ختم ہوا۔ یہ بندھیاں زیادہ تر جھانسی کمشنری میں بنائی گئیں۔

تقریباً ۵۰۰ اصلاح شدہ آلات جاری کئے گئے اور دودھ کی نسل پیدا کرنے کے لئے ۳۴ اچھی نسل کے سانڈ دیہاتوں میں چھوڑے گئے۔ اس کے علاوہ اصلاح شدہ نسل کے ۶۰۰ مویشی گاؤں والوں نے خریدے ۸۰۰ سے زیادہ چھوٹے بیل آختہ کئے گئے محکمۂ ویٹرنری کے کارکنوں کی صلاح سے گرام سیوکوں کے ذریعے ۲۵، ۶ بیمار مویشیوں کا علاج ہوا۔ گرمی میں تیار ہونے والی ملی ہوئی کھاد کی ۶۰۰ سے زیادہ نمائشیں ہوئیں اور لکھنؤ کمشنری میں ایک بڑی نرسری کھولی گئی۔ تقریباً ۶۰۰ پھلدار درخت فصل میں لگائے گئے اور ۱۱۵ بیگھہ زمین میں باغیچے لگائے گئے۔

صحت عامّہ

صرف ضلع بلیا کو چھوڑ کر جہاں سے کچھ شکایتیں موصول ہوئی ہیں باقی سبھی گرام سدھار حلقوں میں لوگوں کی صحت اچھی تھی۔ ۲۶۷ دواؤں کے بکس پھر سے بھرے گئے۔ دواؤں کے بکسوں کی امداد سے تقریباً ۴۵ ہزار موسمی بیماریوں کے مریضوں کا گرام سیوکوں کے ذریعے علاج ہوا۔ ایسے رقبوں میں جہاں پھیلنے والی بیماریوں کا خوف تھا ۲ ہزار سے زیادہ ٹیکے لگائے گئے۔

تقریباً ۱۵ سو گاؤں خوب صاف کئے گئے۔ ۱۹۶۱ سوکھنے والے گڑھے بنائے گئے اور ۶۴، پانی پینے کے کنوؤں کے گرد چھاتی تک کی اونچی دیوار بنائی گئی۔ ۲۹۴ عام غسلخانے بنائے گئے۔ ۵، ۲۳ گز کی لمبائی میں نالیاں بنائی گئیں۔ تقریباً ۴ ہزار روغن دان اور کھڑکیاں پرانے مکانوں میں لگانے کے لئے دی گئیں۔ ۱۶۷ سور باڑے آبادی سے دور کئے گئے۔ اور تقریباً ۱۴ ہزار گھور صاف کئے گئے۔ تقریباً ایک سو پیشاب خانے اور پاخانے بنائے گئے۔ تقریباً ۵۰۰ گڑھے پاٹے گئے۔ ۲۰۰ سے زیادہ دیہاتی دائیوں اور ایک ہزار فرسٹ ایڈ سیکھنے والوں کو تعلیم دی گئی۔ اس ماہ ۲۳ زچہ بچہ گھر کھولے گئے۔

اشاعت اور تعلیم

۲۸۷،۳ جلسے ہوئے۔ گاؤں کی بنی ہوئی اور دیہاتی صنعتوں و زراعت سے متعلق چیزوں کی ۵ نمائشیں ہوئیں۔ ۸۲ ڈرامے کھیلے گئے اور ۱۲۵ بھجن منڈلیاں قائم کی گئیں۔ ان سب باتوں کے علاوہ اس محکمے کی موٹر لاریاں ایک ضلع سے دوسرے ضلع میں جاکر گرام سدھار مرکزوں میں زرگر دستکاری اور زراعت سے متعلق نمائشیں کرتی تھیں میجک لالٹین کے کھیل دکھلاتی تھیں اور گراموفون ریکارڈ سناتی تھیں۔ ان موٹر لاریوں کے ساتھ جانے والے کارکن کھیتی، گھریلو دستکاری اور صحت وغیرہ مختلف موضوع پر تقریریں کرتے تھے۔

اس ماہ گاؤں میں ۸۵ نئے کتاب گھر اور ۱۱۵ کلب گھر کھولے گئے۔ ۱۱۷ سیوادل قائم کئے گئے اور ۸۰۰ سے زیادہ گرام سیوکوں (رضاکاروں) کو ٹریننگ دی گئی۔ ۱۹ ریڈیو سیٹ لکھنؤ کمشنری میں لگائے گئے اور ایک ریڈیو سیٹ رودہ لکھنڈ میں لگایا گیا۔

لکھنؤ کے آل انڈیا براڈکاسٹنگ اسٹیشن کے اشتراک سے دیہاتوں میں براڈکاسٹنگ کرنے کی اسکیم کی آزمائش کرنے کے لئے صدر دفتر میں انتظام کیا جارہا ہے۔ اس اسکیم کے سلسلے میں لکھنؤ اور اس کے اطراف کے ضلعوں میں جو لکھنؤ براڈکاسٹنگ اسٹیشن کے ۵۰ میل کے فاصلے میں ہیں کئی ریڈیو ریسیور لگائے جارہے ہیں۔ یہ تجویز کی گئی ہے کہ افیسر صاحب گرام سدھار کی حسب ہدایت روزانہ آدھ گھنٹے تک گاؤں والوں کی دلچسپی کے موضوعوں پر براڈکاسٹنگ ہو۔ یہ امید کیجاتی ہے کہ یہ اسکیم دیہاتی زندگی میں ایک بالکل نئی دلچسپی پیدا کردیگی۔

متفرق کام

اس ماہ ۳۵ نئے پنچایت گھر بنکر تیار ہوگئے اور نمونے کے ۵۰ نئے گھر تیار ہوئے۔ ۶۰۰ سے زیادہ لوگوں کو دستکاریاں سکھائی گئیں اور ۲۰۰ سے زیادہ دستکاری کے آلات جاری کئے گئے۔ مختلف اضلاع میں کھولے جانے والے ووکیشنل کلاسوں کو گرانٹ دی گئی اور بہت سے نوجوان ان کلاسوں میں کسی نہ کسی دستکاری کی تعلیم حاصل کررہے ہیں۔ زیادہ تعداد میں چھوٹے چھوٹے صنعت گھر کھولنے کی تجویز زیر غور ہے تاکہ گھریلو صنعتیں منظم شکل میں جاری ہوسکیں۔ نیچے اس ماہ محکمہ گرام سدھار کے ذریعے کئے جانے والے کاموں کی تفصیل آگے ملاحظہ فرمائیے۔

صوبہ متحدہ کی مختلف کمشنریوں میں مئی ۱۹۳۹ء میں گرام سدھار کے کئے جانے والے کاموں کی تفصیل

۱۔ آرگنائزیشن	میرٹھ	آگرہ	روہیلکھنڈ	الہ آباد	بنارس	گورکھپور	جھانسی	کمایوں	لکھنؤ	فیض آباد	میزان
زندگی سدھار سوسائٹیاں۔											
(ا) جتنی قائم ہوئیں	۸	۰	۳۰	۵۲	۳۸	۰	۷	۰	۵۷	۰	۱۹۲
(ب) جتنی رجسٹرڈ ہوئیں	۱	۶	۰	۴	۱۳	۰	۰	۰	۱۶	۸	۱۲۸
زندگی سدھار یونین	۰	۰	۱۱	۱۹	۰	۰	۰	۰	۱	۰	۳۱
فرد غلہ کی سوسائٹیاں	۱	۰	۷	۱	۳	۰	۰	۰	۰	۰	۱۲
فراہمی کی سوسائٹیاں	۳	۰	۰	۰	۶	۰	۰	۰	۰	۱	۱۰
قرضہ سوسائٹیاں رجسٹرڈ	۰	۰	۰	-	۴	۰	۰	۰	۰	۰	۴
متفرق قائم ہونے والی سوسائٹیاں	۰	۰	۵	۱	۰	۰	۰	۰	۱۰	۰	۱۶
۲۔ زراعت											
کھاد کے گڑھے کھودے گئے	۴۳۷	۱۶۰	۵۲۵	۱,۰۰۷	۴۹۸	۳۰۰	۶۹۴	۶۶	۴۸۶	۵۲۷	۴,۷۰۲
پیشاب جمع کرنے کے گڑھے کھودے گئے۔	۴۰	۵۰	۱۶۳	۲۹۸	۲۸۲	۸۳	۱۲۳	۲۰	۱۰۵	۳۲۹	۱,۴۹۴
آبپاشی کے بور یا درست شدہ کنوئیں	۳۲	۱۱	۳	۲۶	۱۵	۱۱	۲	۰	۰	۲۰	۱۲۱
،، ،، کھودے ہوئے کنوئیں	۱۰	۱۰	۵۸	۷	۱۰	۳۱	۱۲	۰	۵۱	۲	۱۹۱
بنے ہوئے تالاب یا باندھ	۱۰	۱۰	۰	۴	۱۶	۵	۱۱۶	۰	۰	۲	۱۶۳
نئے جاری کئے جانے والے آلات	۳۵	۱۳	۳۰۰	۳۲	۱۰	۴	۲	۰	۲۳	۵۲	۴۸۱
اصلاح شدہ نسل کے سانڈ جو دئے گئے۔	۱۶	۳	۸	۰	۱	۲	۳	۰	۱	۰	۴۲
اچھی نسل کے مویشی جو دئے گئے۔	۸	۱۷۰	۳۴	۹۷	۹۴	۱۰	۹۷	۰	۴	۹۱	۶۰۵
بیل آختہ کئے گئے	۴۷	۱۷۳	۶۴	۳۸	۲۳۱	۱۳	۴۲	۰	۴	۲۲۵	۸۳۷
بیمار مویشیوں کا علاج ہوا	۵۲۱	۱,۷۳۶	۲۷۶	۱,۹۷۳	۳۰۲	۸	۷۰۲	۱	۱۱۵	۱,۰۷۱	۶,۷۲۵
مظاہرے ہوئے	۴۳	۰	۴	۰	۰	۳۹	۰	۰	۱۳۰	۵	۲۲۱
نرسریاں کھلیں	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۱	۰	۱
پھلوں کے پودے لگائے گئے	۰	۳۸۱	۱۴	۵	۰	۱۸	۰	۶۹	۲	۱۱۰	۵۹۹
پھلوں کی کاشت ہوئی بیگھوں میں	۰	۰	۰	۰	۷۲	۰	۰	۰	۴۳	۰	۱۱۵

	میرٹھ	آگرہ	روہیلکھنڈ	الہ آباد	بنارس	گورکھپور	جھانسی	کمایوں	لکھنؤ	فیض آباد	میزان
ایندھن کے درخت لگائے گئے (ایکڑوں میں)	۱۲	۸	۲۱	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۴۱
اصلاح شدہ ایکھ جو دی گئی (منوں میں)	۴۱	۱۰۰	۱۲۹	۲۹۷	۰	۱۵۴	۰	۰	۱،۲۴۵	۵۱۰	۲،۶۹۰
۳- صحت عامہ											
سوکھنے والے گڑھے بنائے گئے	۵۴	۱۶۸	۹۸	۳۴۸	۲۵۲	۸۶	۲۰۸	۳	۱۸۴	۴۶۱	۱،۹۶۱
روشن دان بنے	۳۱۸	۵۴۴	۳۸۷	۳۸۸	۶۷۵	۱۶۳	۴۸۵	۳	۱۳۸	۸۱۵	۳،۹۱۵
کنوئیں صاف کئے گئے	۱۰	۵۰	۹۰	۱۸۱	۶۶	۷۵	۱۲	۱۵۷	۲۵	۹۸	۷۶۴
عام غسلخانے یا گھیرے	۲۲	۳۰	۳۰	۵	۵۴	۲۱	۱۵	۰	۳۵	۸۰	۲۹۴
نالیوں کی لمبائی (گزوں میں)	۲۸۵	۱۳۸	۳۲۹	۲،۰۲۳	۱۱۹	۲۳۵	۳۳	۰	۲۲	۴۲	۳،۲۲۵
سور باڑے آبادی سے دور کئے گئے۔	۲۲	۴۵	۲	۳	۴۹	۱	۱۴	۰	۱۵	۱۶	۱۶۷
گھور صاف کئے گئے	۹۲۹	۲،۱۵۶	۲،۰۵۰	۱،۹۲۸	۱،۵۸۰	۵۳۵	۸۸۸	۴۷۴	۱۲۹۱	۱۹۲۰	۱۳،۷۷۱
پاخانے بنائے گئے	۴	۰	۲	۰	۲۴	۰	۲	۶۳	۱	۲	۹۸
پیشاب خانے بنائے گئے	۰	۴۴	۳	۱۳	۴	۰	۵	۱۸	۳	۹	۹۹
کھنڈر ہموار کئے گئے	۳۰	۶۰	۱	۱۵	۱۲۳	۲۲	۱۳۹	۰	۳۰	۱۰۰	۵۲۱
گڑھے پاٹے گئے	۳۶	۶۳	۴۲	۱۲۶	۹۵	۷۷	۱۰۰	۰	۲۳	۵۳	۶۳۵
راستے صاف کئے گئے	۶۱	۱۳۸	۴۹	۱۹۱	۲۵۱	۱۴۶	۳۴۰	۹	۳۴	۲۰۴	۱،۴۲۳
گاؤں صاف ہوئے	۸۱	۳۱	۲۳۵	۲۰۵	۴۱۴	۹۹	۱۱۱	۱۰۲	۷۹	۱۹۱	۱،۵۴۸
دوا کے بکس رکھے گئے	۴	۸	۷۷	۱۶	۸	۵	۳	۵۱	۲۵	۱۰	۲۹۷
ٹیکے لگے۔	۱۷۳۰	۳۸	۱۹۵	۵۷۴	۱۰۱۳	۷۲۹	۰	۱۵۰	۶۹۱	۱۰۱۴	۳،۷۵۰
مریضوں کا علاج ہوا	۷،۲۵۲	۸،۶۵۹	۳،۵۲۲	۸۱۵	۴،۰۱۸	۲،۴۲۶	۳،۵۴۹	۲،۸۳۹	۹،۵۵۳	۳،۵۱۶	۵۲،۶۲۰
دائیوں کو تعلیم دی گئی	۹	۹۳	۲۷	۲۶	۳۲	۲۵	۹	۲۴	۳۶	۲۶	۲۲۲
فرسٹ ایڈ کی تعلیم دی گئی	۱۰	۱۲	۸۲	۶۲	۸۱	۲۷۳	۵۲	۲۴۰	۵۵	۱۶۱	۱،۰۲۸
زچہ بچہ گھر کھولے گئے	۱	۵	۰	۱	۷	۰	۷	۰	۰	۲	۲۳

۴۔ اشاعت اور تعلیم	میرٹھ	آگرہ	روہیلکھنڈ	الہ آباد	بنارس	گورکھپور	جھانسی	کمایوں	لکھنؤ	فیض آباد	میزان
جلسے ہوئے	۲۱۶	۳۲۹	۵۱۶	۳۶۹	۵۷۵	۱۵۰	۳۴۸	۲۰۷	۲۹۶	۳۷۰	۳،۲۸۶
نمائشیں ہوئیں	۳	۱	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۱	۰	۵
ڈرامے ہوئے	۱۱	۰	۷	۱۰	۲۴	۲	۲	۱۵	۲	۸	۸۲
بھجن منڈلیاں قائم ہوئیں	۴	۱۵	۱۱	۴	۷۶	۳	۰	۰	۱	۱۱	۱۲۵
کتاب گھر قائم ہوئے	۴	۱۶	۶	۱۰	۶	۴	۰	۳	۸	۲۷	۸۵
کلب کھولے گئے	۴	۱۷	۱۶	۱۳	۵	۴	۰	۴	۵۲	۰	۱۱۴
(ا) مدرسے بالغوں کے لئے	۱۶۰	۳۰۴	۱۹۹	۱۳۲	۳۰۴	۱۱۸	۸۱	۸۰	۲۵۳	۳۲۶	۱،۹۱۷
(ب) مدرسے لڑکیوں کے لئے	۳۰	۲۴	۱۷	۲۲	۳۹	۲۷	۳	۲	۳۵	۳۸	۲۳۷
سیوا دل بنے	۱۹	۱۴	۷	۴	۴۴	۱	۰	۷	۲	۱۹	۱۱۷
اسکاؤٹوں اور گرام سیوکوں کو ٹریننگ دی گئی	۲۲	۱۷۵	۳۶	۳۵	۹۲	۱۲	۷۲	۱۹۳	۴۴	۱۷۱	۸۵۲
ریڈیو سیٹ لگائے گئے	۰	۰	۱	۰	۰	۰	۰	۰	۱۹	۰	۲۰
کھیل اور ٹورنامنٹ ہوئے	۰	۰	۲	۰	۳۱	۰	۰	۰	۰	۰	۳۳
۵۔ متفرق کام											
پنچایت گھر بنائے گئے	۸	۰	۰	۴	۳	۰	۲	۰	۴	۱۴	۳۵
نمونہ گھر بنائے گئے	۲۰	۰	۲	۴	۱۸	۰	۴	۰	۱	۱	۵۰
صنعت و حرفت کی تعلیم دی گئی	۷۳	۱۰۵	۱۷۵	۵۸	۷۶	۲	۶۹	۴۱	۹	۴۸	۶۵۴
دستکاری کے آلات جاری کئے گئے	۵	۶	۰	۱۷	۱۱	۲	۰	۷	۶	۱۵۳	۲۰۷

دیہاتی بھائیوں کے لئے

آل انڈیا ریڈیو پروگرام لکھنؤ سے

وقت ۵ ۱ - ۶ بجے سے ۴۵ - ۷ بجے تک (رات کو)

۱- اگست ۱۹۳۹ء - آرتی - دیہاتی عورتیں اور دستکاری بیگم اعزاز رسول ایم ایل سی کی ہندوستانی میں تقریر- سرود پر دھن- بازار- نرخ - خبریں اور موسم - چلو سکھیاں جمنا جل بھر لئیں - دادرا

۲- اگست ۱۹۳۹ء پرارتھنا - شری جگنا تھ پرشاد - دیہاتی کسرت گھر - ٹھاکر شری ناتھ سنگھ، شری رام ادھار اور کچھ دیگر لوگوں کی دیہاتی کسرت گھر کی ضرورت پر بات چیت - بازار نرخ - خبریں اور موسم - جھولا - موسمی گانے - میں ساون کی بدلی آجنی چلو چلیں اس پار -

۳- اگست ۱۹۳۹ء شہنائی - لوٹ کے چچا گھر کو آئے (ریل کا سفر) شری سکول کی ہندوستانی میں ایک تقریر - بھجن - شری پڑھیس کی اودھی زبان میں نظم خوانی - بازار نرخ، خبریں اور موسم - دیہاتی گانے، کجری - شری جگنا تھ پرشاد - گیت شری ناصر حسین -

۴- اگست ۳۹ء دیہاتی عورتوں کے لئے ایک تقریر کماری پشپ ولی نارائن کی ہندوستانی میں ایک تقریر - بازار نرخ، خبریں اور موسم جناب سلام مچھلی شہری - دیہاتی زندگی سے متعلق اپنی ۲ نظمیں پڑھیں گے -

۵- اگست ۳۹ء بھوت پرنتھ محترمہ عصمت چغتائی کا دیہاتی زبان میں ایک ڈراما - جس میں دیہاتی وہم پرستی دکھائی گئی ہے بازار نرخ - خبریں اور موسم -

۶- اگست ۳۹ء شہنائی - مویشیوں کی بیماریاں (منہ کھر کی بیماری) سردار اودے سنگھ سپرنٹنڈنٹ محکمہ سول ویٹرنری کی ہندوستانی میں تقریر - برہا - بازار - نرخ - خبریں اور موسم ترتیہ راگ گھسیارن - شری پڑھیس کی اودھی زبان میں نظم خوانی -

۷- اگست ۳۹ء نردنی - شری جگنا تھ پرشاد - گرام سدھار کے پہلے لیڈر - کبیر - جناب صباح الدین عمر کی ہندوستانی میں تقریر بازار نرخ، خبریں اور موسم - گیت جناب نصیر حسین خاں - باجا -

۸- اگست ۳۹ء رام ادھار مکھیا اور گاؤں والوں کی باتیں دیہاتی زبان میں بات چیت (شری پڑھیس) بازار نرخ - خبریں - اور موسم - سیتا ہرن ہندوستانی میں ڈراما -

۹- اگست ۳۹ء دیہاتی لڑکی کا گیت - گاؤں کے گھر - ڈاکٹر کالی پرشاد میڈیکل افیسر آف ہیلتھ کی ہندوستانی میں تقریر - بہار رانی - شری پڑھیس کی بھگتی سے متعلق نظم خوانی - بازار نرخ، خبریں اور موسم - کجری - شری جگنا تھ پرشاد - دیہاتی گانا - جناب نصیر حسین -

۱۰- اگست ۳۹ء - شہنائی - دیہاتی نظم کی اہمیت - شری ار - ایس - پنڈت ایم - ایل - اے کی ہندوستانی میں ایک تقریر ترتیہ راگ بازار نرخ، خبریں اور موسم بھجن - دیہاتی نغمہ -

۱۱- اگست ۳۹ء - نعت - ونش پلیش کی باتیں - راے بہادر پنڈت شکدیو بہاری مشر کی ہندوستانی میں تقریر - ستار - بازار نرخ، خبریں اور موسم - گیت - جناب ناصر حسین - دیہاتی گیت -

۱۲- اگست ۳۹ء بھجن - ہریجن سدھار - شری سیتلا سہائے ڈپٹی ڈائرکٹر (ہندی) سماچار کی ہندوستانی میں تقریر - بازار نرخ، خبریں اور موسم - بانسری پر دھن - دیہاتی نغمہ -

۱۳- اگست ۳۹ء بھگتی کے گانے - شری نرسنگھ بہادر اور ان کے ساتھیوں کا ڈھول پر گانا - تلسی داس - شری پڑھیس کی نظم خوانی - بازار نرخ، خبریں اور موسم - دیہاتی گیت - شری غریب داس اور ان کے ساتھی -

۱۴- اگست ۳۹ء ساون بازار نرخ، خبریں اور موسم - دیہاتی جیون - مسٹر سلام مچھلی شہری کا ہندوستانی میں ڈراما -

۱۵- اگست ۳۹ء شادی کے گانے - شری نرسنگھ بہادر اور انکے ساتھی - آلہا - شری جگنا تھ پرشاد - بازار نرخ خبریں اور موسم دیہاتی گانے - بھگوان دیئی اور دیگر لوگ -

۱۶- اگست ۳۹ء - بھجن - اپنی آنکھوں کی حفاظت کیجئے - ڈاکٹر ایم - پی مہرا کی ہندوستانی میں تقریر - کجری - شری جگنا تھ - سینت میت - جھگڑا - دکشت کی ایک کہانی جس میں چھوٹی چھوٹی باتوں پر ہونے والے جھگڑے بکھیڑے دکھلائے

گئے ہیں۔ بازار نرخ، خبریں اور موسم۔

۱۷۔ اگست ۱۹۳۹ء۔ دیہاتی گیت سیوا بن میوا۔ جناب چودھری سطوت علی کی ہندوستانی میں تقریر۔ ایک مزے کی بات پہلا حصہ گانے کے ساتھ صفائی کے متعلق بات چیت دیہاتی نظم شری بنسی دھر شکل۔ بازار نرخ، خبریں اور موسم۔

۱۸۔ اگست ۱۹۳۹ء قوالی۔ صوبائی حکومت کے کچھ کام۔ شری سیتلا سہائے کی اودھی زبان میں ایک تقریر۔ نروہی شری جگناتھ۔ بہار رام۔ شری پڑھیس کی ایک نظم بازار نرخ خبریں اور موسم۔

۱۹۔ اگست ۱۹۳۹ء ساوک کسان کی تپشیا۔ پنڈت سانتی سروپ کی ہندوستانی میں ایک تقریر۔ ناگ پنچمی کے مشہور تیوہار کا ذکر۔ بازار نرخ، خبریں اور موسم۔

۲۰۔ اگست ۱۹۳۹ء۔ نعت۔ مقدمہ بازی۔ جناب چودھری محمد علی کی ہندوستانی میں ایک تقریر۔ ٹھنگھور گھٹا۔ اودھی بولی میں پنڈت رام بلاس شرما کا کالی گھٹاؤں کا ذکر۔ بازار نرخ، خبریں اور موسم۔

۲۱۔ اگست ۱۹۳۹ء گیت۔ شری جگناتھ۔ ایک چلم تمباکو شری شری ناتھ سنگھ کی ہندوستانی میں ایک تقریر۔ ہندو لہ۔ تلسی داس کی سوانح حیات۔ ہندوستانی میں ایک تقریر۔ تبکی۔ جنانی پر ایک بات چیت۔ بازار نرخ، خبریں اور موسم۔

۲۲۔ اگست ۱۹۳۹ء بھجن۔ تبکی۔ سینچائی پر ایک بات چیت۔ ساگ میں پھاگ۔ ترکاری کی کھیتی پر شری لکشمی ندھ کھرے کی ایک خاص تقریر اب آگے کا سنو حوال۔ شری بنسی دھر کھرے شکل۔ بازار نرخ، خبریں اور موسم۔

۲۴۔ اگست ۱۹۳۹ء دیہاتی گیت۔ تبکی۔ تمباکو کی برائیو پر ایک تقریر۔ بچاری شری جگناتھ۔ کاری بدریا۔ اودھی بولی میں شری پڑھیس کی ایک نظم۔ بازار نرخ خبریں اور موسم بھجن

۲۵۔ اگست ۱۹۳۹ء قوالی۔ آدرش گاؤں شری سیتلا سہائے کی ہندوستانی میں ایک تقریر۔ نگھر۔ شری دیہاتی دکنشت کی ایک کہانی جس میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ سانپ کاٹنے پر وہم پرستی کی وجہ سے لوگوں نے دوا نہیں کی اور وہ آدمی مر گیا۔ بازار نرخ، خبریں اور موسم۔

۲۶۔ اگست ۱۹۳۹ء بھجن تبکی۔ اچھے تعلقات رکھنے کے موضوع پر ایک بات چیت۔ کجری۔ شری جگناتھ۔ دیہاتی گیت۔ اب آگے کا سنو حوال۔ شری بنسی دھر شکل۔ بازار نرخ اور خبریں اور موسم۔

۲۷۔ اگست ۱۹۳۹ء دیہاتی گیت۔ پنچایت۔ آنریبل شری متی وجے لکشمی پنڈت وزیر لوکل سلف گورنمنٹ کی ہندوستانی میں ایک تقریر۔ سمدھی جی۔ شری گنگا پرشاد مشر کی ایک کہانی جس میں یہ بتلایا گیا ہے کہ کچھ بری رسموں کی وجہ سے گاؤں والوں کی خوشی میں کس طرح کمی پڑ جاتی ہے۔ بازار نرخ خبریں اور موسم۔

۲۸۔ اگست ۱۹۳۹ء پرارتھنا۔ شری جگناتھ گاؤں والوں کا دل بہلاؤ شری گوپی ناتھ سریواستو کی ہندوستانی میں تقریر سیتا بنباس۔ گانا۔ بازار نرخ، خبریں اور موسم۔

۲۹۔ اگست ۱۹۳۹ء رکھشا بندھن۔ دیہاتی گیت۔ رکھشا بندھن پر ایک بات چیت۔ رکھشا بندھن۔ شری رام بلاس شرما کا ہندوستانی میں ڈراما۔ جس میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ کس طرح ایک نشہ باز جس نے نشہ خوری میں اپنی بہت سی دولت لٹا دی تھی رکھشا بندھن کے دن نشہ چھوڑ دینے کا عہد کرتا ہے۔

۳۰۔ اگست ۱۹۳۹ء نعت۔ ملیریا۔ ڈاکٹر اے۔ سی بنرجی کی ہندوستانی میں ایک تقریر۔ دیہاتی نظم۔ شری بنسی دھر شکل پردی گیت۔ بازار نرخ، خبریں اور موسم۔

۳۱۔ اگست ۱۹۳۹ء دیہاتی گیت تبکی۔ چکبندی پر ایک بات چیت ساون۔ شری جگناتھ۔ ببول۔ اب آگے کا سنو حوال۔ شری دیہاتی دکنشت بازار نرخ، خبریں اور موسم۔

کون کیا کہتا ہے



آل انڈیا ریڈیو

پہلی جولائی سے آل انڈیا ریڈیو لکھنؤ سے ہر روز شام کو سات بجے سے پونے آٹھ بجے تک گاؤں کے رہنے والے بھائیوں کے لئے تقریریں وغیرہ کی جا رہی ہیں۔ اس پروگرام کا افتتاح وزیر گرام سدھار آنریبل ڈاکٹر کیلاش ناتھ کاٹجو نے کی تھی۔ اُس وقت آپنے جو تقریر براڈکاسٹ کی تھی اُسے ہم نیچے چھاپ رہے ہیں۔

آنریبل ڈاکٹر کاٹجو کی افتتاحی تقریر

آج کے پروگرام میں حصہ لیتے ہوئے مجھے بڑی خوشی ہو رہی ہے۔ اس پروگرام کا افتتاح کرنا میں اپنے لئے اچھے موقع کی بات سمجھتا ہوں۔ یہ پروگرام آل انڈیا ریڈیو اور صوبائی حکومت کے اشتراک سے شروع کیا جا رہا ہے۔ تاکہ دیہاتی بھائی بھی ریڈیو سے فائدہ اٹھائیں۔ گرام سدھار کا اس صوبے میں خاص مقصد یہ رہا ہے کہ گاؤں والوں میں سماجی زندگی کی ترقی ہو۔ یقیناً ہمارا نصب العین دیہات کی مالی ترقی کرنا ہے لیکن اُس سے بھی زیادہ ہم دیہاتوں میں میل ملاپ کے خیالات بیدار کرنا چاہتے ہیں۔ اسی ارادہ سے ہم نے گاؤں میں پنچایت گھر بنانے پر زیادہ زور دیا ہے۔ یہ پنچایت گھر گاؤں کے ایک قسم کی اسمبلی ہال سمجھے جائیں گے۔ جن میں سماجی، تمدنی، زراعتی، مالی اور سبھی باتوں پر غور ہوگا جس میں گاؤں والوں کی دلچسپی ہوگی۔ اس طرح ہر دیہاتی یہ سمجھے گا کہ وہ دیہاتی سماج کا ایک جزو ہے ہم چاہتے ہیں کہ پنچایت گھر گاؤں والوں کے لئے آپس میں ملنے کی ایک جگہ ہو۔ جس میں وہ دن بھر کے کام کے بعد اکٹھا ہوں، اپنا دل بہلائیں اپنے گاؤں اپنے صوبے اور دنیا کے مسئلوں پر آپس میں تبادلہ خیال کریں۔ مجھے یقین ہے کہ ایسے پنچایت گھر میں ایک ریڈیو سیٹ بڑی اہم چیز ثابت ہوگا۔ دیہاتیوں کی زندگی عموماً بے کیف ہوتی ہے اس لئے یہ ضروری ہے کہ انکے لئے ہم تفریح، گانا اور ساتھ ہی دلچسپ طریقے سے کچھ تعلیم کا بھی انتظام کریں۔ یہ چیزیں انھیں ریڈیو سیٹ پر آسانی سے ملیں گی اور وہ اُسے اپنی زندگی میں بے حد خوشی، واقفیت اور نور سمجھیں گے۔ چار روز پہلے ضلع الموڑہ میں مجھے ایک گاؤں میں پنچایت گھر کا سنگ بنیاد رکھنے کا موقع ملا تھا۔ یہ جان کر خوشی ہوئی تھی کہ آس پاس کے چھ گاؤں والوں نے اس پنچایت گھر کے بنانے کا ارادہ کیا تھا اور انھیں باہر سے کوئی مدد نہیں ملی تھی۔ مردوں کی بہت بڑی تعداد نے اس پنچایت گھر کے لئے مفت میں ایک گھنٹہ کام کرنا منظور کیا تھا اور اس کے خرچ کے لئے ہر گاؤں میں اپنی حیثیت کے مطابق جو کچھ ہو سکا دینا طے کیا تھا۔ جلسے میں ایک بوڑھے کسان نے صدر کی حیثیت سے کہا تھا کہ سرکار اس پنچایت گھر کے لئے ایک ریڈیو سیٹ دیکر ان کی مدد کرے ان کی اس درخواست کو میں نے فوراً منظور کر لیا اور میں نے دل ہی دل میں غور کیا کہ الموڑہ کے پہاڑی حصے میں بھی ریڈیو کو لوگ اس طرح چاہنے لگے ہیں میں اس روز کا انتظار کر رہا ہوں جب اس صوبے میں پنچایت گھروں کا ایک جال بچھ جائیگا اور شام کو بوڑھے جوان مرد، عورت اور بچے پنچایت گھر میں جمع ہوکر یہ انتظار کریں گے کہ آج یہ ریڈیو کیا خبر سناتا ہے۔ کیا تعلیم

دیتا ہے اور کس طرح ان کا دل بہلاتا ہے۔ ریڈیو معاشرتی ترقی کے لئے ایک بہترین آلہ ہے مجھے اُمید ہے اور یقین ہے کہ جہاں تک اس صوبے کا تعلق ہے گاؤں والوں کو ریڈیو سے بھی چیزیں ملیں گی جو ان کو تازگی بخشیں گی ان کو خوش اور زندگی میں بہت ور بنائیں گی اور ان میں تعلیم کی اشاعت کریگی ہندوستان لاکھوں دیہاتوں میں بسا ہوا ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ دن ضرور آئیگا جب گاؤں والوں کے لئے صرف آدھ گھنٹے کا پروگرام نہ رہے گا بلکہ حکام ان کی ضرورت کے مطابق سارے پروگرام کو اس طرح بنائیں گے کہ وہ گاؤں والوں کو تعلیم یافتہ بنائے گا اور ان کا دل بہلائے گا۔ آخر میں آل انڈیا ریڈیو کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے لکھنؤ کے اپنے روزانہ پروگرام میں آدھ گھنٹہ روز کسانوں کے لئے بھی شامل کر دیا ہے

گورنر کا پیغام

آل انڈیا ریڈیو لکھنؤ سے کسانوں کے پروگرام کے موقع پر گورنر یو پی سر ہیری ہیگ نے جو پیغام دیا تھا وہ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں:-

دیہاتی براڈکاسٹنگ کو اگر وسیع بنایا جا سکے تو اس سے گرام سدھار، بالغوں کی تعلیم اور گاؤں والوں کے سکھ اور دولت کی ترقی میں بہت مدد ملے گی۔ اگر ہر ایک گاؤں میں اُمید خواہش اور اچھی صحت، اچھی زراعت اور اچھے رہن سہن کے لئے اچھے ذریعے پیدا کر دیئے جائیں اور شام کو ہر چوپال میں اسکی تعلیم دیجائے تو یہ بتانا مشکل نہیں کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا میں ایسے دیہاتی پروگرام کی کامیابی چاہتا ہوں اور اُمید کرتا ہوں کہ اس کے سننے والوں کی تعداد سینکڑوں سے ہزاروں اور ہزاروں سے لاکھوں تک جائے گی۔

آنریبل وزیر اعظم کا پیغام

مجھے یہ جان کر بہت خوشی ہوئی کہ آل انڈیا ریڈیو اور محکمہ گرام سدھار کی کوشش سے اس صوبے کے دیہاتوں میں ریڈیو کا پرچار ہونے جا رہا ہے۔ ریڈیو موجودہ دنیا کے عجوبوں میں سے ایک ہے۔ دیہاتوں میں علم مسرت اور تعلیم پھیلانے کے لئے یہ زبردست آلہ ہے ہمیں گاؤں میں رہنے والے بھائیوں کے لئے جو کچھ بھی کر سکتے ہیں کرنا چاہئے۔ مجھے بڑی خوشی ہوگی اگر ہم اداس اور منحوس بنے ہوئے دیہاتوں میں ہوا کے ذریعے اُمید اور مسرتوں کا پیغام پہنچا سکیں۔ مجھے امید ہے کہ گاؤں والے لکھنؤ سے جو دلچسپ اور نصیحت آمیز باتیں کہی جائیں گی انھیں شوق سے سنیں گے۔ میں اس دن کا انتظار کر رہا ہوں جب اس صوبے کے بیشتر دیہاتوں میں ریڈیو سیٹ لگنا ممکن ہو سکے گا اور حکومت خوشی سے اُن دیہاتوں میں ریڈیو لگانے کے مسئلے پر غور کرے گی جہاں گاؤں والے اس کے لئے سچا اشتیاق ظاہر کریں گے میں خود بھی ریڈیو کے ذریعے گاؤں والوں سے بات چیت کرنے کی اُمید کرتا ہوں اسلئے اس وقت میں ایک چھوٹے سے پیغام پر ہی قناعت کرتا ہوں آخر میں آل انڈیا ریڈیو کا لکھنؤ کے پروگرام میں خاص طور سے یہ پروگرام شامل کرنے کے لئے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

آنریبل رفیع احمد قدوائی وزیر مال کا پیغام

اس صوبے کی بیشتر پبلک دیہاتوں میں رہتی ہے پڑھے لکھے لوگوں کی تعداد بہت کم ہے ان میں نئی زندگی پیدا کرنے کے لئے ریڈیو براڈکاسٹ بہترین ذریعہ ہو سکتا ہے۔ شرط صرف یہ ہے کہ پروگرام طے کرتے وقت ان کی ضروریات کا لحاظ رکھا جائے۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ گاؤں کے کسانوں اور کارگروں کی ضروریات کی سبھی باتیں اس طرح براڈکاسٹ کی جائینگی کہ وہ زیادہ قابل بنکر صوبے کی زندگی میں حصہ لے سکیں گے۔

شریمتی سروجنی نائیڈو کا پیغام

دیہاتی پروگرام کے لئے آپکی تجویز کو خوشی کے ساتھ آشیرواد

[illegible] ریڈیو کا اس سے بہتر استعمال اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ [illegible] کے الکھوں بسنے والوں میں اُمید اور علم پیدا کریں۔ ریڈیو [illegible] کا اُستاد اور مدرسہ دونوں ہو سکتا ہے۔ اور [illegible] بڑی دنیا سے ان کو منسلک کر سکتا ہے۔ براہ کرم اپنے [illegible] پاس اس ہستی کی محبت اور استقبال کا [illegible] انسانی ترقی کا ایک مکمل اور زندہ عضو [illegible] ہے۔

نواب محمد اسمٰعیل کا پیغام

مجھے یہ جان کر بڑی خوشی ہے کہ گرام سدھار کا کام ریڈیو کے ذریعے ہونے جا رہا ہے۔ اس اسکیم کی ہر طرف سے مدد ہونی چاہیئے اور اس کے لئے حکومت کو مبارکباد ملنی چاہیئے۔ میری رائے میں براڈکاسٹنگ قوم کو جگانے کا ایک ذریعہ ہے اور میں اسکی ہر صورت کامیابی چاہتا ہوں۔

شاعر اور مضمون لکھنے والوں سے

جناب عبد الحیٔ عباسی پبلسٹی آفیسر محکمہ گرام سدھار لکھتے ہیں:۔

لکھنو کے آل انڈیا ریڈیو سے ہر روز شام کو ۶ بجے سے ۷ ¾ بجے تک گانوں والوں کا پروگرام سُنایا جاتا ہے اس پروگرام میں دیہاتی گانے ڈرامے اور بات چیت وغیرہ رہتی ہیں۔ اس صوبہ کے شاعروں اور مضمون نگاروں سے استدعا کیجاتی ہے کہ اگر انکے پاس گاؤں والوں کی ترقی و بہبودی اور دلچسپی کی کوئی چیز ہو تو نیچے لکھے پتہ پر ہمارے پاس بھیجیں۔ گانے نظمیں اور بات چیت اودھ کے آس پاس کے ضلعوں میں بولی جانے والی دیہاتی زبان میں ہونی چاہئیں۔ مضمون گاؤں والوں کی دلچسپی ترقی و بہبودی کا ہونا چاہیئے۔ گانے اور نظمیں پانچ منٹ سے زیادہ کی نہ ہوں بات چیت دس منٹ کے۔ ڈرامے بیس منٹ تک ہو سکتے ہیں۔ جن مضمونوں کو ہم منظور کریں گے ان کے لئے مناسب معاوضہ دیا جائے گا۔

آرگنائزرس کانفرنس

گذشتہ ۱۶ ؍جولائی کو مسوالسی، اناؤ میں آچاریہ نریندر دیو کی صدارت میں آرگنائزرس کانفرنس بڑی کامیابی سے ختم ہوئی۔ اس موقع پر جناب منوہر داس چترویدی افیسر گرام سدھار اور بابو گوپی ناتھ شری واستو پارلیمنٹری سکریٹری اور دیگر حضرات شریک تھے۔

گرام سیوک سنگھ کے جنرل سکریٹری پنڈت سرجو پرشاد ترویدی نے ہمارے پاس جو مختصر روداد بھیجی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آچاریہ نریندر جی نے کرسی صدارت سے جو تقریر کی وہ بہت اہم تھی۔ انھوں نے گرام سیوکوں کو یہ بتلایا کہ وہ دیگر سرکاری ملازموں کی طرح نہیں ہیں۔ وہ دراصل اُس تنظیم سے تعلق رکھتے ہیں جس کا مقصد لوگوں کی خدمت کرنا ہے اور اسی لئے آچاریہ جی نے اس بات پر زور دیا کہ گرام سیوکوں کے ایسوسی ایشن کی شکل بھی دوسری قسم کی ہونی چاہیئے۔ آچاریہ جی نے یہ بھی کہا ہے کہ حکومت کو گرام سیوکوں کے ایسوسی ایشن منظور کر لینے چاہیئیں۔

گرام سیوکوں نے کچھ شکایتیں پیش کی تھیں۔ اُن کا ذکر کرتے ہوئے آچاریہ جی نے کہا ہے کہ آپ کو اپنی شکایتیں کرنے اور اپنے مطالبات پیش کرنے کا پورا حق ہے۔ آپکو موجودہ اسکیم پر بھی غور کرنا چاہیئے اور تجویزیں مجموعی طور سے پیش کرنی چاہئیں کیونکہ یہ کام ابھی نیا ہے اور اس میں ابھی تبدیلیاں ہو سکتی ہیں۔ آپکے اوپر جو سخت قاعدے نافذ کئے گئے ہیں انکو بدلوانے کا کام ہم لوگوں پر چھوڑ دیجئے جو کہ کانگریس پارٹی میں ہیں ہم اُنھیں بدلوانے کی کوشش کرینگے۔

شری گوپی ناتھ سری واستو نے بھی اپنی تقریر میں گرام سیوکوں کی تجویزوں کی تائید کی۔ سری منوہر داس چترویدی نے کچھ تجویزوں کے متعلق حکومت کی پالیسی واضح کی اور گرام سیوکوں کی ضمانت کے متعلق ایک اسکیم پیش کی جو ضروری ترمیم کے ساتھ منظور ہوئی۔ گرام سیوکوں کی دوسری کانفرنس متھرا میں صوبائی کانفرنس کے ساتھ ہونا طے ہوا۔



اپنے خرچ سے ٹریننگ پائے ہوئے گرام سیوک

شری منوہرداس چترویدی نے گرام سدھار کے ڈویژنل سپرنٹنڈنٹوں کے پاس اُن کامیاب امیدواروں کی فہرست بھیجی ہے جنھوں نے نیسرے جھتے کے ساتھ اپنے خرچ سے ٹریننگ حاصل کی ہے۔ آئندہ گرام سیوکوں کے لئے جب جگہیں خالی ہوں گی تو اُن کا انتخاب اِنھیں میں سے کیا جائے گا۔ شری چترویدی جی نے یہ بھی ہدایت دی ہے کہ تقرری کے وقت گرام سیوکوں کی تعلیم وغیرہ کا بھی خیال رکھا جائے۔

میرٹھ کمشنری

نام	قابلیت	پتہ
۱- رشید احمد	ہائی اسکول	معرفت:- مولوی فضل احمد محلہ کھٹکان - مظفر نگر
۱- سورج مل ورما	,,	گاؤں پھچھور، پوسٹ چھپر ولی ضلع میرٹھ
۱- ہیرالال گرگ	انٹر	موضع ستوارہ، پوسٹ جرولی ضلع بلند شہر

آگرہ کمشنری

نام	قابلیت	پتہ
۱- تریراری لال	ہائی اسکول	پوسٹ ہولی پورہ ضلع آگرہ
۱- پنّو لال دوبے	انٹر فیل	موضع میوا بارہ پوسٹ بردل ضلع مین پوری

روہیلکھنڈ کمشنری

نام	قابلیت	پتہ
۱- اندر دیو	ورنا کیولر فائنل	موضع بھگوان پور، پوسٹ اتنگا، چاندپور ضلع بریلی
۱- کرشن کانت	ہائی اسکول	پٹیاری سرائے - قصبہ بدایوں

الہ آباد کمشنری

نام	قابلیت	پتہ
۱- کرشنا بابو	ہائی اسکول اور ورنا کیولر فائنل	ترواگنج - ضلع فرخ آباد
۲- شری نواس پاٹھک	,, ,, ,,	پوسٹ کھسا پور ,, ,,
۱- سریندر کانت	ہائی اسکول	محلہ ثابت گنج اٹاوہ
۱- پریم نارائن دکشت	ہائی اسکول اور ورنا کیولر فائنل	پوسٹ پالے پور ضلع کانپور
۲- گوپے کرشن	,, ,, وشارد	موضع سلیم پور پوسٹ مہراج پور کانپور

نام	قابلیت	پتہ
۳ - منو لال	ورناکیولر فائنل وشارد اور مدھما	پاٹھک پور - کانپور
۱ - شیو شنکر لال	" " اور خاص قابلیت ہندی	موضع امورہ، پوسٹ ملوان ضلع فتح پور
۲ - رگھوبیر سہلے	ہائی اسکول فیل	موضع سکل پور، پوسٹ حسین گنج ضلع فتح پور
۳ - مہابیر پرشاد دیکشت	تعلیم درجہ آٹھ تک	موضع و پوسٹ ہنسوہ - ضلع فتح پور
۴ - غلام ربانی	ورناکیولر فائنل اور ٹریننگ کورس کا دوسرا سال پاس	موضع پورہ ادھاری پوسٹ ہتگاؤں ضلع فتح پور
۱ - ریاض الدین صدیقی	ہائی اسکول اور ورناکیولر فائنل	معرفت حاجی عبدالرشید محلہ اٹالہ الہ آباد

جھانسی کمشنری

نام	قابلیت	پتہ
۱ - کے - پی - ورما	ہائی اسکول اور ورناکیولر فائنل	معرفت : - دھیان سنگھ ورما، اسسٹنٹ ماسٹر میونسپل بورڈ کونچ ضلع جالون
۱ - جے - اے صدیقی	ہائی اسکول	پرانی پولیس لائنس باندہ

بنارس کمشنری

نام	قابلیت	پتہ
۱ - شیو ساگر مشر	ورناکیولر فائنل	موضع مہرا، پوسٹ سارناتھ ضلع بنارس
۲ - بھگوتی پرشاد سنگھ	" " اور بنارس یونیورسٹی کا ایڈمیشن امتحان	معرفت :- بابو رگھوناتھ سنگھ نمبردار - موضع و پوسٹ کھیتی ضلع بنارس
۱ - شیل پتی شکل	دسویں درجہ تک پڑھا ہوا	موضع کھمنٹی پوسٹ بہیرا ضلع مرزا پور
۲ - مٹھائی لال کھٹک	ورناکیولر فائنل	موضع و پوسٹ جیلہ " "
۳ - شاہ محمد خاں	ہائی اسکول	محلہ واصلی گنج شیر خاں لین " "
۱ - وحید الحسن	ورناکیولر فائنل	موضع بھادی پوسٹ شاہ گنج ضلع جونپور
۲ - عبد الصمد	" " اور ہائی اسکول فیل	محلہ کوتوالی - مچھلی شہر جونپور
۳ - سوریش کمار	ہائی اسکول	معرفت :- شری دیوی پرشاد مختار محلہ میاں پور جونپور
۱ - کیدار ناتھ		موضع و پوسٹ بیر پور ضلع غازی پور
۲ - شیو پوجن سنگھ	ورناکیولر فائنل	موضع اوڈشھن پوسٹ قاسم آباد ضلع غازی پور
۳ - ونش نرائن پانڈے	" "	موضع تاجپور پوسٹ زمانیا " "
۱ - سورج دیو سنگھ	" "	موضع سنگھ پور پوسٹ بھیپھوا ضلع بلیا
۲ - شیو بچن کنور	ہائی اسکول، ورناکیولر فائنل، پرتھما اور خاص قابلیت ہندی	موضع و پوسٹ ملیار " "

گورکھپور کمشنری

نام	قابلیت	پتہ
۱ - چندر بلی لال	ہائی اسکول	معرفت سکھدیو لال کلکٹری گورکھپور
۲ - سادھو سرن	ورناکیولر فائنل خاص قابلیت اور وشارد	موضع پھلوریا پانڈے پوسٹ بربیج بازار ضلع گورکھپور

نام	قابلیت	پتہ
۴- رام سکل پرساد رائے	ہائی اسکول	موضع ہرّیا۔ پوسٹ دیوریا ضلع گورکھپور
۱- پریم نارائن	"	معرفت:- رائے صاحب بابو گنپت سہائے ایڈوکیٹ پکّا بازار بستی
۲- رام سمجھ (ہریجن)	ورناکیولر فائنل	موضع گورا۔ پوسٹ بانسی۔ ضلع بستی
۱- رام نریش رام	ہائی اسکول اور ورناکیولر فائنل	موضع سرئی بند۔ پوسٹ عاملہ بازار ضلع اعظم گڑھ
۲- رام ادھار پاٹھک	ہائی اسکول، ورناکیولر فائنل اور خاص قابلیت	موضع پٹکولی پوسٹ صدر " "
۳- سہدیو رام (ہریجن)	ورناکیولر فائنل	موضع پیڑا پوسٹ سرائے میر " "
۴- کامتا سنگھ	ہائی اسکول	موضع رام نگر پوسٹ پوائی " "
۵- مرزا علاالدین بیگ	"	موضع بربہار پوسٹ لال گنج " "
۶- شمشیر بہادر سنگھ	ہائی اسکول اور ورناکیولر فائنل	موضع بھیلم پور چھکورا پوسٹ کیلسار "
۷- رام برکیش پرشاد (ہریجن)	ورناکیولر فائنل	موضع جگین پور پوسٹ سگری " "

کمایوں کمشنری

نام	قابلیت	پتہ
۱- مدن لال تھارو	ورناکیولر فائنل	موضع ندنا پوسٹ کھتا ضلع نینی تال
۲- رامدت بھنڈاری	ورناکیولر فائنل اور ہائی اسکول	موضع دھنیا پوسٹ کوٹا باد وایہ ہلدوانی ضلع نینی تال
۳- گرودت پنت	انٹر فیل	معرفت:- ڈاکٹر ایچ۔ پی۔ پنت۔ ایل۔ ایم۔ پی پوسٹ کاشی پور ضلع نینی تال
۴- جے رام تھارو	ورناکیولر فائنل اور پٹواریان	موضع ننگاؤں ٹھگو پوسٹ کھاتا ضلع نینی تال
۱- دیجے وکٹر سنگھ	ہائی اسکول	ایم۔ای۔ مشن پوسٹ پتھوراگڑھ ضلع الموڑہ
۲- تاراوت پانڈے	ورناکیولر فائنل اور ہائی اسکول	موضع گنج رتورا پوسٹ بریچھا " "
۳- ہری شنکر اوستھی	" " ایس۔ ایل۔ سی	" پت گاؤں " اسکوٹ " "

لکھنؤ کمشنری

نام	قابلیت	پتہ
۱- جی۔ پی۔ پانڈے	ہائی اسکول	معرفت:- پنڈت مکھنی لال پانڈے موتیا بیجناتھ بلڈنگ لکھنؤ
۲- رام پرتاپ شکل	ورناکیولر فائنل اور وشارد	" بابو رام پرشاد وکیل ۸۵ رکیاب گنج لکھنؤ
۳- آر۔ پی۔ سنگھ شری واستو	انگریزی کے درجہ آٹھ تک پڑھا ہوا	" بابو چندر بھال سنگھ راجہ رام ٹولہ کاکوری ضلع لکھنؤ
۴- جی۔ پی۔ چترویدی	" " چھ " "	موضع بہار نگر ٹکریا پوسٹ گوسائیں گنج لکھنؤ
۵- شیر بہادر سنگھ	ہائی اسکول اور ورناکیولر فائنل	معرفت:- بابو مول راج شری واستو۔ سیوا سرن باردوخانہ لکھنؤ
۶- مشتاق علی	ورناکیولر فائنل	رسولپور ٹکرامن پوسٹ گوسائیں گنج لکھنؤ
۱- رام پرشاد شکل	"	پوسٹ سکندرپور ضلع اناؤ
۲- گرو پرشاد	انگریزی کے درجہ ۹ تک پڑھا ہوا	موراواں "

نام	قابلیت	پتہ
۳- نارائن سنگھ	ہائی اسکول	معرفت بابو شمشیر بہادر وکیل اُناؤ سٹی
۴- جگت پرشاد	" "	" پنڈت رام ادھار مصر موضع کنجن پور پوسٹ سراواں ضلع اُناؤ
۵- رام بھروسے	ورنا کیولر فائنل	پوسٹ بنگار مئو ضلع اُناؤ
۱- سکھ دیو سنگھ	" "	موضع کینو پور۔ پوسٹ راہی ضلع رائے بریلی
۲- بری برت سنگھ	ہائی اسکول	موضع سنچاران پوسٹ بیلا کھارا " "
۱- ضمیر احمد	"	معرفت: ۔حاجی محمد امیر پوسٹ لہر پور ضلع سیتا پور
۲- للو رام گپت	ہائی اسکول کرشی وشارد اور ورنا کیولر فائنل	" شری لکھن لال پوسٹ تھولی " "
۱- برج موہن لال مصر	ہائی اسکول	موضع منڈرا بجر پوسٹ نیم گاؤں ضلع کھیری

فیض آباد کمشنری

نام	قابلیت	پتہ
۱- رام سمجھ شکل	ورنا کیولر فائنل اور ہائی اسکول	موضع پرتاب پور پوسٹ دولھو پور ضلع فیض آباد
۲- سید جان رضوی	ہائی اسکول	محلہ رکتھ حویلی فیض آباد
۳- دلاور عباس	ورنا کیولر فائنل	بڑا گاؤں " "
۴- دشنشہ منی دوبے	بی۔ اے	موضع بھیاون پور پوسٹ بنیتی پور ضلع فیض آباد
۵- تیج بہادر سنگھ	ورنا کیولر فائنل	موضع سمر سنگھ پور پوسٹ رواس پور " "
۶- بدری پرشاد شری واستو	" " اور ہائی اسکول	موضع حسین پور گرانڈ پوسٹ مبارکپور " "
۱- کوشل بہاری " "	انٹر تک پڑھے ہوئے	موضع چندی محلہ پوسٹ کٹرہ بازار ضلع گونڈا
۲- ریوتی رمن شکل	ہائی اسکول	موضع پسیری آرڈھی تاربگنج " "
۳- جگدمبکا پرشاد رائے زادہ	ورنا کیولر فائنل اور ہائی اسکول	موضع برسنیا پوسٹ مانک پور " "
۱- عبدالقادر	انٹر	معرفت: ۔مولوی نصرت اللہ اسسٹنٹ اسٹیشن ماسٹر بی۔این۔ ڈبلیو۔ آر بہرائچ
۱-مرزا سعید احمد بیگ	ورنا کیولر فائنل	موضع و پوسٹ متھین ضلع سلطان پور
۱- سوامی داس پانڈے	ورنا کیولر فائنل اور ہائی اسکول	موضع کھرگپور پوسٹ صاحب گنج ضلع پرتاب گڑھ
۲- پرتھوی پال سنگھ	" " "	موضع بھوپیا مئو پوسٹ پرتاپگڑھ سٹی ضلع پرتاب گڑھ
۳- محمد ایوب خاں	" " اور پٹواریان سروے	موضع بہلول پور پوسٹ صاحب گنج " "
۱- دیوی پرشاد دویدی	" " اور ہائی اسکول	موضع مہولرا پوسٹ رام سنیہی گھاٹ ضلع بارہ بنکی۔

درجہ اول کے گرام سیوک

شری منوہر داس چترویدی رورل ڈیولپمنٹ آفیسر نے ضلع گرام سدھار ایسوسی ایشن کے سکریٹری، ڈیویژنل سپرنٹنڈنٹوں، ضلع آفیسروں کے پاس اول درجہ کے گرام سیوکوں کی فہرست بھیجی ہے۔ یہ گرام سیوک ۲۵ روپیہ ماہوار تنخواہ پائینگے اور یکم جون سنہ ۱۹۳۹ء سے انھیں ۵ روپیہ مقررہ سفرخرچ بھی ملیگا۔ یہ انتخاب پچھلے نتیجہ کی بنا پر کیا گیا ہے ہر ایک مرکز سے قابلیت کے لحاظ سے پہلے چار گرام سیوک درجہ اول کیلئے چنے گئے ہیں پوری فہرست حسب ذیل ہے۔

۱۔ مرکز۔ میرٹھ

نام	ضلع
۱۔ رام چرن	میرٹھ
۲۔ پدم دت تیواری	نینی تال
۳۔ پورن چند پانڈے	״
۴۔ چیت سنگھ تیاگی	میرٹھ
۵۔ کرتار سنگھ	سہارنپور

۲۔ مرکز گورکھپور۔

نام	ضلع
۱۔ کلیشور مصر	بلیا
۲۔ عبدالستار خاں	اعظم گڈھ
۳۔ کپل دیو پانڈے	بلیا
۴۔ قاضی واجب احمد صدیقی	غازیپور

۳۔ مرکز اٹاوہ

نام	ضلع
۱۔ ارجن سنگھ	اٹاوہ
۲۔ امبکا پرشاد	״
۳۔ شیو چرن لال	بجنور
۴۔ رام جی ولبھ	ایٹہ

۴۔ مرکز فیض آباد

نام	ضلع
۱۔ سوامی ناتھ پاٹھک	فیض آباد
۲۔ رادھے بہادر مصر	״
۳۔ رام کمار چترویدی	ہردوئی
۴۔ اوم پرکاش سکسینہ	״

۵۔ مرکز کلیانپور۔

نام	ضلع
۱۔ پرتاپ نرائن دلیلہ	مین پوری
۲۔ رام سیوک راوت	جھانسی
۳۔ نابر سنگھ	بندیلہ
۴۔ بشمبھر دیال شرما	مین پوری

۶۔ مرکز نینی

نام	ضلع
۱۔ سنت بہادر سنگھ	سلطانپور
۲۔ سنگھ دت شرما	آگرہ
۳۔ منوہر لال	״
۴۔ انعام الحق ہاشمی	پرتاب گڈھ

ناکامیاب گرام سیوک

مندرجہ ذیل گرام سیوک جوکہ اپنے ضلعوں سے ٹریننگ کیلئے بھیجے گئے تھے آخری امتحان میں جو تیسرے بیچ کے ساتھ مئی سنہ ۳۹ء میں ہوا تھا پاس نہیں ہوسکے۔ اسلئے وہ ملازمت کے لئے ناقابل قرار دئے گئے ہیں اور یکم جولائی سنہ ۳۹ء سے انھیں چھٹی مل جائیگی۔ افیسر صاحب گرام سدھار شری ایم۔ ڈی چترویدی کی حسب ہدایت انکی کمشنروں کے ڈیویژنل سپرنٹنڈنٹ کام چھوڑنے کے لئے انھیں باقاعدہ آرڈر دینگے۔ باقی سبھی گرام سیوک قابل قرار دئے گئے ہیں اور وقت پر ان کے پاس سارٹیفکٹ پہنچ جائیگا۔

نام	ضلع
۱۔ سردار محمد خاں	بلند شہر
۲۔ مرزا غفور بیگ	سہارنپور
۳۔ شری رام دھیانی	گڑھوال
۴۔ دولت رام	الموڑہ
۵۔ دلارے لال جھا	ایٹہ
۶۔ نظام الدین صدیقی	بہرائچ
۷۔ برسانی لال	״
۸۔ رگھونندن سنگھ	گونڈہ
۹۔ گیا سنگھ	شاہجہانپور
۱۰۔ سلامت اللہ خاں	״
۱۱۔ گنگا بخش سنگھ	بارہ بنکی
۱۲۔ بشمبھر ناتھ شرما	سیتاپور

نام	ضلع
۱۳- تربینی پرشاد نگم	لکھنو
۱۴- منو لال	ہردوئی
۱۵- اودھ بہاری ناگک (تحریری امتحان میں غیر حاضر)	جھانسی
۱۶- ہرگوبند دکشت	"
۱۷- مختار احمد	"
۱۸- رام لال شرما (ایسٹر کے بعد سے غیر حاضر)	باندہ
۱۹- نعیم الدین خاں	علیگڈھ
۲۰- جگناتھ پرشاد	کانپور
۲۱- حکیم سنگھ (تحریری امتحان میں غیر حاضر)	"
۲۲- بھکاری لال مصر	اناؤ
۲۳- چندرشیکھر	"
۲۴- سیتلا پرشاد	الہ آباد
۲۵- اولاد احمد	"
۲۶- شیو پرشاد ناگر	کھیری

گرام سیوک جو امتحان میں فیل ہونے پر یا تو ہٹا دئے گئے یا خود انھوں نے استعفی دیدیا۔

نام	ضلع	
۱- رگھوناتھ پرشاد	مرزاپور	استعفی دیدیا۔
۲- رام اوتار تیواری	فیض آباد	ہٹا دیئے گئے
۳- دیپ دھر دیویدی	"	"
۴- کرپا شنکر لال	گونڈا	"
۵- چندر دیو	شاہجہانپور	"
۶- شری رام شاستری	ہردوئی	"

گرام سیوک جنھیں دوسرے بیچ کے ساتھ ٹریننگ ملی تھی لیکن جنھیں تیسرے بیچ کے ساتھ امتحان میں بیٹھنے کی اجازت دی گئی تھی۔

نام	ضلع
۱- عبدالعالم آزاد	بلندشہر
۲- موہن لال	کانپور

گرام سدھار انسپکٹروں کا تقرر

محکمہ گرام سدھار کی طرف سے ۸ اور گرام سدھار انسپکٹر تعینات کئے گئے ہیں۔ انکا تقرر ابھی چھ ماہ کے لئے ہوا ہے۔ انہیں سے ہر ایک کو ہر ماہ ۵۰ روپیہ تنخواہ اور ۲۰ روپیہ مقررہ سفر خرچ ملیگا۔ ہم ذیل میں ان انسپکٹروں کی فہرست اور ان ضلعوں کے نام شائع کرتے ہیں جن میں ان کا تقرر ہوا ہے۔

نام	ضلع
۱- مسٹر قمر حسین خاں بی۔اے ایل ایل۔بی وکیل محلہ سرائے خاں جونپور	جھانسی
۲- سروپ سنگھ یادو معرفت کنور رتارا سنگھ یادو لیکچرار انگلش بی۔آر۔ انٹر کالج آگرہ	بہرائچ
۳- مسٹر شیخ حسن عسکری۔ معرفت حکیم سید محمد قاسم صاحب دائرہ شاہ اجمل الہ آباد	حمیرپور
۴- مسٹر عبدالرشید خاں معرفت مسٹر ایم۔ ایس۔ خاں ڈیویژنل ٹرینیرشپ انسپکٹر ای۔ آئی۔ آر۔ فیض آباد	بنارس
۵- محمد اظہر صدیقی۔ جونپوری محلہ قطبن شہید ببلیا ٹولہ بنارس سٹی۔	اعظم گڈھ
۶- مسٹر رفیع الحسن رضوی۔ پوسٹ آفس مہاون ضلع متھرا	کھیری
۷- مسٹر حمید حسن صدیقی۔ اکسٹرا نائب تحصیلدار۔ تحصیل سردھنا۔ متھرا۔	ایٹہ
۸- مسٹر عبدالرحمٰن خاں روہیلا۔ بی۔ ایس۔ سی۔ ایل ایل۔ بی۔ جامع مسجد کے قریب۔ خورجہ ضلع بلندشہر۔	جالون

مُعافی نامہ

بغیر دیکھے۔ بغیر پڑھے۔ یونہی اتنا عرصہ فضول اور
اشتہاری کہہ کر آپ کی کتاب کا مذاق اُڑاتا رہا۔
اسکے لئے میں بیحد شرمسار ہوں میرا خیال تھا کہ
ہدایت نامہ خاوند میں کوک شاستری فضولیات
اور فحش تصویروں کے سوا کیا ہوگا۔ لیکن اس کا
مطالعہ کرکے میں اس قدر مستفید ہوا کہ کچھ بیان
نہیں کرسکتا۔ خدارا مجھے معاف کردیجئے میں نہایت
شرمسار ہوں میں نے چاند پر تھوکا۔

شیخ......علی......محلہ......امرتسر

اُردو مطبوعات انڈین پریس لمیٹڈ ۔ الہ آباد

ضروری ہدایات (۱) صاحب فرمائش کو اپنا نام اور
ش خط اور مفصل لکھنا چاہئے (۲) جو کتابیں کسی فرمائش
پر روانہ ہوں گی وہ کسی صورت میں واپس نہ ہوسکیں گی۔
بعض کتابیں بہت کم تعداد میں باقی رہ گئی ہیں۔ اسلئے
ائش میں دیر کی گئی اور وہ کتابیں ختم ہوگئیں تو انکا
رنا مشکل ہوگا۔ (۳) کتابیں منگاکر ان کو بعد انکاری
ں کر دینا ایک قسم کا دھوکا دہی کا جرم ہے۔ اگر کسی وجہ
ر آ ایسا کرنا پڑے تو صرف روانگی بھیجدینا چاہئے ۔
ہوئی قیمت کی فرمائشوں کی تعمیل کرنے میں ہمیں کچھ عذر
مگر مناسب یہ ہے کہ اگر فرمائش ایک روپیہ سے کم کی ہے
نقد بھیجدیجائے (۶) اگر آٹھ روز تک آپ کی فرمائش
نہ ملے تو خیال کر لینا چاہئے کہ ہمیں آپ کا آرڈر نہیں
(۷) صرفہ روانگی (پیکنگ و محصول ڈاک وغیرہ) ذمہ
ن ہوگا (۸) جملہ فرمائشات پتہ ذیل پر روانہ کی جائیں
ر صاحب بکڈپو، انڈین پریس لمیٹڈ ۔ الہ آباد

رُوح انیس مرحوم

ردوسی ہند میر انیس اعلی اللہ مقامہ کے بہترین مرثیوں،
اور رباعیوں کا مجموعہ۔ ملک کو سید مسعود حسن صاحب
دیب ایم اے (صدر شعبۂ فارسی و اُردو، لکھنؤ یونیورسٹی)
ہونا چاہئے کہ انھوں نے متعدد قلمی نسخوں کے مقابلہ
س مجموعہ کو مرتب فرمایا ہے۔ شروع میں ۴۰ صفحات کا
ے جس میں میر انیس مرحوم کے حالات زندگی اور کلام
مرہ کے علاوہ حضرت امام حسین علیہ الصلاۃ والسلام
ن کا مختصر بیان، مرثیہ اور اشخاص مرثیہ کے تحت میں
وری اور قابل قدر معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں۔
۶ صفحات میں ضروری فرہنگ اور توضیحی حواشی ہیں۔
کتاب کا یہ حصہ اور بھی زیادہ ضروری ہے شروع میں میر ۔
مرحوم کی سہ رنگی تصویر ہے علاوہ ازیں جناب انیس مرحوم کی
تحریر، مکان، مدفن اور ایک مجلس کی تصویر دی گئی ہے ۔
جلد پر کربلائے معلیٰ کا سبز نقشہ ہے۔ دیدہ زیب طباعت،
خوبصورت جلد ۴۶۸ صفحات تقطیع کلاں. قیمت تین روپئے۔

جذبات بسمل

منشی سکھ دیو پرشاد صاحب سنہا بسمل (الہ آبادی) کا مجموعہ
کلام "کتاب کا نام جذبات بسمل بہت موزوں ہے کیونکہ جذبات
ہی مصنف کے کلام کا بہترین امتیاز ہیں۔ زبان کی سادگی اور
سلاست ان کے کلام کی دوسری خصوصیت ہے اور کیوں نہ ہو
فن شاعری میں آپ ناخدائے سخن حضرت نوح ناروی مدظلہ
کے شاگرد ہیں جو فصیح الملک حضرت داغ دہلوی مرحوم کے بلند
پایہ تلامذہ میں ہیں"

جناب بسمل زمانہ حال کے مقبول شعرا میں شمار کئے جاتے
ہیں۔ زبان کی سادگی کیوجہ سے اُن کا کلام بہت پسند کیا جاتا
ہے۔ آجکل جتنے اچھے اُردو رسالے چھپتے ہیں وقتاً فوقتاً بسمل
صاحب کے کلام سے مزین ہوتے ہیں۔ شروع کتاب میں آنریبل
جسٹس سر عبد القادر جج ہائی کورٹ لاہور نے مقدمہ تحریر فرمایا
ہے۔ ۲۱ تصویروں سے "جذبات بسمل" مزین ہے جس میں
زیادہ سہ رنگی تصاویر ہیں اور بعض ہندوستانی فن تصویر
کا بہترین نمونہ ہیں۔ لکھائی چھپائی کے متعلق صرف اتنا بتادینا
کافی ہے کہ ایسی نفاست وخوشنمائی سے کوئی کتاب اُردو
زبان کی آج تک شایع نہیں ہوئی کوئی کتب خانہ اس کتاب
سے خالی نہ ہونا چاہئے۔ قیمت ساڑھے چار روپیہ۔

پیام رُوح

یعنی مجموعہ کلام مسٹر حامد اللہ افسر۔ بی اے مع تقریب

انڈ آنریبل سرشاہ محمد سلیمان صاحب ایم ۔ اے ایل ایل ۔ ڈی چیف جسٹس الہ آباد ہائی کورٹ ؍ "مقدمہ" از میاں بشیر احمد صاحب بی ۔ اے (آکسن) بیرسٹر ایڈیٹر رسالہ "ہمایوں" لاہور ۔

میرے خیال میں ظاہری صورت اور باطنی خوبیوں کے لحاظ سے یہ مجموعہ اس قابل ہے کہ اُسے زبان اُردو کی بہترین اور پایہ دار تصنیفات کے ساتھ جگہ دی جائے اس ظاہری و معنوی محاسن پر میں لایق شاعر کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔ اور اُمید کرتا ہوں کہ پبلک انھیں وہ داد دے گی، جس کے وہ مستحق ہیں"۔ (میاں بشیر احمد بی ۔ اے (آکسن) بیرسٹر، ایڈیٹر "ہمایوں" لاہور ۔)

"اقسر کا نام اور کلام کسی تعارف کا محتاج نہیں ۔ اُن کی شہرت خود ان کی مقبولیت کا ثبوت ہے ۔ پیام رُوح ان کی تمام نظموں اور غزلوں کا مجموعہ ہے۔ اس کی اشاعت سے شاعری میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوگا"

(آنریبل سرشاہ محمد سلیمان صاحب ایم ۔ اے ایل ایل ڈی ۔ چیف جسٹس ہائی کورٹ الہ آباد ۔)

کاغذ دبیز لکھائی چھپائی دیدہ زیب ۔ چھ ہاف ٹون تصویریں جن میں تین سہ رنگی ہیں اس مجموعہ سے کتب خانہ خالی نہ رہنا چاہیئے ۔ قیمت صرف تین روپیہ ۔

صبح وطن و مضامین چک بست

صبح وطن ۔ یعنی مجموعۂ نظم پنڈت برج نرائن چکبست لکھنوی (مرحوم) "چک بست کی شاعری کی تحریک کا باعث کبھی تو حب وطن کا جوش ہوتا ہے ۔ اور کبھی کوئی گزشتہ یا حال کا تاریخی واقعہ اُن کے طائر خیال کو پرواز میں لاتا ہے ۔ کبھی قدرت کے نظاروں یا مذہبی رازوں کے انکشاف سے وہ اپنی نظموں کو آراستہ کرنے میں مدد لیتے ہیں اور کبھی انسانی جذبات اور احساس کی سچی تصویریں کھینچ کر عبرت کا سبق دیتے ہیں ۔ قومیت کا خیال ان کی شاعری کی ساخت کا جزو اعظم ہے ۔ برج نرائن چکبست دور جدید کے صرف ترجمان ہی نہیں بلکہ اس دور کے نمائندوں میں ان کا پایا بہت بلند ہے جس قدر زمانہ گذرتا جائے گا اور اُردو شاعری مصنوعی قیود سے آزاد ہوتی جائیگی نیز آزادی کی ہوا میں اس کو نشو و نما پانے کا موقع ملے گا، اسی قدر برج نرائن چکبست کی شہرت بتدریج بڑھتی جائے گی اور آیندہ نسلیں اس امر کو تسلیم کرلیں گی کہ وہ دور جدید کے رہنماؤں میں سے ہیں ۔

(سر تیج بہادر سپرو)

مضامین چکبست ۔ پنڈت برج نرائن چکبست مرحوم بلند پایہ شاعر ہونے کے علاوہ بہترین مضمون نگار بھی تھے ۔ انکی وفات کے بعد ان کے مضامین نثر کا مجموعہ بھی شائع کیا گیا ہے۔ اس مجموعہ میں سوانحی، تنقیدی، تاریخی، قومی وغیرہ مضامین ہیں، اور بہت خوب ہیں ۔

صبح وطن ۔ مجلد ۔ قیمت دو روپئے ۔

مضامین چکبست ۔ مجم ۔ ۳۵۰ صفحات قیمت صرف عہ

یادگار نسیم

یعنی منشی دیا شنکر نسیم کی مشہور و معروف مثنوی گلزار نسیم و انتخاب "دیوان نسیم" مع حواشی و تبصرہ کلام مرتبہ مولوی اصغر حسین صاحب اصغر گونڈوی ۔ آنریبل ڈاکٹر سر شاہ محمد سلیمان ایم ۔ اے ۔ ایل ایل ۔ ڈی، چیف جسٹس الہ آباد ہائی کورٹ تحریر فرماتے ہیں :-

"یادگار نسیم جو مولوی اصغر صاحب نے تصحیح کے بعد شایع کی ہے مشہور و معروف شاعر نسیم کی مثنوی جسے انھوں نے مصلحتاً نامناسب اشعار، کو حذف کرنے کے بعد شایع کیا ہے۔ غزلیات میں سے جن غزلوں کا انتخاب کیا ہے وہ شاعر موصوف کی بہترین غزلیں ہیں ۔ . . . . حواشی کا بھی اضافہ کیا گیا ہے . . . . . اس کتاب کا مقدمہ بجائے خود ایک عالمانہ تصنیف ہے ۔ مجھے یقین کامل ہے کہ اس کتاب کی قدر کا حلقہ ہوگی جو اسکا

"شایانِ شان ہے" طباعت دیدہ زیب، خوشنما جلد قیمت دو روپئے

کلام الملوک

یعنی شہزادگان دہلی کے کلام کا مجموعہ ۔ ایک زمانہ میں قلعہ دہلی زبان اُردو کا مرکز تھا ۔ یہاں وہ لوگ جمع تھے جو الفاظ کو بہت ہی صحت کے ساتھ بولتے اور بہت ہی اچھے اور زور دار معنی میں استعمال کرتے تھے اور انھیں کی زبان آج صحیح اور مستند سمجھی جاتی ہے ۔ شہزادگان دہلی کا کلام بھی اس لحاظ سے قابلِ قدر ہے ۔ محاورات و اصطلاحات، روانی صحت وزن، سلسلہ خیالات، بلند آوازی، نازک خیالی، جوشِ بیان، نشستِ الفاظ، اور عمدہ بندش کے علاوہ زبان صاف اور فصیح تکلف اور ابتذال نام کو نہیں۔ اگر زبان کا خاص رنگ اور شاعری کی اصل حقیقت معلوم کرنا چاہتے ہیں تو اس مجموعہ کو ضرور ملاحظہ فرمائیے قیمت دس آنہ

معراجِ سخن

جناب سید خورشید حسن صاحب عروج مرحوم المتخلص بہ "دولہا صاحب" نبیرۂ خدائے سخن میر انیس اعلی اللہ مقامہ کے تین مرثیوں کا نادر مجموعہ میں حسب ذیل مراثی ہیں:۔

۱۔ ہے زیور عروس فصاحت سخن مرا ۔ ۱۱۹ بند
۲۔ خلق میں خلقت آدم کا سبب کون ہوا ۔ ۱۴۰ بند
۳۔ صبح عاشور محرم ہے قیامت کی سحر ۹۵ بند

اس کتاب پر ہندوستانی اکیڈیمی صوبجات متحدہ قابل مصنف کو پانسو روپیہ انعام عطا فرمایا ہے۔ زبان کے فدائیوں کے لئے نادر تحفہ ہے۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ۔

کہانی کیسے لکھنا چاہئے؟

(مرتبہ و مولفہ منشی کنھیا لال صاحب ایم اے آر اے ایس) کہانی کیسے لکھنا چاہئے؟ اس کتاب کا موضوع اس کے نام ہی سے ظاہر ہے مختصر فسانوں کے باب میں ساری باتیں بہت اچھی طرح سمجھائی گئی ہیں۔ مختصر ہونے کے باوجود جامع ہے ۔ ایڈیٹروں، مضمون نگاروں، اور مبتدیوں کو ضرور مطالعہ کرنا چاہئے۔ قیمت آٹھ آنہ۔

بہترین ناول و افسانے

فردوسِ خیال

منشی پریم چند کے گیارہ افسانوں کا مجموعہ۔ منشی پریم چند کے افسانے ہمیشہ اصلاح اخلاق و معاشرت پر مبنی ہوتے ہیں، اور ان کا مقصد شریفانہ جذبات مثلاً غیرت، حیا خوف خدا، شجاعت اور آزادی ضمیر وغیرہ کا برانگیختہ کرنا ہوتا ہے۔ غیر ممکن ہے کہ کوئی سمجھدار منشی صاحب موصوف کی تصنیف پڑھے اور آپ کی جادو بیانی اور سحر نگاری کا قائل نہ ہو جائے اگر آپ نے اب تک اس مجموعہ کو ملاحظہ نہیں فرمایا تو آج ہی طلب فرمائیے۔ سرورق پر تین رنگ کی نہایت خوبصورت تصویر ہے ۔ ۲۷۳ صفحہ کی کتاب ہے اور قیمت صرف ایک روپیہ۔

جلوۂ ایثار

بالاجی کے قومی کارناموں سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے ۔ "جلوۂ ایثار" میں اُن حالات اور واقعات کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جو اس کارنامے کے محرک ہوئے تھے۔ حالات اور واقعات دلچسپ و دلکش ہونے کے علاوہ حب قومی و جذبات روحانی سے معمور ہیں۔ اس پر منشی پریم چند صاحب کی جادو نگاری سونے پر سہاگا ہے واقعی قابل مطالعہ ناول ہے۔ ۲۳۲ صفحات کی کتاب اور قیمت صرف بارہ آنہ۔

ڈالی کا جوگ

(اور دوسرے افسانے) مسٹر حامد اللہ افسر (میرٹھی)
کے گیارہ فسانوں کا مجموعہ ۔ یہ تمام فسانے مختلف اوقات
میں بعض اُردو جرائد میں شایع ہو کر خلعت قبولیت حاصل
کر چکے ہیں ۔ ان میں سے بعض اس قدر مقبول ہو گئے ہیں کہ
انگریزی، ہندی، اور گجراتی میں بھی ترجمے ہوئے فوٹو بلاک
کی چند تصویریں بھی شامل ہیں ۔ قیمت ایک روپیہ ۔

شاما

(مصنفہ پنڈت کشن پرشاد صاحب کول، ممبر سرونٹس
آف انڈیا سوسائٹی لکھنؤ)

یہ ایک دکھیاری کی درد بھری داستان ہے ۔ اقبال
کا یہ شعر اس پر صادق ہے ۔

محبت کے شرر سے دل سراپا نور ہوتا ہے
ذرا سے بیج سے پیدا ریاض طور ہوتا ہے

سرورق پر سہ رنگی تصویر اور کتاب کے شروع میں بھی
ایک تصویر (فوٹو بلاک) لگائی گئی ہے ۔

قیمت ڈیڑھ روپیہ

سادھو اور بیسوا

یعنی دو حرماں نصیبوں کی کایا پلٹ ۔ ایک جگ بیتی کہانی
مصنفہ پنڈت کشن پرشاد صاحب کول، ممبر سرونٹس آف انڈیا
سوسائٹی لکھنؤ ۔ فرانسیسی اناطول فرانس کے ایک تاریخی ناول
" تائیس " کو پڑھنے کے بعد اس کی تصنیف کا خیال پیدا ہوا ۔
" سادھو اور بیسوا " میں اُسی خیال کی پیروی اور اسی تصور کے
تائید کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو " تائیس " کا امتیازی
جوہر ہے ۔ اس کے باوجود نہ یہ اُس کا ترجمہ ہے نہ خلاصہ ۔ نہایت
دلچسپ ناول ہے ۔ سرورق پر سہ رنگی تصویر ہے ۔ قیمت بارہ آنے ۔

"انور"

"شمیم" کے مشہور و معروف مصنف مسٹر فیاض علی
ایڈوکیٹ فیض آباد کا دوسرا بے نظیر ۔ دلپذیر ۔ انقلاب انگیز
شاہکار ۔ اور ...... زبان اُردو کا بہترین ناول......
۵۰۰ صفحے ۔ کاغذ ۔ کتابت ۔ طباعت نہایت
عمدہ جلد بجد نفیس ۔ ۶ عدد تصویریں بہت ہی دلکش
اور خوبصورت ...... قیمت عہ

گھر بیٹھے دنیا کی سیر

کرنے والوں کو "تحفہ سیریز" کا ضرور مطالعہ کرنا چاہئے !
اس سلسلہ کی ایک ایک کتاب ایک ایک ملک کے متعلق ہے ۔
ملک کا مفید اور کارآمد معلومات ہر کتاب میں بہم پہنچائی گئی ہیں ۔ کوئی
ضروری بات نظر انداز نہیں کی گئی ۔ کتابوں کو زیادہ مفید
اور دلچسپ بنانے کے لئے مکالمہ کا طرز اختیار کیا گیا ہے جسکے
باعث نو عمر لڑکوں اور لڑکیوں کو ان کے مضامین پر بہت جلد
عبور ہو جاتا ہے ۔

مندرجہ ذیل کتابیں تیار ہیں ۔

(۱) تحفہ جاپان (۲) تحفۂ چین
(۳) تحفۂ مصر و حبش (۴) تحفۂ لندن
(۵) تحفۂ فرانس (۶) تحفۂ جرمنی
(۷) تحفۂ آسٹریلیا (۸) تحفۂ قسطنطین
(۹) تحفۂ امریکہ (۱۰) تحفۂ روس

ہر کتاب میں متعدد تصاویر ہیں اور سرورق
نہایت خوبصورت ۔ قیمت ہر کتاب کی چھ آنے ۔

آئی ۔ سی ۔ ایس

اُردو کے بہترین فسانہ نگار پروفیسر علی عباس حسینی ایم ۔ اے
مصنف رفیق تنہائی، سر سید احمد پاشا، وغیرہ کے
چودہ انقلاب انگیز افسانوں کا تازہ ترین مجلد دیدہ زیب مجموعہ

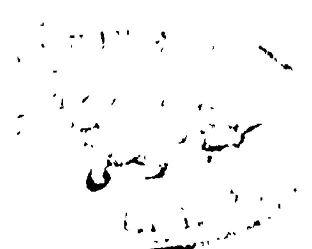
قیمت صرف عمر

دیش کے معزز لیڈروں کی رائے

کسانوں کی غریبی دور کرنے کا واحد علاج ان کی کھیتی کی پیداوار بڑھانے میں ہے

اُربرا کھاد

خرید کر دیش کو دھنوان بنانا ہے
اور ولایتی کھاد خریدنا ملک کو غریب بنانا ہے



اُربرا کھاد کی صفات



उबेरा खाद

اُربرا سودیشی کھاد کے استعمال سے ترکاریوں کی پیداوار تمام فصلوں - پھلدار درختوں اور دوگنی ہو جاتی ہے

ایک بار ضرور آزمائیے

اُربرا کھاد کی خصوصیات

۱- اُربرا کھاد ہمارے ملک کے زراعتی ماہرین کے ذریعہ ہندوستان ہی میں تیار کیجاتی ہے
۲- اُربرا کھاد میں پودوں کو بڑھانے والی، پھل لگانے والی، دانوں کو موٹا اور مضبوط بنانے والی، کھیت کی اُپجاؤ طاقت کو قائم رکھنے والی چار طاقتیں موجود ہیں۔
۳- تھوڑی سی کھاد زیادہ رقبہ کے لئے کافی ہوتی ہے۔
۴- فصل میں جلد فائدہ پہنچاتی ہے۔
۵- ایک فصل کے بعد دوسرے فصل میں بھی فائدہ دکھاتی ہے۔
۶- ولایتی کھاد میں صرف ایک خاصیت ہے لیکن ہماری کھاد میں چار خاصیتیں موجود ہیں۔
۷- ولایتی کھاد سے کھیتی کی اُپجاؤ طاقت دن بدن گھٹتی ہے۔ لیکن اُربرا سے نہیں۔
۸- اُربرا کھاد ملک کے غریب کسانوں کی گاڑھی کمائی کا کروڑوں روپیہ غیر ممالک میں جانے سے بچاتی ہے۔
۹- اُربرا کھاد کے استعمال سے فصل کی پیداوار کا ذائقہ نہیں بدلتا اور مقوی اناج پیدا ہوتا ہے۔ اُربرا کھاد سے زمین زرخیز ہو جاتی ہے۔
۱۰- اُربرا کھاد کے استعمال سے فصلوں میں لگنے والی تمام بیماریاں دور ہو جاتی ہیں۔
۱۱- اُربرا کھاد دینے سے کھیت میں دیمک نہیں لگتے اور دوسری زمین کے کیڑے بھی مرجاتے ہیں۔

سٹاکسٹوں کی ہر جگہ ضرورت ہے

شوبرت اینڈ کمپنی

۱۵۲ ہریسن روڈ کلکتہ

فون نمبر
۵۴۲۷
بڑا بازار کلکتہ

تار کا پتہ
"شوکو" کلکتہ
SHIV CO:—



دہقان کا کھیت